ترغیب الفقراء والملوک

الیٰ تحصیل ما فی

کتاب سلک السلوک

مصنفہ

شیخ ضیاء الدین نخشبی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مفتی عبدالرحمن صاحب جامی مدظلہ العالی

ناشر

دائرۃ الاشاعت خانقاہ مصلح الامت ۲۳ روشن باغ، الہ آباد ۲۱۱۰۰۳

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ أَيْ لِيَعْرِفُوْنِ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ

(یعنی اور میں نے جن اور انس کو اپنی عبادت ہی کیلئے یعنی بقول ابن عباسؓ اپنی معرفت ہی کیلئے پیدا کیا)

بناءً علیہ

کتاب مستطاب نادرالوجود در علم سلوک مسمّیٰ بہ "سلک السلوک" کا اردو ترجمہ

ترغیبُ الفقراء والملوک

(الیٰ تحصیل ما فی)

کتاب سلک السلوک

مصنفہ حضرت مولانا ضیاء الدین نخشبیؒ خلیفہ خاص حضرت بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

بہ ایماء

مخدومی و محترمی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب دام مجدہم خلیفہ ارشد و جانشین

مصلح الامۃ حضرت مولانا و مرشدنا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ

از

مولانا مفتی عبد الرحمٰن صاحب جامی مدظلہ العالی

ناشر

دائرۃ الاشاعت خانقاہ مصلح الامت ۲۳ روشن باغ، الٰہ آباد ۲۱۱۰۰۳

بار دوم سنہ ۱۹۸۸ء زیر نگرانی

نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ

تفصیلات

نام کتاب فارسی	سلک السلوک
مصنف	حضرت مولانا ضیاء الدین نخشبی رح
اردو ترجمہ	ترغیب الفقراء والملوک
مترجم	مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامی
سال اشاعت باردوم	۱۹۸۸ء
تعداد	گیارہ سو ۱۱۰۰
صفحات	۳۴۰
باہتمام	
ناشر	دائرۃ الاشاعت خانقاہ مصلح الامت روشن باغ الہ آباد
قیمت	چالیس ۴۰ روپے

مقدمہ از ناشر

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

"سلک السلوک" خانوادۂ چشت کے مشہور بزرگ حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کے خلیفہ مولانا ضیاء الدین علیہ الرحمہ کی تصنیف فرمودہ ہے جو فارسی زبان میں ہے، یہ کتاب نہایت عمدہ اور اثر انگیز مضامین پر مشتمل ہے، اس کا ایک نسخۂ قدیم ہمارے حضرت مصلح الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ استاذ محترم مولانا عبد الرحمٰن صاحب جامی کی نظروں سے جب یہ کتاب گذری اور اس کے مضامین پر اثر و علمی معلوم ہوئے تو انہوں نے اس کے بعض حصے حضرت اقدس قاری صاحب مدظلہ کو سنائے، آپ نے بہت پسند کیا اور فرمایا کہ اس کا ترجمہ رسالہ میں ماہ بماہ شائع ہونا چاہیے۔

چنانچہ مولانا جامی صاحب مدظلہٗ نے "ترغیب الفقراء والملوک" کے نام سے اس کا اردو ترجمہ متن فارسی کے ساتھ رسالہ میں قسط وار شائع کیا۔ الحمد للہ اس کے مضامین عوام وخواص سب ہی نے پسند کئے۔ کتاب کا ترجمہ پورا ہو جانے پر احباب کی جانب سے برابر اصرار رہا کہ اس کو کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تاکہ اس کا نفع عام و تام ہو۔

لہٰذا سیدی حضرت قاری محمد مبین صاحب دامت برکاتہم کے ایماء سے "دائرۃ الاشاعۃ" نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان جواہر پاروں سے منتفع ہونے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق و سعادت مرحمت فرمائے۔

یکے از خدام حضرت والا دامت برکاتہم

حالات حضرت مولانا ضیاء الدین نخشبی علیہ الرحمۃ

رسالہ سلک السلوک کا ترجمہ خدا تعالیٰ کی توفیق سے بالاقساط ہوتا رہا اور قسطوار ہی رسالہ وصیۃ العرفان میں شائع ہوتا رہا، مضامین کی عمدگی اور اثر آفرینی پر نظر کرتے ہوئے مصنف کی عظمت و وقعت دل میں بہت ہوئی، بار بار جی چاہا کہ حضرت شیخ نخشبی کے حالات کہیں دستیاب ہو جاتے تو انھیں بھی جزو کتاب بنا دیا جاتا، تاکہ کتاب سے واقفیت کے ساتھ مصنف کتاب سے بھی تعارف حاصل ہو جائے۔ ترجمہ کی تکمیل کے بعد بعض احباب نے بتایا کہ حضرت شیخ نخشبی کے حالات مشہور مورخ سید صباح الدین عبد الرحمٰن مرحوم کی کتاب "بزم صوفیہ" میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب سے اقتباس کر کے مختصر احوال شامل کتاب کئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیخ کی برکات سے مستفیض فرمائیں۔ (ادارہ)

اسم گرامی ضیاء الدین تھا بدایوں کے رہنے والے تھے۔ اصلی وطن نخشب (بخارا) تھا اسی مناسبت سے نخشبی تخلص کرتے تھے گو زندگی گوشۂ تنہائی میں گذری مگر اپنی استعداد کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کی۔

"اخبار الاخیار" اور "خزینۃ الاصفیاء" میں ہے کہ مولانا ضیاء الدین نخشبی کی ارادت سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوریؒ کے پوتے حضرت شیخ فریدؒ سے تھی، بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے مرید تھے لیکن اخبار الاخیار میں ہے کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے زمانہ میں تین شخص ضیاء نام کے تھے ضیاء الدین سنامی جو شیخ کے منکر تھے ضیاء الدین برنی جو شیخ کے مرید اور معتقد تھے اور ضیاء الدین نخشبی جو نہ شیخ کے منکر تھے اور نہ معتقد

حضرت ضیاء الدین نخشبیؒ نے خواص اور عوام دونوں سے الگ تھلگ رہ کر اپنی فقیرانہ زندگی زاویۂ خمول میں گذاری اور اس گوشۂ عافیت میں زیادہ تر تصنیف و تالیف کا مشغلہ رکھا اس لئے ان کے حالات زندگی کی کوئی زیادہ تفصیل نہیں ملتی۔ "اخبار الاخیار" وغیرہ میں سال وفات ۷۵۱ھ درج ہے۔ مرقد بدایوں میں ہی ہے۔ آپ نے متعدد تصانیف چھوڑیں جن کے نام یہ ہیں:-

۱۔ سلک السلوک۔ ۲۔ عشرہ مبشرہ۔ ۳۔ کلیات وجزئیات ۴۔ شرح دعائے سریانی ۵۔ طوطی نامہ۔ ان تمام تصانیف پر خزینۃ الاصفیاء کے مصنف اپنی رائے کا اظہار

کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ :-

" یہ تمام کتابیں رنگین اور دلچسپ قطعات سے پُر ہیں جو کہ ایک ہی طریق اور ایک ہی طرز پر واقع ہوئے ہیں ان کتب میں سے سلک السلوک اور طوطی نامہ بہت مقبول ہوئیں"

(سلک السلوک پر ایک نظر)

سلک السلوک فن معرفت و سلوک میں ایک اہم تصنیف ہے اس میں تصوف کے مختلف مسائل کو الگ الگ عنوانات میں بیان کیا گیا ہے، ہر مسئلہ ایک علحدہ سلک یعنی باب میں ہے کل ۱۵۱ سلک ہیں۔ شروع میں تصوف کے اصطلاحات کی تشریح ہے پھر صوفیانہ رموز و نکات کی تصریح و توضیح حکایتوں کے پیرایہ میں کی گئی ہے مثلاً یہ بتانا چاہتے ہیں کہ رات کے وقت یاد حق ضرور کرنی چاہئے تو لکھتے ہیں کہ :-

" ایک دن ایک خواجہ نے ایک لونڈی خریدی جب رات ہوئی تو لونڈی سے کہا اے کنیزک میرا بچھونا درست کر دے کہ میں سو رہوں لونڈی نے کہا کہ اے مولیٰ! کیا تمھارا بھی مولیٰ ہے؟ خواجہ نے کہا ہاں، پوچھا کیا وہ بھی سوتا ہے؟ خواجہ نے کہا نہیں۔ لونڈی نے کہا تمھیں شرم نہیں آتی کہ تمھارا مولیٰ تو جاگے اور تم سو رہو"

اسی طرح یہ تلقین کرنا چاہتے ہیں کہ کسی کا محکوم ہونا نفس کے محکوم ہونے سے بہتر ہے تو رقمطراز ہیں

" ایک سجادہ نشین ہر جمعہ کو اپنی خانقاہ سے مسجد جانے کیلئے باہر نکلتے تھے۔ جس کسی کو دیکھتے پوچھتے کہ مسجد کا راستہ کون سا ہے؟ ایک بار ایک شخص نے کہا کہ آپ کو برسوں مسجد جاتے ہو گئے لیکن راستہ یاد نہیں ہوا! انھوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں لیکن محکوم ہو کر چلنا حاکم ہو کر چلنے سے بہتر ہے، چاہیئے کہ اپنی ذات کو دوسروں کے طفیل میں رکھے"

شیخ کا یہ انداز بیان اور بھی دلپذیر اور مؤثر ہو جاتا ہے جب ناصحانہ طریقہ پر ایک ایک حکایت

بشنو بشنو! (سنو سنو) سے شروع ہوتی ہے مثلاً :-

سنو سنو! ایک مرتبہ حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ تمہاری قوم میں جو نیک ہیں انکو بدوں سے الگ کرو، حضرت موسیٰؑ نے آواز دی بہت سے لوگ باہر آئے۔ حکم ہوا ان میں سے ستر نیکوں کو چن لو، موسیٰؑ نے ان میں سے ستر آدمی نکالے۔ فرمان ہوا ان میں سے بھی چنو، چنانچہ ستر میں سے سات چنے۔ پھر حکم ہوا ان میں سے بھی چنو، پس ان میں سے تین چنے۔ حکم آیا کہ اے موسیٰ میرے نزدیک یہ تینوں سب سے بڑے ہیں کیونکہ جب انھوں نے سنا کہ تم نیکوں کو پکارتے ہو تو یہ اپنے کو نیک سمجھکر باہر آئے۔ ایعزیز! اگر کوئی عبادت نکرے تو اس سے بہتر ہے کہ عبادت کرے اور فخر کرے۔ شریعت میں مدعا علیہ کو قید کرتے ہیں لیکن طریقت میں مدعی کو قید خانہ بھیجا جاتا ہے

ایک اور حکایت ملاحظہ ہو :-

سنو سنو! ایک بقال نے ایک شخص کو شیر پر سوار اور سانپ کو کوڑا بنائے ہوئے دیکھا تو کہا کہ یہ آسان ہے لیکن ترازو کے دونوں پلوں میں بیٹھنا مشکل ہے۔

ایک اور حکایت ہدیۂ ناظرین ہے :-

سنو سنو! ایک بزرگ نے چاہا کہ بازار جاکر کچھ خریدیں، دینار کو گھر میں تولا جب بازار لیگئے تو دینار گھر کے وزن سے کم نکلا رونے لگے لوگوں نے پوچھا کیوں روتے ہو فرمایا جب گھر کی چیز یہاں ٹھیک نہیں ہوئی تو قیامت میں دنیا کی باتوں کا کیا حال ہوگا۔

ان دلچسپ حکایتوں میں اور زیادہ تاکید پیدا کرنے کے لئے خاتمہ میں انکو اپنے قطعات سے بھی مزین کرتے ہیں مثلاً :-

سنو سنو! وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ کعب احبارؓ مسجد میں سب صفوں کے پیچھے کھڑے ہوتے ان سے پوچھا گیا کہ اس میں کیا بھید ہے فرمایا میں نے توریت میں دیکھا ہے کہ امت محمدیہ میں ایسے ایسے لوگ ہوں گے کہ جب مسجد میں سجدے کریں گے اور انھوں نے سر بھی نہ اٹھایا ہوگا کہ ان کے پیچھے والوں کو خدا بخشدیگا میں اسی لئے سب سے پیچھے کھڑا ہوتا ہوں تاکہ ان کے سجدے میں میرا کام بن جائے قطعہ ؎

نخشبیؔ در میاں مبیں خود را قطرہ را چہ سیلے من خوانی
ہمہ کس در طفیل تو گردد گر تو خود را طفیل کس دانی

(یعنی اسے نخشبی اپنے کو درمیان میں کچھ نہ سمجھو، دیکھو بھلا ایک قطرہ کو کہیں تم سیلاب کہتے ہو اور یہ سمجھ لو کہ تمام لوگ تمھارے طفیل میں کامیاب ہو جائیں گے اگر تم اپنے کو کسی کا طفیلی سمجھ لوگے تب۔)

ایک بار ایک خلیفہ نے ایک بوڑھی عورت کے لڑکے کو قید کر دیا۔ بوڑھی عورت نے خلیفہ کے پاس پہونچکر فریاد کی اور کہا کہ میرے بچے کو رہا کر دیجئے۔ خلیفہ نے کہا کہ میں نے حکم دیا ہے کہ جب تک میں خلیفہ ہوں تیرا لڑکا قید سے رہا نہیں کیا جائے گا۔ بوڑھی عورت نے آسمان کیطرف دیکھا اور درد بھری آواز سے بولی اے سلطان عالم! دنیا کی قید اور رہائی تیری قدرت میں ہے لیکن تیرے خلیفہ نے جو حکم دیا ہے کیا تو نے اسکو سنا نہیں! معلوم نہیں کہ اب تو کیا حکم کرے گا۔ بوڑھی عورت کی یہ بات خلیفہ نے سنی تو اسکے دل میں بڑی نرمی پیدا ہوئی اور اسکے لڑکے کو قید خانہ سے باہر لانے کا حکم کیا اسکو ایک خلعت دیا اور گھوڑے پر سوار کرا کے بغداد کی گلیوں میں پھرایا اور ساتھ یہ منادی کیجاتی تھی کہ ہٰذا عطاء اللہ تعالیٰ علی الرغم خلیفہ بمقامہ ومحلہ (یعنی یہ خلیفہ کے مرتبے اور درجے کے علی الرغم اللہ تعالیٰ کی عطا ہے) قطعہ ؎

نخشبیؔ حکم خلق چیزے نیست مرد ایں رہ کجا ست در عالم
در جہاں گفت ہیچ کس نشود حکم حکم خدا ست در عالم

(یعنی اے نخشبی مخلوق کا کوئی حکم حکم نہیں اس مرتبے کے لوگ دنیا میں کہاں ہیں؟ دنیا میں کسی کی بات چلنے والی نہیں کیونکہ حکم تو اس عالم میں بس خدا تعالیٰ کا حکم ہے)۔

سنو سنو! بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا ستر سال عبادت کی ایک دن کسی حاجت روائی کے لئے دعار مانگی لیکن دعار قبول نہیں ہوئی اپنے نفس سے برہم ہوا کہ اے نفس اگر تیری عبادت میں اخلاص ہوتا تو میری دعار ضرور قبول ہوتی، حق تعالیٰ کے یہاں سے اس زمانہ کے پیغمبر کے پاس فرمان آیا کہ اس زاہد سے کہو کہ نفس پر ایک ساعت کا عتاب ستر سال

کی عبادت سے بہتر ہے۔ قطعہ

نخشبی در عتاب خود می باش ورنہ خود باطن تو خون گردد
ہر کہ با نفس خود عتاب کند از عتاب ہمہ مصئوں گردد

(یعنی اے نخشبی اپنے ہی نفس کے عتاب اور اسکی سرزنش کی فکر میں رہو ورنہ یہ سمجھ لو کہ تمھارا باطن خوں ہو جائے گا جس شخص نے خود اپنے ساتھ عتاب کا معاملہ رکھا تو تمام لوگوں کے عتاب سے وہ بچا رہا)۔

مولانا عبدالحق محدث دہلوی سلک السلوک کو بڑی شیریں و رنگین کتاب بتاتے ہیں۔ اخبار الاخیار میں رقم طراز ہیں کہ :۔

" سلک السلوک او بغایت کتاب شیریں و رنگین است بزبانے لطیف و موثر مشتمل بر حکایات مشائخ و کلمات ایشاں ۔ واکثر تصنیفات مملو است بقطعاتے کہ ہمہ بیک طریقہ بیک نہج واقع اند"

(ماخوذ از بزم صوفیہ ۔ (شکریہ کے ساتھ)

(ترجمہ : آپکی تصنیف سلک السلوک ایک نہایت ہی شیریں اور رنگیں کتاب ہے زبان بھی اکی نہایت شائستہ پر لطف اور پر تاثیر ہے اس میں اکثر و بیشتر مشائخ کی حکایات اور اسکے ملفوظات کا بیان ہے اور حضرت کی اکثر تصنیف قطعوں سے مملو ہے اور سب کے سب ایک ہی انداز پر واقع ہوئے ہیں ۔)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخر کتاب میں سلک السلوک کے نمبرات کا عنوان بھی قائم کر دیا جائے جو کہ مضامین سے راقم نے اخذ کیا ہے۔ حضرت نخشبی نے کوئی عنوان قائم نہیں فرمایا۔ امید ہے کہ ناظرین کو اسکی وجہ سے مطالعہ سے دلچسپی اور مضمون کی تلاش میں آسانی ہوگی

بندہ عبدالرحمٰن جامی

مدرس مدرسہ وصیۃ العلوم ۔ الہ آباد

فہرست عنوانات سلکِ سلوک

نوٹ: یہ عنوانات راقم نے اپنی جانب سے قائم کئے ہیں علامہ نخشبی کے لکھے ہوئے نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ کہیں کہیں اس میں تکرار عنوان کا بھی شبہ ہوتا ہے لہٰذا ناظرین اپنے لئے اسکو تسہیل کا ہی ایک ذریعہ تصور فرمائیں حضرت نخشبیؒ کی ترجمانی نہ سمجھیں گویا یہ عنوانات مضامین سلک کی ایک تاویل ہی تفسیر نہیں بعض سلک میں متفرق مضمون کا بیان آگیا ہے اس لئے اسکو تسمیۃ الشئی باسم جزئہ کی حیثیت دینی پڑی۔ راقم ہیچمداں جاجی ۔ یکم ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترغیب الفقراء والملوک

الی تحصیل ما فی

کتاب سلک السلوک

یعنی

کتاب فارسی "سلک السلوک" مصنفہ مولانا ضیاء الدین نخشبی کا اردو ترجمہ "ترغیب الفقراء والملوک"

از راجی رحمۃ ربہ السبحان بندہ عبدالرحمٰن جامی غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدے کہ از عطر روائح او ارواح اولیا معطر گردد، مر خدائے را کہ اولیا را ورا غیر او کسے نتواند شناخت۔ اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری۔ و مدحے کہ از نسیم بخور او اشباح اتقیا معنبر شود، مر صمدے را کہ فقرا را و راجز او دیگرے نتواند نواخت الفقراء الصبراء جلساء اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ بیت سہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد: ایسی حمد کہ جیکے عطر کی خوشبو سے اولیاء اللہ کی ارواح معطر ہوگئی ہیں، صرف اس خدائے پاک کے لئے ثابت ہے جس کے اولیاءؑ کو اسکے سوا کوئی نہیں جانتا پہچانتا کیونکہ اولیائی تحت قبائی لایعرفھم سوائی (یعنی میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں انکو میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور ایسی مدح و ثنا ر جبکی دھونی کی مہک سے اتقیاء کے اجسام مہکدار ہوگئے ہیں صرف اس ذات بے نیاز کے لئے ہے جیکے فقیروں کو سوا اسکے کوئی نواز نہیں سکتا چنانچہ الفقراء الصبراء جلساء اللہ تعالیٰ یوم القیامہ

آنکه درویش زو نمد خواہد
گرچہ شاہست زو مدد خواہد

دہندہ ٔ کہ خزائن ابدی مرفقرا را بے درم و دینار را کرم عمیم او تواند داد۔ من مات ولم یترك درهما ولا دینارًا لم یدخل الجنة اغنیٰ منه۔ بخشندہ ٔ کہ دفائن سرمدی مساکین بے مال و منال را نعم جسیم او تواند بخشید۔ قیل لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم وعلی آله ما الفقر قال خزائنة من خزائن اللّٰہ تعالیٰ۔ بیت

خاتم فکر را نگینہ ازو
ملک درویش را خزینہ ازو

تبارك الذی صرف الامور تدبیرہ ومسهل العسیر تیسیرہ ومحسن الخلق تصویرہ وباسط الرزق تقدیرہ یفعل اللّٰہ ما یشاء و یحکم ما یرید خالق کل شئ وهو علی کل شئ شهید۔

بیت ؎

داشتہ عرش و فرش تدبیرش
شاہ و درویش تحت تقدیرش

(یعنی فقیر صابر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت کا ہم نشین ہوگا)
؎ "جو شخص کہ درویش اور فقیر ہے وہ تو حق تعالیٰ سے گدڑی کا طالب ہوتا ہی ہے مگر جو بادشاہ ہے وہ بھی اسی سے مدد چاہتا ہے"

وہ ایسا دینے والا ہے کہ جس نے اپنے بے روپے پیسے والے فقرا کو اپنے خزائن ابدی سے کرم عمیم کا وافر حصہ عطا فرمایا چنانچہ جو شخص کہ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوا کہ اس نے اپنے بعد ترکہ میں درہم چھوڑے نہ دینار تو کل قیامت کے دن اس شخص سے زیادہ امیر کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اور ایسا بخشنے والا ہے کہ سرمدی دفائن یعنی ہمیشہ باقی رہنے والے خزانے بے مال و منال والے مساکین کو اگر وہ چاہے تو بڑی سی بڑی نعمت دے کر مالا مال کر سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ فقر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے ؎ "فقر الی اللہ درویشوں کی انگوٹھی کا نگینہ ہے اور سلطنت درویشی کا یہ ایک خزانہ ہے"

وہ ذات ایسی بزرگ و برتر ہے کہ اسکی ہی تدبیر اور انتظام جملہ امور میں جاری و ساری ہے۔ اور اسکے ہی آسان کرنے سے دشواریاں آسان ہوتی ہیں اسکی ہی تخلیق نے مخلوق کو ٹھیک اور حسین بنایا اور اسکی ہی تقدیر سے رزق میں وسعت ہوا کرتی ہے۔ اللہ ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔ وہی ہر شے کا خالق ہے اور وہ ہر شے پر حاوی اور قادر ہے ؎ "عرش سے لیکر فرش تک اسکی تدبیر اور اسکا حکم نافذ ہے۔ شاہ اور فقیر تک اسکی تقدیر کے آگے مسخر ہے"

وتحفہ تحیات طیبات بر غنی فقر اشعار کہ
فقر را بر غنیت او ترجیح تواند داد تدخل
فقراء امتی فی الجنۃ قبل الاغنیاء
بخمسمائۃ عام - و ہدیہ صلوات نامیات
بر قوی مساکین دثار کہ مسکنت را بر قوت
تفصیل او تواند نہاد - اللھم احینی
مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ
المساکین -

قال علیہ السلام قطرت فی فمی قطرۃ
علمت بہا علم الاولین والآخرین - فرد

از ہمہ خلق بیش دانستہ
فقر را فخر خویش دانستہ

ارسلہ اللہ تعالیٰ عند دثور الحق وخمولہ
وظہور الباطل وشمولہ، فشید اللہ من الحق
قواعدہ وہدم من الباطل اوایدہ فاصبح
اہل الدین بعصم اللہ لائذین وبحرمتہ
عائذین وباوامرہ اخذین ولما نہاہم
عنہ نابذین صلواۃ اللہ علیہ وعلی آلہ اجمعین
فرد

ذروۂ عرش از ذریعت اوست
نخشبی پس رو شریعت اوست

اور صلواۃ و سلام کا مبارک تحفہ اس امیر کی خدمت میں پیش ہے
جسکا کہ طور و طریقہ فقیرانہ تھا جسکے سبب سے فقر کو غنا پر ترجیح دیجا سکتی ہے
(کیونکہ فرمایا کہ) میری امت کے فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچسو سال پہلے
داخل ہونگے۔ اور بیش از بیش ہونیوالے درود کا تحفہ اس قوی پر ہو
جو کہ مساکین کا لباس زیب تن کئے ہوئے تھا۔ جسکی وضاحت نے مسکنت کو
قوت پر راجح کر دیا ہے (اسلئے کہ ارشاد فرمایا کہ) اے اللہ مجھے مسکین
زندہ رکھ اور مجھے مسکین ہی مار اور مسکینوں ہی کے زمرہ میں
میرا حشر فرما۔

نیز آپنے ارشاد فرمایا کہ میرے منہ میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا جسکی وجہ سے
مجھے علم الاولین والآخرین حاصل ہوگیا فرد

(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم) تمام مخلوقات سے زیادہ علم رکھنے
والے تھے اور فقر کو اپنے لئے فخر سمجھنے والے تھے"

اللہ تعالیٰ نے آپکو اسوقت مبعوث فرمایا جبکہ حق مٹ چکا تھا اور اسکی
روشنی ماند پڑ گئی تھی۔ باطل ظاہر ہو چکا تھا اور اسکا چرچا عام ہوگیا
تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپکے ذریعہ حق کی بنیادوں کو مستحکم فرمایا اور باطل
کی قوتوں کو منہدم فرما دیا۔ چنانچہ اہل دین اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی
پناہ میں ہوگئے اور اسکی حرمت کا سہارا لینے لگے اور اسکے اوامر پر عمل
کرنے لگے اور مناہی سے بچنے لگے اور اسے ترک کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ
کی بے پایاں رحمتیں ہوں آپکی ذات پر اور آپکے آل و اصحاب سب پر

"یعنی عرش کو جو بلندی ملی ہے وہ آپ ہی کے سبب سے
ملی ہے۔ الحمدللہ کہ نخشبی بھی آپ ہی کی لائی ہوئی شریعت کا متبع ہے

کیفیت تالیف این ترتیب دینی وکیفیت تصنیف این ترکیب یقینی ونہادن نام او "سلک السلوک"

خازن این سلک آبدار و مالک
این ملک پائدار یعنی ضیاء نخشبی رزقہ اللہ
الحسنیٰ واعطاہ ماتمنیٰ کہ سودا او ہمہ
وقت متعلق اوقات درویشاں و
سودا او ہمہ حال متعطش احوال دل
ایشاں است۔ چنیں گوید بعد از علم
توحید و شرائع ہیچ علم شریف تر از
علم سلوک نیست و پس از فن تعلم و تعلیم
ہیچ فنی منیف تر از فن ریاضت نہ۔
آری علم سلوک قائدیست کہ بے دیدگان
راہِ جہالت را بمقصد دینی برد۔ و فن ریاضت
سائقی است کہ جاماندگان بادیۂ
ضلالت را بمنزل یقینی رساند ؎

مردم از نفس جموحی سادہ بہ
نفسِ سرکش را ریاضت دادہ بہ

برحکم این قضیہ کہ مراعت او امریست
مطلوب و مراقبت او شغلیست مرغوب
چند مقدمہ سخن درین معنی در قلم آمد و رسم
ابواب و ترتیب فصول از میانہ برگرفتہ شد

ان مضامین دینیہ و یقینیہ کے جمع و تالیف کی کیفیت و غرض اور اس کتاب کے سلک السلوک نام رکھنے کا بیان

ان آبدار موتیوں کے سلک کا خازن اور اس پائدار ملک کا مالک
یعنی ضیاء نخشبی اللہ تعالیٰ اسکو خاتمہ بخیر اور جنت سے نوازے اور اسکی دلی
تمناؤں کو پورا فرمائے جسکی حالت یہ ہے کہ اسکی آنکھیں ہمہ وقت
بزرگوں کے اوقات یعنی انکے حالات اور معاملات ہی کی جانب لگی
رہتی ہیں اور جسکا قلب ہمہ حال درویشوں کے قلبی احوال جاننے کا پیاسا اور شیدا
رہتا ہے۔ عرض رسا ہے کہ توحید اور شریعت کے علم کے بعد کوئی علم
علم سلوک سے زیادہ اشرف نہیں اور فن تعلیم و تعلم کے بعد کوئی فن، فن تصوف
و ریاضت سے بلند اور بالا تر نہیں ہے۔ بلاشبہ علم تصوف و سلوک
ایک ایسا رہنما ہے جو کہ راہِ جہالت میں پڑے ہوئے اندھوں کو
دینی مقصد تک پہنچا دیتا ہے۔ اور فن ریاضت و مجاہدہ ایک
ایسا سائق (یعنی پیچھے سے ہانکنے والا) ہے جو کہ بادیۂ ضلالت
میں گم کردہ راہ کو یقین کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ (چنانچہ
کہا گیا ہے کہ) ؎

کسی انسان کے اندر سرکش نفس ہو تو اس سے اسکا دور ہی ہو جانا اچھا
ہے اور نفس سرکش کو تو ریاضت اور تربیت کے ذریعہ درست کرلینا ہی مناسب ہے

اس امر کے پیش نظر نفس کی رعایت اور اسکی اصلاح کا اہتمام
مطلوب ٹھیرا اور اسکی فکر میں ہمہ تن مشغول رہنا ایک امر مرغوب ہوا
چنانچہ چند ابتدائی باتیں جو اسی سلسلہ کی نوک قلم پر آگئی ہیں (انھیں
پیش کرتا ہوں) باقی فصول و ابواب کی ترتیب کا لحاظ میں نے درمیان سے اٹھا دیا ہے

بنا برآنکہ در مثل ایں کلام ذوق بیش
ازاں باشد کہ در کلام مبوب و مفصل
زیرا کہ قاری را در کلام مبوب از آغاز
باب تا انجام باب یک نوع ذوق
بیش نباشد و در مثل ایں کلام در
ہر مقدمہ ذوقی باشد دیگر و در ہر قولی
لذتے بود علیحدہ۔ حینئذ مثل ایں کلام
بطبقے ماند کہ در و فاکہہ متجانس باشد
و ثمار متنوع بود و کلام مبوب بطبقے
ماند کہ در و یک نوع میوہ بیش نباشد
و خورندہ را ازاں طبق بیش ازاں لذت
باشد کہ ازیں طبق مثنوی ؎

اسلئے کہ اس قسم کے بے ترتیب کلام میں جو فصل اور باب کا پابند نہو
ذوق اور لطف اس سے کہیں زیادہ آتا ہے جتنا کہ کسی مبوب
اور مفصل کلام میں آتا ہے۔ اسلئے کہ پڑھنے والا جب کسی
مبوب کلام کا مطالعہ کرتا ہے تو اس باب میں شروع سے آخر تک اسکو
ایک ہی نوع کا ذوق حاصل ہوتا ہے اور ہمارے اس جیسے
کلام میں یعنی جو باب و فصل کا پابند نہیں ہے ہر بات میں ایک نیا ذوق اور
قول میں ایک نئی لذت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اس قسم کے کلام کی مثال
اس طباق کی سی ہے جسمیں طرح طرح کے میوے اور انواع و اقسام کے
پھل موجود ہوں اور مبوب کلام کی مثال اس طباق کی سی ہے جسمیں صرف
ایک ہی قسم کا میوہ موجود ہو۔ ظاہر بات ہے کہ کھانے والے کو اس
طباق سے زیادہ لذت حاصل ہوگی جسمیں انواع و اقسام کے میوے
اور پھل موجود ہیں بہ نسبت اسکے جسمیں ایک ہی قسم کا پھل ہے ؎

بیا اے زیرک و دانائے عالم
چہ دانا بلکہ مستثنائے عالم

یہاں آ! اے زمانے کے سمجھدار اور عقلمند اور صرف عقلمند ہی
نہیں بلکہ اس عالم کے بےنظیر فرد۔

توئی چوں بلبل باغ معانی
ترنم ہائے نوزن تا توانی

جب تو باغ معانی کا بلبل ہے تو جہاں تک تجھ سے ممکن ہو سکے
نئے نئے گانے سنا۔

دریں باغ ارم اثمار بنگر
ہزاراں غنچہ بے خار بنگر
بسے گل ہیں شگفتہ چوں چراغے
کہ داد در جہاں تر تازہ باغے

اس باغ ارم کے پھلوں کو دیکھ اور یہ دیکھ کہ اس باغ میں ہزاروں
پھول ایسے کھلے ہیں جن میں کانٹوں کا نام و نشان تک نہیں ہے۔
اور بہت سے پھول تو ایسے ہیں جیسے شب تاریک کا چراغ کہ جنکی وجہ
سے زمانہ نے گویا ایک سبز و شاداب باغ پایا ہے۔

ہزاراں میوہ چوں حلوائے بے دود
بدون شاخ و برگ گشتہ موجود
کسے کو را رطب باید بجز دار

نیز اسی باغ میں لوگوں نے ہزاروں پھل حلوہ کے مانند شیریں
اور کیڑے وغیرہ سے خالی بغیر شاخ اور پتیوں کے پائے ہیں
لہذا جس کسی کو تازہ کھجوروں کا انبار درکار ہو وہ اس

دُرآ کو اندریں باغ ارم دار
زہر بابے درو میوہ است صد نو
حلالش باد پیوستہ بخور تو
بصد ساں نُزل پر کردیم خواں را
صلائے عام در دادہ جہاں را
دریں مدخل بدہ تا دل نکاہد
شکم داری بخور کو ہر چہ خواہد
گوارا باد نُزلے ما بجانے
کہ از ما نیز یاد آرد زمانے
وشوق اینچنیں کلامے کہ گفتہ شد صادر
نگردد مگر از ارباب عشق واصحاب ولولہ
بنا بر آنکہ عاشق را با ترتیب چہ کار
مع ہذا عاشق در کلام خود اگرچہ ترتیب ظاہر
را مراعت نکند اما ترتیبی کہ اصلی است
البتہ آں را مراعت کند یعنی اصلا
سخن نگوید کہ از و معشوق آبی باشد بنا بریں
دریں اصل اگرچہ ترتیب ابواب وفصول
را مراعت نکردہ اما ترتیبی کہ انجا اصل
است آنرا تمام مراعت نمود یعنی اصلا
سخن نوشت کہ آں از سلوک بیروں
باشد۔ جوہریان ایں علم دانند کہ مثل ایں
درحقہ نباشد و مانند ایں لولو در ہر سلکے
نبود بیت سے

باغ ارم (یعنی باطن کے باغ میں آئے اور یہاں آکر اسے حاصل کر
اسلئے کہ اسکے ہر ہر باب میں سیکڑوں قسم کے تازہ میوہ جات ہیں وہ سب
تیرے لئے حلال ہیں آ اور ذرا اسے چکھ تو لے۔
اسی قسم کے صد ہا میزبانی کے کھانوں سے ہم نے اپنا یہ دستر خوان سجا
رکھا ہے اور تمام عالم کو اس سے متمتع ہونے کا اعلان عام ہے۔
آؤ اس میں شریک ہو جاؤ تاکہ تمہارا دل نہ جھٹا ہو۔ اور جب تم
اشتہا رکھتے ہو تو جو چیز چاہو کھاؤ (مگر ایک شرط کے ساتھ کہ)
ہمارا یہ دستر خوان ہر اس شخص کیلئے بچھا ہوا ہے جو اس سے نفع اٹھانے کے
بعد ایک زمانہ تک ہماری یاد رکھے (اور ہمارے لئے دعائے خیر بھی کرے)
(جیسا کہ بیان کیا گیا ہے) اس قسم کے کلام سننے کے مشتاق نہوں گے مگر
وہی لوگ جو کہ ارباب عشق اور اصحاب ولولہ ہیں اسلئے کہ عاشق
ہی ایسا ہوتا ہے کہ جسکو ترتیب وغیرہ سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ مگر
باوجود اسکے کہ عاشق اپنے کلام میں ظاہری ترتیب کی کوئی رعایت
نہیں کرتا لیکن اصلی اور حقیقی ترتیب کی وہ بھی رعایت کرتا ہے
یعنی ایسی کوئی بات کبھی نہیں کہتا جو معشوق کے مزاج کے
خلاف ہو۔ چنانچہ اسی اصل کے پیش نظر اگرچہ اس تالیف میں
ابواب وفصول کا اہتمام نہیں کیا گیا ہے مگر مذکورہ بالا اصول کی
رعایت علی وجہ الاتم یہاں بھی ملحوظ رکھی گئی ہے۔ یعنی ایسی
کوئی بات نہیں بیان کی گئی ہے جسکا تعلق فن سلوک سے نہو
چنانچہ جو لوگ کہ اس علم سلوک اور فن تصوف کے جوہری اور قدر شناس
ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اس کے جیسا موتی کسی دوسرے
ڈبہ میں نہیں ملے گا اور کسی لڑی نے انھیں نہ پرو یا
ہوگا سے

گوہرکاں زکان ما باشد
واں ہم اندر دکان ما باشد
وایں لؤلؤ آبدار را بر صد و پنجاہ ۱۵۱
ویک سلک منسلک و منتظم گردانیدہ آمد
وایں مجموعہ را سلک السلوک نام نہادہ
شد و باللہ التوفیق علی الاتمام قطعہ ؎

نخشبی گرچہ مرد درویش است
لیک زیں گونہ ملکہا دارد
گرتو انگہ بخوانمش شاید
اینک از دُر سلکہا دارد

"جو گوہر کہ ہماری کان سے نکلا ہوا ہوگا وہ تم کو صرف ہماری ہی دوکان میں ملے گا"۔
چنانچہ میں نے اپنے ان آبدار و چمکدار موتیوں کو ایکسو اکیاون ۱۵۱ لڑیوں میں پرو دیا ہے اور اس مجموعہ کا نام "سلک السلوک" رکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی سے اس کے اتمام کی توفیق کی دعا کرتا ہوں ؎

نخشبی اگرچہ ایک مرد فقیر ہے لیکن اس دولت
(باطن) سے وہ بھی ایک ملک کا ملک رکھتا ہے
لہٰذا اسکو اگر میں امیر کہوں تو کہہ سکتا ہوں یہ اسلئے
کہ وہ بہت سی سلکوں میں بیش بہا اور قیمتی موتی بھی رکھتا ہے

آغاز کتاب

دربیان سلکے چند کہ دریں حقہ حقائق مودع است

کتاب کی ابتداء

اور ان چند سلکوں کا بیان جو کہ بشکل حقائق ان جواہرات کے ڈبوں میں محفوظ ہیں

نخشبی از ہنر نہ مفلس
دفتر ملکہائے خود بکشا
عالمے را بخش پیرایہ
حقہ سلکہائے خود بکشا

اے نخشبی تم ہنر سے تو خالی نہیں ہو، لہٰذا جس سلطنت کے مالک ہو اسکا دفتر کھولو
اور دنیا والوں کو (راہ مولیٰ کا) راستہ اور طریق بتاؤ اسلئے ذرا اپنے موتیوں کا ڈبہ تو کھولو۔

(سلکِ اوّل)

(سلکِ اوّل)

برائے انور اصحاب دقائق و بر ذہن اطہر

اصحاب دقائق کے رائے انور پر اور ارباب حقائق کے ذہنِ اطہر

ارباب حقائق مخفی نیست و مطوی نہ کہ ہر علمے را اصطلاحے است تا کسی را بر اصطلاح علمے اطلاع کلی نباشد ضابط حقائق و مالک دقائق آن علم بتمامی نتواند شد۔

پر یہ امر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے کہ ہر علم کی کچھ اصطلاحات ہوا کرتی ہیں ایسی کہ جب تک کوئی شخص ان اصطلاحات سے واقف نہ ہو جائے اس علم کے دقائق پر حاوی اور اس کے حقائق سے کما حقہٗ واقف نہیں ہو سکتا۔

اکنوں بداں کہ یکے از اصطلاحات علم طریق توبہ است والتوبۃ اصل کل مقامٍ وھی مفتاح کل حالٍ وھی اول المقدمات وھی بمثابۃ الارض للبناء فمن لاارض لہ لابناء لہٗ ومن لاتوبۃ لہٗ لاحال لہ ولامقام لہٗ

لہٰذا یہ جانو کہ علم طریق کی اصطلاحات میں سے ایک توبہ ہے چنانچہ مقامات سلوک میں سے ہر ایک کی اصل ہے اور ہر حال کی ابتدا اسی سے ہوتی ہے اور طریق کے جو مقدمات ہیں انکی سب سے پہلی چیز یہی ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے مکان کی تعمیر کیلئے زمین ظاہر ہے کہ جس کے پاس زمین ہی نہو گی وہ مکان کیونکر تعمیر کر سکتا ہے پس جسطرح یہ کہنا صحیح ہے کہ جسکے پاس زمین نہیں اسکے لئے تعمیر ناممکن اسیطرح سے یہ بھی سمجھو کہ جس کی توبہ نہیں اسکے لئے حال و مقام بھی نہیں

چوں توبہ اصل کل مقام شد پس اگر کسے خواہد کہ صاحب مقامات شود باید کہ اول دست در زلف نوعروس توبہ زند۔ و بر تائب واجب و اولیٰ تر است کہ گناہ را بعد از توبہ چناں دشمن دارد کہ پیش از توبہ دوست داشتے۔

الغرض جبکہ توبہ ہر مقام کی اصل ٹھہری تو جو شخص صاحب مقامات ہونا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ سب سے پہلے نوعروس توبہ کے زلف میں ہاتھ لگائے۔ اور توبہ کرنے والے کے لئے مناسب بلکہ واجب ہے کہ توبہ کے بعد گناہ سے ایسی عداوت رکھے جیساکہ توبہ سے پہلے اسکو دوست رکھتا تھا۔

قال یحیی بن معاذ زلۃ واحدۃ للتائب بعد التوبۃ اقبح من سبعین زلۃ قبلھا۔ و توبہ در ہمہ وقت محمود است چہ در حال شیب و چہ در حال شباب

یحییٰ ابن معاذ فرماتے ہیں کہ توبہ کے بعد تائب کی ایک لغزش توبہ سے قبل کی ستر لغزشوں سے بھی بدتر اور بڑھکر ہوتی ہے۔ اور توبہ جس وقت بھی کرلے مناسب ہی ہے۔ کیا جوانی کیا بڑھاپا۔ بیان کرتے ہیں

چنیں گویند وقتے مردے درحالت
پیری توبہ کرد او را گفتند تو در توبہ
ہم تعجیل کردی و ہم آہستگی نمودی
آنکہ آہستگی کردی آن بود کہ توبہ را
تا پیری تاخیر داشتی و این تعجیل کہ نمودی
آنست کہ پیش از مرگ توبہ کردی

عزیز من! کسے کہ توبہ نکند
و بآلودگی گناہ خواہد کہ بخوز مغفرت
منجر شود بعطر رحمت معطر گردد
او بدان ماند کہ کسے در مزبلہ تا حلق
فرو رفتہ شود و ہمچناں سر و پا آلودہ
در دکان عطار رود و گوید اے عطار!
عطرے داری سر و پاے مرا معطر
کند، گوید من عطر دارم اما ترا آن
شکل کجا کہ عطر را استعمال توانی کرد
او گوید چہ کنم کہ مستحق آں عطر گردم عطار
گوید اول برو اشنانے و صابونے
بخر بعدہ در حمام رو و سر و جامہ خود
را ازیں آلودگی نیکو بشو آنگہ بیا تا
مستحق عطر من گردی۔

بشنو بشنو عزیز من! سالک
نیز چوں طالب عطر مغفرت شود باید
کہ اشنان انتباہ و صابون ندامت

کہ ایک دفعہ ایک شخص نے بڑھاپے کی حالت
میں توبہ کی لوگوں نے اس سے کہا کہ تو نے توبہ
کرنے میں جلدی بھی کی اور دیر بھی کی۔ تاخیر تو
یوں کہ بڑھاپے تک اسکو موخر رکھا اور
جلدی یوں کہ قبل مرنے سے پہلے اسکو
کرلیا۔

عزیز من! جو شخص کہ توبہ نکرے اور گناہ
کی گندگی میں ملوث ہو کر یہ چاہے کہ مغفرت
کی جگہ اس کو لے جایا جائے اور رحمت
کے عطر سے اسکو خوشبودار کردیا جائے
تو اس شخص کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص غلیظ کے
چہ بچہ میں سر تک ڈوبا ہوا ہو اور اسی طرح سرتاپا نجاست
میں آلودہ ہو کر کسی عطر والے کی دوکان پر جائے اور اس سے
کہے کہ میاں عطار! تمھارے پاس کوئی ایسا عطر بھی ہے جو
میرے جسم کو معطر کردے؟ عطار اسکو یہی جواب دیگا کہ ہاں
میرے پاس عطر تو ہے لیکن تمہاری ایسی حالت کہاں کہ تم
استعمال کرسکو۔ اسپر وہ کہے کہ اچھا تو پھر میں کیا کروں کہ عطر کا مستحق
ہو سکوں؟ اسپر عطار یہ کہے کہ جاؤ بازار سے کچھ اشنان اور صابون
خریدو اسکے بعد کسی حمام میں جاکر اپنے بدن اور کپڑے سے اس نجاست
اور گندگی کو دور کرو پھر اسکے بعد میرے پاس آؤ تو میرے عطر کے مستحق ہو سکوگے

سنو سنو! عزیز من اسی طرح سے جب کوئی سالک
عطر مغفرت کا طالب ہو تو اسکو بھی چاہیئے کہ تنبیہ کی خوشبودار
گھاس اور ندامت کا صابن حاصل کرکے خوف و

بدست آرد. بعدہٗ در حمام خوف و
خشیت در رود و بآب توبہ
و حیا سر و پائے خود را
نیکو بشوید و عمامہٗ وفا بر سر نہد
و درعۂ اخلاص در بر افگند
چوں خود را ہمچنیں گردانید
طیّب اللہ تعالیٰ قلبہ بطیب
مسک الہدایۃ و نسیم کافور العنایۃ
ثم اجلسہ علیٰ سریر الوداد مربعاً
و علیٰ نمارق القرب متکئاً۔

بشنو بشنو! امام شافعی را
کہ در دریائے شریعت و طریقت
بود چوں بعد از فوت در خواب
دیدند فقیل لہ ما فعل اللہ
تعالےٰ بک قال اجلسنی
علیٰ کرسیٍ من ذھب و
نشر علی اللؤلؤ الرطب

قطعہ۔

نخشبی ہر کہ نقد توبہ نیافت
تو ندانی کہ او پشیزے برد
چہ تواں برد زیں مقام ولیک
ہر کہ با توبہ رفت چیزے برد

خشیت کے حمام میں جائے اور وہاں توبہ اور حیا کے
پانی سے اپنے سر اور پاؤں کو خوب مل مل کر دھوئے
اسکے بعد اخلاص کا کرتا پہنے اور وفا کا عمامہ باندھکر
وہاں سے باہر آئے اور جب اس طرح سے
اپنے کو حق تعالےٰ کے روبرو پیش کرے گا تو اللہ
تعالےٰ اسکے قلب کو مشک ہدایت کی خوشبو
سے خوشبودار فرمادیں گے اور اپنی عنایت
کے کافور کی مہک دار ہوا اُس پر سے گذار دینگے
پھر اسکو محبت کے تخت پر بٹھائیں گے اور اسکے
اردگرد قرب کا تکیہ رکھدیا جائے گا۔

سنو سنو! امام شافعیؒ جو کہ شریعت
اور طریقت دونوں کے دریا تھے آپ کو لوگوں نے مرنے
کے بعد خواب میں دیکھا پوچھا کہ اللہ تعالےٰ
نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ
مجھے سونے کی کرسی پر بٹھایا اور نہایت ہی
چمکدار موتی مجھ پر بکھیرے گئے۔ سہ

"اے نخشبی جس شخص کو توبہ کا سرمایہ نہ ہاتھ لگا
تو یوں سمجھو کہ وہ یہاں سے ایک دمڑی کے برابر
بھی کوئی چیز نہیں لے گیا۔ (اول تو) اس
دار دنیا سے کون کیا چیز لے ہی جا سکتا ہے تاہم
جو شخص یہاں سے توبہ کا سرمایہ لے گیا تو بلاشبہ
وہ بڑی چیز لے گیا"

(سلک دوم)

بباید دانست کہ یکے از اصطلاحات
این علم مَقام است بفتح المیم۔ و مقام
کل احد موضع اقامتہ عند ذلک ۔ المقام
سمی مقاماً لثبوتہ و استقرارہ و
قد یکون الشی بعینہ حالاً ثم یصیر
مقاماً ارباب احوال ومقامات گویند
سالک را اول چیزے حال شود بعدہٗ
آں حال مقام گردد ۔ چنانکہ یکے را محاسبہ
نفس خویش دائمی شود ایں داعیہ محاسبہ
نفس را حال گویند چوں او بتدریج قاہر
نفس خویش گردد مالک محاسبہ نفس گشت
آں داعیہ محاسبہ را مقام خوانند۔ و حال
مراقبہ و حال مشاہدہ و غیر آں و مقام شدن
ایشاں ہمیں حکم تلقیف دارد

اکنوں بداں کہ مقامات تناہی
اند زیراکہ مقامات مکاسب اند و مکاسب
تناہی باشد۔

بشنو بشنو! مشائخ طریقت
رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ چیزے
نہ اندا ما صاحب مقامات اند۔

در طریقت صد مرتبہ نہادہ اند

سلک دوم (مقام سے کسے کہتے ہیں)

جاننا چاہیئے کہ فن کی اصطلاحات میں سے ایک مقام
ہے میم کے زبر کے ساتھ اور ہر شخص کا مقام وہ کہلاتا ہے جہاں
وہ ٹھہرا ہوا ہو چنانچہ مقام کو مقام اسکے ثبوت اور استقرار ہی کی وجہ سے
کہتے ہیں اور یہ سمجھو کہ کبھی ایک ہی شے بعینہٖ حال ہوتی ہے
اور پھر وہی مقام ہو جاتی ہے چنانچہ جو حضرات کہ اصحاب احوال
ومقامات ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک چیز سالک کے لئے
شروع شروع میں تو حال کے درجہ میں رہتی ہے اور بعد میں وہی
مقام ہو جاتی ہے۔ جیسے کسی شخص کے باطن میں اپنے نفس کے
محاسبہ کا خیال پیدا ہوا تو اس داعیہ کو حال کہتے ہیں۔ پھر جب
وہ شخص آہستہ آہستہ اپنے نفس پر قابو یافتہ ہو جائے اور نفس
کے محاسبہ کا وہ مالک بن جائے تو اس کا نام
مقام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے مراقبہ اور مشاہدہ وغیرہ کا
ابتداءً حال ہونا اور پھر مقام بن جانا اسی طور پر ہوا
کرتا ہے۔

اب یہاں یہ بات سمجھو کہ مقامات تناہی ہیں اسلئے
کہ مکتسب ہیں یعنی انکا حاصل کرنا انسان کے اختیار میں
ہے اور مکاسب یعنی جو چیز کہ حاصل کیجائے محدود ہی ہوا کرتی ہے

سنو سنو! دیکھو یہ مشائخ طریقت رضوان اللہ
علیہم اجمعین اگر کچھ نہیں ہیں تو کم از کم صاحب
مقامات تو ہیں ہی۔

ان حضرات کے لئے طریقت میں سو درجے مقرر ہیں

وکشف وکرامت ہفدہم مرتبہ است
ازیں مراتب اگر سالک بے پر درہوا
پرد و یا بقدم بر سما رود بباید کہ بدیں غرہ
نشود کہ ہفدہم مرتبہ بیش نیست اگر ہم بدیں
ہفدہم راضی گردد ہشتاد و سہ دیگر را کے
قطع کند۔ و سالک از مقامے بمقامے
ترقی نکند تا حقِ مقامِ اول بتمامے نگذارد
فان من لا قناعۃ لہٗ لا یصح لہ التوکل
ومن لا توکل لہ لا یصح لہ التسلیم

قطعہ ؎

نخشبی خیمہ یک مقام مزن
بخداوند زیں نمونہ رسند
از مقامے اگر بروں نایند
بمقامے دگر چگونہ رسند

جنمیں سے کشف وکرامت کا درجہ سترہواں ہے چنانچہ
اگر سالک بدون پر کے ہوا پر اڑے یا بذریعہ قدم کے آسمان
پر چلا جائے تو بھی اسکو چاہیئے کہ اس پر غرہ نہ کرے۔ کیونکہ
اس نے ابھی سو مراتب میں سے سترہ ہی توطے کیا ہے
اور اگر اسی پر راضی ہوکر بیٹھ رہے گا اور قناعت کریگا
تو بقیہ تراسی درجات کیونکر طے کر سکے گا۔ اور سالک ایک
مقامات سے دوسرے مقام تک ترقی نہیں کرتا جبتک
مقام اول کا حق پورا پورا ادا نہیں کرلیتا اسلئے کہ جس شخص کے اندر قناعت
نہیں اسکا توکل صحیح نہیں اور جسکا توکل صحیح نہیں تو اسکے لئے
مقام تسلیم سے کچھ حصہ نہیں۔

"اے نخشبی ایک ہی جگہ پر خیمہ لگا کر نہ بیٹھ جاؤ" مطلب یہ کہ
کسی ایک ہی مقام پر قناعت نہ کرو بلکہ راہ باطن میں چلتے رہو
اور ترقی کرتے رہو۔ حق تعالیٰ تک اسیطرح لوگ پہونچے ہیں اگر ایک
مقام سے لوگ باہر نہوں اور ترقی نکریں تو دوسرے مقام میں کیونکر پہونچ سکتے ہیں

(سلکِ سوم)

بباید دانست کہ یکے از اصطلاحات
ایں علم حال است والحال ما یرد
علی القلب من طرب او حزن او
بسط او قبض۔ والحال سمی حالاً
لتحولہ۔ شہسواران معرکۂ ریاضت
گویند ہر کہ بر اداہم ایمان و توبہ و زہد

سلکِ سوم (حال کسے کہتے ہیں)

جاننا چاہیئے کہ اس علم کی اصطلاح میں سے ایک
حال ہے اور حال اسے کہتے ہیں جو قلب پر وارد ہو مثلاً خوشی یا
غم یا قبض یا بسط وغیرہ اور حال کو حال اسلئے کہتے ہیں کہ وہ بدلتا
اور منتقل ہوتا رہتا ہے۔ معرکہ ریاضت کے شہسواروں کا کہنا
ہے کہ جو شخص ایمان۔ توبہ۔ زہد۔ اور دوام عبودیت کے گھوڑے
کو بغیر لگام لگائے ہوئے سرپٹ دوڑائے یعنی ان چیزوں کے

و دوام عبودیت مطلق العنان شد او
بر جمیع احوال دست یافت و بریں چہار
کشور جز بفرعون چہار چیز دست نتواں
یافت وہی قلة الکلام و قلة الطعام
و قلة المنام والاعتزال عن الناس
(ای الانام) ۔

اکنوں بداں کہ در سلوک یکے
را صاحب وقت گویند و دوم را صاحب
احوال و سوم را صاحب انفاس گویند
صاحب وقت مبتدی باشد و صاحب
انفاس منتہی و صاحب الاحوال بینہما۔
والاحوال متناہی نیست زیراکہ احوال
مواہب است و مواہب متناہی نباشد

بشنو بشنو! بعضے از روندگان
ہمہ حال در غم حال باشند و لہذا بزرگے
میگوید وقتے صاحب حالے را دیدم در
مقامے حیران نشستہ گفتم چنیں حیران
چرائی؟ گفت نقد حالے داشتم از کیسۂ وقت
من ربودہ اند در طلب و تفقد او
حیرانم ۔ بعد از مدتے اورا ہمانجا دیدم
اما ازاں حیراں تر کہ بودہ گفتم اکنوں چرا
حیرانی؟ گفت سررشتہ حالے کہ از دست
رفتہ بود باز در دست آمدہ ست ور

اسکو کامل ترین حاصل ہو جائے تو پھر وہ طریق کے جملہ احوال و
مقامات پر قابو پا جائے گا اور ان چاروں ملکوں پر بجز چار چیزوں کی
مخالفت کے قبضہ نہیں پایا جا سکتا اور وہ یہ ہیں ۔ قلت کلام قلت
طعام قلت منام اور قلت اختلاط مع الانام ۔ (یعنے
کم بولنا ۔ کم کھانا ۔ کم سونا اور لوگوں سے
کم ملنا جلنا) ۔

اب یہ سمجھو کہ سلوک میں ایک تو صاحب وقت
کہلاتا ہے اور ایک صاحب احوال اور ایک صاحب انفاس
ہوتا ہے ۔ صاحب وقت مبتدی ہوتا ہے اور صاحب
انفاس منتہی ۔ اور صاحب احوال ان دونوں کے بین بین ہوتا
ہے ۔ اور احوال متناہی نہیں ہیں اس لئے کہ وہ
عطایا ئے خداوندی ہیں اور مواہب متناہی
نہیں ہوا کرتے ۔

سنو سنو! سالکین میں سے بعضے ایسے ہوتے
ہیں جو کہ ہمہ وقت غم ہی میں رہتے ہیں ۔ اسیواسطے
ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ایک
صاحب حال کو دیکھا کہ ایک جگہ متحیر بیٹھا ہوا ہے
میں نے کہا کہ آپ اسقدر کیوں حیران و پریشان ہیں؟
اس نے کہا کہ حال کا ایک سرمایہ رکھتا تھا میرے وقت
کی تھیلی سے وہ اچک لیا گیا ہے ۔ اسی کی طلب و تلاش
میں حیران و سرگرداں ہوں ۔ ایک زمانے کے بعد میں نے پھر اسکو
اسی جگہ بیٹھا دیکھا اور پہلے سے بھی زیادہ حیران و پریشان ۔ میں نے
پھر پوچھا کہ اب پریشانی کی کیا وجہ ہے؟ کہا کہ حال کا سرا جو

تعهد او حیرانم۔ آں بزرگ میگوید مرا ہیچ
معلوم نباشد از اں دو حالت او کدام
صعب تر بود، حال فقدان یا حالِ
وجدان! آرے سکر کسے کہ از محبت
دوست باشد افاقت او از رویت
دوست بود و سکر کسے کہ از رویت باشد
ندانم کہ افاقت او از چہ بود۔
عزیزِ من احوالِ مواہب غیبی است
کشف ذوق او بزبان قلم ناممکن است
قیل المقامات من المکاسب الاحوال
من المواہب قطعہ ؎

نخشبی حالِ خوش طلب ہمہ حال
ایں علامت نشانِ بے غیبی است
حال از کسب، کسب نتواں کرد
حال خوش از مواہب غیبی است

میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا وہ پھر میرے ہاتھ لگ گیا
ہے لیکن اب اس فکر و غم میں ہوں کہ اسکی کیونکر حفاظت
کروں کہ وہ پھر نہ جانے پائے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں
یہ نہ اندازہ کر سکا کہ انکی ان دونوں پریشانیوں میں سے کون
سی بڑھی ہوئی ہے یعنی حال کے فقدان کی پریشانی یا اسکے وجدان
کی پریشانی۔ ہاں بھائی بات یہ ہے کہ جس شخص کو دوست کی محبت کا نشہ
ہو تو اسکو افاقہ تو دوست کی رویت اور ملاقات سے ہو سکتا ہے
اور جس شخص کو دیدار محبوب ہی سے نشہ ہوگیا ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ
اب اسکو افاقہ کیسے ہوگا۔ عزیز من احوال غیبی مواہب ہیں اسکے
ذوق کا بیان قلم کی زبان سے ناممکن ہے۔ کہا گیا ہے کہ مقامات کل کے
کل مکاسب ہیں اور احوال سب مواہب ہیں۔

" اے نخشبی ہر وقت اور ہر حالت میں اچھا ہی حال طلب کر کہ
یہ غیبی کی نشانی ہے اور یہ سمجھ لو کہ حال عمل اور کسب سے حاصل نہیں کیا جا سکتا
کیونکہ اچھا حال حق تعالی کا عطیہ ہے (جو محض اپنے فضل ہی سے کسی کو عطا
کرتا ہے باقی احوال اعمال کے تابع ضرور ہیں یعنی عمل کرنیوالے ہی کو ملتے ہیں)

(سلک چہارم)

باید دانست کہ یکے از اصطلاحات
ایں علم وجد است والوجد مایرد علی
القلب بلا تکلف ۔ اہل معرفت
گویند لا یطلع علیہ احد الا اللہ تعالی
و تقدس ۔

سلک چہارم (وجد کسے کہتے ہیں)

جاننا چاہئے کہ اس علم کی اصطلاحات میں سے ایک وجد
ہے اور وجد وہ کہلاتا ہے جو قلب پر بلا تکلف وارد
ہو۔ اہل معرفت تو یہ کہتے ہیں کہ وجد قلب سالک میں ایک
سر اور راز ہے جس پر بجز حق تعالے کے کوئی دوسرا نہیں
مطلع ہوتا۔

وبعضے گویند الوجد وارد حق اذا جاء
یزعج القلوب الی الحق۔ وقتے درویشے
در مجلس یحییٰ معاذ درآمد از استماع کلام
آں مجلس درو وجدے ظاہر شد واضطرابے
قوی کرد فقال لہ رجل ما ہذا قال کلام الربانیۃ
ہیجبت سرالوحدانیۃ فیغیب صفۃ الانسانیۃ
وظہرت احکام الربانیۃ عزیز من! وجد
حالے است کہ در صاحب وجد فقدان
حرکات ظاہر گردد وچندیں ہزار زندہ باطن
بودہ باشند کہ ایشاں را دریں حالت
انزاق روح شدہ باشد۔ چنیں گویند
وقتے بزرگے وعظ میکرد مردے را
از استماع آں وجدے حاصل شد
پیراہن بدرید چوں آں حال بافاقہ بدل گشت
آں بزرگ گفت دریں حالتے کہ تو بودی
درو شق قلوب کنند نہ شق جیوب۔ قال
الکتابے الوجد اولہ حلو واوسطہ مُر و
آخرہ سقم بشنو بشنو! حضرت ایوب
صلوٰۃ اللہ علیہ تا از کسوت صحت عاری
بود بلباس وجد ملبوس بود وچوں لباس
صحت ملبوس گشت از کسوت وجد عاری
ماند فریاد برآورد رَبِّ اَنِّی مَسَّنِیَ الضُّرُّ
وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ قطعہ

بعض لوگ یہ فرماتے ہیں کہ وجد حق تعالیٰ کیجانب
سے ایک وارد ہے جب وہ آتا ہے تو قلوب کو جھنجھوڑ کر
اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ کر دیتا ہے۔ ایکدفعہ حضرت یحییٰ معاذؒ کی
مجلس میں ایک درویش پہونچا آپکے ارشادات کو سنکر اسپر وجد طاری
ہوا بُری طرح لوٹنے پوٹنے لگا اس سے ایک شخص نے پوچھا کہ میاں!
یہ کیا حال ہے کہا کچھ نہ پوچھو رب کا کلام تھا جس نے وحدانیت
کے بھید کو ابھارا یا چنانچہ میرے اندر سے انسانیت کی صفت رخصت
ہو گئی اور ربانیت کے احکام جاری ہو گئے۔ عزیز من! وجد ایک ایسا
حال ہے کہ صاحب وجد میں حرکات ظاہری کو ختم کر دیتا ہے اور ایسے
ایسے ہزاروں زندہ باطن گذرے ہیں کہ اسی طرح وجد کے حال میں انکی
روح تک پرواز کر گئی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کوئی بزرگ
وعظ کہہ رہے تھے ایک شخص کو اسے سنکر وجد آگیا اپنا لباس پارہ
پارہ کر ڈالا جب اس حال سے افاقہ ہوا تو ان بزرگ نے
اس سے فرمایا کہ میاں جو حالت تم پر طاری ہوئی تھی اس میں تو
قلب کو چاک کرنا چاہیئے تھا نہ کہ گریبان کو۔ کتانی کہتے ہیں
کہ وجد کا اول حصہ شیریں ہوتا ہے اور درمیانی حصہ
کڑوا اور آخری درجہ مرض ہوتا ہے۔ سنو سنو! حضرت
ایوب علیہ السلام جب تک لباس صحت سے عاری رہے
وجد کا لباس پہنے ہوئے تھے اور جب صحت کا لباس
پہن لیا تو وجد کے لباس سے عاری ہو گئے اُسی
حال میں یہ فریاد کی کہ اے میرے پروردگار مجھے
بہت تکلیف پہونچی ہے اور آپ سب رحم کرنے والوں
سے بڑھکر رحم کرنے والے ہیں ؎

نخشبی وجد تیغ تیز سر
تا ندانی کہ تیغ سر باز نیست
سر خود خود کسے نیندازد
وجد را ایک ہنر سرانداز نیست

"نخشبی وجد کو ایک تیز تلوار سمجھو اور یہ سمجھو کہ تلوار کا کام سر کا کاٹنا ہوا کرتا ہے دیکھو خود اپنے سر کو کوئی نہیں کاٹا کرتا مگر وجد کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ خود وہ اپنے ہی صاحب کا سر قلم کر دیتا ہے یعنی صاحب وجد وجد کے ذریعہ خود اپنے ہی کو ختم کر لیتا ہے"

(راقم عرض کرتا ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو فرمایا کہ اسکا آخری درجہ مرض کا ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ وجد و حال کوئی کمال نہیں ہے بلکہ بعض مرتبہ انسان کے ضعف قلب اور اسکے قویٰ کی کمزوری کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ چونکہ قوی القلب تھے ان حضرات کے یہاں اس قسم کا وجد و حال کم ملتا ہے بعد میں ضعف کی وجہ سے لوگوں میں یہ کیفیت پیدا ہو گئی۔ ورنہ اگر کمال ہوتا تو حضرات صحابہؓ اس سے بدرجہ اولیٰ متصف ہوتے۔ واللہ اعلم)

(سلک پنجم)

بباید دانست کہ یکے از اصطلاحات این علم تواجد است والتواجد استدعاء الوجد من نفسہ لیس لصاحبہ کمال الوجد آری تواجد از باب تفاعل است و در تفاعل بیشتر اظہار صفتے باشد کہ در صاحب او آن صفت نباشد کالتمارض والتجاہل۔ وجد حالے را گویند کہ صاحب آن حال را بے تکلف او ظاہر شود و تواجد حالے کہ صاحب او آنرا بہ تکلف ظاہر کند و میان این حال و آن حال فرق بسیار است لیس التکحل فی العینین کالکحل۔ عزیز من! فقر

سلک پنجم (تواجد کسے کہتے ہیں)

جاننا چاہیئے کہ اس فن کی اصطلاحات میں سے ایک تواجد ہے اور تواجد کہتے ہیں اپنے نفس سے بتکلف وجد کو چاہنا ایسے شخص میں وجد کا کمال موجود نہیں ہوتا۔ دیکھو تواجد باب تفاعل سے ہے جسکا خاصہ ہے کہ اسکے ذریعہ ایسی صفت کا اظہار کیا جاتا ہے کہ اسکا موصوف اسکے ساتھ متصف نہیں ہوتا۔ جیسے تمارض بتکلف خود کو مریض ظاہر کرنا۔ تجاہل بتکلف اپنے آپ کو جاہل ظاہر کرنا وغیرہ وغیرہ۔ الغرض وجد تو اس حال کو کہتے ہیں کہ اسکے صاحب سے وہ بے تکلف ظاہر ہو اور تواجد اس حال کو کہتے ہیں کہ اسکا صاحب اسکو بتکلف ظاہر کرے اور ظاہر ہے کہ اس حال میں اور اُس حال میں بہت فرق ہے۔ سرمگیں آنکھ کو سرمہ لگی آنکھ کہاں پا سکتی ہے؟ عزیز من! یہ فقیری اور تصوف ایسا

مذہبے است آنچہ درکس از صفاتِ حسنہ
باشد اظہار کردن آں جائز نیست
تا در کسے کہ صفات نباشد اظہار کردن
آں کے جائز باشد و لہذا بعضے درویشاں را
ملامتے خوانند و ملامتے طائفہ باشند کہ
کہ ایشاں نہ خیر خود را پیدا کنند و نہ شرِ خود را
پنہاں دارند۔ بشنو بشنو! پیش ازیں
مردہا بودہ اند کہ از ذوق و شوق و طاعات
و عبادات ہمہ چیز داشتند و خود را چناں
می نمودند کہ گوئی ہیچ چیز ندارند و دریں
ایام مردمانند کہ از ینہا ہیچ ندارند و خود
را چناں می نمایند کہ گوئی ہمہ چیز دارند

قطعہ ؎

نخشبی ہر چہ در تو نیست ازاں
ہیچ چیزے براز تقاعد نیست
ہمہ معنی شود نہ دعوی زانکہ
وجد در سینہ چوں تو اجد نیست

(سلک ششم)

بباید دانست کہ یکے از اصطلاحات
ایں علم قبض و بسط است و ہما حالان
یشبہان الخوف والرجا یعنی قبض و بسط

مذہب ہے کہ اس میں جو شخص کچھ صفات حسنہ بھی رکھتا
ہو تو اسکا اظہار جائز نہیں ہے پھر اگر کسی شخص کے اندر کوئی صفت
موجود نہو تو اسکا ظاہر کرنا اسکے لئے کب جائز ہو سکتا ہے
اسی واسطے بعضے درویشوں کو ملامتی کہا جاتا ہے۔
اور ملامتیہ فرقہ وہ کہلاتا ہے جو نہ اپنی خوبی کو ظاہر کریں اور
نہ اپنی برائی کو چھپائیں۔ سنو سنو! اب سے پہلے
اہل طریق ایسے ہوتے تھے کہ ذوق و شوق طاعت و عبادت
سب چیزیں رکھتے تھے لیکن اپنے کو ایسا ظاہر کرتے تھے
کہ گویا کچھ بھی نہیں جانتے اور نہ کسی صفت کے ساتھ
متصف ہیں اور اس زمانہ میں ایسے لوگ ہو گئے ہیں کہ ان
امور مذکورہ میں سے کسی چیز کے ساتھ بھی متصف نہیں ہیں
اور خود کو ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ گویا سب چیز رکھتے
ہیں ؎

"اے نخشبی جو حال تمھارے اندر نہیں ہے اور جس وصف
سے تم متصف نہیں ہو تو اسکے دعوی سے بیٹھ رہنے اور اس صفت
سے اپنے کو قاصر سمجھنے سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے اسلئے کہ اصل کمال
تو کسی صفت سے متصف ہونے میں ہے نہ کہ زا دعوی کرنے میں اسلئے
کہ ان کے سینہ میں جذبہ ہوتا ہے اسکی برابری تو اجد تھوڑا ہی کر سکتا ہے"

سلک ششم (قبض و بسط کسے کہتے ہیں)

جاننا چاہیئے کہ منجملہ اس فن کی اصطلاحات کے ایک
قبض و بسط بھی ہے اور یہ دونوں حال ہے جو کہ خوف و
رجا کے زیادہ مشابہ ہے مطلب یہ کہ جسطرح سے بندیوں کو

مر منتہی را بداں مشابہ است کہ خوف و رجا
مبتدیاں را اگرچہ بعضے چنیں گویند کہ قبض
و بسط در مرتبہ بالاتر از خوف و رجا ست
اما بعضے گویند القبض یتولد من الخوف
والبسط یتولد من الرجاء واہل ریاضت
گویند حالۃ القبض حالۃ الافتقار و حالۃ
البسط حالۃ الافتخار و بعضے گویند قبض
کنایتیست از حالۃ تنگی رزق و بسط
کنایتیست از حالۃ فراخی رزق و بعضے
گویند قبض اشارت ست از امساک دنیا
و بسط اشارت است از ترک او۔
بشنو بشنو! چوں آدمی متولد میشود
از مادر انگشتان دست او مبسوط باشند
فیکون قبض الاصابع فی حالۃ الولادۃ
اشارت الی امساک الدنیا ویکون بسط
الاصابع فی حالۃ الوفات اشارۃ الی
ترک الدنیا۔ عزیز من! قبض و بسط
ارادات غیبی اند لا یدری صاحبہا سببہا

قطعہ ؎

تخشبی گہ خوش است وگہ ناخوش
خوشی و ناخوشیش عمداً نہ
ویں ز تاثیر قبض و بسط بود
سبب قبض و بسط پیدا نہ

خوف رجا پیش آتا ہے اسی طرح سے منتہیوں کو قبض و بسط پیش
آتا ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قبض و
بسط مرتبہ میں خوف و رجا سے کہیں بڑھکر ہے اور بعض حضرات
یہ فرماتے ہیں کہ قبض ایک حالت ہے جو خوف سے پیدا ہوتی
ہے اور بسط ایک ایسا حال ہے جو رجا سے پیدا ہوتا ہے
اہل ریاضت ارشاد فرماتے ہیں کہ حالت قبض تو حالت
احتیاج و افتقار ہے اور حالت بسط حالت افتخار ہے۔ اور
بعض لوگ کہتے ہیں کہ بسط کنایہ ہے رزق کی تنگی کی حالت
سے اور بسط کنایہ ہے فراخی رزق کی حالت سے اور بعضے
کہتے ہیں کہ قبض کے معنی ہیں دنیا کو روک رکھنا اور بسط
کے معنی ہیں ترک دنیا کے۔ واللہ اعلم۔
سنو سنو! جب آدمی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے
تو اسکے ہاتھ کی انگلیاں بند رہتی ہیں چنانچہ ولادت
کے وقت میں یہ مٹھی کا بند ہونا دنیا کے روکے رہنے اور
پکڑے رہنے ہی کیطرف اشارہ ہے اور وفات کے
وقت میں انگلیوں کا کھلا رہنا ترک دنیا کی جانب اشارہ
ہوتا ہے۔ عزیز من! قبض و بسط اللہ تعالےٰ کے
غیبی ارادے ہیں خود اسکے صاحب کو بھی اسکی وجہ
نہیں معلوم ہوتی ؎

"تخشبی پر جو کبھی خوشی طاری رہتی ہے کبھی غم تو اسکی
یہ دونوں حالتیں اختیاری نہیں ہیں بلکہ یہ اسی قبض و
بسط کا اثر ہے جو اس پر طاری ہوتا رہتا ہے باقی خود
قبض و بسط کیوں طاری ہوتا ہے اسکا سبب معلوم نہوسکا

سلکِ ہفتم

بباید دانست کہ یکے از اصطلاحات
این علم، علم الیقین است و عین الیقین
است و حق الیقین است فعلم الیقین
ماکان من طریق النظر والاستدلال وعین الیقین
ماکان من طریق الکشوف والنوال وحق
الیقین ماکان بتحقیق الانفصال عن
لوث الصلصال وقیل علم الیقین للاولیا
وعین الیقین لخواص الاولیا وحق الیقین
للانبیا۔ دیگر از اصطلاحات این علم محاضرہ
ومشاہدہ ومکاشفہ است۔ محاضرہ حق
ارباب تلوین است وہم اہل علم الیقین، ومشاہدہ
حق اصحاب تمکین است وہم اہل حق الیقین
ومکاشفہ امریست کہ مشترک است
میان ارباب تلوین واصحاب تمکین
وہم اہل عین الیقین۔ دیگر از اصطلاحات
این علم ہیبت واُنس ست وہما

سلکِ ہفتم (چند اصطلاحات فن)

جاننا چاہیئے کہ فن کی اصطلاحات میں سے
ایک اصطلاح علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین
ہے۔ علم الیقین وہ کہلاتا ہے کہ کسی بات کا علم
نظر اور استدلال کے ذریعہ حاصل ہو۔ عین الیقین
وہ ہے جو بذریعہ کشف اور منجانب خدا بخشش اور
نوال کے طور پر ہو۔ اور حق الیقین وہ ہے جو کہ لوازم
خاک اور عناصر سے جدائی اور انفصال کیوجہ سے ہو
(یعنی انسان لوازم جسدی سے اپنے آپکو فارغ اور فانی کر کے
واصل بحق ہوجائے) اور کہا گیا ہے کہ علم الیقین وہ کہلاتا ہے
جو عام اولیا کو حاصل ہو اور عین الیقین علم کا وہ درجہ ہے جو
خواص اولیا کو حاصل ہوتا ہے اور حق الیقین وہ مرتبہ ہے
جو انبیا علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ نیز یہ معلوم کرو کہ منجملہ
اس علم کی اصطلاحات کے محاضرہ، مشاہدہ اور مکاشفہ بھی ہے
انمیں سے محاضرہ ارباب تلوین اور علم الیقین والوں کا حق ہے یعنی انکے
مرتبہ کی چیز ہے (سالک جبتک مقامات سلوک نہ طے کرلے اسکو صاحب تلوین
کہتے ہیں اور جب مقامات طے کر کے مقصود پر پہونچ جائے اور

(قولہ مبسوط) اصل کتاب میں اسجگہ یہی لفظ درج ہے لیکن خیال ہوتا ہے کہ نسخ ناسخین سے
غالبًا یہاں کچھ عبارت ترک ہوگئی ہے۔ یعنی یوں رہا ہوگا ـــ کہ چوں آدمی متولد می شود از مادر
انگشتان دست او مقبوض باشند و چوں بمیرد انگشتان دست او مبسوط باشند۔ چنانچہ
اگلی عربی عبارت اسی نہج کی ہے اور ہم نے اردو ترجمہ میں بھی اسی کا لحاظ کیا ہے۔ واللہ
اعلم بالصواب۔ جامی)۔

یشبہان القبض والبسط۔ قال الجنید
رحمہ اللہ الانس ارتفاع الحشمۃ مع وجود
الہیبۃ وقال رویمؒ الانس ان یستوحش
من غیرہ حتی من نفسہ اسے انیس از دولت
ہیبت بعضے از انس کار انس جائے
رسانیدہ اند کہ ایشاں را از خلق چناں
وحشت گرفتہ کہ وجود خود را ہم مزاحم خود
دانستہ اند۔ آرے یکے از نعمتہائے خالق
الجنۃ والنار تعالیٰ وتقدس دوزخ است
بنا برآنکہ از بیم دوزخ چندیں خلق بہشتی
میشوند وحق الہیبۃ الغشی وحق الانس
الصحو۔ قطعہ

غشی تا بہیبت وانسی
نیستت از حضور او غیبت
ہر یکے از یکے شگرف تراست
ہیبت از انس وانس از ہیبت

سلک ہشتم

باید دانست کہ یکے از اصطلاحات
ایں علم لوائح ولوامع وطوالع ست
فاللوائح کالبرق یظہر ویستتر سریعا واللوامع
اظہر من اللوائح ولیس زوالہا بتلک السرعۃ

وہ اس مقام پر متمکن ہو جائے تو اسکو مقام تمکین کہتے ہیں، اور مشاہدہ
اصحاب تمکین کا حق ہے اور یہی لوگ مرتبۂ حق الیقین کے بھی مالک ہیں
اور مکاشفہ ایک ایسی چیز ہے جو کہ ارباب تلوین اور اصحاب تمکین کے درمیان
مشترک ہوتا ہے اور یہی لوگ عین الیقین کا مرتبہ رکھنے والے ہیں۔ نیز یہ سمجھو
کہ اس علم کی اصطلاح میں ہیبت و انس بھی ہے اور یہ دونوں قبض
وبسط کے بہت مشابہ ہیں۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ انس یہ ہے کہ حشمت
اور دبدبہ تو اٹھ جائے لیکن ہیبت باقی رہے۔ رویمؒ کہتے ہیں کہ انس
یہ ہے کہ تمکو غیر سے وحشت معلوم ہونے لگے یہاں تک کہ اپنے
نفس سے بھی۔ اے انیس! بعضے انسان ہیبت کی دولت سے انس
اتنے اعلیٰ مقام تک پہونچ گئے ہیں کہ پھر انھیں مخلوق سے ایسی وحشت
ہو گئی ہے کہ جسکی وجہ سے انھوں نے اپنے وجود کو بھی اپنی راہ میں مزاحم
جانا۔ ہاں ہاں جنت اور دوزخ کے پیدا کرنیوالے مالک کی نعمتوں میں سے
ایک دوزخ بھی ہے اسلئے کہ دوزخ ہی کے خوف کیوجہ سے بہت سی مخلوق
جنت میں جائیگی۔ ہیبت کا اثر غشی اور بیخودی ہوتا ہے اور انس کا اثر بیداری
اور ہوشیاری۔ قطعہ: اے غشی جب تک تم ہیبت حق اور انس باللہ
کے ساتھ متصف ہو تمکو انکی حضوری سے غیبت نہیں ہے ان دونوں
میں سے ہر ایک دوسرے سے بڑھکر عجیب ہے یعنی ہیبت انس سے بڑھکر اور انس ہیبت سے بڑھکر

سلک ہشتم (اور چند اصطلاحات)

جاننا چاہئے کہ منجملہ اس فن کی اصطلاحات کے لوائح
لوامع اور طوالع ہے۔ ان میں لوائح تو مثل برق کے
ہوتا ہے کہ ظاہر ہوتا ہے اور فوراً چھپ جاتا ہے
اور لوامع، لوائح سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے اور

والطوالع ابقیٰ وقتاً و اقوی سلطاناً
وادوم مکثاً و بعضے میگویند الطوارق
والبوارق والبوادی والطوالع واللوائح
واللوامع الفاظ متقاربۃ المعنی من
مبادی الاحوال و مقدماتہا دیگر از
اصطلاحات ایں علم غیبت و حضور است
فالغیبۃ ان یغیب القلب عن احوال
الدنیا والحضور ان یحضر باحوال العقبیٰ
بعضے میگویند غیبت بمنزلہ سکر است
وحضور بمثابہ صحو۔ عزیز من! درعالم
ظاہر ہرکہ درحضور دوست باشد درغیبت نباشد
اما فیما نحن فیہ ہرکہ درحضور شد او درغیبت
افتاد یعنی ہرکہ درحضور دوست شد از
حضور خویش دور ماند آرے تا کسے از
از خویش غیبت نکند با دوست حضور نتواند
کرد با غائب غائب و با حاضر حاضر بسیار
یابند اما کار با غائب حاضر دارد و با حاضر
غائب اگر از وجود غائب حاضر یا از نہاد
حاضر غائب گلدستۂ باغ فردوس کنند
و یا ہیزم آتشکدۂ جہنم گردانند نہ از
فائحۂ جہنم در وگدازے باشد و نہ از رائحۂ
فردوس در وا ہتزازی۔ چنیں گویند
کہ دوستے حسین بن علی رضی اللہ عنہما

اسکا زوال بھی اتنی جلدی نہیں ہوتا۔ اور طوالع میں
زمانہ کے لحاظ سے قدرے بقا ہوتا ہے اور اسکا
اثر اور دبدبہ بھی قوی ہوتا ہے اور قیام بھی اسکا زیادہ دیر تک
رہتا ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ طوارق۔ بوارق۔ بوادی
طوالع۔ لوائح اور لوامع یہ سب احوال کے مبادی اور اس کے
مقدمات ہیں اور معنی ان سب کے قریب ہی قریب ہیں یعنی
یہ سب متقارب المعنی ہیں۔ نیز اس فن کی اصطلاحات کے
منجملہ غیبت اور حضور بھی ہے۔ پس غیبت یہ ہے کہ قلب دنیا کے
احوال سے غائب ہوجائے اور حضور یہ ہے کہ عقبیٰ کے احوال
کے ساتھ حاضر ہوجائے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ غیبت مانند
سکر کے ہے یعنی مدہوشی اور حضور بمنزلہ صحو کے ہے یعنی ہوش و حواس
والا ہونا۔ عزیز من! اس عالم ظاہری میں تو جو شخص دوست کے
سامنے ہوتا ہے وہ غائب نہیں شمار کیا جاتا لیکن باطن میں (جسمیں کہ ہم
گفتگو کررہے ہیں) جو شخص دوست کے حضور میں ہوا وہ غائب ہوا یعنی جو
شخص دوست کے حضور میں ہوا وہ اپنے حضور میں ہونے سے دور ہوگیا واقعی
بات یہ ہے کہ جب تک کوئی شخص خود اپنے سے غائب نہ ہو دوست
کے ساتھ حاضر نہیں ہوسکتا۔ کسی غائب کے اعتبار سے غائب ہونے
والے اور حاضر کے لحاظ سے حاضر ہونیوالے تو بہت ہیں لیکن کام اس سے
چلتا ہے کہ آدمی غائب کے ساتھ حاضر اور حاضر کے ساتھ غائب ہوجائے
چنانچہ اگر اس ذات کو جو غائب کے حضور کے ساتھ حاضر اور اپنے
موجودہ جسم و روح سے غائب ہے باغ فردوس کا گلدستہ بنادیں
یا آتشکدۂ جہنم کا ایندھن تو جہنم کی لپٹ بھی اسکو پگھلا نہ سکے اور فردوس میں
کی خوشبو بھی اسمیں کوئی حرکت پیدا نہ کرسکے۔ بیان کرتے ہیں کہ

در سجده بود وچناں از خویش غائب
و باحق حاضر شده بود که دیوار خانه سراسر
بیفتاد او پیش از وقت سر از سجده
بر نیاورد۔ و آں شنیده باشی که
وقتے درویشے حاضر غائب در نماز
بود شخصے اورا آواز میداد او نمی شنید
چوں او از نماز فارغ شد آں شخص
بر سبیل تعجب آغاز کرد چندیں فریاد
کرمن می کردم تو نمی شنیدی
درویش گفت اے خواجه ایں
عجب نیست که کسے در نماز
فریاد نشنود۔ اما عجب آنست
که کسے در نماز باشد و فریاد کسے
بشنود۔ قال الشبلی رحمه الله طوبی
لمن غاب عن حضرته و حضر فی
غیبته۔

قطعه

نخشبی غائبان حاضر کو
کے چنیں تخم هر کسے باشد
هر که از حسِ خود بروں آید
غائب حاضر آں کسے باشد

حسین رضؓ ابن علی رضؓ سجدہ میں گئے اور اپنے سے اسطرح غائب
اور حق تعالیٰ کے ساتھ اس طرح حاضر ہوگئے کہ مکان کی
پوری دیوار گر گئی اور انھوں نے وقت سے پہلے سجدے سے سر
نہ اٹھایا۔ اور وہ واقعہ بھی تو تم نے سنا ہوگا ایک دفعہ
اسی قسم کا ایک درویش جو حاضر بھی تھا اور غائب بھی
نماز پڑھ رہا تھا ایک شخص نے اسے بہت پکارا اس نے
سنا ہی نہیں جب نماز سے فارغ ہوا تو اس شخص نے بطور تعجب
کے اس سے کہا کہ اے میرے یار کتنی دیر سے اور کتنی زور
زور سے تم کو پکار رہا ہوں اور تم نے نہیں سنا۔ درویش نے
جواب دیا کہ اے خواجہ یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ
کوئی نماز میں ہو اور کسی کی آواز نہ سنے لیکن تعجب
اس پر ضرور ہے کہ کوئی شخص نماز میں ہو اور دوسرے
کی پکار سن لے شبلی فرماتے ہیں کہ خوشخبری ہو اس شخص
کے لئے جو اپنے حضور سے تو غائب
ہوا اور اپنی اس غیبت میں اسکے دربار
میں حاضر ہو۔

قطعہ

"اے نخشبی ایسے غائب لوگ جو حاضر بھی ہوں اب کہاں موجود
ہیں اور اس تخم کو ہر شخص بو بھی کیسے سکتا ہے۔ جو شخص کہ اپنی حس سے
باہر ہوگیا یعنی خود کو فانی کردیا وہی ایسا شخص ہے جو غائب
بھی ہو اور حاضر بھی ہو یعنی وہ فانی عن النفس باقی باللہ ہوجاتا ہے

سلک نہم

بباید دانست کہ یکے از
اصطلاحات ایں علم محو واثبات است
فالمحو رفع اوصاف العادات
والاثبات اقامۃ احکام العبادات
ومحو برسہ طریق می باید. محو الزلت
عن الظواہر ومحو الغفلۃ عن الضمائر
ومحو العلۃ عن السرائر۔ ودیگر از
اصطلاحات ایں علم فنا وبقا است
فالفنا سقوط اوصاف المذمومۃ۔ والبقاء
ثبوت نعوت المحمودۃ۔ وبعضے میگویند
الفناء صفۃ الکون وصفۃ ما ان کان
لاجل الکون والبقا صفۃ المکون و
ما کان لاجل المکون۔ قال اللہ تعالیٰ
کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ یعنی الکون وَیَبْقٰی
وَجْهُ رَبِّکَ یعنی المکون فاعمال المخلصین
داخلۃ فی حکم البقاء لانہا لاجل المکون
واعمال المرائین داخلۃ فی حکم الفناء
لانہا لاجل الکون۔ مرداں بردو نوع
اند سعی یک نوع در فنا شہوات
وبقاء عبادات باشد وہو المطلوب
والمقصود وکوشش نوع دوم

سلک ۹ (محو و اثبات اور فنا و بقاء)

جاننا چاہیئے کہ اس طریق کی اصطلاحات میں سے ایک
محو و اثبات بھی ہے۔ محو کہتے ہیں عادات کے طریقوں کو دور کرنا
اور اثبات کہتے ہیں عبادت کے احکام کو قائم کرنا اور محو تین
طریقہ پر ہوتا ہے۔ ایک تو اپنے ظاہر سے برائیوں کو
دور کرنا۔ دوسرے اپنے باطن سے غفلت کو زائل کرنا
اور تیسرے اپنے سرائر سے علت اور روگ کو ختم کرنا
نیز فن کی اصطلاحات میں سے ایک فنا اور بقا
بھی ہے۔ فنا کہتے ہیں اوصاف مذمومہ یعنی رذائل کے ختم
کرنے کو، اور بقا نام ہے صفات محمودہ کے باقی رکھنے کا
بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ فنا مخلوق کی صفت ہے اور
اس چیز کی جو مخلوق کے لئے ہے۔ اور بقا خالق کی صفت
ہے اور ہر اس چیز کی جو خالق کیلئے ہے۔ اللہ تعالےٰ
ارشاد فرماتے ہیں کہ جو چیز کرۂ زمین پر ہے فانی ہے
یعنی تمام ممکنات۔ اور باقی رہے گی صرف آپکے
پروردگار کی ذات یعنی جو کہ خالق ہے۔ پس مخلصین کے
اعمال بقا ہی کے حکم میں داخل ہیں اسلئے کہ وہ خالق
کے لئے ہوتے ہیں اور ریاکاروں کے اعمال فنا کے حکم
میں داخل ہیں کیونکہ وہ مخلوق کے لئے کئے جاتے ہیں۔
پھر یہ سمجھو کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جماعت کی
کوشش تو یہ ہوتی ہے کہ شہوات کو فنا کیا جائے اور
عبادات کو باقی رکھا جائے، ظاہر ہے کہ یہ محمود ہے بلکہ

در فناء عبادات و بقاء شہوات بود
نعوذ باللہ منہا۔ عزیز من فانی کسے
گویند کہ نہ او را در نفس خویش حظے ماندہ
باشد و نہ نفس او را در و نصیبے بود و چون
کسے بدیں طریقت فانی شد کہ لایبقی
لنفسہ فیہ حظ و لا لہ فی نفسہ نصیب خلعت
بقا پوشید و قیل الفناء فناء الجہل بقاء
العلم و فناء الغفلۃ ببقاء الذکر و فناء المعصیۃ
ببقاء الطاعۃ و فناء الشک ببقاء الیقین
و فناء الرغبۃ ببقاء الزہد و فناء الحرص
ببقاء القناعۃ و فناء البخل ببقاء السخاوۃ
و فناء الکفران ببقاء الشکر و فناء السخط
ببقاء الرضا و فناء الریاء ببقاء الاخلاص
و فناء الکذب ببقاء الصدق و فناء
التکبر ببقاء التواضع و فناء کل ما دون
الحق بالبقاء مع الحق للحق بالحق قطعہ

نخشبی در فنا بقاست ہمہ
نیست با ہست ہم وثاقی شد
ہر کہ کلی ز خویش فانی گشت
او بتمامی بدوست باقی شد

سلک دہم

باید دانست کہ یکے از اصطلاحات

مطلوب و مقصود بھی ہے۔ اور دوسری جماعت کی کوشش
یہ ہوتی ہے کہ عبادات کو ختم کیا جائے اور شہوات کو باقی
رکھا جائے۔ نعوذ باللہ منہا۔ عزیز من! فانی اسے کہتے
ہیں کہ نہ اسکے لیے اپنے نفس سے کچھ حصہ باقی ہے اور نہ اسکے
نفس کو اسکی ذات سے اپنے نفع کی کوئی توقع رہے۔ جب کوئی
شخص اس طریقہ سے فانی ہو جائے کہ لایبقی لنفسہ حظ و لا لہ
فی نفسہ نصیب تو اسکو بلاشبہ بقا کا خلعت پہنایا جائیگا۔ اور کہا گیا ہے
کہ فنا سے مراد یہ ہے کہ علم صحیح حاصل ہو کر انسان سے جہل کا فنا
ہو جائے اور ذکر ثابت ہو کر غفلت کا فنا ہو جائے اور طاعت
سے متصف ہو کر معصیت کا فنا ہو جائے اور یقین پیدا ہو کر شک
کا فنا ہو جائے اور زہد پیدا ہو کر رغبت اور خواہش دنیا فنا ہو جائے
اور قناعت حاصل ہو کر حرص کا فنا ہو جائے۔ انسان سخاوت سے
متصف ہو جائے اور اسکی وجہ سے بخل کا فنا ہو جائے شکر حاصل
ہو کر کفران کا فنا ہو جائے رضا حاصل ہو کر سخط اور ناراضگی کا فنا ہو جائے
اخلاص پیدا ہو کر ریا کا فنا ہو جائے اقوال و اعمال اور احوال میں
صدق حاصل ہو کر کذب کا فنا ہو جائے تواضع پیدا ہو کر تکبر کا فنا
ہو جائے۔ بقاء مع الحق للحق اور بالحق حاصل ہو کر ما سوا حق کے فنا ہو جائے
؎ اے نخشبی فنا ہی کے اندر ہر قسم کی بقا موجود ہے نیست
ہست کے قرین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنے سے بالکلیہ
فانی ہو گیا وہ دوست کے ساتھ بتمامہ باقی ہو گیا۔

سلک دہم (قلب سلیم کسے کہتے ہیں؟)

جاننا چاہیے کہ اس فن کی اصطلاحات میں سے تلوین اور

این علم تلوین وتمکین است فالتلوین صفۃ ارباب الاحوال والتمکین صفۃ اصحاب الحقائق سالک تا آنکہ در طیِ مقامات نو باشد او را صاحب تلوین گویند چوں طے مقامات کرد و عند المرام قرار گرفت او را صاحب تمکین خوانند۔ وبعضے میگویند برین بساط کسے انبساط تواند نمود کہ او را قلبے سلیم باشد۔ بشنو بشنو! بزرگے را پرسیدند قلب سلیم کرا گویند؟ گفت قلب سلیم دلے را گویند کہ از بست خصائل پُر باشد و از بست خصال خالی آں بست خصائل کہ ازاں خالی بایدبود ہی ترک والنفاق والعداوۃ والرغبۃ والحرص والشک والجہل والاصرار والکبر والعلاقۃ والطمع والامل والجزع والعجب والبخل والقنوط والامن والحسد وسوء الظن والنسیان۔ وخصائلے کہ ازاں پُر باید بود ہی التوحید والاخلاص والنصیحۃ والزہد والقناعۃ والیقین والعلم والتفویض والیاس من الناس وقصر الامل والصبر وذکر المنیۃ والجود والتوبہ والتواضع

تمکین بھی ہے۔ پس تلوین تو اصحاب احوال کی صفت ہے اور تمکین اصحاب حقائق کی۔ سالک جب تک کہ نئے نئے مقامات طے کرنیکی حالت میں ہوتا ہے اسکو صاحب تلوین کہتے ہیں اور جب مقامات طے کرکے مقصود پر قرار حاصل کرلیتا ہے تو اسکو صاحب تمکین کہتے ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس مسند پر وہ لوگ استراحت فرماتے ہیں جو قلب سلیم رکھتے ہیں۔ سنو سنو! ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ قلب سلیم کسے کہتے ہیں؟ فرمایا کہ قلب سلیم اس قلب کو کہتے ہیں جو کہ بیس فضائل سے متصف ہو اور بیس رذائل سے خالی ہو۔ بہرحال وہ بیس جن سے خالی ہونا چاہیئے یہ ہیں۔ ترک۔ نفاق۔ عداوت۔ رغبت۔ حرص۔ شک۔ جہل۔ اصرار علی الصغائر۔ کبر۔ غیر اللہ سے تعلق۔ طمع۔ امید جزع فزع۔ عُجب۔ بخل۔ قنوط یعنی اللہ تعالیٰ سے ناامید ہونا۔ خدا کے مکر سے مامون ہوجانا۔ حسد۔ سوءظن۔ نسیان یعنی غفلت —— اور وہ بیس جن سے متصف ہونا چاہیئے یہ ہیں۔ توحید اخلاص۔ خیر خواہی۔ زہد۔ قناعت۔ یقین۔ علم۔ تفویض۔ لوگوں سے مایوس ہونا یعنی ترک توقع۔ قصر امل۔ صبر۔ موت کی یاد۔ جود یعنی سخاوت۔ توبہ۔ تواضع۔ خوف۔ رجا یعنی اللہ سے امید رکھنا۔ بھوک۔ حسن ظن۔ اللہ کی یاد اور اسکی محبت۔

سے۔ اسے نخشبی کام کی چیز تو بس

والخوف والرجاء والجوع وحسن الظن
وذکر اللہ تعالیٰ وجبہ۔ قطعہ ؎

نحتبی کار کار تمکین است
این نصیحت ز من بگوش پذیر
ور تو خواہی بدین جناب رسی
بست خصلت گزار بست بگیر

مقام تمکیں ہے۔ میری اس نصیحت کو بگوش ہوش سنو۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ اُس کی جناب عالی تک تمہاری رسائی ہوجائے یعنی تم کامل اور واصل مع اللہ ہوجاؤ تو (مذکورہ بالا) بیس خصلتوں کو چھوڑو اور بیس کو اختیار کرو۔

سلک یازدہم

بباید دانست کہ یکے از اصطلاحات این علم صحو و سکر است فالسکر استیلاء سلطان الحال والصحو العود الی ترتیب الافعال والسکر لارباب القلوب والصحو للمکاشفین بحقائق الغیوب۔ دیگر از اصطلاحات این علم جمع و تفرقہ است۔ فالجمع ما اجتمع علیہ العلما والتفرقہ ما اختلفوا فیہ ائمہ تفسیر گویند قولہ وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَام اشارۃ الی الجمع و قولہ یَہْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اشارۃ الی التفرقہ۔ خواجہ ابو سعید قرشیؒ کہ جمع بے تفرقہ داشتہ میگویند الجمع ان یکون العبد فانیا عن نفسہ و یری الاشیاء کلہا بہ ولہ ومنہ والتفرقہ ان ینظر الی

سلک نمبر ١١ (چند اور اصطلاحات)

جاننا چاہیئے کہ منجملہ اس فن کی اصطلاحات کے صحو و سکر بھی ہے۔ پس سکر سلطان حال کے مسلط ہونے کا نام ہے یعنی کسی خاص حال کا طبیعت پر غالب ہوجائے اور صحو اسے کہتے ہیں کہ افعال کی ترتیب پھر لوٹ آئے۔ سکر تو ارباب قلوب کو ہوا کرتا ہے اور صحو ان حضرات کو ہوتا ہے جو حقائق غیوب کے کشف کرنے والے ہیں۔ اسیطرح سے منجملہ اصطلاحات کے اہل تصوف کی ایک اصطلاح جمع و تفرقہ بھی ہے۔ جمع وہ کہلاتا ہے جس پر علماء نے اتفاق کیا ہو اور تفرقہ وہ کہلاتا ہے جس میں علماء کا اختلاف ہو ائمہ تفسیر فرماتے ہیں کہ وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَام یعنی حق تعالیٰ جنت کیجانب بلاتے ہیں اور یہ جمع کیطرف اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد یَہْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ یعنی جسکو وہ چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے یہ تفرقہ کیجانب اشارہ ہے۔ خواجہ ابو سعید قرشیؒ جو کہ بے تفرقہ کا جمع رکھتے فرماتے ہیں کہ جمع یہ ہے کہ انسان اپنے نفس سے تو فانی ہوجائے اور تمام چیزوں کو

الکون و نزدیک بعضے جمع آنست که بنده را از قبل حق باشد و تفرقه آنست که بنده را از کسب تو و باشد فلا بد للعبد من الجمع و التفرقة فان من لا تفرقة له لا عبودیة له، و من لا عبودیة له، لا جمع له، و من لا جمع له، لا معرفة له. خواجه ابوالحسن نوری گفتی نور الله مضجعه الجمع بالحق تفرقة من غیره والتفرقة من غیره جمع به عزیز من! هر که مشغول کسے است تفرقه نصیب او ست هر که دیگرے مشغول اوست جمع نصیب او و قیل الجمع جمع المتفرقات والتفرقة تفرقة المجموعات قطعه ۵

بخشی جمع خود ز تفرقه دال
کرم شب تاب کار شمع کند
بیم دوزخ بهشت دست آرد
تفرقه باطنِ تو جمع کند

حق تعالیٰ کے سبب سے اور حق تعالیٰ کیلئے اور حق تعالیٰ کیجانب سے سمجھے یعنی یہ سمجھے کہ حق تعالیٰ ہی سبب الاسباب ہیں اور سارا عالم انھیں کی یاد کیلئے بنایا گیا ہے اور تمام چیزوں کا وجود اسی کیطرف سے ہے اور اسی کیجانب سبکا مآل ہے۔ اور تفرقہ یہ ہے کہ عالم کے وجود کیجانب نظر ہو جائے اور بعض حضرات کے نزدیک جمع وہ امور ہیں جو بندے کو حق تعالیٰ کیجانب سے عطا ہوں یعنی محض وہبی ہوں اور تفرقہ وہ ہے کہ بندہ کو خود اسکے کسب کیوجہ سے حاصل ہو لہٰذا بندے کیلئے جمع اور تفرقہ دونوں کا ہونا ضروری ہے اسلئے کہ جسکے لئے تفرقہ نہیں یعنی جس کے پاس اعمال مکتسبہ نہیں اسکے پاس عبودیت نہیں اور جسکے پاس عبودیت نہیں اسکے پاس جمع نہیں اور جسکے پاس جمع نہیں اسکے پاس معرفت نہیں۔ خواجہ ابوالحسن نوری فرماتے تھے (اللہ انکی خوابگاہ کو منور فرمائے) کہ حق کیساتھ جمع ہونا غیر حق سے تفرقہ ہے۔ اور غیر حق کیساتھ تفرقہ حق کے ساتھ جمع ہونا ہے عزیز من! جو شخص کسی کے ساتھ مشغول ہے تفرقہ اسکے نصیب میں ہے اور جو شخص ایسا ہے کہ دوسرا اسکے ساتھ مشغول ہے تو اسکے مقدر میں جمع ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جمع کے معنی متفرقات کو جمع کرنا ہے اور تفرقہ کے معنی ہیں جمع شدہ چیزوں کو متفرق کر دینا

۵۔ اے بخشی اپنے جمع کو تفرقہ کی وجہ سے سمجھو دیکھو رات کو چمکنے والا کیڑا (شمع) کا کام کرتا ہے دوزخ کا خوف جنت کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔ بس اسی طرح تمہارے باطن کا تفرقہ تمہارے لئے جمع کا مثمر ہوگا۔

سالکِ دوازدہم

بباید دانست که یکے از اصطلاحات ایں علم لسان حال است و لسان الحال انطق من لسان المقال طائفہ که نظر ایشاں

سالک نمبر ۱۲ (زبانِ حال)

جاننا چاہیئے کہ منجملہ اس فن کی اصطلاحات کے ایک زبان حال بھی ہے اور حال کی زبان اس ظاہری بولنے والی زبان سے بڑھکر ناطق ہوتی ہے۔ وہ گروہ جنکی نظر ہمیشہ

ہمہ عبرت و سخن ایشاں ہمہ فکرت ست
اغلب حال بے زبانی سخن گویند چنانچہ
صاحب حالے بروسے کاغذ سپید
نقشے سیاہ بیند برآمدہ بزبان حال باو
گویدا ای کاغذ روسے خود را چرا سیاہ
کردہ مگر اینہمہ از جفا کاغذی ست کہ
کاغذی اول ترا بکوفتہ است بعدہ
غرق کردہ بعدہ بر دیوار زدہ بعدہٗ بند
بند تو جدا کردہ۔ کاغذ گویدا اگرچہ کاغذی
چندگاہ مرا کوفتہ داشتہ است ایں سعادت
ہم از دولت اوست کہ دیوانی شدہ ام
و ہیچ دفترے بے من تمام نمی شود و ہمہ محرراں
بے من بیکار اند او گویدا مگر از تعدی
مجلدی خواہد بود کہ ترا شکنجہ کردہ است
و سنگ بر سر تو نہادہ است و ترا در
بازارہا گردانیدہ است و بہ تیغ دو دستہ
اجزای ترا بریدہ کاغذ گویدا اے خواجہ
بر من ایں ظلم نہ کاغذی کردہ است نہ
مجلدی بر من ایں ہمہ سیاہی کردہ است
ایں کیفیت از سیاہی پرس او بر سیاہی
رود و گویدا اے سیاہی تو از دودمانِ
بزرگی و دود چراغی ہم خوردہ سیاہ پوش
شدہ خود را صوفی میخوانی ایں چہ بے رویست

عبرت جو اور جنکی گفتگو ہمیشہ فکر طلب رہا کرتی ہے اکثر
اوقات بے زبانی کے ذریعہ کلام کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ
اسی طرح کے ایک صاحب حال بزرگ نے سفید
کاغذ کے اوپر سیاہ نقوش دیکھے اور حال سے بے حال ہو گئے اور
پھر زبان حال کے ذریعہ اس سے پوچھا کہ اے کاغذ تو نے یہ اپنا چہرہ کیسے
سیاہ کر لیا ہے شاید کہ کاغذی (کاغذ بنانے والے) نے تجھ پر یہ ظلم کیا ہوگا
کہ پہلے تجھکو خوب کوٹا ہوگا اسکے بعد پانی میں بھگایا ہوگا پھر اسکے بعد
دیوار پر پھیلایا ہوگا اور پھر تیرا پرت پرت جدا کیا ہوگا (بس اسی شاید
تجھے روسیاہ بھی کیا ہوگا) کاغذ نے جواب دیا کہ حضرت بلا شبہ مجھے کاغذی نے
پیٹا کوٹا ضرور ہے تاہم مجھے جو کچھ بھی سعادت نصیب ہوئی ہے اسی کی
بدولت ہوئی ہے کہ ہر دفتر میں میری رسائی ہے اور کوئی محکمہ میرے
بغیر پایۂ تکمیل کو نہیں پہونچ سکتا۔ میں نہ ہوں تو سارے کلرک و منشی
بیکار ہو جائیں۔ ان صاحب حال بزرگ نے فرمایا کہ اچھا تو پھر شاید
جلد ساز کے ظلم کا یہ اثر ہوگا کہ تو سیاہ رو ہے کیونکہ اس نے تجھے شکنجے
میں کسا ہوگا پھر تیرے سر پر وزنی پتھر رکھا ہوگا اور اسکے بعد تجھے
گلی گلی بازار میں پھرایا ہوگا اور دو دھاری تلوار سے تیرے
اجزا کو پارہ پارہ کیا ہوگا۔ شاید یہ تیرے چہرے کی سیاہی اسیکا اثر ہو۔ کاغذ نے
کہا جناب من! مجھ پر یہ ظلم نہ تو کاغذی نے کیا ہے نہ جلد ساز نے
میرے منہ پر یہ جو آپ سیاہی دیکھتے ہیں یہ روشنائی کا اثر ہے
لہٰذا اسکی وجہ سیاہی سے پوچھئے کہ اسنے ایسا کیوں کیا وہ بزرگ سیاہی
کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ اے سیاہی تو تو شریف خاندان کی ہے
چراغ کا دھواں کھا کھا کر تو نے سیاہ نقاب پہن رکھا ہے اور
اسطور پر یعنی سیہ پوش ہو کر تو اپنے آپکو صوفیوں کے زمرہ میں شمار کرتی

کہ بر روی کاغذ کردہ سیاہی گوید اے خواجہ
تا من از سیاہی فروش مالش یافتہ ام
در گوشۂ دوات جای ساختہ بودم
و حصار روئیں گرد خود کشیدہ و نیت
آن بود کہ بعد ازیں روئے سیاہ بکسی
نخواہم نمود و مرا قلم از گوشۂ خویش
برائے ایں کار بزخم چوب بروں آوردہ
است۔ ایں سخن با قلم گو او بر قلم رود
گویدای قلم بر سر کسی کہ تاج نٓ وَالْقَلَمِ
وَمَا يَسْطُرُوْنَ نہادہ باشد و بر کسی کہ
دواج السیف والقلم تواماں افگندہ او
صوفی را چرا رنجاند و سیاہ پوشی را چگونہ
زخم چوب کند؟ قلم گوید ای خواجہ من
برلب آب جو یبارے در قیام بودم و
نمی خواستم کہ بداں صوفی زبان دراز کنم
از برائے ایں مہم دست مرا بہ تیغ پے کردہ
است و سر و پائے مرا بریدہ و زبان من
بکشیدہ موجب ملامت دست است
نہ من۔ او بر دست رود و گوید اے دست
ایں چہ زبردستی ست کہ بر قلم کردہ کسی
را کہ خاتم ملک در انگشت باشد او
با ضعیفے کہ دنیا با تنہا ہمہ وقت در قیام است
ایں ظلم نہ کند کہ تو کردہ تا دست گوید

ہے۔ یہ کیا بدتمیزی ہے کہ تو نے اس غریب کا منہ ہی کالا کر دیا
سیاہی نے کہا کہ اے محترم جب سے مجھے سیاہی فروش کے یہاں کی
رگڑائی ملی ہے میں نے تو دوات کے ایک گوشہ میں جا کر اپنا ٹھکانہ بنا لیا
اور تانبہ پیتل کی مضبوط دیوار اپنے اردگرد بطور حصار کے کھینچ لی
اور مقصد اس سے میرا یہ تھا کہ اسکے بعد اپنے منھ کی کالک کسی پر ظاہر ہونے
دوں لیکن مجھے اس ظالم قلم نے اپنے محفوظ گوشہ سے اس کام کیلئے
یعنی کاغذ کا منھ کالا کرنے کیلئے لکڑی کی نوک سے ٹھوکا مار مار کر
باہر نکالا ہے لہٰذا اس بات کو آپ قلم سے پوچھئے اور اسکی شکایت
اسی سے کیجئے چنانچہ وہ بزرگ قلم کے پاس گئے اور قلم سے کہا اے قلم
جسکے سر پر نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ کا تاج حق تعالیٰ نے رکھا ہو اور
اور جسکے رو برو سیف و قلم کا جوڑا توام قرار دیا گیا ہو وہ بھلا کسی
مسکین صوفی کو کیوں ستائے اور کسی سیاہ پوش کو لکڑی سے زخم کیونکر پہونچائے
قلم نے کہا بندہ پرور! میں تو تالاب کے کنارے جنگل بیابان میں کھڑا تھا
(مراد اس سے نرکل کا درخت ہے) اور بالکل میرا ارادہ نہیں تھا کہ
اس صوفی پر زبان درازی کروں مگر اس مہم کو سر کرنے کیلئے میرے ہاتھ کو
تلوار سے کاٹا گیا اور پھر میرا سر اور پاؤں کاٹ کر اور میری زبان کو
کھینچکر زبردستی یہ کام مجھ سے لیا گیا لہٰذا ملامت کا محل یہ ہاتھ ہے
نہ کہ میں آپ یہ شکوہ براہ کرم ہاتھ سے کیجئے۔ وہ بزرگ ہاتھ
کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ اسے ہاتھ آخر تیری زبردستی
ہی ہے نا! جو تو نے قلم پر کی! جسکی انگلیوں میں شاہی انگوٹھی
پڑی ہو اسکو تو ایک ایسے ضعیف کے ساتھ جو غریب کہ ہمیشہ
جنگل بیابان میں ایک گوشہ میں کھڑا رہتا ہو ایسا ظلم نکرنا
چاہیئے جیسا کہ تو نے کیا۔ اس پر ہاتھ نے جواب دیا کہ

ای خواجہ تو نمیدانی کہ من از گوشت و پوست بیش نہ ام
و گوشت و پوست خود در حرکت نمی تواند آمد مرا
این کار قدرت فرمودہ است او بر قدرت رود
و گوید اے قدرت این چہ قدرت است کہ بر دست
امتحان میکنی و مثل این خار با در دست دیگرے
می کشائی۔ قدرت گوید من مجبور و مقہور ارادتم این
از ارادت سوال کن او بر ارادت رود و گوید مرا این
ارادہ بود کہ از چوں تو ئی بمثل این حرکت در وجود
آید این چہ کار است کہ قدرت را بر آن باعث
میشوی۔ ارادہ گوید تو نمیدانی تا فرمان علم و عقل
نباشد از من ہیچ چیز در وجود نیاید او بر عقل و علم رود
گوید اے عقل از شما ہمہ خیر و ثواب چشم توان داشت
این چہ فعل است کہ ارادت را بر آن محرض شدہ اید
عقل و علم گویند اے خواجہ تو نمیدانی کہ محل علم و عقل دل
است تا دل نباشد از ما ہیچ در وجود نیاید او بر دل رود
گوید اے دل تو رئیس اعضائے و سلطان اجزائے
و از سلطان مثل این چیز توقع نتوان کرد این چہ کار
کہ عقل و علم را بر آن آوردہ ؟ دل گوید اے سلیم القلب
تو نمیدانی کہ مقلب القلوب دیگر ست تعالیٰ و تقدس

بخششی را خدائے بخشندہ
دادہ بود از کرم زبانِ مقال
بر کرم صد کرم زیادہ کرد
دادہ او را چنین لسان الحال

کہ لے محترم! آپکو نہیں معلوم کہ میری حقیقت تو صرف گوشت و پوست سے
اس زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اور گوشت و پوست خود یہ حرکت نہیں کر سکتا۔
مجھ سے تو یہ کام قوت اور قدرت نے لیا ہے۔ وہ بزرگ قدرت
کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ واہ رے قدرت صاحب یہ بھی
کوئی قدرت ہے جسے تو نے ہاتھ پر آزمایا اور اس جیسے خار بر
دوسرے کا ہاتھ بھڑوایا قدرت نے جواب دیا کہ میں بالکل مجبور و
مقہور ہوں اور ارادے کے تابع ہوں۔ ارادہ جو چاہتا ہے مجھ سے
کراتا ہے آپکو جو پوچھنا ہو ارادے سے پوچھئے۔ وہ بزرگ ارادے
کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ارادے مجھے یہ بالکل امید نہ تھی کہ
تجھ جیسے سے اس جیسی حرکت وجود میں آئیگی یہ بھلا تیرا کیا کارنامہ ہے
کہ اس کام پر تو نے قدرت کو ابھار دیا ارادہ نے کہا کہ حضرت شاید آپکو اسکا علم نہیں
کہ جبتک مجھے علم و عقل حکم نہیں دیتے ہیں اپنے سے کوئی کام نہیں کرتا یہ سنکر وہ
بزرگ عقل و علم کے پاس تشریف لیگئے اور ان سے کہا کہ اے عقل و علم تم دونوں
سے تو ہر قسم کی خیر اور بھلائی ہی کی توقع کیجاتی ہے یہ تم دونوں نے کیا کہ
ارادہ کو ایسے کام کا حکم دیا۔ عقل و علم نے کہا کہ جناب من شاید آپ اس راز سے واقف نہیں ہیں
کہ علم و عقل کا محل قلب ہے جبتک قلب کا حکم نہیں ہوتا ہم لوگوں سے کوئی کام وجود میں
نہیں آتا چنانچہ وہ بزرگ قلب کے پاس پہنچے اور اس سے کہا اے دل تو تو سارے اعضا کا رئیس
اور جملہ جوارح کا بادشاہ ہے اور بادشاہ سے اس جیسی حرکت کی توقع نہیں کیجا سکتی پھر آخر
یہ کیا قصہ ہے کہ تو نے علم و عقل کو اس پر آمادہ کیا دل نے کہا اے نیکبخت انسان تو اتنا بھی نہیں
جانتا کہ مقلب القلوب کوئی اور ذات ہے جو سب سے بالا و برتر ہے اے بخششی دیکھ
تجھکو بخشنے والے خدا نے محض اپنے فضل و کرم سے بولنے والی زبان عطا فرمائی
پھر اسنے اپنے اس کرم پر مزید صد کرم یہ فرمایا کہ اسکو حال کی زبان سے بھی نوازا
(یعنی زبان حال سے کلام کرنا اور لسان حال سے کہے ہوئے کلام کو سمجھنے کی استعداد عطا فرمائی)

سلک سیزدہم

بباید دانست سالک تا راہِ معرفت
سلوک میدارد او امید دار
کمالیت است۔ و در اصطلاح
علم سلوک یکے را سالک خوانند و
دوم را واقف و سوم را راجع
سالک آنست کہ این راہ را
بر سبیل استمرار طے کند۔ اگر درین کار
اندک وقفہ روی دہد او را واقف
خوانند۔ اگر زود آنرا تدارک نکند و
آن وقفہ را بانابت مقرون نگرداند
بیم آن باشد کہ راجع گردد۔ و لغزش
این راہ بر ہفت نوع است
یکے را اعراض خوانند دوم را حجاب
و سوم را تفاصل و چہارم را سلب مزید
و پنجم را سلب قدیم و ششم را
تسلی و ہفتم را عداوت و صورت این
چناں باشد کہ عاشق و معشوق باشند
مستغرق بجہت یک دیگر درین درمیان
اگر از عاشق چیزے در وجود آید کہ آن
ناپسندیدۂ معشوق بود معشوق ازو
اعراض کند اگر عاشق زود بمعذرت

سلک ۱۳

جاننا چاہیئے کہ سالک جب تک معرفت کی راہ پر چلتا رہے
اسکو کامیابی اور کمال تک پہنچنے کی امید رکھنی چاہیئے۔ چنانچہ
سلوک کی اصطلاح میں ایک سالک ہوتا ہے ایک واقف
اور ایک راجع۔ سالک اسے کہتے ہیں جو راہِ طریق کو بطورِ دوام
اور استمرار کے مسلسل طے کرے اور اگر اس سلسلہ
میں تھوڑا سا بھی وقفہ ہوگیا تو اسکو واقف کہتے ہیں۔ اب
اسکے بعد اگر جلد ہی اسکی تلافی کرلی یعنی اپنے اس
وقفہ کو انابت حق کے ساتھ مقرون نہ کرلیا تو اندیشہ اسکا
ہے کہ یہ شخص راجع یعنی واپس ہونے والا نہ ہوجائے
طریق میں لغزش کی سات قسمیں ہیں۔ ایک کا
نام اعراض دوسرے کا حجاب تیسرے کو تفاصل
کہتے ہیں اور چوتھے کو سلب مزید اور پانچویں کو
سلب قدیم چھٹی قسم کا نام تسلی اور ساتویں کا
عداوت ہے۔ صورت اسکی یہ ہوتی ہے کہ عاشق و
معشوق دونوں ایک ہی چیز میں مستغرق رہتے ہیں اسی
درمیان میں عاشق سے کوئی ایسی چیز سرزد ہوجاتی
ہے جو کہ معشوق کو ناپسند ہوتی ہے تو معشوق کو اس
سے فی الجملہ تکدر اور ایک اعراض سا پیدا
ہوجاتا ہے۔ اب اگر عاشق نے جلد ہی اسکی
تلافی کرلی اور معشوق سے معذرت چاہ لی تو وہ
تھوڑا سا اعراض جو معشوق کو ہوا تھا ختم ہوکر محبت

مشغول شد آن اندک اعراض کہ از معشوق
بوده باشد ناچیز گردد و کار محبت بر
قاعدهٔ اصلی باز رود و اگر عاشق
بر آن خطا اصرار کند آن اعراض بحجاب
کشد و اگر از آن هم مستغفر نشود آن حجاب
بہ تفاصل کشد اگر از آن هم مستغفر
نشود آن تفاصل یعنی آن جدائی
بسلب مزید کشد یعنی مزیدے کہ او
را بوده باشد از ذوق طاعت و عبادت
آن را از و باز ستانند۔ اگر هنوز مستغفر
نشود آن سلب مزید بہ سلب قدیم
کشد یعنی راحتے و طاعتے کہ او را پیش
از مزید بوده باشد آن هم از و باز ستانند
و اگر هنوز مستغفر نشود قدیم بہ تسلی کشد و
تسلی آن باشد کہ معشوق را بر جدائی
عاشق دل قرار گیرد و اگر زین هم مستغفر
نشود تسلی بعداوت کشد یعنی از هم
محبت بعداوت بدل گردد و نعوذ باللہ
منہا۔ قطعہ

نخشبی دوستی عجب کاریست
سر تسلیم هم جدل گردد
سر مو گر فرو گذاشت کنی
همہ در دشمنی بدل گردد

کا طور قدیم دستور پر جاری ہو جاتا ہے اور اگر
عاشق نے اس معمولی خطا پر بھی اصرار کیا تو وہ اعراض
حجاب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور اگر اس نے
اس سے بھی معافی نہ چاہی تو یہی حجاب تفاصل
کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔ اور اگر اب بھی اس نے
کوئی تلافی نہ کی تو وہ تفاصل یعنی جدائی سلب مزید
کی صورت اختیار کر لیتی ہے یعنی بُعد کی ایسی
زیادتی ہو جاتی ہے کہ طاعت و عبادت کا جو ذوق
اس کو حاصل ہوا تھا اس سے اسکو سلب کر لیتے
ہیں اور اگر اب بھی اسکو تنبہ نہ ہوا اور اس نے اپنی
اس بدحالی سے توبہ و استغفار نہ کیا تو وہ سلب مزید
سلب قدیم کی شکل اختیار کر لیتا ہے یعنی اس مزید سے
پہلے جو طاعت و راحت اسے حاصل تھی اس کو
اس سے چھین لیتے ہیں۔ اور اگر کہیں بدنصیبی سے
اب بھی اسے استغفار و توبہ کی توفیق نہ ہوئی تو یہ سلب قدیم
تسلی کے درجہ پر پہونچ جاتا ہے اور تسلی یہ ہے کہ معشوق کو عاشق
کی جدائی پر صبر آ جائے یہ نہایت سخت مقام ہے اور اگر اس درجہ
میں بھی استغفار کی توفیق نہوئی تو یہ تسلی اسکو عداوت تک پہنچا دیتی
ہے یعنی اسکی محبت مبدل بہ عداوت ہو جاتی ہے۔ و نعوذ باللہ منہا

اے نخشبی عشق و محبت کا بھی عجب کاروبار ہے سر تسلیم
ہمیں کبھی سراپا دشمنی بن جاتی ہے۔ اگر اسکے آداب میں
سر مو بھی تم فرو گذاشت کروگے تو پھر یاد رکھو تمام تر
دوستی مبدل بہ عداوت ہو جائے گی۔

سلک چہاردہم

باید دانست کہ ہرچہ از آدمی
برخرق عادت اصلی ظاہر گردد ائمہ
ایں علم آں را چہار مرتبہ نہادہ اند۔
مرتبہ اول را معجزہ گویند۔ مرتبۂ دوم
را کرامت، مرتبہ سوم را معونت و
مرتبہ چہارم را استدراج۔ و
معجزہ حق انبیاء است کہ ایشاں را
ہم علم کامل باشد و ہم عمل۔ و کرامت
اولیاء را باشد کہ ایشاں را نیز علم و
عمل کامل باشد۔ و معونت آنست
کہ بعضے مجانین باشد کہ ایشاں را نہ
علم باشد و نہ عمل گاہ گاہ از ایشاں ہم
برخرق عادت چیزے در وجود آید۔
و استدراج آنست کہ طایفہ باشند
کہ ایشاں را اصلا ایمان نباشد اما
ہم وقتے چیزے برخلاف قاعدہ اصلی
دیدہ شود، چنانچہ سحر و غیر آں۔
عزیز من: جز صاحب استدراج ہر کہ
ترا نظر افتد او را بہتر از خویش تصور باید
کرد اگر ناظر مطیع باشد و منظور عاصی بود
زیرا کہ تواند بود کہ آں طاعت ناظر آخرین

سلک نمبر ۱۴

جاننا چاہیئے کہ جو کچھ آدمی سے بطور خرق عادت کے
ظاہر ہو اس فن کے علماء نے اسکی چار قسمیں قرار دی
ہیں۔ ایک کا نام معجزہ دوسری کا کرامت
تیسری کا معونت اور چوتھی قسم کا نام استدراج
ہے۔ چنانچہ معجزہ انبیاء علیہ السلام کے ساتھ
مخصوص ہے کہ ان حضرات کا علم بھی کامل ہوتا ہے
اور عمل بھی۔ اور کرامت اولیاء کے ساتھ
مخصوص ہے کہ ان حضرات کا علم و عمل بھی فی الجملہ
کامل ہی ہوتا ہے۔ اور معونت وہ ہے جو کہ بعض
مجاذیب و مجانین سے بطور خرق عادت
کے ظاہر ہوتا ہے حالانکہ نہ انکو علم ہوتا ہے نہ
عمل۔ اور استدراج وہ ہے جو ایسے گروہ
سے جن میں اصلا ایمان نہیں ہوتا کبھی کبھی کوئی
چیز اپنے اصلی قاعدہ اور عادت کیخلاف
مثل سحر وغیرہ کے صادر ہوتی ہے۔
عزیزمن! علاوہ صاحب استدراج
کے جس پر تمہاری نظر پڑے اسکو اپنے
سے بہتر سمجھنا چاہیئے اگرچہ ناظر (دیکھنے والا)
مطیع ہو اور منظور الیہ (یعنی جس کو دیکھا جائے)
عاصی ہو۔ اس لئے کہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ
ہو سکتا ہے کہ ناظر کی یہ طاعت آخری طاعت

طاعتہا باشد و معصیت منظور آخر ہمہ
معصیتہا بود ۔ بشنو بشنو! خواجہ
حسن بصری میگوید تا من بیاد خود آدم
ہر ہر کہ چشم من افتاد اورا بہتر از خود دانستم
مگر یک روز خود را بہتر از یکے دانستم
در حال الزام از و بخوردم و آنچناں بود
کہ روزے حبشی را دیدم بر لب آبے
نشستہ و قرابہ پیش خود نہادہ و زنے
پہلوئے خود نشاندہ ہر بار از قرابہ
چیزے می کشید و تجرع می کرد در خاطر
من بگذشت اگر ہمہ عالم از من بہتر است
من باری ازیں حبشی بہترام کہ ہرگز
بدیں طریق نشستہ ام کہ قرابہ پیش و
عورات بہ پہلوئے ہم ۔ بدیں میاں
کشتی در دریا غرق شدن گرفت و
دراں کشتی ہفت کس بودہ اند آں حبشی بر فور
خود را در آب انداخت و شش کس را
ازاں غرقاب بکشید و روئے سوئے
من کرد و گفت اے حسن! شش کس
را من کشیدم اگر تو از من بہتری آن
یکے را تو بکش ۔ قطعہ ؎

نخشبی ہیچ نیست خود بینی
از دواہا برونست علت آں

ہو اور منظور کی وہ معصیت آخری معصیت
ہو ۔ سنو سنو! خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں
کہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے جس شخص کو بھی میں نے
دیکھا اس کو اپنے سے بہتر جانا لیکن ایک
دن ایک شخص سے میں نے اپنے آپ کو
بہتر سمجھ لیا اسی وقت فوراً اسکی جانب سے
مسکت جواب مل گیا۔ ہوا یہ کہ ایک وقت ایک حبشی
کو میں نے دیکھا کہ دریا کے کنارے بیٹھا ہوا تھا
اور جام و سبو سامنے رکھے ہوئے تھا اور ایک
عورت اسکے بغل میں بیٹھی ہوئی تھی۔ تھوڑی تھوڑی
دیر بعد اس برتن سے کوئی چیز انڈیل کر پی لیتا مجھے
خیال گذرا کہ بھائی میں تمام دنیا سے بُرا سہی مگر
اس حبشی سے تو اچھا ہی ہوں کہ کھلم کھلا اس بیحیائی
سے تو نہیں بیٹھا ہوں کہ سامنے جام رکھا ہو اور پہلو
میں محبوبہ ہو۔ ابھی یہ خیال کر ہی رہا تھا کہ دریا میں ایک
کشتی ڈوبنے لگی جسمیں سات آدمی بیٹھے ہوئے تھے
وہ حبشی فوراً دریا میں کودا اور اسمیں سے چھ ڈوبنے
والوں کو باہر نکال لیا، اور میری جانب رخ کرکے
کہا کہ اے حسن! چھ آدمیوں کو تو میں نے نکالا اگر
تم مجھ سے بہتر ہو تو اس ایک ہی کو نکالو ۔

قطعہ

" اے نخشبی خود بینی جس کے اندر موجود ہو وہ کچھ
بھی نہیں ہے اور یہ بیماری ایسی ہے جو کہ علاج اور دواسے

ہر کہ در خود بدید در ساعت
خورد از دست ہر کسے لت آں

بالاتر ہے جس شخص نے کسی وقت اپنے میں نظر کی تو
اسی وقت ہر شخص کے ہاتھ سے لات کھائیگا یعنی ہر شخص اسکو ملامت کریگا

سلک پانزدہم

بباید دانست کہ یکے نفس از
آدمی شہوانی ست سیرِ اینہا فی ملکوت الفنا
و روح نورانی ست و سیر انہا فی
ملکوت البقا و قلب ربانی ست و
سیر انہا فی ملکوت اللقا۔ نفس مرید
دنیا باشد و ہمہ میل او بدو و روح
مرید عقبیٰ باشد و ہمہ میل او بدو و
قلب مرید مولیٰ باشد و ہمہ میل او بدو
بشنو بشنو! بزرگے میگوید چون
من خواستم ترک دنیا گیرم و دست
در جبل متین آخرت زنم و بخداوند
تعالیٰ بازگردم نفس و روح و قلب
خود را حاضر گردانیدم، اول با نفس
آغاز کردم اے نفس من میخواہم کہ ترکِ
دنیا و لذت او گیرم و بخداوند تعالےٰ
بازگردم ہیچ توانی کہ با من دریں اندیشہ
مساعدت کنی نفس گفت نتوانم، گفتم
از چہ سبب؟ گفت حضرت صمدیت

سلک ۱۵ (نورِ معرفت کا محل قلب ہے)

جاننا چاہیئے کہ انسان کے اندر تین چیزیں ہیں
نفس۔ روح اور قلب۔ انمیں سے انسان کا نفس تو
شہوانی ہے ملکوت فنا اسکی جولانگاہ ہے اور روح نورانی
ہے ملکوت بقا اسکی جائے سیر ہے۔ اور قلب ربانی ہے
ملکوت بقا اسکی تفریح گاہ ہے۔ انمیں سے نفس تو طالب
دنیا ہے اور اسکا تمام ترمیلان دنیا ہی کی جانب ہے
اور روح طالب عقبیٰ ہے اسی کی جانب اسکا رجحان ہے
اور قلب طالب مولیٰ ہے وہی اسکا مطلوب ہے۔
سنو سنو! ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب میں نے
دنیا کو ترک کرنا چاہا اور یہ چاہا کہ آخرت کی حبل متیں
کو پکڑوں اور حق تعالی کیطرف لوٹوں تو میں نے اپنے
نفس و روح اور قلب کو بلایا اور نفس سے کلام کو شروع
کیا اور اس سے کہا کہ اے نفس میں ارادہ کر رہا ہوں کہ
دنیا اور اسکی لذات کو ترک کروں اور اپنے مالک
و مولیٰ تعالیٰ کی جانب واپس لوٹوں، کیا تو میرے اس
ارادے میں میری کچھ مدد کر سکتا ہے؟ نفس نے کہا بالکل
نہیں، میں نے پوچھا کیا وجہ؟ کہا حق تعالےٰ نے مجھے
اجزا ارضی سے پیدا کیا ہے اور لذّات دنیا دی

مرا از اجزاے ارضی آفریدہ مرا از لذت
دنیاوی چارہ نباشد من بے نعیم او نتوانم
بود. بقا و نابقا ر لذا تہا و فقدا نہا
بفقدان نعیمہا. چوں از نفس ایں سخن
بشنیدم روئے بہ روح آوردم
وگفتم اے روح من میخواہم کہ بخداوند
تعالیٰ باز گردم امانہ بامید نعیم بہشت
بلکہ خاص از براے خداوند تعالے او
تقدس ہیچ توانے کہ تو با من دریں کار یار
یار شوی. گفت، نتوانم. گفتم چہ سبب؟
گفت خداوند تعالیٰ مرا از براے آخرت
آفریدہ است. مرا از لذت آنجہانے
چارہ نباشد و من بے نعیم بہشت نتوانم
چوں دیدم کہ نفس و روح ہر دو آغشتہ
حرص و آلودہ غرض اند میل بہ دل کردم
وگفتم اے دل! ملک ابدان توئی و
محل ایقان توئی آن صلحت صلحت الاعضا
کلہا و آن فسدت فسدت الاعضاء کلہا
نفس مرا طاعت از براے لذت دنیا
می فرماید و روح از براے نعیم بہشت
و من می خواہم کہ خداے تعالیٰ را بخدا
می پرستم نہ از براے لذات دنیا و نہ از
براے نعیم عقبیٰ. ہیچ توانی کہ تو با من

میری غذا ہے۔ لہٰذا میں تو بغیر دنیاوی نعمتوں کے
استعمال کے زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ ہماری بقا
اور ہمارا فقدان لذات دنیوی کی بقا اور فقدان سے وابستہ
ہے۔ جب نفس سے میں نے یہ بات سنی تو میں نے اپنا
روئے سخن روح کی جانب پھیرا اور اس سے کہا اے
روح! میری خواہش ہے کہ میں حق تعالیٰ کی جانب
لوٹوں کچھ جنت کی نعمتوں کے لالچ سے نہیں۔ بلکہ محض
حق تعالیٰ کے لئے کیا تو یہ کر سکتی ہے کہ اس مقصد
کے حصول میں میری یار و مددگار بنے؟ اس نے کہا نہیں
میں یہ کام تو نہیں کر سکتی۔ میں نے کہا آخر کیا وجہ؟ اس نے
کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھکو آخرت کے لئے پیدا کیا ہے
لہٰذا وہاں کی لذت سے مجھے صبر نہیں اور میں بدون
نعیم بہشت کے زندہ ہی نہیں رہ سکتی۔ جب میں نے
یہ دیکھا کہ نفس اور روح یہ دونوں آلودہ غرض اور
حرص میں لت پت ہیں تو میں نے دل کی جانب رخ
کیا اور اس سے کہا کہ اے دل تو جسموں کا بادشاہ
ہے ایمان وایقان کا محل ہے اور تو ہی وہ ہے
جسکے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
کہ اگر یہ درست ہو جائے تو تمام اعضاء درست ہو جائیں اور
اگر یہ فاسد ہو جائے تو سارے اعضا فاسد ہو جائیں۔ تجھ سے مجھے ایک
بات کہنی ہے وہ یہ کہ نفس تو مجھ سے خدا کی عبادت دنیوی لذات
کے حصول کیلئے کرانا چاہتا اور روح یہ کہتی ہے کہ خدا کی طاعت جنت کی
نعمتوں کے لئے کرو اور میں یہ چاہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی عبادت محض

یارشوی. دل گفت بالرأس و العین
قبل خلقنا اللہ تعالیٰ الا لہذا و ہل امرنا
الا بہذا ۔ آں بزرگ می گوید چوں
مرا دل' دل داد از قوت موافقت
و مرافقت او ہر دو عالم در دست
من آمد۔ عزیز من! نور معرفت
در مشعلۂ دل نہادہ اند. اگر روشنائی
دل نباشد. نفس و روح چوں کوراں
بے عصا کش روزے ہزار بار در
چاہ ضلالت افتادہ باشد قطعہ ؎

نخشبی نور دل قوی نوریست
شود از دل خراب آبادی
تن و جاں ماندہ بد بتاریکی
شمع دل نور گر نمی دادی

حق تعالیٰ کی رضا کے لئے کردو نہ دنیاوی لذت اس سے مقصود ہو
اور نہ آخرت کی نعمت اسکی غرض ہو. کیا تو یہ کرسکتا ہے کہ اس مقصد میں
میرا ساتھ دے. دل نے کہا آپکی بات سر آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے
تو مجھے اسی کیلئے پیدا ہی کیا ہے اور اسی کا مجھے حکم دیا ہے. وہ بزرگ
فرماتے ہیں کہ جب دل نے میرے ساتھ دلی موافقت کی تو اسکی موافقت
اور رفاقت کی قوت سے ایسا معلوم ہوا کہ دونوں جہاں میرے ہاتھ آگئے ہیں
عزیز من! حق تعالیٰ نے معرفت کا نور دل ہی کی مشعل میں رکھا ہے
اگر قلب کی روشنی نہو تو یہ نفس و روح بیچارے ان اندھوں کیطرح
جنکا کوئی لاٹھی پکڑنیوالا نہو ایکدن میں ہزار بار قعر مذلت میں گرتے
رہا کریں ؎

"اے نخشبی قلب کا نور ایک زبردست نور ہے. دل ہی
کے منور ہونے کی وجہ سے ویرانہ آبادی بنجاتا ہے. تن اور
جان سب تاریکی ہی میں پڑے رہتے دل کی شمع اگر
انہیں نور نہ بخشتی۔

سلک شانزدہم

معلوم عالمیاں و مفہوم آدمیاں
باد کہ آدمی را در ناز و غنا ہیچ مقری بہتر
از شکر نیست و در نیاز و عنا ہیچ مقری
خوشتر از دعا نہ ۔ دعا را آں درجہ است
کہ ہیچ عبادتے را نیست' بنا بر آنکہ
بعضے از عبادت وظیفۂ روز است

سلک نمبر ۱۶ (دعاء)

اہل زمانہ پر یہ امر مخفی نہ رہے کہ انسان کے لئے غنا اور
ناز کی حالت میں کوئی مقام شکر سے بڑھکر نہیں ہے اور نیاز و
عنا (مشقت اور تنگی) کی حالت میں کوئی جائے پناہ دعا سے بہتر
نہیں ہے. دعا کا وہ مرتبہ ہے کہ ویسا کسی عبادت کا بھی نہیں
اسلئے کہ بعض عبادتیں ایسی ہیں جو دن کا وظیفہ ہیں جیسے دن
کی فرض نمازیں اور بعض وظیفے ایسے ہیں جو رات سے متعلق

چنانکہ نماز فرض ۔ و بعضے وظیفۂ شب
است چنانچہ نماز شبینہ کہ فرض اند و
و بعضے وظیفۂ ہفتہ است چنانچہ نماز
آدینہ۔ و بعضے وظیفۂ ماہ ست چنانچہ
روزۂ ماہ رمضان۔ و بعضے وظیفۂ سال
است چنانچہ زکواۃ و بعضے وظیفۂ عمر است
چنانچہ حج۔ اما دعا چیز است کہ از ملوث
و پاک و محترز و بے باک در صبح و شام
از خواجہ و غلام جائز است۔ چنیں گویند
ہر کہ خداوند تعالیٰ و تقدس بہر نامے کہ
براند بہ نیاز تمام بخواند او را اجابت کند
بشنو بشنو! وقتے شخصے نزدیک
سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی
رفتہ قدس اللہ سرہ و گفت اے خواجہ
نام بزرگ خداوند کدام است؟ خواجہ
گفت، اے خواجہ! خداوند تعالیٰ و
تقدس را نام خورد کدام است؟
ہمہ نامہاء خداوند بزرگ است۔ اما
راہ گذر دعا پاک می باید کہ ان اللہ تعالیٰ
لا یقبل الدعا من قلب غافل لاہ و قیل
الداعی بلا عمل کالقوس بلا وتر۔ سہ دعا است
کہ ہرگز رد نمی شود دعاء والدین و دعا
مسافر و دعا مظلوم۔

ہیں جیسے رات کی فرض نمازیں۔ بعض عبادتیں ہفتہ وار
ہیں جیسے جمعہ کی نماز۔ بعض عبادت ایک مہینہ کی ہوتی ہے
جیسے ماہ رمضان کا روزہ۔ بعض عبادت سالانہ وظیفہ
ہے جیسے زکواۃ۔ اور بعضی عبادت عمر بھر کا وظیفہ
ہے یعنی ساری عمر میں ایک ہی بار فرض ہوتی ہے
جیسے حج بیت اللہ۔ لیکن دعا ایسی چیز ہے جو ہر شخص
سے متعلق ہے۔ اور اسکا کوئی وقت بھی مقرر نہیں
ہے۔ جس طرح طاہر انسان دعا کر سکتا ہے اسی طرح
نجاست سے ملوث شخص بھی دعا کر سکتا ہے اور
جس طرح سے کوئی نیک اور محتاط شخص دعا کر سکتا ہے اسی طرح
سے ایک فاسق اور بیباک بھی دعا کر سکتا ہے۔ صبح کے وقت بھی دعا
کیجا سکتی ہے اور شام کے وقت بھی۔ آقا بھی دعا کر سکتا ہے اور غلام بھی
علماء بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو جس نام سے بھی جانتا ہو اگر نیاز تام
کے ساتھ اسے پکاریگا تو حق تعالیٰ اسکی ضرور اجابت فرمائیں گے۔
سنو سنو! ایکدفعہ ایک شخص سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید بسطامی
کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے خواجہ حق تعالیٰ کا سب سے بڑا
نام کونسا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اے میرے بھائی اللہ تعالیٰ کا کونسا
نام چھوٹا ہے اسکے تو سب ہی نام بڑے ہیں۔ لیکن دعا کا راستہ
صاف ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ قلب غافل اور ادھر ادھر مشغول
ہونے والے قلب سے کی ہوئی دعا نہیں قبول فرماتے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے
کہ بدون عمل کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ایسا ہے جیسے بلا تانت کے کمان
استعمال کرنا۔ تین دعائیں ہیں جو کبھی رد نہیں کیجاتیں۔ والدین
کی دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔

ہیچ نیم شبے نباشد کہ از آسمان این
ندا نیاید ہل من داع فیستجاب لہ
وہل من مستغفر فیغفر لہ، وہل
من سائل فیعطے سالہ حتی تطلع الشمس
و دعا پیش از نزول بلا باید چون نازل شد
دعا دفع نتواند کرد چنیں گویند وقتے
بلا معظمے در حد نیشاپور در رسید بادشاہ
بر درویشے کسے را فرستادہ کہ دعائے
بکن. گفت بلا نازل شد اکنوں وقت
دعا نیست اکنوں وقت رضا است
اللہم انی اعوذبک من علم لا ینفع وقلب
لا یخشع ونفس لا تشبع ودعاء لا یسمع

قطعہ

نخشبی در دعا مکن اہمال
از دعا ملتمس دادہ شود
ہر درے را کہ آسمان بندد
بکلید دعا کشادہ شود

ہر روز بوقت شب آسمان سے یہ ندا کیجاتی ہے
کہ ہے کوئی دعا مانگنے والا کہ اسکی دعا قبول کیجائے
اور ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا تاکہ اسکی
مغفرت کردی جائے اور ہے کوئی حاجت کا طلب
کرنیوالا کہ اسکی حاجت روائی کردی جائے ایسطرح سے
برابر یہ ندا طلوع شمس تک دیجاتی ہے اور دعا کا ایک ادب ہے
کہ بلا و مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے کرنی چاہئے کیونکہ جب بلا
نازل ہوجاتی ہے تو دعا سے دفع نہیں ہوتی۔ بیان کرتے ہیں کہ
ایک مرتبہ نیشاپور کے اطراف میں ایک بادشاہ کو کوئی مصیبت پہونچی بادشاہ
نے اس زمانہ کے درویش کے پاس کسی کے ذریعہ درخواست کی
کہ حضرت دعا فرمائیے فلاں مصیبت سے دوچار ہوں انھوں نے فرمایا کہ اب جبکہ
بلا نازل ہوچکی ہے تو دعا کا وقت نہیں ہے بلکہ یہ وقت رضا کا ہے۔ اے
اللہ میں آپکی پناہ چاہتا ہوں علم غیر نافع سے قلب غیر خاشع سے اور اس
نفس سے جو سیر نہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو۔
اے نخشبی دعا کرنے میں سستی اور ڈھیل سے کام نہ لینا دعا کے
ذریعہ مطلوب پایا جاتا ہے جس دروازہ کو آسمان بند کردے دعا
کی کنجی سے وہ فوراً کھل جاتا ہے۔

سلک ہفتدہم

اہل بصیرت کہ بدیدہ باطن
آن بینند کہ اہل بصر بچشم ظاہر ہرگز
آں نہ خواہد دید۔ چنیں گویند اگر

سلک نمبر ۱۷ (اللہ والوں کی بات میں چوں و چرا مت کرو)

اہل بصیرت اپنے باطن کی آنکھ سے ایسی چیزوں کو
دیکھ لیتے ہیں کہ اہل بصر اپنی ظاہری آنکھ سے انھیں نہیں دیکھ سکتے
بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی مرید یا متعلم اپنے استاد اور پیر سے

مرید ویا متعلم از استاد ویا از پیر سخنے
شنود کہ باطن او بآں معما سا تحت
نکند باید کہ بزبان اعتراض نکشاید
ولا ادری ولا نسلم نگوید۔ باشد کہ
رشتۂ صلاح دین و دنیا وی او بداں
سخن متعلق باشد۔ عسیٰ ان تکرہوا
شیئًا وہو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیًا
وہو شر لکم۔ بشنو بشنو: در قبیلہ
از قبائل عرب زاہدے بود کہ خلق
در حوادث و وقائع رجوع بدو کردندے
و سکون و سکوت خود بمواعظ و نصائح
او دیدندے اتفاقاً شبے سگانِ
آن قبیلہ ہمہ بمردند بامداد اہل آن
قبیلہ بران زاہد رفتند و حال بازنمودند
زاہد گفت باشد کہ صلاح شما در مردن
ایشاں باشد۔ شب دیگر ہمہ مرغاں
بمردند۔ بر زاہد رفتند و حال بازنمودند
زاہد گفت باشد کہ صلاح شما در
مردنِ ایشاں باشد۔ قوم گفتند
کہ سگاں پاسبانانِ ما بودند و مرغاں
موذنانِ ما را در مردن ایشاں چہ
صلاح باشد؟ زاہد گفت باشد کہ
عالم السر والخفیات تعالیٰ وتقدس لہا

ایسی کوئی بات سنے جو اسکی سمجھ میں نہ آسکے اور وہ ایک
لاینحل معمہ معلوم ہو تب بھی اِس پر لازم ہے کہ اُس پر زبان
سے اعتراض نکرے اور یہ نہ کہے کہ یہ بات میری سمجھ میں
نہیں آتی یا یہ کہ میں اسے تسلیم نہیں کرتا شاید کہ اسکے دین و
دنیا کی صلاح کا رشتہ اسی بات سے متعلق ہو۔ حق تعالےٰ
ارشاد فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو مکروہ سمجھو اور ناپسند کرو اور وہ تمہارے
لئے مفید ہو اور تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے مضر اور نقصان دہ ہو۔
سنو سنو! عرب کے ایک قبیلہ میں ایک زاہد رہتے تھے
کہ مخلوق اپنے حالات و معاملات میں انھیں کی جانب رجوع
ہوتی تھی اور انکے پند و نصیحت سے اپنے تئیں سکون و
اطمینان حاصل کرتی تھی۔ اتفاقاً ایک مرتبہ رات کے وقت
اس قبیلہ کے تمام کتے مر گئے صبح ہوئی تو قبیلہ کے لوگ اس
زاہد کے پاس گئے اور صورتِ حال اس سے بیان کی اس نے
کہا کہ شاید تمھاری صلاح و فلاح انکے مرنے ہی میں رہی ہوگی
دوسری شب انکے سب مرغ مر گئے صبح کو سب دوڑے
ہوئے پھر زاہد کے پاس گئے اور آج کی رات کا واقعہ
بیان کیا انھوں نے فرمایا کہ تمھاری بھلائی ان کے مرنے
ہی میں رہی ہوگی بستی کے لوگوں نے کہا کہ حضرت بظاہر تو ہمارا
سراسر نقصان ہی نظر آرہا ہے کتے ہمارے چوکیدار تھے مرغ
ہمارے مؤذن تھے۔ ان سب کے مرنے میں ہمارا بھلا فائدہ
کیا ہے؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ بھائی اللہ تعالیٰ خفی اور پوشیدہ
چیزوں کا جاننے والا ہے ہو سکتا ہے کہ اسمیں کوئی ایسی مصلحت
ہو جو ہم سے مخفی ہو اور ہماری عقل کی رسائی وہاں تک

دریں سرے است خفی باشد کہ
عقول ابداں نمی رسد۔ شب دیگر
ہرچند خواستند آتش افروزند ہیچ
آتش زبانہ آتش بروں نیامد دریں
اندیشۂ آتش در سراپشاں افتاد کہ ایں
چہ بلاست کہ بر ما می رسد روز دیگر
مقرر شد کہ آں شب لشکر خصم در
نواحی آں قبیلہ تاختہ بودند و جملہ
ولایت یغما کردہ چوں نزدیک
آں قبیلہ رفتند روشنائی ندیدند و
آواز مرغ و بانگ سگ نشنیدند
گماں بردند کہ ایں قبیلہ خراب است
آں مرداں خلاص یافتند و سخن زاہد
کہ ہر بار می گفت کہ صلاح شما دریں
است ہمہ راست فعل الحکیم لا یخلو
عن الحکمۃ۔ قطعہ ؎

نخشبی گفت ہر کسے مشنو
ہرچہ درویش گفت حکم ہمانست
مخبرے راستی ہمی خواہی
بتمامی زبانِ اہل دلانست

نہ ہوتی ہو۔ پھر اگلی رات یہ واقعہ پیش آیا کہ جو شخص بھی آگ
جلانا چاہتا تھا تو کسی کی آگ ہی نہیں جلتی تھی یہ منظر دیکھکر
اور اس سے پریشان ہوکر ان سب کے سر میں آگ لگ گئی
کہ یہ ہمارے اوپر کونسی مصیبت آئی (کہ رات بھر نہ کسی کے
گھر چولھا جلا نہ چراغ) لیکن جب صبح ہوئی تو پتہ چلا کہ آج کی
شب اطراف کے دشمنوں کا لشکر اسی نواح میں آیا تھا اور
دوسری بستیوں پر تو شب خون مارا اور سب کا مال لوٹ لیا
لیکن جب اس بستی کے پاس آئے تو یہاں نہ کوئی روشنی ہی
نظر آئی اور نہ مرغ کے بولنے اور یا کتے کے بھونکنے کی آواز
ہی سنائی دی اسلئے یہ سمجھکر کہ یہاں جو بستی تھی شاید اب
ویران ہوگئی ہے واپس چلے گئے اور بستی والے
اس طور سے اس کے حملے سے نجات پاگئے اور اب
انکی سمجھ میں آگیا کہ وہ بزرگ جو ہر بار یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو
کچھ بھی پیش آتا ہے اس میں تمھاری فلاح ہے بالکل
صحیح ہے۔ عاقل اور حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں
ہوا کرتا ؎

" اے نخشبی ہر شخص کی بات پر کان نہ دھرنا بس
جو کچھ درویش کہے ماننے کی بات وہی ہے۔ ایسا
خبر دینے والا جو سچا ہو اگر تم چاہتے ہو تو وہ اس
دنیا میں صرف اہل دل حضرات ہیں۔

سلک ہیژدہم

بباید دانست کہ خلق برچہار

سلک نمبر ۱۸ (انسان کی قسمیں)

جاننا چاہئے کہ مخلوق کی چار قسمیں ہیں ایک وہ کہ جو

نوع اندیکے آنست کہ ہم در دنیا و
وہم در عقبیٰ فراخ روزی است
وہو الغنی الصالح ۔ دوم آنست کہ
ہم در دنیا تنگ روزی است وہم
در عقبیٰ وہو کافر الفقیر۔ سوم آنست
در دنیا فراخ روزی اما در عقبیٰ
تنگ روزی است وہو کافر الغنی
چہارم آں کہ در دنیا تنگ روزی و
در عقبیٰ فراخ روزی است وہو
المومن الفقیر۔ دیگر بداں کہ یکے صورۃً
ومعنے دنیا ست وآں چیز یست
کہ زائد بر کفاف آنکس باشد دوم
صورۃً ومعنی دنیا نیست آں طاعت
با خلاص است۔ سوم صورۃً دنیا
نیست ومعنی دنیا ست آں طاعتے
است کہ بہ ریا باشد۔ چہارم صورۃً
دنیا ومعنی نہ آں اداے حق حرم
خود ست۔ چوں ایں معلوم شد
اکنوں بداں کہ مرداں چہار صنف اند
صنف اول آنکہ ظاہر ایشاں آراستہ
باشد اما باطن ایشاں خراب آں
متعبداں دنیا دارند۔ صنف دوم
آنکہ باطن ایشاں آراستہ باشد

دنیا میں بھی فراخ روزی ہیں (یعنی خوشحال ہیں) اور آخرت
میں بھی اور یہ غنی صالح ہے۔ دوسرا وہ کہ دنیا میں بھی
تنگ روزی یعنی پریشان حال ہے اور آخرت میں بھی
یہ کافر فقیر ہے۔ تیسرا وہ کہ دنیا میں تنگ روزی ہے
اور آخرت میں تنگ حال یہ کافر غنی ہے۔ اور چوتھا
وہ کہ دنیا میں تنگ روزی والا ہے اور آخرت
میں فراخ روزی والا یہ مومن فقیر ہے — نیز یہ سمجھو
کہ ایک چیز تو صورتاً اور حقیقتاً دونوں اعتبار سے دنیا
ہوتی ہے اور یہ چیز وہ ہے جو اس شخص کی
گذر بسر سے زائد ہو۔ دوسری چیز وہ ہے جو نہ صورتاً
دنیا ہے اور نہ معنیً اور یہ اخلاص کے ساتھ
کی ہوئی طاعت ہے اور تیسری چیز وہ ہے کہ
صورتاً تو دنیا نہیں ہے لیکن معنیً اور حقیقۃً دنیا
ہے اور یہ وہ طاعت ہے جو ریا کے ساتھ
ادا کیجائے اور چوتھی چیز وہ ہے جو صورۃً تو دنیا
ہو اور حقیقۃً دنیا نہ ہو اور یہ اپنے اہل خانہ کا حق
ادا کرنا ہے — جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اب
سمجھو کہ لوگوں کی بھی چار قسمیں ہیں اول یہ کہ انکا ظاہر
آراستہ اور مزین ہوتا ہے اور باطن انکا خراب
ہوتا ہے، اس قسم میں ان عابدوں کا شمار ہے
جو دنیادار ہیں۔ دوسری قسم وہ لوگ جنکا باطن آراستہ
ہے اور ظاہر خراب و پریشان حال اور اس میں
مجانین اور مجاذیب داخل ہیں۔ اور تیسری قسم

وظاہر ایشاں خراب آں مجانین اند۔ صنف سوم آنکہ ظاہر و باطن ایشاں خراب باشد آں عوام خلق اند۔ و صنف چہارم آنکہ ظاہر و باطن ایشاں آراستہ باشد آں مشائخ اند۔ و ایں طایفہ کہ ظاہر و باطن ایشاں معمور است نزدیک ایشاں ظاہر و باطن عالمیاں یکساں باشد یعنی اگر از ایشاں را زیر زمین داری از ہفتم آسماں حکایت کنند و اگر بالائے آسماں بری از زیر ہفتم زمین نشاں دہند۔ بشنو بشنو! وقتے ہاروں رشید درویشے را در حجرہ حبس کرد و دراں حجرہ مسدود گردانید بعد از زمانے گفتند کہ آں درویش در فلاں بوستاں گشت میکند او را بر ہاروں آوردند۔ ہاروں گفت من ادخلک فی البستان قال من اخرجنی من حبسک فقال الہاروں من اخرجک من حبسی قال من ادخلنی فی البستان قطعہ ؎

نخشبی چشم دل عجب چشمے ست
کیست کز بہر آں نکو شیدا ست

ان لوگوں کی ہے جنکا ظاہر و باطن دونوں خراب ہیں اس قسم میں عام مخلوق داخل ہے۔ اور چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جن کے ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہیں یہ اہل مشائخ اور اہل اللہ ہیں اور یہ گروہ جنکے ظاہر و باطن دونوں آباد ہیں ان کے نزدیک اس عالم کا ظاہر و باطن دونوں برابر ہے۔ یعنی اگر ان میں سے کسی کو زمین کے نیچے رکھدو تب بھی یہ ساتویں آسمان کی باتیں بیان کردیں گے اور اگر ساتویں آسمان پر انکو لیجاؤ تو زمین کے ساتویں طبق کی نشاندھی کردیں گے۔ سنو سنو! ایک مرتبہ ہارون رشید نے ایک درویش کو حجرہ میں قید کردیا یعنی حجرہ کے اندر اسکو باندھکر رکھدیا کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے بیان کیا کہ وہ درویش تو فلاں باغ میں تفریح کررہا ہے لوگ اسکو ہارون کے پاس لے آئے ہارون نے اس سے پوچھا کہ تجھے اس باغ میں کون لے گیا؟ فرمایا جس نے مجھے تیری قید سے نکالا۔ پوچھا میری قید سے تجھے کس نے نکالا؟ فرمایا جس نے مجھے باغ میں داخل کیا ؎

"اے نخشبی دل کی آنکھ بھی عجیب
آنکھ ہے! کون شخص ہے (جو اسکی
حقیقت جاننے کے بعد) اسکے حصول کے لئے

حال خود را مپوش ز اہل ضمیر
وہ بریں طایفہ چہ پوشیدہ است

کوشش کرو سے اپنے حال کو اہل باطن سے مت چھپاؤ کہ یہ
گروہ روشن ضمیر ہوتا ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں رہا کرتی۔

سلک نوزدہم

بباید دانست کہ بعضے از مردمان
از حق تعالیٰ دنیا خواہند و بعضے عقبیٰ
و بعضے از وہم او را خواہند و حضرت
صمدیت ایں ہر سہ صنف را در
نامہ لاریب کہ وَلَا رَطْبٍ وَلَا یَابِسٍ
اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ صفت اوست
ذکر کردہ است و ہو قولہ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ
لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ
بِالْخَیْرَاتِ یعنی فمنہم من رجع منی بالدنیا
و منہم من رجع منی بالعقبیٰ و منہم
من ہو لا یرجع منی بالدارین و بکل
ما فیہما بشنو بشنو! وقتی داؤد
علیہ السلام را وحی کردند یا داؤد من
اکتفی بنا عمالنا کنا لہ و ما لنا و من
لم یکتف بنا عمالنا فلسنا لہ و ما لنا
ازی ہر کہ او را یافت آں چیست کہ
نیافت و ہر کہ او را نیافت آں
چیست کہ نیافت اعلموا ان اللہ

سلک نمبر ۱۹ (طلب خدا)

جاننا چاہیئے کہ بعض لوگ تو حق تعالیٰ سے
دنیا چاہتے ہیں اور بعضے عقبیٰ چاہتے ہیں اور بعضے
ایسے ہیں کہ وہ حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ ہی کو
چاہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں جماعتوں
کا ذکر اپنی کتاب میں جسکی شان میں وارد ہے کہ
"نہیں ہے کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز ایسی کہ جسکا
ذکر اس واضح کتاب میں نہ ہو) بھی فرمایا اور وہ یہ کہ
ارشاد فرمایا کہ بعضے لوگ ایسے ہیں جو مجھ سے دنیا لیکر
لوٹے اور بعضے ایسے ہیں جو عقبیٰ لیکر لوٹے اور
بعضے ایسے ہیں جو دارین اور جو کچھ کہ ان میں ہے
اسکو پاکر بھی نہیں لوٹے۔

سنو سنو! ایک دفعہ داؤد علیہ السلام پر وحی آئی کہ اے
داؤد جس نے ہم کو پاکر قناعت کی ان چیزوں سے جو ہمارے
پاس ہیں تو ہم بھی اسکے اور ہماری سب چیزیں بھی اسکی
اور جس نے ہم پر اکتفا نہ کی بلکہ ہماری چیزوں کی خواہش
کی تو نہ ہم اسکے نہ ہماری چیزیں اسکی اور بات بھی یہی
ہے کہ جس نے اسے پایا تو کیا چیز رہ گئی جسے اس نے
نہیں پایا، اور جس نے اسے ہی نہ پایا تو اس نے کیا خاک پایا

تعالیٰ عوضاً من کل شئی ولیس شئی
عوضاً عنه و هوالحاصل فی الدارین
ولیس فیہا حاصل غیرہ ۔ عزیز من!
عیبی باشد بس قوی و حیفی بود بس عظیم
کہ محبوب محب را مخیر کند کہ از من
چیزے بخواہ و محب از محبوب غیر محبوب
خواہد عالی ہمتے باید چوں موسےٰ
علیہ السلام کہ قدم بریں بساط تواند نہاد
حیث قال رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ
بشنو بشنو! حکی ان بہلول
المجنون دخل یوماً بیت اللّٰہ الحرام
ساکتاً مدہوشاً فقال لہٗ رجل سل
حاجتک فانک فی بیت اللّٰہ
عزوجل قال لیس من مروۃ الرجل
ان یسال فی بیت اللّٰہ غیر اللّٰہ

قطعہ

نخشبی از خدا بخواہ خدا
ویں سعادت بروزگار کرامت
صادقان جہاں ہمی گویند
از خدا جز خدا نباید خواست

یہ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تو سب چیزوں کا عوض بن سکتے ہیں لیکن حق
تعالیٰ کا عوض اور بدل کوئی چیز نہیں بن سکتی اور حق تعالیٰ ہی حاصل
دارین ہیں اور آپکے سوا کوئی چیز حاصل دارین نہیں ۔ عزیز من
اس سے بڑھکر کوئی عیب نہیں اور اس سے بڑھکر کوئی غم نہیں کہ کوئی
محبوب اپنے محب کو اختیار دیدے کہ مجھ سے کچھ مانگو ایسے
وقت میں محب محبوب سے غیر محبوب کو چاہے ۔ انسان کو حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی طرح عالی ہمت ہونا چاہیئے تب
اس میدان میں قدم رکھنا چاہیئے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو
موقع ملا تو درخواست کی کہ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ یعنی اے
میرے پروردگار مجھے اپنا دیدار کرا دیجئے تاکہ میں آپکو ایک نظر دیکھ لوں
سنو سنو! بیان کرتے ہیں کہ حضرت بہلول (دانا) جنکو لوگ مجنوں
کہتے تھے ایک روز بیت اللہ میں داخل ہوئے بالکل خاموش
اور مدہوش ۔ آپ سے ایک شخص نے کہا کہ اپنی کوئی حاجت
کیوں نہیں مانگتے آپ بیت اللہ میں ہیں فرمایا مروت کے
خلاف ہے کہ انسان بیت اللہ میں اللہ سے غیر اللہ
کو مانگے ۔

"اے نخشبی خدا سے تو بس خدا ہی کو طلب کرو لیکن
زمانے میں یہ سعادت کتنے کو نصیب ہے۔ باقی
اس عالم کے جو سچے لوگ ہیں انکا کہنا ہے کہ
خدا سے بس خدا ہی کو مانگنا چاہیئے۔

سلک بستم

بباید دانست کہ از دنیا

سلک نمبر ۲۰ (طلب آخرت)

جانا چاہیئے کہ دنیا کا جو ساز و سامان تمھیں مرحمت

هرچه بتو داده اند بر دو نوع است
اول آنست که او پیش تو خواهد رفت
و نوع دوم آنست که تو پیش او خواهی
رفت چون نیکو بنگری هر دو صحبت
را نمی شاید. بنده نخشبی گوید
دست از دنیا برداشتن بغایت
دشوارست و آخرت در دست
آوردن ازاں دشوار تر طرفه حالتے
ست آدمی زاد دوزخ را بهار گراں
تواند خرید و بهشت را بقیمت اندک
نتواند خرید یعنی فاسق تواند که در جهانی
فسق ده و بست دینار خرچ کند پس
آں دوزخ باشد که بداں ده و بست
دینار خریده باشد و غیر فاسق تواند
که به یک کاسهٔ شوربا و یا بشق خرمائے
بهشت را بخرد و از خریدن او اهمال
نماید۔ ابو حازم گفتے به بهشت
نتواں رسید مگر به گذاشتن
چیزے که آں در دنیا عزیز تر
است و از دوزخ نتواں
رست مگر به کشیدن چیزے
که آں در دنیا سخت تر
است۔

ہوا ہے اسکی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو تم سے
پہلے ختم ہو جائینگی اور ایک وہ کہ تم ان سے پہلے
ختم ہو جاؤگے اگر اس بات پر غور کرو تو تم کو
صاف معلوم ہوگا کہ ان میں سے کوئی چیز بھی لائق
صحبت نہیں ہے (کیونکہ جو ہمارا ساتھ چھوڑ دے
اسکی بیوفائی ظاہر ہے اور جو دوسروں کے پاس چلی جائے اسکی
بے تعلقی معلوم ہے پس ایسے بیوفا اور بے تعلق سے کیا دل لگانا)
بندہ نخشبی کہتا ہے کہ دنیا سے ہاتھ اٹھانا بہت مشکل ہے
اور آخرت کو اختیار کرنا اس سے زیادہ مشکل ہے۔ عجیب بات
ہے کہ آدم کی اولاد دوزخ کو تو گراں قیمت میں خریدے گی
اور جنت کو خریدنے کیلئے معمولی دام بھی نہیں خرچ کرسکتی
یعنی ایک فاسق یہ کرسکتا ہے کہ کسی فسق و فجور کی دعوت میں
دس بیس روپیہ خرچ کردے پس وہ دوزخ ہی ہے جسکو
اس نے دس بیس روپیہ میں خریدا ہے اور ایک غیر فاسق یعنی
نیک شخص یہ کرسکتا ہے کہ ایک پیالہ شوربا یا ایک ٹکڑا
کھجور کے عوض جنت خرید لے مگر اس سے اتنا بھی نہ ہوسکیگا
ابو حازم فرماتے ہیں کہ جنت نہیں حاصل ہوسکتی
مگر اس چیز کے چھوڑنے کی وجہ سے
جو اسے دنیا میں عزیز ہو۔ اور
دوزخ سے رہائی نہیں حاصل کیجا سکتی
مگر ان چیزوں کو برداشت کرسکے جو
دنیا میں سخت اور مشکل معلوم
ہوں۔

بشنو بشنو! روزے یکے از دوستان عمر ابن عبد العزیز کہ بر تخت خلافت خلیفہ، از دنیکو عقیدہ تر نہ نشست میگفت پیش ازانکہ سریر خلافت کرسے سائے تو مزین شود، جامہ می پوشیدے کہ گزے ازاں بدہ دینار ارزد، واکنوں کہ خلیفہ شدی جامہ می پوشی کہ دہ گز ازاں بیک دینار ارزد۔ حال چیست گفت آں روز طالب خلافت بودم و خلافت در دست نیاید مگر دراں جامہ وامروز طالب بہشتم و بہشت در دست نیاید مگر بدیں جامہ مسکنت

سنو اور غور سے سنو! ایک دفعہ عمر ابن عبد العزیز جو کہ ایسے خلیفہ تھے کہ خلفائے راشدین کے بعد ان سے بہتر کوئی خلیفہ نہیں ہوا ان کے دوستوں میں سے ایک دوست نے کہا کہ تخت خلافت پر رونق افروز ہونے سے پہلے تو آپ ایسا کپڑا پہنتے تھے کہ جسکے ایک گز کی قیمت دس دینار ہوتی تھی اور اب خلیفہ ہونے کے بعد آپ ایسا کپڑا پہننے لگے کہ ایک دینار میں دس گز ملتا ہے۔ آپ کا ایسا حال کیوں ہو گیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ بھائی! پہلے تو میں طالب خلافت تھا اور خلافت میرے ہاتھ آ نہیں سکتی تھی بغیر اُس قیمتی کپڑے کے اور اب میں طالب بہشت ہوں اور بہشت ہاتھ لگ نہیں سکتی بغیر اس مسکنت کے لباس کے

قطعہ

نخشبی آخرت طلب ز خدا
رنج دنیا درو نہ تو بخست
طلب آخرت ہمہ سختی است
آخرت رائگاں نیاید دست

قطعہ

"اے نخشبی خدا سے آخرت طلب کر دنیا کا غم تمھارے باطن کو خراب کر دے گا۔ آخرت کا طلب کرنا دشواری اور مشقت برداشت کرنے کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے کیونکہ آخرت یونہی مفت سفت نہیں ہاتھ آیا کرتی

سلک بست و یکم

مردان دین و جوانمردان یقین گویند چشمی کہ لذت گریہ یافت

سلک نمبر ۲۱ (غم و بکا، اور فقر طریق کے ذیل میں)

جو حضرات کہ دین کے مرد اور یقین کے جواں مرد ہیں انکا کہنا ہے کہ جس آنکھ نے رونے کا مزہ پا لیا وہ

هرگز جانب خنده نمی بیند۔ البکاء
جلاء مرآت الجنان من صدار الاحزان
و دلے کہ ذوق اندوہ دید ہیچ وقت
بشادی میل نکند۔ ان اللہ یحب
کل قلب حزین۔ ابراہیم ادہم
رحمۃ اللہ علیہ تا دواج ملک بگلیم
فقر بدل کرد ہر کہ اورا بدیدے
ہمچناں تصور کردے کہ او را
ہمیں لحظہ مصیبتے تازہ رسیدہ است
عزیز من! راہِ حق عجیب راہے
است محنت نقد و راحت نسیہ
چنیں گویند وقتے عیال دارے
وقت شام دست تہی با صد ہزار
اندوہ جانب اطفال خود میرفت
درویشے را دید باصد فراغت
نشستہ گفت اے فلاں ایں
از انصاف نباشد کہ من در چنین اندوہ
و تو در چناں فراغت۔ درویش
گفت ہر عمل خیرے کہ کردہ ام بایں
فراغت بتو میدہم تو عوض آں اندوہے
کہ در تو نہادہ اند بمن دہ اسے
درویش تو شرف اندوہ او چہ دانی
و کرامت محنت او چہ شناسی گر

ہنسنے کی جانب کبھی رخ نہیں کرتی گریہ و بکا حزن و غم
کے زنگ کے لئے آئینۂ دل کی قلعی ہے اور جس دل نے
کہ رنج و غم کا مزہ چکھا وہ کبھی خوشی و مسرت کی جانب
مائل نہیں ہوتا اس لئے کہ اللہ تعالےٰ ہر محزون دل کو
محبوب رکھتے ہیں (اور دل شکستوں کے قرین ہوتے
ہیں)۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے جب اپنے شاہانہ لباس
کو فقیرانہ کملی سے بدلا اسکے بعد جو بھی آپ کو دیکھتا
یہی خیال کرتا کہ انھیں ابھی شاید کوئی تازہ مصیبت
پہنچی ہے۔ عزیز من! حق تعالےٰ کا راستہ
بھی عجیب راستہ ہے۔ محنت نقد اور راحت
ادھار۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ شام کے وقت
ایک بال بچوں والا شخص خالی ہاتھ اپنے قلب میں
صد ہزار رنج و غم لئے ہوئے کہیں باہر سے اپنے
بچوں کی طرف آرہا تھا کہ راستہ میں ایک درویش
کو دیکھا کہ بالکل فراغت قلبی کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے
اس آنے والے نے اس سے کہا کہ اے جناب!
یہ تو کوئی انصاف کی بات نہیں ہے کہ میں اپنے قلب
میں اسقدر غم لئے ہوئے ہوں اور آپ اس قدر
فارغ القلب ہیں۔ اس درویش نے کہا کہ اچھا
تم اپنے اس غم کو کم سمجھتے ہو تو سنو!) کہ جسقدر
بھی نیکی میں نے اب تک کی ہے مع اس
فراغت قلبی کے جو مجھے حاصل ہے تجھکو دیتا ہوں اور
اسکے عوض میں اس رنج و غم کو تو مجھے دیدے جو حق تعالےٰ

نشنیده که وقتے درویشے پیش
ابراهیم ادہمؒ از درویشی خود گلہ کرد
ابراهیم گفت برو که توانگر شدی
بعد از چند روز آں درویش را دید
غنی گشتہ۔ درویش گفت اے
خواجہ من از برکت تو غنی شدم اما
تو از کجا دانستی کہ من غنی خواهم شد
گفت بمجرد آنکه تو از درویشی گلہ
کردی من دانستم کہ ایں دولت
از تو خواهند ربود زیرا کہ او درویشی
بکسے ندہد کہ او از درویشی گلہ کند
قطعہ ؎
نخشبی شکر فقر خود بگذار
ہر کہ مقبول شد زرد ترسد
مرد از فقر خود چناں لرزد
کہ کسے بر غنائے خود ترسد

نے تیرے قلب میں رکھا ہے اور یہ کہا کہ اے درویش تو حق تعالیٰ
کے دئے ہوئے غم کا مرتبہ کیا جانے وہ شفقت دیکر اپنے بندہ کا جو
اکرام کرتا ہے اسکی قدر کیا پہچانے۔ شاید تو نے یہ واقعہ نہیں سنا کہ
ایک مرتبہ ایک درویش نے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر
اپنی درویشی یعنی فقر و غربت کی شکایت کی حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا
کہ جاؤ مالدار ہو جاؤ گے۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد حضرت
ابراہیمؒ نے اسے دیکھا کہ وہ مالدار ہو گیا ہے۔ درویش نے عرض
کیا کہ حضرت میں آپ ہی کی برکت سے مالدار ہوا ہوں لیکن یہ
تو فرمائیے کہ آپ نے یہ کیسے جان لیا کہ میں مالدار ہو جاؤنگا فرمایا
کہ محض تیرے فقر کی شکایت کرنے کی وجہ سے کیونکہ میں اسی سے یہ
سمجھا کہ یہ دولت تیرے مقدر میں نہیں ہے اسلئے کہ درویشی کسی ایسے کے سر
چپکائی نہیں جاتی جو اس سے بیزار ہو اور اسکی شکایت کرے ؎
"اے نخشبی اپنی درویشی اور فقر کا شکر ادا کر کیونکہ جو مقبول
ہوتا ہے پھر وہ مردود ہونے سے بہت ہی ڈرتا ہے چنانچہ
اللہ والے اپنے فقر کے زائل ہونے سے ایسا ہی ڈرتے ہیں
جسطرح سے کہ کوئی امیر اپنی امیری کے زوال سے ڈرتا ہے"

سلک بست و دوم

فرمایندہ انا مدینۃ العلم
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فرمود ۔
علیک بالعلم فان قلیل العمل مع
العلم کثیر و ان کثیر العمل مع الجہل

سلک نمبر ۲۲ (علم و عمل اور اخلاص)

وہ ذات جنکا کہ ارشاد ہے کہ میں مدینۃ العلم ہوں انکا
فرمان ہے کہ اپنے اوپر تحصیل علم کو لازم پکڑو اسلئے کہ علم کے ساتھ
تھوڑا عمل بھی بہت ہے اور جہل کے ساتھ بہت عمل بھی کم
ہے۔ جاننا چاہیئے کہ تمام انسان مردہ ہیں بجز علماء کے اور

قلیل باید دانست کہ مرداں ہمہ
مُردگانند مگر عالمان و عالماں ہمہ
مستانند مگر عاملان و عاملاں ہمہ مغرورند
مگر مخلصان و مخلصان ہمہ برخطر عظیم اند والمخلصون
علی خطر عظیم ۔ بزرگے را پرسیدند عالم
ترین خلق کیست گفت آنکہ محتسب
نفس خویش باشد ۔ وقتے عالمے
بریکے نبشتہ بود اما بعد من حاسب
نفسہ ربح ومن غفل عنہا خسر ومن
رحم رحم ومن اعتبر ابصر ومن ابصر
فہم ومن فہم علم ومن علم عمل ومن عمل
سلم فی الدارین والسلام اے درویش
خود را از چشم خالق افگندن کارے
آسان است اما مردے آنست
کہ خود را از چشم خود افگنی وپیش در خود
نہ بینی کہ ہر کہ در خود بدید درو کس ندید
در خود منگر تا ہمہ در تو نگرند اے برادر
ہر کہ ہست در خود تواند دید اما کارے
می باید کرد کہ از برکت آں دیگراں
در تو بینند آری ہر کہ چیزے یافتہ است
از برکت چیزے یافتہ است سمنون
را پرسیدند انچہ یافتی بچہ یافتی گفت
یا نفس گرفتن یا کسی کہ شما با و انس

تمام علما مست و غافل ہیں مگر وہ لوگ جو کہ عمل کرنے والے
ہیں۔ اور تمام عمل کرنے والے بھی مغرور ہیں بجز مخلصین کے
اور تمام مخلصین بڑے ہی خطرے میں ہیں۔ والمخلصون
علیٰ خطر عظیم ۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ مخلوق
میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ فرمایا وہ جو اپنے نفس
کا محتسب ہو ۔ ایک دفعہ ایک عالم نے ایک شخص
کو لکھا اور اس میں شک نہیں کہ خوب ہی لکھا، یہ لکھا کہ
اما بعد جس شخص نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا وہ کامیاب
ہوا اور جو شخص اپنے نفس کی جانب سے غافل رہا وہ
خسارہ میں پڑا۔ اور جس نے دوسروں پر رحم
کیا وہ رحم کیا گیا اور جس نے عبرت حاصل کی وہ صاحب
بصیرت ہوگیا اور جو صاحب بصیرت ہوگیا وہ صاحب فہم
ہوا اور جو صاحب فہم ہوا وہ صاحب علم ہوا اور جس نے
حقیقتاً کسی چیز کو جانا اس نے اس پر عمل کیا اور جس نے
عمل کیا وہ دارین میں سالم رہا۔ والسلام ۔ پس اے درویش
اپنے کو خالق کی نظروں سے گرالینا تو بہت آسان ہے لیکن مرد
وہ ہے جو اپنے کو اپنی نظروں سے گرالے دیکھ خبردار اپنے میں نظر نہ کرنا
کیونکہ جس نے خود بینی کی اسکی جانب کسی نے نہیں دیکھا لہٰذا اپنے
کو نہ دیکھ تاکہ تیری جانب لوگ نظر کریں۔ اے بھائی! جو ذات
موجود ہو اسکے لئے خود کو دیکھنا کیا مشکل ہے، ہر شخص اپنے کو
دیکھ سکتا ہے لیکن کام ایسا کرنا چاہیئے کہ جسکی برکت سے دوسرے
تمکو دیکھنے لگیں اور اسمیں شک نہیں کہ جس کسی نے کچھ پایا ہے کچھ
کر کے ہی پایا ہے اور کسی عمل کی برکت سے پایا ہے۔ حضرت سمنونؒ نے

نمیگیرید یعنی تنہائی و وحشت گرفتن
از کسے کہ شما از و وحشت نمی گیرید
یعنی خلق و بدیدن غائبی یعنی عقبیٰ
و بنا دیدن حاضرے یعنی دنیا و
بزایندن مردہ یعنی دل و بمیرانیدن
زندہ یعنی نفس۔ قطعہ ؎

نخشبی نفس خود بکش ہم خود
مردن نفس زندگی دانی
بحیاتے ابد نہی نرسے
تا تو ایں زندہ را نمیرانی

لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت آپنے جو کچھ پایا ہے کیسے پایا ہے؟ فرمایا کہ اس شخص سے انس رکھکر کہ تم لوگوں کو جس سے ذرا انس نہیں ہے یعنی خلوت اور تنہائی اور اس چیز سے وحشت کرکے جس سے تم میں سے کسی کو بھی وحشت نہیں ہے یعنی مخلوق اور ایک غائب شئے کو ہمیشہ پیش نظر رکھنے کیوجہ سے یعنی عقبیٰ اور ایک حاضر اور موجود چیز سے صرف نظر کرکے یعنی دنیا اور ایک مردہ کو جلاکر یعنی دل اور ایک زندہ کو مارکر یعنی نفس ؎

"اے نخشبی اپنے نفس کو ماردو اور یہ خوب سمجھ لو کہ نفس کے مرنے ہی میں حیات ہے کیونکہ تم دائمی حیات اور ابدی زندگی کو پہونچ ہی نہیں سکتے جب تک کہ اس زندہ کو مردہ یعنی ختم نہ کردو (جس کو نفس کہتے ہیں)۔

سلک بست و سوم

صاحب قدمان کہ جز در صراط مستقیم قدم نمی نہند چنیں گویند بر مرد راہ واجب است کہ در ہر قدمے کہ باشد داد آں قدم بدہد ہر کہ او داد قدم داد آں قدم نیز داد او بدہد بس بدیں قضیہ سالک را می باید کہ کار لائق جامۂ خود کند حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم می فرماید ویل لمن لبس الصوف ویخالف قولہ فعلہ آری اگر یکے

سلک نمبر ۲۳ (ظاہر کے موافق باطن بھی ہونا چاہیئے)

حضرات اہل قدم، جنکا کہ قدم سوائے صراط مستقیم کے کہیں اور پڑتا نہیں، یہ فرماتے ہیں کہ سالک راہ پر واجب ہے کہ وہ جو قدم بھی رکھے اسکا حق ادا کرے۔ چنانچہ جو شخص کہ داد قدم دیتا ہے تو وہ قدم بھی اسکی داد دیتا ہے۔ لہٰذا اس امر کی رو سے تو سالک کو چاہیئے کہ اپنے لباس کے مناسب ہی کام کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کے لئے ہلاکی ہو جو صوف پہنے اور پھر اسکے قول اور فعل میں تخالف ہو۔ دیکھو جو شخص قبا زیب تن کئے ہو اور کام گدڑی والوں کا سا کرے وہ لائق صد آفریں ہوا کرتا ہے اور اگر کوئی شخص ہو تو کمبلی پوش اور نیت رکھے

در قبای کار گلیم کند مستوجب آفرین
شود اگر یکی در گلیم کار قبا کند مستحق
نفرین گردد۔ بشنو بشنو! اصمعی
می گوید در راہ کعبہ یکی از من برنجید
چون بمقصد رسیدم او را دیدم حلقۂ
کعبہ گرفتہ میگفت خداوندا اصمعی را
بیامرز گفتم من ترا رنجانیدہ ام تو مرا
بگونہ دعا می کنی گفت اے خواجہ
کار مناسب حال خویش بباید کرد
ترا ہرچہ بباید بکن اما پدر من مرا محسن
نام نہادہ است مرا کار مناسب
نام خویش باید کرد قطعہ ؎

نحلستی ہم بنام غرہ مشو
مگس نوش کار نیش کند
مرد کامل کسے بود کہ بہر
کار درخورد نام خویش کند

قبا والوں کے کام کرنے کی تو وہ مستوجب ملامت
ہوتا ہے۔ سنو سنو! اصمعی کا بیان ہے کہ
ایک مرتبہ حج کے سفر میں ایک شخص کو مجھ سے
کچھ تکلیف پہونچ گئی جب ہم لوگ بیت اللہ پہونچے
تو میں نے اسکو دیکھا کہ کعبہ کا حلقہ پکڑ کر یہ دعا کر رہا ہے
کہ اے اللہ! اصمعی کو بخش دے۔ میں نے یہ سنکر اس سے
کہا کہ ارے مجھ سے تو تمکو تکلیف پہونچی ہے پھر تم میرے لئے
یہ دعا کیسے کر رہے ہو۔ اس نے کہا کہ بھائی جان اپنے حال
کے مناسب ہی کام کرنا چاہئے۔ تم جو چاہو کرو باقی میرے
باپ نے چونکہ میرا نام محسن (یعنی احسان کرنیوالا) رکھا ہے اسلئے مجھے
تو اپنے نام کی کچھ لاج رکھنی ہی چاہئے اور اسی کے مناسب
کام کرنا چاہیے ؎

اے نحلستی محض اچھے نام اور شہرت پر اترانا کبھی نہیں چاہئے
دیکھو شہد کی مکھی ڈنک مارنے کا بھی کام کرتی ہے (یعنی نام کیسا
اچھا کہ آدمی نام لے تو منہ میٹھا ہو جائے مگر کام کیسا خراب کہ ڈنک مارے تو نیند حرام ہو جائے)
زمانہ میں کامل آدمی وہی ہے جو اپنے نام کے مناسب کام کرے

سلکِ بست وچہارم

ایکہ قدم در راہِ مردانِ موافق
نہادہ ہوشیار باش! زنانیکہ دریں
راہ مردوار رفتہ اند اگر شمۂ از مناقب
ایشان با تو درمیان آرم معجز خجالت

سلک نمبر ۲۴ (خدا کا راستہ سب کے لئے ہے)

اے وہ سالک جس نے کہ مردان موافق کے راستہ
میں قدم رکھا ہے (یعنی راہ سلوک طے کرنیکا ارادہ کیا ہے) ذرا سنبھل کر
اور ہوشیار ہو کر اس راہ میں چلنا اسلئے کہ اس راستہ میں جو عورتیں مردانہ وار
چلی ہیں اگر انکے حالات اور کمالات تمہارے سامنے بیان کروں

بہر وقت خود را از زی چنیں
گویند محمد بن سیرین را خواہری بود
پانزدہ سالہ از جائے نماز نخاستہ
بود مگر از برائے تجدید طہارت
ہمو گفتی اگر مرا در خواب روئے
نامحرمے دیدہ شود ہم در خواب روی
ازو بگردانم وقتی بزرگے ایں سخن
بشنید گفتن گرفت یالیت سن
در بیداری ہمچنیں می بودم کہ او
در خواب بود عزیز من دریں
راہ در ذکورت وانوثت نظر مکن
کار معاملہ دار دچنیں گویند روزی
خواجہ کنیزکی خرید چوں شب شد
گفت اسے کنیز جامہ خواب من
راست کن تا بخسپم کنیزک گفت
یا مولی لک مولی قال نعم قالت
ایرقد مولاک قال لا قالت الا تستحي
ان ترقد ومولاک یقظان خواجہ نعرہ
بزد وبیفتاد وبعد از زمانے بہوش آمد
گفت اسے کنیزک من ترا از ملک خود
آزاد کردم بعد ازاں آں خواجہ ہیچگاہ
نخفت وسیکے از اولیا گشت
بشنو بشنو! وقتی زنے بود صالحہ

تو مجھے یقین ہے کہ تم ندامت اور خجالت کی چادر سے اپنا منہ ڈھانک
لو گے۔ سنو! لوگ بیان کرتے ہیں کہ محمد بن سیرین کی ایک بہن تھیں
پندرہ سالہ جو مصلے پر سے اٹھی ہی نہ تھیں بس صرف پیشاب و پاخانہ اور
طہارت کیلئے جاتیں اور پھر آکر نماز شروع کر دیتیں وہ بیان کرتی ہیں (کہ نامحرموں
سے پردہ کے اہتمام کی وجہ سے میرا یہ حال ہے کہ) اگر میں خواب میں بھی
کسی نامحرم کا چہرہ دیکھتی ہوں تو خواب ہی میں جھٹ ادھر سے اپنا چہرہ
پھیر لیتی ہوں ایک مرتبہ ایک بزرگ نے انکی یہ بات سنی تو فرمایا کہ اے
کاش کہ میں بیداری ہی میں ایسا کیا کرتا جیسا کہ یہ بی بی خواب میں
کرتی تھیں۔ بھائی میرے! اس راہ میں عورت ہونے اور مرد
ہونے کو مت دیکھو بلکہ یہ تو حق تعالے سے اپنا اپنا معاملہ درست
کرنا ہے جو بھی کرلے۔ مرد کرلے، عورت کرلے، کوئی آزاد کرلے
یا غلام کرلے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک آقا نے اپنی نوخرید
باندی سے رات کے وقت کہا کہ اے باندی میرے سونے کے کپڑے درست
کردے اب میں سونا چاہتا ہوں۔ اس باندی نے کہا حضور سلامت
آپکا بھی کوئی مالک و مولی ہے یا نہیں؟ کہا ہاں ہے۔ کہا اچھا یہ فرمائیے
آپکا وہ مولی سوتا بھی ہے یا نہیں؟ اسنے کہا کہ نہیں وہ تو نہیں سوتا اسپر
اس باندی نے کہا کہ پھر آپکو شرم نہیں معلوم ہوتی کہ آپکا مولی تو جاگ رہا ہو
اور آپ اسکے سامنے سوئیں۔ یہ سنکر آقا نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر
گر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا تو کہا اے باندی میں نے تجھکو اپنی
غلامی سے آزاد کیا اور پھر اسکے بعد سے وہ شخص کبھی سویا ہی نہیں اور اپنے
زمانہ کے اولیاء میں سے اسکا شمار ہوا۔ اور سنو۔ ایک مرتبہ ایک
نیک عورت نے ایک فاسق مرد سے (اسکو قائل اور مجوج کرنے
کے لئے) کہا کہ یہ بتاؤ کہ عقل کی تقسیم مردوں اور عورتوں میں کس نسبت

بامردی فاسق می گفت عقل میان مرداں
چگونہ قسمت شدہ است مرد گفت
عقل را دہ جز کردہ اند نہ جز بمرداں
دادہ اند ویکے بزناں گفت شہوت
چگونہ قسمت شدہ است گفت
شہوت را نیز دہ جز کردہ اند اما نہ ازاں
بزناں دادہ اند ویکی بمرداں زن گفت
اے فاسق یک جز عقل ما بر نہ جز
شہوت ما غالب آمد نہ جز عقل شما
بریک جز شہوت شما غالب نمی تواند
آمد قطعہ ؎

نخشبی عقل باش بے شہوت
اہل شہوت ز عقل بے خبر اند
عاقل محض شہوتی نبود
عقل و شہوت نقیض یکدگر اند

سے ہوئی ہے؟ اُس نے کہا کہ عقل کے دس حصے کرکے اس میں
سے ایک حصہ عورت کو ملا ہے اور نو حصے مرد کو۔ پھر اس نے کہا کہ
اچھا شہوت کی تقسیم کیونکر ہوئی ہے؟ اس نے کہا کہ اس کے
بھی دس حصے کئے گئے نو عورت کو دیا گیا اور ایک حصہ مرد کو
عورت نے کہا اے فاسق! شرم سے ڈوب
نہیں مرتا کہ ہماری عقل کا ایک حصہ ہماری نو حصے
شہوت پر غالب ہے۔ اور تیری عقل کا نو حصے
تیرے ایک حصہ شہوت سے بھی مغلوب ہے (جبقدر
فسق و فجور میں تم مرد لوگ مبتلا ہو عورتیں اتنی کہاں ہیں)
قطعہ ؎

اے نخشبی عقل والے بنو اور شہوت سے
اجتناب کرو۔ دیکھو! جو شہوت پرست ہوتا ہے
وہ عقل سے کورا ہوتا ہے۔ چنانچہ جو شخص واقعی
عاقل ہوتا ہے وہ کبھی شہوت پرستی نہیں کرتا اسلئے
کہ عقل و شہوت دونوں ضد ہیں لہذا ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں باہم

سلک بست و پنجم

سلک نمبر ۲۵ (شراب محبت)

اے سرمست شراب خانہ
عشق امم سابق را شراب حلال بود
برایں امت حرام شدہ ایں چیست
آری از ساقیان ابدی در حلق امم
پیشیں جرعۂ ازاں منغلغل بچکانیدہ بودند

اے میخانۂ عشق کے مست دیکھ! گذشتہ امتوں کیلئے شراب
حلال تھی اور اس امت کے لئے حرام ہے۔ اس کا
راز جانتا ہے کیا ہے؟ سُن! بات یہ ہے کہ
ساقیٔ ازل نے پچھلی امتوں کے حلق میں اس
ہلکی مجاز پینے والی شراب کا صرف ایک گھونٹ ڈالدیا تھا

شراب نابِ طرب است جرعۂ ازاں
بخوردندی اہتزازی در باطن ایشاں
ظاہر شدی بازایں امت سرمست
صہبائے عشق و سرخوش مشعشعہ
ذوق اند ایشاں را بشراب چہ
احتیاج۔ ازمنٔ جگرہائے آتش
تعبیہ کردہ اند۔ اگر آب ہمہ دریا ہا
در حلق او ریزند ازاں آتش جگر او
کم نشود۔ علماء ظاہر گویند قُلْنَا یَا
نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ
خطاب مر آتش ظاہر ابراہیمؑ را بود
اما علماء سر گویند ایں خطاب مر
آتش باطن ابراہیم را بود۔ ای
نمرود از برای ابراہیمؑ چہ آتش
می افروزی آتشے در کانون سینۂ
ابراہیم نہادہ اند اگر شررے ازاں
در حیز ظہور آید ہم نمرود خاکستر شود و
ہم آتش او۔ اے برادر سوختگان
آتش محبت ابدی و سرمستان بادۂ
مودت سرمدی دیگر اند۔ بشنو بشنو
کہ معروف کرخی کہ در کرخ معرفت
از و معروف ترے نبود فردا در عرصات
قیامت در آید چناں نماید کہ مست است

اور شراب تو طرب انگیز ہوتی ہے اس کے ایک قطرے سے
بھی اسکا اثر ان کے باطن میں ظاہر ہو گیا کہ جھومنے لگ گئے لیکن
اس امت کا مرتبہ بڑا تھا یہ عشق الٰہی کی شراب کے مست لوگ تھے
اور حق تعالیٰ کی محبت کی شعاع سے منور اور لطف اندوز تھے پھر
ان لوگوں کو اس دنیوی شراب کی کیا حاجت تھی۔ اور ان کے
جگر میں ایک ایسی آگ چھپا رکھی ہے کہ اگر ساتوں سمندر کا پانی
اسپر بہائیں تو بھی جگر کی آگ اور اسکی سوزش کم نہ ہو علماء ظاہر
تو قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ کے خطاب کو حضرت
سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اُس ظاہری آگ کے ساتھ
خاص کرتے ہیں جس میں انکو نمرود نے ڈالا تھا لیکن علماء
باطن یہ فرماتے ہیں کہ یہ خطاب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلبی
اور باطنی آگ کو تھا (جو محبت حق کی انکے اندر موجود تھی)
اور مطلب یہ تھا کہ اسے نمرود تو ابراہیم کے لئے کیا آگ جلا رہا
ہے ان کے سینہ کی انگیٹھی میں جو آگ رکھدی گئی ہے اگر
اسکی ایک چنگاری باہر نمودار ہو جائے تو نمرود بھی جلکر خاک
ہو جائے اور اسکی آگ بھی راکھ ہو جائے۔ بھائی میرے!
محبت حق کی آگ کے جلے ہوئے اور محبت سرمدی کی
شراب کے سرمست دوسرے ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔
سنو سنو! معروف کرخیؒ کا نام تو تم نے سنا ہوگا۔ کرخ میں
معرفت الٰہی کے اندر ان سے بڑھکر کسی کا درجہ نہیں تھا۔ وہ
کل جب میدان حشر میں نظر آویں گے تو بالکل مست نظر آئیں گے
لوگ دریافت کریں گے کہ یہ کون شخص ہے؟ ایک آواز
آئیگی کہ ہماری محبت کا مست ہے۔ اس کے بعد

مردان پرسند کہ این کیست آوازے شنوند کہ این مست محبت ماست بعدہٗ او را بگویند در بہشت در رو او گوید مرا بہ بہشت چہ کار من ذی الجلال احدے را از برای بہشت نہ پرستیدہ ام من خدائے را از برائے خداے او پرستیدہ ام ملائکہ سلاسلِ نور در گردن او کنند او را جانب بہشت کشاں کنند و او طریق مستاں فریاد کند و گوید نمی روم ۔ قطعہ ؂

نخشبی مست بادۂ عشق است
نیست ہستی شدہ ز مستیٔ عشق
گرچہ مستی چہار نوع بود
نرسد مستیٔ بہ مستیٔ عشق

ان سے کہیں گے کہ جنت میں جاؤ ۔ وہ کہیں گے کہ مجھے جنت سے کیا کام ؟ میں نے ذات احدذوالجلال کی عبادت جنت کے لئے تھوڑا ہی کی تھی میں نے تو انکی عبادت صرف ان کی ذات و صفات کی وجہ سے کی تھی ۔ اس کے بعد حکم الہٰی پاکر فرشتے ان کو نور کی زنجیروں میں باندھ کر زبردستی جنت میں کھینچکر لے جائیں گے ۔ اور وہ مستوں کی طرح چلاتے شور مچاتے رہیں گے کہ میں نہیں جاؤں گا ، نہیں میں نہ جاؤں گا ۔ قطعہ ؂

"اے نخشبی مست تو حقیقتاً وہی شخص ہے جو شراب محبت کا مست ہو کیونکہ عشق کی مستی کے بعد پھر انسان مست ہی رہتا ہے یعنی باہوش نہیں ہوتا اور یوں تو مستی چار طرح کی ہوتی ہے مگر عشق والی مستی کی طرح کوئی مستی نہیں ہے اسکا درجہ سب سے بڑھکر ہے ۔

سلک بیست و ششم

سلک ۲۶ (محب محبوب میں فنا ہوتا ہے)

بباید دانست کہ میان عقل و میان عشق تضاد است علما اہلِ عقل اند و فقرا اہل عشق عقل علمار بر عشق فقرار غالب است و عشق فقرار بر عقل علمار ۔ و انبیارا این ہر دو حالت

(جاننا چاہئے کہ عقل و عشق کے درمیان تضاد ہے (یعنی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں) چنانچہ علمار تو اہل عقل ہوتے ہیں اور صوفیار اور فقرار اہل عشق ہوتے ہیں مطلب یہ کہ یوں تو علمار بھی عشق سے اور فقرار بھی عقل سے مطلقاً خالی نہیں ہیں تاہم علمار کی عقل انکے عشق پر غالب ہوتی

بود۔ عاشقانی کہ ہمہ تن مشغول معشوق
اند چنیں گویند انما یکون البدن حیث
یکون القلب فاذا کان القلب
مع اللہ فالبدن ہناک آری المرء
مع من احبہ ہر کہ چیزے را دوست
دارد بہمہ تن درو آویزد۔ چناں گویند
کہ طاوس ملائک رحمۃ اللہ علیہ کہ
طاؤس کوہسار طریقت است
وقتے از غایت محبت نظر در
خانۂ کعبہ داشتہ بود آفتاب گرم
بروتافتہ گفتند چرا در سایہ نروی
گفت دعونی فو اللہ النظر الی
ہذا البیت افضل من عبادۃ الصائم
القائم المجاہد ای ہمہ وقت دعوی
محبت دوست کردہ و چشم در غیر دوست
کشادہ عاشق صادق آنست کہ
کہ در ہر چہ بنگرد جز معشوق نہ بیند
بشنو بشنو وقتی ہترادریس
علیہ السلام کہ مدرس مدرسۂ عشق بود
ماہ را پرسید دوستی تو با آفتاب
تا چہ حد باشد گفت من در اصل
ظلمانی ام مرا نورانی وذاتی نہ سروپائے
من آفتاب روشن میکند چوں ہرچہ

ہے اور نفرا کا عشق انکی عقل پر غالب ہوتا ہے۔ اور حضرات
انبیاء علیہم السلام ان دونوں کے جامع ہوتے ہیں۔ اہل عشق حضرات
جو کہ ہمہ تن اپنے محبوب اور معشوق کیطرف متوجہ ہوتے ہیں وہ یہ کہتے
ہیں کہ قالب قلب کے تابع ہوتا ہے جہاں قلب رہتا ہے وہیں
قالب بھی رہتا ہے تو جب قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوگیا تو بدن
اور قالب بھی وہیں کا ہوجاتا ہے اور کیوں نہو انسان اسی کے
ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہوگا۔ اور محبت کا یہ قاعدہ ہے کہ جو
شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے تو وہ ہمہ تن اس سے لپٹ ہی جاتا ہے
حضرت طاؤسؒ جو کہ کوہسار طریقت کے واقعی طاؤس (مور) ہی تھے
ایک دفعہ دھوپ میں کھڑے ہوئے غایت محبت سے وہ کعبہ
شریف کا نظارہ فرما رہے تھے دھوپ کی تابش پڑ رہی تھی مگر کھڑے تھے
کسی نے کہا کہ حضرت سایہ میں ہو جائیے بس خفا ہو گئے اور کہا ہٹو جی!
خدا کی قسم کھا کہ کہتا ہوں کہ بیت اللہ کی جانب نظر کرنا صائم، قائم اور
مجاہد کی عبادت سے بڑھکر ہے (یہ انکا عشق و محبت کا ایک حال ہی
تو تھا)۔ تو اے مخاطب! (یا اے نفس) تمام وقت دوست سے
محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنی نگاہ کو غیر دوست کی جانب لگا رکھا
ہے (کچھ تجھکو شرم نہیں آتی) عاشق صادق وہی ہے کہ جس چیز میں
بھی نظر کرے اسکو معشوق ہی معشوق نظر آئے۔ سنو سنو! ایکمرتبہ
حضرت سیدنا ادریس علیہ السلام نے جو کہ مکتب عشق الٰہی کے مدرس
گذرے ہیں چاند سے پوچھا کہ تیری روشنی آفتاب کے ساتھ کس حد تک ہے
اس نے کہا کہ حضرت میں تو بالکل تاریک اور ظلمانی ہوں مجھ میں نور
نام کو بھی نہ تھا یہ تو حضرت آفتاب ہی کا فیض اور انکا کرم ہے کہ مجھکو سرتاپا
منور کر دیا۔ اور اب جو کچھ بھی اپنے اندر ہے چونکہ انھیں کے کرم کا صدقہ ہے

دارم ہمہ از و دارم ۔ قطعہ ؎
نخشبی ہم بخود طلب مطلوب
ہر کہ در نعمتے نیکو بینند
نعمتے خود بہانہ دانند
منعم خویش را در و بینند

لہٰذا جب پنے کو دیکھتا ہوں تو یوں سمجھو کہ اسی کو دیکھتا ہوں ؎
اے نخشبی اپنے مطلوب کو خود اپنے ہی ذریعے (اور اپنے ہی اندر) تلاش کر لیا جس نے کہ اپنی نعمتوں کو بغور ملاحظہ کیا۔ اور نعمت کا دیکھنا تو ایک بہانہ بنا اس نے (اس کے ذریعہ سے گویا) اپنے منعم کی معرفت حاصل کی۔

سلک بست و ہفتم

اے محرم حرم معرفت الٰہی
بعضے مردم احرام از برائے کعبہ بندند
و بعضے از برائے رب کعبہ کسی کہ
احرام از برائے خانہ بندد اورا استقبال
خانہ باید کرد و کسی کہ احرام از برائے
خصم خانہ بندد خانہ اورا استقبال کند
و لہٰذا قیل الکعبۃ اذا رفعت لزیارۃ
ارباب قلوب فصلوٰۃ المتوجہین
الیہا جائزۃ رابعہ بصری کہ در چہار حد
بصرہ زنی مردوش چوں او نبود چوں
بار اول قصد کعبہ کرد کعبہ او را استقبال
کرد و درویشے صاحب نظرے در
حرم کعبہ بود چوں کعبہ را ندید متحیر شد
کہ کعبہ چہ شد در سر او فرو خواند ضعیفہ
از راہ دور قصد این خانہ کردہ است

سلک ۲۷ (اہلِ اخلاص کی قربانی)

اے حرم معرفت الٰہی کے محرم سن! حاجیوں میں سے بعض تو کعبہ کے لئے احرام باندھتے ہیں اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو رب کعبہ کے لئے احرام باندھتے ہیں ؎
(حج زیارت کردن خانہ بود حج رب البیت مردانہ بود)
پس جو شخص کہ خانہ کعبہ کے لئے احرام باندھے اسکو تو بیت اللہ کا استقبال (یعنی اسکی جانب رخ) کرنا چاہیے لیکن جو لوگ کہ رب البیت کیلئے احرام باندھتے ہیں تو خود خانہ کعبہ انکا استقبال کرتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ کعبہ جب ارباب قلوب کی زیارت کے لئے جائے تو (وہیں) اسکی جانب رخ کرکے نماز پڑھنا جائز ہے (یہ اہل کشف کا خاص حال ہے نہ ہر شخص کو معلوم ہو سکتا ہے اس کشف کی صحت یقینی ہے اسلئے عام لوگوں کیلئے تو شریعت ہی کے حکم پر چلنا لازم ہے اس قسم کے صاحب حال کی نہ تکذیب کرے نہ تقلید) حضرت رابعہ بصریہ جو کہ ایسی تھیں کہ حدود بصرہ میں خدائی راہ مردانہ وار طے کرنے والا ان جیسا کوئی نہیں تھا جب پہلی مرتبہ وہ حج کو گئیں تو خود کعبہ انکے استقبال کو آیا ایک درویش صاحب نظر بھی حرم شریف میں تھے انھوں نے اپنی نظر باطنی سے دیکھا کہ کعبہ غائب ہے بہت متحیر ہوئے کہ یا اللہ یہ کعبہ کیا ہوا؟

ما خانہ را باستقبال او فرستادہ
ایم چنیں گویند یکی از اہل معرفت
چوں از مناسک حج فارغ شد
در حال بار دوم احرام بست
او را گفتند ایام حج گذشت ایں
احرام چیست گفت احرمت من الوطن
الی البیت والآن احرمت من
البیت الی صاحب البیت
ای حاجی کعبہ معرفت اگر کسی خواہد
کہ پائے بدیں راہ نہد نہد چنانکہ ایں
جواں مرداں نہادہ اند کہ بعضی
از جانبازاں دریں راہ باشتر و
گوسپند نہ پرداختہ اند وچوں
شتر وگوسپند خود را قربان
ساختہ اند ۔ بشنو بشنو! ذوالنون
مصری میگوید روز عید خلقے بقربانی مشغول
بود کسی بکسی نمی پرداخت جوانی
نزدیک من ایستادہ بود و ہیچ نمی
گفت چوں زمانے بگذشت
روی سوی آسماں کرد و گفت
الہٰی ہٰؤلاء تقربوا الیک بقرابینہم
وانا لا اجد ہدیا سوی نفسی فاتقرب
بذبحہا ثم اشار بسبابتہ الی حلقہ فخط

حق تعالیٰ ہی سے اس راز کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ ایک ضعیف وناتواں
عورت دور دراز کی راہ طے کرکے بیت اللہ کی زیارت کو آرہی ہے میں نے
خانہ کعبہ کو حکم دیا ہے کہ جا اسکا استقبال کر۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ
صاحب معرفت ارکان حج سے فارغ ہوئے تو اسکے بعد فوراً انھوں نے
دوسری بار احرام باندھ لیا لوگوں نے کہا کہ حضرت ایام حج تو گذر چکے
ہیں اب یہ احرام کیسا؟ فرمایا کہ بھائی پہلے میں نے اپنے وطن سے
بیت اللہ تک کا احرام باندھا تھا اور اب یہ دوسرا احرام بیت
سے رب البیت تک کیلئے باندھا ہے۔ بس اسے کعبۂ معرفت کے
حاجی سن! اگر کوئی شخص چاہے کہ معرفت کی راہ طے کرے تو اس طور پر
طے کرے جس طرح کہ ان حضرات نے طے کیا اور وہ یہی کہ بہت سے جانبازوں
نے تو اس راہ کو اونٹ اور بکری کے ساتھ طے نہیں کیا بلکہ خود کو بھیڑ اور
بکری کی طرح اس راہ میں قربان کردیا ہے۔ (چنانچہ ایک جانباز
کہتا ہے ؎) چو رسی بکوئے دلبر بسپار جان مضطر
کہ مبادا بار دیگر نرسی بدیں تمنا
سنو سنو! حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ عید قرباں
کے دن سب لوگ تو قربانی کرتے میں مصروف تھے کسی کو
دوسرے کیجانب توجہ نہ تھی۔ ایک جوان میرے پاس خاموش بیٹھا تھا
جب بہت دیر اسی حالت پر گذری تو اس نے آسمان کیطرف
سر اٹھایا کہ اے اللہ یہ سب لوگ اہل ثروت ہیں آپ کے
دربار میں اپنی اپنی قربانیوں کو پیش کررہے ہیں اور مجھ نادار
کے پاس بجز اپنی جان کے اور کوئی شے آپ کی خدمت میں
پیش کرنے کے قابل نہیں ہے۔ لہٰذا میں اسکو آپ کے
نام پر ذبح کرتا ہوں۔ یہ کہکر اس نے اپنے کلمہ کی انگلی کو

فیہ خطأً کما یفعل بالسکین فخر میتا قطعہ

نخشبی جاں بباز در رہ عشق
عشق در چشم خلق خاری داں
در رہ عشق دوست جانبازی
عاشقاں را کمینہ کاری داں

اپنے گلے پر چھری کی طرح پھیرا اور گر گیا۔

"اے نخشبی تو نے عشق کے میدان میں قدم رکھا ہے تو
تو جان کا ہارنا (کھونا) ہٹے کرے اور اسکو لوگوں کے نزدیک آنکھوں کا
کانٹا سمجھ (یعنی نہایت ہی کٹھن اور دشوار) باقی دوست کیلئے جان کھونا
عاشقوں کیلئے تو ایک بہت ہی معمولی سی بات ہے۔

سلک بیست و ہشتم

اہل تحقیق گویند مرداں در
دنیا دو چیز خواہند و آں ہر دو چیز در
بہشت اند نہ در دنیا و ہما السلامۃ
والعافیۃ خواجہ جنید کہ از صبح صادق
روشن تر بود صبحے مرید را گفت
کیف اصبحت مرید گفت بالخیر والعافیت
خواجہ بانگ بر وزد ای بے خبر
سخن اہل بہشت اہل دنیا چگونہ
گویند کسی را کہ یک پائے درون
بہشت باشد و دیگر بیرون بہشت
او را این سخن گفتن حرام است
ترا کہ از حضیض دنیا تا اوج بہشت
ہزار ہزار عقبہ در پیش است تو
این سخن چگونہ گوئی۔ عزیز من!
سرگذشت یک مرید شنیدی

سلک ۲۸ (دنیا میں سلامتی کہاں؟)

اہل تحقیق بیان فرماتے ہیں کہ لوگوں کو دنیا میں دو چیزیں
مطلوب ہوتی ہیں گی وہ دونوں چیزیں جنت کی ہیں دنیا کی
نہیں یعنی سلامتی اور عافیت۔ حضرت جنیدؒ جو کہ صبح صادق
سے بھی زیادہ روشن اور نمایاں تھے انھوں نے ایک دن ایک
مرید سے دریافت کیا کہ کیف اصبحت؟ تم نے آج صبح کیسی کی
(یعنی اسکی خیریت پوچھی) اس نے جواب میں کہا بالخیر والعافیۃ
یعنی الحمد للہ خیریت و عافیت کے ساتھ۔ یہ سنکر حضرت جنیدؒ نے
ایک چیخ ماری اور فرمایا کہ اے نادان جنتیوں کی بات اہل دنیا کیسے
کہہ سکتے ہیں (مطلب یہ کہ قالوا سلاماً یہ سلامتی اور عافیت وغیرہ تو جنت
میں ہوگی. چنانچہ جنتی کہیں گے دنیا میں سلامتی کہاں؟ لہٰذا تو نے کیسے
کہا بالخیر والعافیۃ) اہل معرفت تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا
ایک قدم جنت میں ہو اور ایک ابھی باہر ہی ہو تو اسکے لئے بھی یہ کہنا اور
یہ سمجھنا کہ ہم عافیت میں ہیں) حرام ہے۔ اور ابھی تمھارے لئے دنیا کی اس پستی
سے آخرت اور جنت کی اس بلندی تک ہزاروں ہزار عقبات اور پھنسنے
والی گھاٹیاں موجود ہیں پھر بھلا تم یہ بات کیسے کہہ رہے ہو۔

لطیفہ مرید دیگر ہم بشنو. چنیں گویند
وقتی خواجہ ابو بکر وراق میگفت امروز
خلق چہار چیز می طلبند اما ہمانا کہ
بیابید مریدی پرسید آں چہار
چیز کدام اند؟ ابو بکرؒ گفت یکی
لقمۂ حلال، دوم یار موافق، سوم
طاعت بے ریا، چہارم عالم
بے طمع. مرید گفت من ہر چہار
یافتہ ام. گفت چگونہ؟ گفت امروز
لقمۂ حلال خشم است نیکہ کسی باید
کہ فرو خورد و یار موافق قرآن است
و طاعت بے ریا تفکر است و عالم
بے طمع علام الغیوب است
تعالیٰ و تقدس. ابو بکرؒ گفت ای فرزند
چوں تو آں لقمہ را تناول کردی و
بداں یار رسیدی و آں طاعت
بجا آوردی و بداں عالم آشنا گشتی
ترا پیش ما ہیچ چیز احتیاج نماند قطعہ

نخشبی نقد دیں ز دست مدہ
خلق فضل کریم بر ہمہ یافت
فقرا پای بر سر گنج اند
نقد دیں ہر کہ یافت ہر ہمہ یافت

عزیزمن! یہ تو تم نے ایک مرید کا حال سنا اب دوسرے ایک مرید کا لطیفہ سنو. بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواجہ ابو بکر وراقؒ نے فرمایا کہ آج مخلوق چار چیزوں کی تلاش میں ہے مگر انکا ملنا شاذ و نادر ہی ہے اور از بس دشوار ہے. کسی مرید نے دریافت کیا حضرت وہ چار چیزیں کیا ہیں؟ ابو بکرؒ نے فرمایا ایک تو لقمۂ حلال (حلال روزی) دوسرے یار موافق (مخلص دوست) تیسرے ایسی طاعت جو ریا سے خالی ہو. چوتھے ایسا عالم جس میں طمع نہ ہو. اس مرید نے عرض کیا کہ حضرت الحمد للہ مجھے تو یہ چاروں چیزیں میسر ہیں. فرمایا وہ کیسے؟ عرض کیا کہ آج اور اس زمانہ کی حلال روزی تو وہ غصہ ہے جسکو انسان اپنے حلق کے نیچے اتارے (یعنی اسکو پی جائے اور یہ غم کھا جائے). اور یار موافق تو بس قرآن ہے (اسکی مصاحبت میں چین ہی چین اور سکون ہی سکون ہے. راحت جان اور مزین ایمان) اور طاعت بے ریا تفکر (فی آلاء اللہ، ایام اللہ، اور صفات اللہ وغیرہ) ہے. اور عالم بے طمع علام الغیوب ہیں. یہ سنکر ابو بکرؒ نے اس سے فرمایا کہ جان من! جب تم نے وہ لقمہ کھا لیا اور اس یار سے مل گئے اور وہ طاعت تم بجا لائے اور اس عالم سے تمھاری شناسائی ہوگئی تو پھر اب اسکے بعد تمکو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے (جاؤ اپنا کام کرو) ؎

" اے نخشبی دین کا سرمایہ ہاتھ سے ہرگز نہ جانے دینا
مخلوق نے حق تعالےٰ کے فضل کو ہر ایک پر پایا. چنانچہ بزرگان
دین بھی خزانہ اپنے قدموں کے نیچے رکھتے ہیں اس لئے کہ
جس نے دین کا خزانہ پالیا تمام چیز پالی "

سلک بیست و نہم

رواۃ اسمار حقائق و وقاۃ
انکار دقائق چنیں گویند حضرت
رسالت پناہ در شب معراج از
عالم بشریت درگذشت و بحق تعالیٰ
قائم شد خطاب الم تر الی ربک
پیاپی بدو رسیدن گرفت چون
از برائے تبلیغ رسالت در عالم
حقیقت باز آمد متعجب شد و میگفت
خطاب الم تر الی ربک با کسے
کنند کہ او بصفت بقا موصوف
باشد چون ہستی من از انوار تجلی ہمہ در
من محو شدہ نور محلِ خطاب کے بود
و ذلک سر لا یدرکہ العقل ای درویش
اگر تو امروز ہستی خود در نیستی بدل کنی
چنان ہست گردی کہ ہرگز گرد نیستی گرد
ہر آن ہستی تو نتواند نشست اما ہیچ
نمی دانم کہ تو امروز بچہ مشغولی قیل ینبغی
للعاقل الکامل ان یکون الیوم
مشغولاً بما ہو فی الغد مسئولاً۔ عزیز من
امروز روزِ کار است اما کدام کار
کارے کہ ترا فردا کار آید

سلک ۲۹ (نیستی اختیار کرو)

اسمار حقیقت کے بیان کرنے والے اور دقیق افکار
کی حفاظت کرنے والے ایسا بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسالت
پناہ شب معراج میں عالم بشریت سے بالا ہو کر حق تعالےٰ
کے ساتھ قائم ہو گئے تھے اور اس وقت الم ترالی ربک
کا مسلسل خطاب آپ کو ہونے لگا۔ جب آپ تبلیغ
رسالت کے لئے عالم حقیقت میں پھر تشریف لائے تو
تو تعجب فرمانے لگے کہ یہ اللہ تعالےٰ نے الم ترالی ربک
کا خطاب کیسے فرمایا تھا کیونکہ آپ خود تو صفت بقا
کے ساتھ متصف ہو چکے تھے۔ تعجب اس پر تھا کہ
جب میری ہستی انوار تجلی کی وجہ سے تمام تر میرے
اندر محو ہو گئی اور میں گویا سراپا نور ہو کر نور حق میں
مل گیا پھر یہ نور محلِ خطاب کیونکر ہوا۔ یہ ایک
ایسا راز ہے جو عقل کی (فہم اور ادراک) دلائل سے
بالا تر ہے۔ اسے درویش! اگر آج تو اپنی ہستی کو نیستی
سے بدل دے تو ایسا ہست ہو جائے گا کہ نیستی کا غبار
بھی تیری اس ہستی تک نہ آسکے گا لیکن میں نہیں سمجھ رہا ہوں
کہ تو آج کس کام میں مشغول ہے (یعنی ایسی عمدہ چیز کے
حاصل کرنے کا تجھے موقع ملا ہوا ہے اور تو اس سے غافل ہے) کہا گیا ہے کہ
عاقل کامل کو چاہئے کہ آج کے دن انھیں چیزوں میں مشغول ہو جن کے متعلق کل کو
اس سے سوال ہونے والا ہے) عزیز من! آج کا دن کام کا
دن ہے۔ کونسا کام؟ وہ کام جو کل کو تمھارے کام آئے

پس حضرت صمدیت را در حق یکے
ارادت خیر باشد بروے در عمل بکشاید و
دریچہ کسل فرو بندد و یکے از علامات
گرفت حق آن باشد کہ کسے را بکاری
مشغول کنند کہ او را ہرگز آں کار نخواہد
آمد مسکین آدمی را اندک عمر دادہ اند و
حرص بسیار آن اندک ہر لحظہ اندک تر
می شود و آں بسیار ہر لحظہ بسیار تر میگردد
آدمی کار قیامت کے کند۔

بشنو بشنو! ابراہیم موصلی را غلامی
بود کہ آن غلام از جلاب معرفت چاشنی
تمام داشت اما خواجہ از خواجگی او بیعلم
بود او را سقای فرمودہ بود روزی
پرسید ای غلام چگونہ؟ غلام گفت
نیک بد۔ خواجہ گفت از چہ سبب
گفت کدام سبب ازیں فاحش تر کہ
مرا کاری فرمودہ اند کہ ہرگز ازاں کار
خلاصی نخواہم یافت مرا سقائی فرمودہ
نہ خلق سیر خواہد شد و نہ آب دجلہ کم من
کار قیامت کے خواہم کرد۔

قطعہ

نخشبی نیک مفلسی ز عمل
عاملاں اندریں نمونہ روند

حق تعالیٰ جب کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس پر
عمل کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور کسل کی کھڑکی بند کر دیتے ہیں
حق تعالیٰ کی ناراضگی اور مواخذہ کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ
کسی شخص کو ایسے کام میں مشغول فرما دیں کہ جو اسکے بالکل کام نہ آوے
انسان مسکین کو عمر تھوڑی دی ہے اور حرص بہت پھر وہ
تھوڑی سی عمر بلحظہ بلحظہ کم ہوتی جاتی ہے اور یہ
بہت حرص جو ہے وقتاً فوقتاً زیادہ ہوتی
جاتی ہے۔ پھر انسان غریب آخر آخرت کا کام
کب کرے؟

سنو سنو! حضرت ابراہیم موصلیؒ کا ایک غلام تھا جو کہ
معرفت سے حصہ کامل رکھتا تھا لیکن خواجہ کو اسکے مرتبہ کی
معرفت نہ تھی۔ اس کے سپرد سقائی (واٹر ورکس) کا محکمہ کر دیا،
پھر ایک دن اس سے پوچھا کہو میاں کیسے ہو؟ غلام نے کہا
جناب من! بہت بری گذر رہی ہے۔ خواجہ نے پوچھا
کیوں کیا بات ہے؟ اس نے جواب دیا دوسرا کون سا کام
اس سے بدتر ہو سکتا ہے کہ میرے حوالہ ایسا کام کیا گیا ہے
کہ اسکی وجہ سے مجھے فرصت ہی نہیں۔ مخلوق کو پانی پہونچانے
کا کام سپرد ہوا ہے، تو حضور والا! نہ کبھی مخلوق سیر ہونے
والی اور نہ کبھی دریائے دجلہ خشک ہونے والا پھر
آخرت کا کام آخر میں کب کروں؟

قطعہ

اے نخشبی! تم عمل سے بالکل کورے نظر آرہے ہو
حالانکہ عمل کرنے والوں نے اس دنیا میں آکر اپنی ایک مثال

بندگاں پیش بادشاہ قدیر
بادو دستِ تہی چگونہ روند

قائم کردی ہے۔ خود سوچو کہ قدرت والے بادشاہ کے
سامنے اسکے بندے خالی ہاتھ کس طرح پیش ہونگے۔

سلک سی ام

بباید دانست کہ ہیچ مخلوقی ضعیف تر از انسان نیست خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضعیفاً و با خدای قاہر ہیچکس عاصی نشود مگر ہمیں انسان کہ قیل لابو ذر جمہرای الدواب اجمح قال الانسان وضع بین یدیہ مضمار الموت والقبر والنار واللّٰہ رایضہ والانبیاء سایقہ والکتاب قایدہ وھو جموح لم یکن۔ بزرگی ہموارہ در مراقبہ مامور بہ ومنہی عنہ بود گفتی مسکین آدمی کہ او در ہمہ عمر مامور و منہی است وتوفیق امر وعصمت و نہی در قبضۂ ارادت دیگری امر جانبی می کشد ونہی جانبی و اورا آں قدر تصرف نہ کہ بے ارادت سبحانی دمی جانب امری رود ویا قدمی سوی نہی گذارد وطرفہ آنکہ اورا باچندیں اضطرار فاعل مختار می گویند کسی کہ او را بلفظ من و ما تاب نیاد و تکلم کردن جائز نیست

سلک نمبر ۳۰ (ضعف کے باوجود عصیان)

جاننا چاہیے کہ دنیا میں کوئی مخلوق انسان سے زیادہ ضعیف اور کمزور نہیں خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھکر کوئی ذات قاہر نہیں ہے مگر طرفہ تماشا یہ کہ اس دنیا میں بجز انسان کے اور کوئی بھی مخلوق خدا کی نافرمانی نہیں کرتی چنانچہ بزرگ جمہر سے پوچھا گیا کہ دنیا میں سب سے زیادہ سرکش جانور کون ہے اس نے جواب دیا کہ انسان (دلیل یہ کہ) دیکھو اسکے سامنے موت کھلی ہوئی ہے قبر اور دوزخ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ حکم دینے والے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اسکے سائق ہیں (یعنی اسکو ہانک رہے ہیں) خدا کی کتاب اسکی قائد ہے یعنی آگے سے اسے کھینچ رہی ہے مگر اسکی سرکشی ہے کہ کم ہونے کو نہیں آتی اور وہ ذرا زم نہیں پڑتا۔ ایک بزرگ یک عرصۂ دراز تک مامور بہ اور منہی عنہ کے مراقبہ میں رہے بالآخر انھوں نے فرمایا کہ انسان مسکین کا یہ حال ہے کہ وہ ساری عمر مامور بہ اور منہی عنہ کا پابند کیا گیا ہے لیکن مامورات پر عمل کرنے کی اور منہیات سے بچنے کی توفیق دوسرے کے قبضہ میں رکھی گئی ہے پھر امر اسکو ایک جانب کھینچتا ہے اور نہی دوسری جانب اور اس غریب کو اتنا تصرف اور اختیار نہیں ہے کہ بدون حق تعالیٰ کے ارادہ کے ایک قدم امر کی جانب چل سکے یا ایک قدم نہی کی جانب بڑھا سکے اور پھر طرفہ تماشا یہ کہ اسکو اسقدر مجبوریوں

از خود را فاعل مختار چگونہ خواند و دعوی
طاعت کہ ملائکہ را قدرت و طاقت
آں نیست چگونہ کند و خود را ز میان
صلحا کہ شکر وقت او ہمیں است چگونہ
بر شمرد ۔ بشنو بشنو! وقتی موسیٰ
را صلوٰت اللہ و سلامہ علیہ فرمان شد
صلحای کہ میان قوم تو اند ایشاں را از
دیگراں جدا کن موسیٰ علیہ السلام ندا
کرد بیشتری از خلق بروں آمدند فرمان
شد آنکہ صالحاں ترا ند اختیار کن موسیٰؑ
ہفتاد کس را اختیار کرد ۔ فرمان شد
کہ ہنوز ازاں ہفتاد کس سہ کس اختیار کرد
فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ یا موسیٰ ہذہ الثلثۃ
ابغض خلقی الی لانہم کلما سمعوا ندا الصالحین
عدوا انفسہم من الصالحین ۔ عزیز من
ایں راہی است اگر یکی طاعت نکند
بہتر ازاں کہ دعوای طاعت کند ۔ در
کشور شریعت مدعی علیہ را حبس کنند
اما در عالم طریقت مدعی را در زنداں
فرستند ۔

قطعہ

نخشبی تا نظر بخود نکنی
مثل ایں کار مرد رہ نکند

اور اضطرار کے باوجود لوگ فاعل مختار کہتے ہیں ۔ ارے بھائی جس شخص
کیلئے من اور ما کے ساتھ تلفظ اور تکلم بھی جائز نہو اسکو فاعل مختار کیسے کہہ سکتے
ہیں اور طاعت کا دعوی جس کہ فرشتے عاجز رہے یہ غریب بھلا کیسے کر سکتا ہے
اور خود کو صلحا میں سے کیونکر شمار کر سکتا ہے اگرچہ صالح ہونا ہی اسکی
عمر کا شکر ہے ۔ سنو سنو! ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ
آپکی امت میں جو صلحا ہیں انکو علیحدہ جمع کیجئے موسیٰ علیہ السلام نے
اعلان کیا چنانچہ بہت سے لوگ ایک طرف کو ہو گئے حکم ہوا کہ ان میں
سے جو صالح تر ہوں انکا انتخاب فرمالیجئے موسیٰ علیہ السلام نے ان میں
سے ستر کا انتخاب فرمالیا ۔ پھر حکم ہوا کہ اچھا ان ستر میں سے تین کا
انتخاب فرمالیجئے ۔ آپ نے انتخاب فرمالیا اور حق تعالے کے
سامنے پیش فرمایا کہ یہ لوگ ہیں جو امت کے صالح ترین اشخاص
ہیں ۔ حق تعالے کی جانب سے وحی آئی کہ اے موسیٰ یہی
تین تو میرے نزدیک مبغوض ترین خلائق ہیں ۔ اسلئے کہ انھوں نے
جب یہ اعلان سنا تھا کہ صالحین کو الگ کیا جارہا ہے تو لپک کر
آگے کیوں آگئے اور اپنے کو صالح کیوں سمجھا؟ عزیز من! یہ راستہ
عجیب راستہ ہے ۔ طاعت نکرنے والا بہتر ہے اس سے جو
دعوائے طاعت کرے ۔ دیکھو کشورِ شرع میں تو یہ قاعدہ ہے
کہ مدعا علیہ کو قید کرتے ہیں اور عالم طریقت کا دستور یہ ہے
کہ اس میں مدعی کو سزا دی جاتی ہے اور اسکو
جیل خانہ بھیجا جاتا ہے ؎

قطعہ

اے نخشبی کبھی اپنے پر نظر نہ کرنا اللہ والے
کبھی ایسا نہیں کرتے ۔

هر که را سوی خود نگه باشد
هیچکس سوی او نگه نکند

سلک سی ویکم

باید دانست صحبت زندگانی
که سالک را از مشغولی حق مانع باشد
صحبت مردگان یا آں صحبت ثمرت داو
واسطی که واسطۂ قلادۂ طریقت بود میگوید
امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ غالب
احوال در گورستان بودی اورا گفتندی
ای زندہ باطن! چیست که صحبت مردگان
اختیار کردہ؟ گفت ایں صحبت ازاں
اختیار کردم اگر میان ایشان نباشم غیبتی نکنند
واگر میان ایشان باشم طیبتی نکنند واز
ایشان ہیچ وقت قولی یا فعلی در وجود نمی آید
که موجب تاخفگی وسبب کوفتگی من شد
شبی در عادت معہود در گورستان رفت
وگفت السلام علیکم یا اخوانی واخواتی
ہیچکس جوابی نگفت گفت مالکم
لا تردون الجواب آوازی شنید ان
ردالسلام من الطاعات وقد غلقت
علینا باب الطاعۃ۔ علی رضی اللہ عنہ

جس شخص کی نظر اپنے پر ہوگی تو سمجھو کہ اسکی جانب
کوئی شخص نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔

سلک ۳۱ (صحبت نیک اور زاد آخرت)

جاننا چاہئے کہ ایسے زندہ شخص کی صحبت سے جو کہ سالک
کیلئے حق تعالیٰ کے تعلق میں مانع ہو مُردوں کی صحبت ہزار درجہ
بہتر ہے۔ حضرت واسطیؒ جو طریقت کے ہار کا واقعی نگینہ تھے
فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بکثرت قبرستان
تشریف لیجایا کرتے تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا
کہ اے وہ ذات جس کا باطن زندہ ہے آپ مُردوں کی
صحبت کیوں اختیار فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ میں انکی صحبت
اسلئے اختیار کرتا ہوں کہ اگر میں ان سے غائب رہتا ہوں
تو یہ میری غیبت نہیں کرتے اور اگر ان کے درمیان
موجود رہتا ہوں تو میرا مذاق نہیں اڑاتے چنانچہ انلوگوں
سے کسی وقت بھی کوئی قول یا فعل ایسا صادر نہیں ہوتا
جو اپنے لئے باعث ناراضگی یا سبب ضیق بنے۔ ایک
شب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسی معمول کے مطابق
قبرستان تشریف لے گئے اور کہا کہ اے میرے بھائیو! اور
اے میری بہنو! تم پر خدا کی سلامتی ہو کسی نے کوئی جواب نہیں دیا
اسپر فرمایا کہ کیا بات ہے کہ تم لوگوں نے میرے سلام کا جواب نہیں
دیا ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت سلام کا
جواب دینا عبادت ہے اور اب ہم پر عبادت کا دروازہ بند ہوچکا ہے

می فرماید چوں ایں سخن بشنیدم گفتم
یا معشر الاموات ان اموالکم قد قسمت
وان دیارکم قد درست وان نساءکم
قد زوجت وان ابناءکم قد ذللت
فہذا خبرکم عندنا فما خبرنا عندکم۔ از گوری
آوازی شنیدم یا امیر المؤمنین ربحنا
بما قدمنا و خسرنا بما خلفنا۔ عزیز من
سفر بر دو نوع است سفر دنیا و سفر
آخرۃ و در سفر دنیا توشہ خود با خود باید برد
اما در سفر آخرۃ توشہ خود پیش از خود
باید فرستاد۔ قطعہ

تحشبی توشہ در سفر شرط است
راہ بے توشہ وہ چساں باشد
ہر چہ کس پیشتر فرستاد است
توشہ را راہ او ہماں باشد

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات سنی تو میں نے انھیں مخاطب کر کے یہ کہا کہ اے مرنے والو تمہارا مال سب تقسیم ہو چکا ہے۔ تمھارے گھر گر کر کھنڈر بن چکے ہیں تمھاری بیویوں کا دوسروں سے نکاح ہو چکا ہے۔ تمھاری اولاد نہایت ذلت و کس مپرسی کی حالت میں پڑی ہوئی ہے یہ تو یہاں کی خبریں ہیں جو تم سے متعلق ہیں اب کچھ اپنے یہاں کی خبر جو ہم سے متعلق ہو تم سناؤ پاس کی ایک قبر سے آواز آئی کہ اے امیر المومنین ہم نے جن چیزوں کو اپنے آگے بھیج دیا اس میں تو نفع ہی نفع پایا اور جن چیزوں کو اپنے بعد ہم چھوڑ آئے اسمیں ہم نے خسارہ دیکھا۔
عزیز من! سفر کی دو قسمیں ہیں ایک سفر دنیا کا ہوتا ہے اور ایک سفر آخرۃ ہے دنیا کے سفر میں تو اپنا توشہ زاد راہ اپنے ساتھ لیجاتا ہے لیکن سفر آخرۃ میں اپنا توشہ اپنے سے پہلے بھیج دینا چاہیے۔
"تحشبی زاد راہ کا سفر میں ہونا بہرحال ضروری ہے بلا توشہ کے بھی سفر کوئی سفر ہے لیکن جس شخص نے اپنا توشہ اپنے سے پہلے بھیج دیا تو حقیقی توشہ اور کارآمد توشہ اسی شخص کا توشہ کہلاتا ہے۔"

سلک سی و دوم

اہل تحقیق کہ افضل الخلق اند چنیں گویند خلق بر سہ نوع اند نوع اول آنکہ باطن ایشاں آراستہ تر از ظاہر ایشاں باشد و ہم الاولیا نوع دوم آنکہ ظاہر ایشاں آراستہ تر از باطن ایشاں باشد

سلک ۳۲ (علم حقیقی)

ارباب حقیقت جو کہ مخلوق کے بہترین لوگ ہیں یوں فرماتے ہیں کہ انسان کی تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ جنکا باطن ظاہر سے زیادہ آراستہ ہوتا ہے اور یہ اولیاء کی جماعت ہے اور دوسرے وہ لوگ کہ جنکا ظاہر ان کے باطن سے زیادہ آراستہ ہوتا ہے اور یہ دنیا دار جاہل لوگ ہوتے ہیں۔ اور تیسرے

وہم الجہال. نوع سوم آنکہ ظاہر و باطن
ایشاں تساوی باشد وہم العلماء ہم علماء
گویند العلم اکثر من ان یحصی فخذوا من کل
شیء احسنہ. عزیز من! علم بسیار و عمر
اندک و طالب علم حریص چوں بعمر اندک
کہ او را دادہ اند احراز جمیع علوم ناممکن
است سالک را می باید علمی کہ اہم است
بداں پردازد و اگر فرصت دست داد بعلوم
دیگر شروع کند و مشغول شود و اگر عمر تہی گردد
باری عملی کہ کردہ بود از علم خالی نبودہ
باشد. ای برادر علم ہماں علم است کہ
پیشینیاں داشتند اما علماء آں نیند
پیش ازیں علماء ہمہ کردار بودند و ایں
ساعت ہمہ گفتار اند. چنیں گویند وقتی
دلیل ابو سفیان ثوری در قارورہ کردہ
بر طبیب ترسا بردند طبیب چوں دلیل
ظاہر بدید گفتن گرفت ما علمت ان
فی الملۃ الحنیفیہ مثل ہذا الرجل ترسا
در حال مسلمان شد عزیز من بعضی
از مرداں از آنہا بودہ اند کہ بدیدن
بول ایشاں زنار دار ہفتاد سالہ زنار
می برید و بعضی مرداں از آنہا اند کہ
بر شنیدن قول ایشاں مسلمان ہشتاد سالہ

وہ لوگ جن کا ظاہر و باطن دونوں یکساں ہوتا ہے یہ حضرات
علماء کی جماعت ہے. چنانچہ علماء فرماتے ہیں کہ جزئیات
کا علم تو احاطہ و شمار سے بالاتر ہے لہٰذا تم ہر شے سے اسکی عمدہ چیز
کو لے لو. عزیز من! جب علم کی قسم بہت زیادہ ہے اور
انسان کی عمر تھوڑی ہے اور طالب علم حریص ہوتا ہے اور
تھوڑی سی عمر میں جو اسے بخشی گئی ہے تمام علوم کا سمیٹنا اور احاطہ
کرنا ناممکن بھی ہے تو سالک کو چاہئے کہ جو علم کہ سب سے زیادہ
اہم ہے اسکو سب سے پہلے حاصل کرے اگر اسکے بعد اور موقع
ملجائے تو دوسرے علوم کے حاصل کرنے میں مشغول ہو یہ اسلئے
کہ اگر زیادہ علوم کے لئے اسکی عمر وفا نکرے تو کم از کم جو عمل اس نے
اپنی اس قلیل عمر میں کیا ہے وہ تو علم صحیح سے خالی نہونا چاہیے
اے بھائی! فی الواقع علم وہی تھا جو پہلے کے لوگ رکھتے تھے
اب آجکل علماء ویسے نہیں رہ گئے ہیں کیونکہ پہلے کے علماء سراپا
عمل ہوتے تھے مگر اب اس زمانہ میں سراپا گفتار ہو گئے ہیں. بیان
کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سفیان ثوریؒ کا پیشاب شیشی میں
رکھکر قارورہ ایک عیسائی طبیب کے پاس لوگ لیگئے اس طبیب نے
جب حضرت کا قارورہ دیکھا تو کہا میں نہیں سمجھتا تھا کہ مذہب اسلام میں
بھی ایسے خدا ترس اور عابد زاہد لوگ ہوتے ہیں. یہ کہکر مسلمان
ہو گیا. عزیز من! دیکھو کتنے اللہ والے ایسے ہوئے ہیں
کہ انکے بول (پیشاب) کو دیکھکر ستر سال تک زنار باندھنے
والا بھی اپنا زنار توڑ ڈالتا تھا اور اب انھیں انسانوں میں
سے بہت سے ایسے ہیں کہ انکے قول کو سنکر اسی سالہ مسلمان
بھی متنفر ہو جائے اور معاذ اللہ اپنے گلے میں

زناری بندد ۔ قطعہ

نحسبی شوم خلق بد باشد
لقمۂ زشت خلق می گیرد
خوب پہلوی زشت زشت شود
خلق را شرم خلق می گیرد

زنار باندھ لے۔

"نحسبی (مخلوق کی نحوست (یعنی انکی صحبت بد کی نحوست) بری ہوا کرتی ہے۔ دیکھو برا لقمہ حلق کو پکڑ لیا کرتا ہے۔ کوئی چیز اچھی ہو مگر برے کے ساتھ ہونے کیوجہ سے وہ بھی بری ہوجاتی ہے۔ بہت سی بار انسان مخلوق کی شرم اور عار کیوجہ سے بھی کرلیتا ہے"۔

سلک سی وسوم

(سلک ۳۳ (حیات قلب حاصل کرو)

باید دانست کسی کہ مستغرق یاد محبوب است زندہ است اگرچہ بمیرد و آنکہ از محبوب غافل ست مردہ است اگرچہ زندہ نماید۔ عبداللہ مصری گوید وقتی قصد شستن مردہ کردم چوں خواستم کہ میزر بکشایم او ہردو دست بگرفت و کشادن نداد گفتم ایں حیات بعد الممات است از گوشۂ خانہ آوازی شنیدم اَمَا عَلِمْتَ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَا یَمُوْتُ۔ عزیز من! زندہ دلان نہ ہر زندہ را زندہ گویند و نہ ہر مردہ را مردہ خوانند۔ نزدیک ایشاں زندگی و مردگی تعلق بمعاملہ دارد۔ وچنیں گویند وقتی جنید قدس اللہ روحہٗ در نماز جنازہ پنج تکبیر بگفت او را گفتند بر مردہ چہار تکبیر

جاننا چاہئے کہ جو شخص یاد محبوب میں غرق ہو وہی دراصل زندہ ہے چاہے وہ مرچکا ہو۔ اور جو شخص یاد محبوب سے غافل ہے وہ مردہ ہے اگرچہ زندوں میں چلتا پھرتا نظر آئے۔ حضرت عبداللہ مصری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک مردہ کو غسل دینا چاہا جب میں اسکو نجاست سے طہارت کرانے کیلئے اسکی تہبند اٹھاکر اپنا ہاتھ اندر ڈالنا چاہا تو اس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور تہبند کے اندر مجھے ہاتھ نہیں لے جانے دیا۔ میں نے تعجب سے کہا (سبحان اللہ) یہ مرنے کے بعد بھی آثار حیات کیسے؟ گھر کے ایک گوشہ سے یہ آواز میں نے سنی کہ (کسی کہنے والے نے یہ کہا) کیا تم نہیں جانتے کہ جو شخص خدا کا عارف ہوجاتا ہے وہ مرا نہیں کرتا۔ عزیز من! جو لوگ کہ حیات قلب کے حامل ہیں وہ نہ ہر زندہ کو زندہ کہتے ہیں نہ ہر مردہ کو مردہ بلکہ ان حضرات کے نزدیک زندگی اور موت کا تعلق ایک خاص معاملہ کے ساتھ ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت جنیدؒ قدس اللہ روحہٗ نے نماز جنازہ میں پانچ بار تکبیر کہی لوگوں نے ان سے کہا

بیش نیست تو پنجم چرا گفتی؟ گفت من
چہار تکبیر بر مردہ گفتم و پنجم بریں زندگاں
کہ ایشاں مردہ تر از مردہ اند۔ عزیز من!
زندہ مردہ کسی را گویند کہ او از گناہ نترسد
پیش ازیں مرداں بودہ اند کہ از شنیدن
گناہ دیگراں ایشاں را تپ آمد و ترا از
سبب گناہ خود از باطن گرم نمی شود۔
رسمیست قدیم کہ وقت رسیدن گل مرداں
بلہو و نشاط مشغول گردند۔ ازیں بیم ہر سال
کہ وقت رسیدن گل قریب شدی معروف
کرخیؒ کہ بہار عالم طریقت بودی و گفتی
گل رسید باز مرداں بلہو و نشاط مشغول
خواہند شد۔ بشنو بشنو! وقتی شبلیؒ
رحمۃ اللہ علیہ روز عید جامہ سیاہ پوشیدہ و نوحہ
میکرد۔ گفتند امروز چہ روز نوحہ است؟ گفت
امروز خلق را می بینم کہ بعید چناں مشغول
شدہ اند کہ از وعید حق یاد نمی آرند بر غفلت
ایشاں نوحہ میکنم الویل لمن غفل الویل لمن
غفل۔ قطعہ۔

بخشبی نیک غافلی از دین
وانکہ در تحت چرخ فیروزہ است
نیست از غفلتی بروں آری
غفلت آدمی نہ امروزہ است

کہا کہ میت پر تو چار تکبیر سے زیادہ نہیں ہے۔ آپ نے پانچویں تکبیر
کیوں کہی؟ فرمایا کہ میں نے چار تکبیریں تو اس مردے پر کہی ہیں اور
پانچویں ان زندوں پر جو مردہ سے بڑھکر مردہ ہیں۔ عزیز من!
زندہ دل حضرات مردہ اسے کہتے ہیں جو گناہ سے نہ ڈرے چنانچہ
اب سے پہلے ایسے لوگ ہوتے تھے کہ دوسروں کا گناہ سنکر انھیں
بخار ہوجاتا ہے اور وہ بیمار ہوجاتے تھے اور تمھیں دیکھتا ہوں کہ اپنے
گناہ کیوجہ سے تمھارا باطن ذرا گرم نہیں ہوتا۔ اہل زمانہ کا قدیم
دستور ہے کہ بہار کے زمانہ میں جبکہ پھول اور کلیاں خوب پھوٹے
اور کھلے ہوتے ہیں لوگ مختلف قسم کے لہو ولعب اور نشاط و تفریح
کے کاموں میں مشغول ہوجاتے ہیں اسی اندیشہ سے ہر سال جب
موسم بہار ہوتا تھا تو حضرت معروف کرخیؒ جو عالم طریقت کیلئے بمنزلہ
بہار ہی کے تھے دوسروں کے غم سے بیمار پڑ جاتے تھے اور فرماتے
تھے کہ اب بہار کا زمانہ آگیا ہے لوگ کھیل کود میں مشغول ہونگے
سنو سنو! ایک دفعہ حضرت شبلیؒ عید کے دن سیاہ لباس پہنے ہوئے
نوحہ کرتے ہوئے گذرے لوگوں نے عرض کیا حضرت بھلا آج کیا نوحہ
کا موقع ہے آج تو عید کا دن ہے۔ فرمایا کہ بھائی یہی تو وجہ ہے
کہ مخلوق کو دیکھ رہا ہوں کہ عید کی خوشی اس طرح منا رہے ہیں کہ
حق تعالیٰ کی وعید انکو بھولکر بھی یاد نہیں آتی انکی اسی غفلت پر نوحہ و ماتم
کررہا ہوں۔ اہل غفلت کیلئے ہلاکت ہو اہل غفلت کیلئے ہلاکت ہو۔
نخشبی دیکھو تم دین سے بہت زیادہ غافل ہو اور جو لوگ کہ اس آسمان کے
نیچے خوش عیشی کی زندگی بسر کررہے ہیں وہ سب بھی غفلت ہی میں ہیں
اور اس سے وہ آسانی کیساتھ چھوٹ بھی نہیں سکتے اسلئے کہ غفلت انسان میں ایک
دو دن کا مرض نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک دیرینہ بیماری ہوتی ہے اسلئے اس سے نکلنا دشوار ہوجاتا ہے

سلک سی و چہارم

بباید دانست کہ سبب
رنج و راحت ہم توئی تا ندانی کہ ترا
از سبب دیگرے خواہند گرفت
ہر رنج و راحتی کہ بتو خواہد رسید
سبب آں توئی۔ چنانچہ وبال طاوس
پر او باشد و وبال روباہ مقال او
و وبال عاشق چشم او۔ ع
بس خانہ کہ شد خراب از کردہ چشم
وقتے از کثرت گریہ مردم دیدۂ عاشق
جامۂ یوسف وابیضت عیناہ پوشیدہ
بود روزے طبیبی او را گفت اگر
بگوئی من بدارو چشم ترا ہمچناں روشن
کنم کہ بود عاشق گفت اسے خواجہ
تو داروئی خود جای دیگر بند کہ مرا
ایں ہمہ محنت از چشم روشن پیش آمدہ است
آری وقتے کودکی میگریست سیکے
پرسید ایں کودک را کہ گریانیدہ است
گفتند ہمہ عمل کودک۔ و آں شنیدہ باشی
کہ وقتی حکیمے را پسری بمرد او را گفتند
علت مرگ او چہ بود؟ گفت ہماں
زندگانی او۔ بشنو بشنو! ترجمہ

سلک نمبر ۳۴ (رنج و راحت کا سبب)

جاننا چاہیئے کہ اپنے رنج و راحت کا سبب خود تمھیں ہو۔
اسلئے سمجھو تاکہ یہ خیال نہو کہ دوسرے کیوجہ سے تم بچڑے گئے ہو۔ اور
اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ جو بھی رنج و راحت تمکو پہونچتی ہے
اسکے سبب تم خود ہو۔ دیکھو مور کے لئے مصیبت خود اسکا پر بنا کرتا ہے
اور لومڑی کے مار کھانے کا سبب خود اسکی آواز ہوتی ہے۔ اور عاشق کے
راز عشق کا کھولنے والا خود اسکا آنسو ہوتا ہے۔ چنانچہ بہت سی
آنکھیں جو خراب اور برباد ہو جاتی ہیں تو بعض مرتبہ اسکا سبب خود انسان
کا رونا ہی ہوا کرتا ہے ؎

(اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی — یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو)

اُس عاشق (یعنی یعقوب علیہ السلام) کی آنکھ کو یوسف علیہ السلام کے
جامۂ محبت ہی نے ڈھنک رکھا تھا کیونکہ انھیں کی محبت میں وہ روتے
روتے اندھے ہوگئے تھے۔ ایک دن ایک طبیب نے انسے کہا کہ اگر آپ
اجازت دیں تو میں ایک دوا لگا کر انکو اسی طرح پر کر دوں جیسی کہ وہ
پہلے تھی۔ اس عاشق صادق نے کہا کہ بھائی جان! ابھی اس دوا
کو کسی اور کو استعمال کرا دیجے کیونکہ مجھ پر جو یہ مصیبت آئی ہے تو وہ
چشم بینا ہی ہونے کیوجہ سے آئی ہے (یعنی میں نے حسن کیوجہ سے
یوسف کو چشم محبت ہی سے دیکھا تھا جسکا یہ انجام ہوا)۔ اسی طرح سے
ایکدفعہ ایک بچہ رو رہا تھا کسی نے پوچھا اس بچہ کو کس نے رلایا لوگوں نے
کہا خود اسکے کرتوت نے۔ اور وہ تو تم نے سنا ہی ہوگا کہ ایکمرتبہ کسی
حکیم کا کوئی بچہ مرگیا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ آخر اس کے موت کا سبب
کیا ہوا؟ کہا کہ اسکی زندگانی (یعنی نہ پیدا ہوتا نہ مرتا) سنو سنو! عجب

اعرابی امرأة اشرف منہ حسباً و نسباً
فقال یا ہذہ انت بہزولہ فقالت
اہزنی ازواجی فی بیتک. قطعہ.
نخشبی درد کس بجس نرسد
سرایں حرف در زمانہ کراست
مردم از شوم خود شود گشتہ
نہ زکس ہم نہ ماست آنچہ بماست

ایک بدو نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جو حسب نسب میں
نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی صورت شکل میں بہت حسین تھی بوقت ملاقات
اس سے کہا جان من! تم تو بہت دُبلی ہو اس نے کہا کہ حضور والا آپکے
خاندان میں میری قرابت ہی نے مجھے دبلا کر دیا ہے۔" اے نخشبی کسی ایک کا
درد دوسرے کو نہیں پہنچا کرتا لیکن دنیا میں اس راز کو جاننے والے لوگ
کتنے ہیں؟ انسان خود اپنے شومیٔ عمل کی وجہ سے پریشان رہتا ہے کسی دوسرے کے سبب سے
نہیں چنانچہ جو بھی افتاد ہم پر پڑتی ہے اسکے سبب خود ہی ہم ہوتے ہیں۔

سلک سی و پنجم

سلک نمبر ۳۵ (اللہ تعالیٰ قلب کو دیکھتے ہیں)

تاجداران سلطنت حقیقت
و دواج پوشان مملکتِ طریقت
گویند چون پادشاہان مجازی خواہند
یکی را قریب حضرت خود گردانند
اورا کلاہ و قبا دہند پادشاہ حقیقی تعالیٰ
ملکہ چوں خواہد یکی بیمرتبہ قرب و بساط
انبساط نشاند از و کلاہ و قبای بستاند
ای برادر بمعاملہ کہ با خلق زندگانی کنند
بداں معاملہ با حق نتواں کرد۔ لان
من خاف شیئاً ہرب منہ و من
خاف اللہ تعالیٰ ہرب الیہ. بشنو بشنو
وقتی عاشق با معشوق می گفت اگر چہ
من بصورت بتو نتوانم رسید

سلطنت حقیقت کے جو تاجدار ہیں اور مملکت طریقت کے
جو قباپوش ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ دیکھو جب شاہان مجازی یعنے
بادشاہان دنیوی یہ چاہتے ہیں کہ کسی کو اپنا مقرب اور مخصوص بنائیں
تو اسکو کلاہ و قبا دیتے ہیں اور شاہنشاہ حقیقی یعنی حق تعالیٰ شانہٗ
جب چاہتے ہیں کہ کسی کو قرب کے مسند اور تکیہ پر بٹھائیں اور
انبساط کی چادر اسکے لئے بچھائیں تو اس سے کلاہ و قبا کو چھین
لیتے ہیں۔ بھائی میرے جو معاملہ کہ مخلوق کے ساتھ زندگی میں
برتنا چاہیئے وہ حق تعالیٰ کے ساتھ نہ برتو اس لئے کہ یہاں کا
معاملہ بالکل جدا ہے۔ دیکھو! جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے
وہ اس سے دور بھاگتا ہے اور جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اسکے
اور قریب ہونا چاہتا ہے۔ سنو سنو! ایک دفعہ ایک
عاشق نے اپنے معشوق سے کہا کہ اگرچہ میں صورتاً اور بظاہر حال
تم تک نہیں پہونچ سکتا لیکن یقین مانو کہ دل سے تمہارے ہی

اما دل پیوستہ با توام معشوق گفت مرا
جانب دل راہ نیست تو بصورت
بامن باش و بدل ہر جا کہ خواہی برو
عزیز من! بدیں معاملہ با حق کار
نتواں کرد۔ زیرا کہ اگر کسے را سودای
ایں حضرت در سرافتد باید کہ بدل
دراں حضرت باشد و بصورت
ہر جا کہ خواہی برود۔ لہٰذا شبی درویش
صاحب وقت در مسجدے نماز
میگزارد و باراں باریدن گرفت
دل او جانب حجرہ خانہ مائل شد از
گوشۂ مسجد آوازے شنید ای درویش
بدیں نمازی کہ می گذاری برما منت
نیست بنا بر آنکہ ہر چہ در تو لطیف
است ہر ساعت در خانہ می گذاری
و ہر چہ در تو کثیف است اینجا
میگذاری۔ قطعہ۔

نخشبی دل شگوفت کالائیست
ہر چہ جز دل بود تمام گل است
گرچہ در چشم کار بسیار است
آنچہ کاری بود بچشم دل است

ساتھ رہتا ہوں معشوق نے کہا میں دل دل کی تو جانتا نہیں
نہ اسکی مجھے کچھ خبر ہے تم تو صورتاً اور ظاہراً میرے ساتھ ہو اور دل
کے اعتبار سے جہاں چاہے جاؤ۔ عزیز من! دیکھو اس طور
کا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ نہیں کرنا چاہیئے اسلئے کہ اگر کسی کے
قلب میں یہ سودا سما جائے تو چاہیئے کہ دل سے تو حق تعالےٰ کے
ساتھ رہے اور صورتاً جہاں چاہے جائے۔ (اسی کو
دل بیار و دست بکار کہتے ہیں)۔ ایک شب ایک درویش
جو کہ صاحب معمول اور پابند اوقات تھے ایک مسجد میں نماز
پڑھ رہے تھے اتنے میں بارش ہونے لگی، ان کا قلب نماز
ہی میں حجرہ کی طرف مائل ہوا (یعنی دل میں یہ خیال کیا کہ اس
وقت کمرے میں ہوتے تو اچھا تھا) مسجد کے گوشہ سے آواز سنی
کہ اے درویش تو جو یہ نماز پڑھ رہا ہے اس کا مجھ پر کوئی
احسان نہیں ہے اور مجھے اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے
اسلئے کہ تیرے اندر کی جو لطیف اور عمدہ شے ہے اس کو تو
تو نے حجرہ میں بھیج دیا ہے اور جو کثیف شے ہے یعنی جسم
اسے یہاں مسجد میں ہمارے سامنے کھڑا کئے ہوئے ہے۔
ہے۔

" نخشبی! دل بھی بڑا قیمتی سامان ہے علاوہ دل کے
انسان کے اندر جو کچھ ہے گِل (مٹی) ہے۔ اگرچہ
بظاہر نظر دنیا میں بہت سے کام نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں
نگاہوں میں کام جو ہے وہ دل ہی کا ہے۔"

سلک سی و ششم

سر آنکہ چوں رستم دستاں
سرآمدہ مردانند چنیں گویند کہ خواجہ
شقیق بلخی کہ طرۂ بلخ طریقت بود گفتی
اگر کسے خواہد کہ ہمہ وقت خوش باشد
آں خورد کہ یابد و آں پوشد کہ دارد و
راضی باشد بدآنچہ حق تعالیٰ با او کند
و ہذا کنایۃ عن الصبر۔ اصمعی میگوید
در بیابان اعرابی دیدم با درد چشم
آویختہ اما ہیچ نمی نالید۔ گفتم چشم تو
درد نمی کند؟ گفت می کند اما الطبیب
امرنی بالصبر بعض گیران علت فسق
گویند اگر کسی را دردے رسد
او را ہیچ داروی بہتر از صبر نباشد کہ
خاتمۂ کارہای صابراں بخیر بود۔

بشنو بشنو! بزرگی میگوید در بیابانی
زن و شوہری دیدم کہ آں زن در خوبی
خوب ترین از زنانِ آں وقت بود
وآں شوہر در زشتی زشت ترین مردانِ
آں عہد۔ زن شوہر را میگفت فردا ہم
من در بہشت خواہم بود وہم تو شوہر
گفت بچہ دلیل گفت براں دلیل

سلک نمبر ۳۶ (صبر و شکر)

سالکین راہ جنہوں نے کہ رستم کی طرح بہادری کے ساتھ
اس راہ کو طے کیا ہے یوں بیان کرتے ہیں کہ خواجہ شقیق بلخی جو
بلخ طریقت کے ایک ممتاز پھول تھے وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی
شخص یہ چاہے کہ اسکا تمام وقت خوشی اور راحت کے ساتھ
گذرے تو اسے چاہیئے کہ جو کچھ میسر آئے وہ کھالے اور جو
ملجائے پہن لے اور حق تعالیٰ اسکے ساتھ جو بھی معاملہ فرمائے
اسپر دل سے راضی رہے۔ دوسرے لفظوں میں اسکا نام صبر
ہے۔ اصمعی کہتے ہیں کہ ایک جنگل میں میں نے ایک بدو کو دیکھا کہ
درد چشم میں مبتلا ہے مگر کچھ فریاد نہیں کرتا۔ میں نے اس سے پوچھا
کہ کیا تمھاری آنکھ درد نہیں کر رہی ہے کہا کیوں نہیں بڑی شدت کا
درد ہے مگر طبیب نے مجھے صبر کا حکم دیا ہے۔ مرض فسق کے جو نباض
ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو کوئی درد یا تکلیف ہو تو اسکے
لئے کوئی دوا صبر سے بڑھکر نہیں اسلئے کہ اہل صبر کے تمام کاموں
کا خاتمہ بخیر ہی ہوتا ہے۔

سنو سنو! ایک بزرگ فرماتے تھے کہ ایک بیابان میں میں نے
ایک میاں بیوی کو دیکھا کہ عورت تو بہت ہی حسین ہے کہ اپنے
زمانے کی عورتوں سے بھی حسن میں بالاتر تھی اور اسکا شوہر انتہائی
بدشکل کہ دنیا بدشکل اس زمانے میں شاید ہی کوئی رہا ہو۔ یہ سنا کہ
عورت اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی کہ انشاء اللہ کل کو میں جنت میں
ہونگی اور تو بھی ہوگا۔ شوہر نے کہا کہ اسکی کیا دلیل؟ کہا کہ اسکی
دلیل یہ ہے کہ آج کے دن دنیا میں اللہ تعالےٰ نے تیرا

کامروز ترا بمن بتلا کردہ اند و مرا بتو۔ ترا بحسن من بتلا کردہ اند و بران شکر میگوئی و مرا بقبیح تو گرفتار گردانیدہ اند و من بران صبر میکنم و موضع الشاکرین و مقام الصابرین فی الجنۃ۔ قطعہ۔

نخشبی صبر کار ہا دارد
وقت او خوش کہ این نمط بشناخت
ہر کہ در درد خویش صبرے کرد
درد او را خدای دارو ساخت

میرے ذریعہ سے امتحان لیا ہے اور میرا تیرے ذریعہ سے کہ تجھکو میرے حسن کے ساتھ مبتلا کیا تاکہ تو جب مجھکو دیکھے تو خدا کا شکر ادا کرے۔ اور مجھکو تیری بدصورتی کے ساتھ جکڑا تاکہ جب میں تجھے دیکھوں صبر کروں اور یہ طے شدہ بات ہے کہ شاکرین اور صابرین کا ٹھکانا جنت ہے ؎

نخشبی صبر سے بہت کام نکلتا ہے۔ وہ شخص نہایت مبارک وقت والا ہے جس نے اس راز کو سمجھ لیا ہے کہ جس شخص نے اپنے درد میں صبر کیا حق تعالےٰ اسکے درد ہی کو دوا بنا دیتا ہے۔

سلک سی و ہفتم

طائفہ کہ بر وعدہ قولش وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وثوق تمام و اعتماد کلی دارند چنیں گویند رزق از طاعت و معصیت و دانائی و نادانی و طلب و اہمال نہ کم شود نہ بیش گردد۔ و ابوحازم گفتی ہمہ دنیا را دو چیز یافتم یکے آنکہ روزی منست دوم آنکہ روزی دیگر است۔ آنچہ روزی منست اگر بر باد سوار شوم و از و گریزم آں عاقبت بمن برسد۔

سلک نمبر ۳۷ (روزی مقدر ہے)

وہ گروہ جو کہ اللہ تعالےٰ کے اس وعدہ پر کہ نہیں ہے کوئی زمین پر چلنے والا مگر یہ کہ اللہ کے ذمہ ہے اسکی روزی، وثوق تام اور اعتماد کلی رکھتا ہے، یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ رزق طاعت و معصیت سے اور عقلمند اور بیوقوف ہونے سے اور کوشش کرنے نہ کرنے سے نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ (بلکہ جو کچھ مقدر ہے وہ بہر حال ملکر رہتا ہے) ابوحازمؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی ہر چیز کو میں دو قسم پر دیکھتا ہوں یا یہ کہ وہ میری روزی ہے یا غیر کی روزی ہے۔ پس ان میں سے جو میری روزی ہے تو اگر میں ہوا پر سوار ہو کر بھی اس سے بھاگ جاؤں تو انجام کار وہ مجھ کو پہونچکر رہے گی اور جو کچھ کہ دوسرے کی روزی ہے تو اگر میں ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر بھی اسکے پیچھے دوڑوں تو بھی ہرگز اسکو نہیں پا سکتا۔ لہٰذا دونوں

نہ آنچہ روزیٔ دیگر است اگر بر باد
سوار شوم و طلب کنم آں ہرگز بمن
نہ رسد۔ در طلب بردو عمر ضایع باشد
درویش چوں در طلب رزق سرگرداں
شود نہ آنکہ خود را سرگرداں کند بلکہ
رزق را ہم سرگرداں کردہ باشد۔ قال
علیہ السلام الرزق لیطلب العبد
کما ہو یطلبہ عزیز من! چنانچہ از مرگ
چارہ نیست و از رزق ہم چارہ نیست
الرزق اشد طلبا من اجلہ ابوالقاسم رح
حکیم گوید الشک فی الرزق والشک
فی التوحید واحد چنیں گویند وقتے
در بصرہ قحط افتاد رابعہ را ازاں حال
خبر کردند گفت اگر ہمہ دانہ بمثقال زر
رسد من ہرگز از برائی رزق اندوہگیں
نشوم فان علینا ان نعبدہ کما امرنا
و علیہ ان یرزقنا کما وعدنا۔ بشنو بشنو!
وقتی توانگری چند درویشی را گفتند
کہ وجہ شام تو از کدام مطبخ است
گفت ہم ازاں مطبخ کہ وجہ چاشت
شماست۔ قطعہ
نخشبی از خداست رزق ہمہ
می بردز آفتاب عالم نور

کو طلب کرنا اپنی عمر کو ضائع کرنا ہے۔ چنانچہ جب درویش
رزق کی طلب میں پریشان ہوتا ہے اور بھاگا بھاگا پھرتا
ہے تو یہی نہیں کہ وہ خود پریشان ہوتا ہے بلکہ رزق
کو بھی پریشان کرتا ہے (کہ وہ اس کو تلاش کرتا ہے)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ رزق بندے
کو اسی طرح ڈھونڈھتا ہے جس طرح بندہ رزق
کو تلاش کرتا ہے۔
عزیز من! یہ سمجھ رکھو کہ جس طرح موت سے مفر نہیں
رزق سے بھی چارہ نہیں ہے بلکہ رزق انسان کو اس سے
زیادہ تلاش کرتا ہے جتنا کہ موت۔ ابوالقاسم رح جو کہ اپنے
زمانہ کے حکیم تھے فرماتے ہیں کہ روزی میں شک کرنا
اور توحید میں شک کرنا دونوں ایک طرح ہیں۔ لوگ
بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بصرہ میں قحط پڑا۔ رابعہ بصریہ رح
کو بھی لوگوں نے اسکی اطلاع دی کہ حضرت غلہ کا یہ
بھاؤ ہو گیا ہے فرمایا کہ مجھے کیا سناتے ہو اگر ایک دانہ
ایک اشرفی کو ملے تو بھی مجھے رزق کی طرف سے کچھ بھی
پریشانی نہ ہوگی اسلئے کہ ہمارے ذمہ تو یہ ہے کہ جس طرح
سے ہم سے چاہا گیا ہم اسکی عبادت کریں۔ اور حسب وعدہ روزی
کا عطا فرمانا خدا کا کام ہے۔ سنو سنو! ایکدفعہ چند امیروں نے ایک درویش
سے پوچھا کہ شاہ صاحب آپکا شام کا کھانا کس مطبخ میں سے ہے درویش نے جواب
دیا کہ اسی مطبخ سے آئیگا جس سے تمھیں صبح کا کھانا ملا ہے ؎
" اے نخشبی رزق کا تمام تر معاملہ خدا کی جانب سے ہے
دیکھو! تمام عالم روشنی صرف ایک آفتاب سے حاصل کرتا ہے

ہست اندر جہانِ کون و فساد
نان شاہ و گدا از یک تنور

اس عالم کون و فساد میں ہر شاہ و گدا کی روٹی ایک ہی تنور سے پک کر آتی ہے "اور ایک ہی مطبخ سے تقسیم ہوتی ہے"

سلک سی و ہشتم

سلک نمبر ۳۸ (ریاضتِ نفس)

اہل انصاف گویند ظلم بر ہیچکس ستو وہ نیست مگر بر نفس خویش یکے از خانہ بر انداز ان عالم خاکی روزی در خرابہ نشستہ بود می گفت ہر کہ بر کسی ظلم کند خانہ او ویراں شود. قال اللہ تعالیٰ فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا کسی باو گفت تو بر کہ ظلم کردہ کہ خانہ تو ویراں شدہ است گفت نفس خویش بنا بر آنکہ نفس من از من پیوستہ رنج دیدہ است و من ہیچ وقتی آرزوی او بدو نرسانیدہ ام۔

بشنو بشنو! سلطان العارفین بایزید را قدس اللہ سرہ ہمسایہ بود جہود روزی مردے او را گفت کسی کہ او را ہمسایہ چوں بایزید باشد او چگونہ جہود ماند گفت ای خواجہ اگر اسلام اینست کہ ابو یزید دارد مرا صد چوں مرا طاقت اسلام نیست' اگر اسلام اینست کہ شما دارید

اہل انصاف یوں فرماتے ہیں کہ کسی پر بھی ظلم پسندیدہ چیز نہیں سوائے اپنے نفس کے (کہ اسپر ظلم روا رکھنے والا عادل شمار ہوتا ہے) ایک دن ایک شخص جسکا اس عالم خاکی کا مکان گر کر خراب ہو چکا تھا اپنی بستی سے باہر نکلکر جنگل بیابان میں بیٹھا ہوا تھا اور کہتا تھا کہ یا اللہ جو شخص کسی پر ظلم کرے اسکا گھر برباد ہو جائے اور اسکی دلیل میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سناتا تھا کہ "دیکھو یہ ان کافروں کے مکانات ہیں جو کہ ویران پڑے ہیں ان کے ظلم کرنے کے سبب" کسی نے اس سے کہا کہ جناب والا! اور آپ نے کس پر ظلم کیا ہے کہ آپ کا گھر ویران ہو گیا ہے۔ کہا کہ ہاں بھائی میں نے بھی اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اسلئے کہ میرے نفس نے میری جانب سے ہمیشہ تکلیف اٹھائی اور میں نے کبھی بھی اسکی کوئی آرزو پوری نہیں کی (سبحان اللہ کیا عنوان تھا مجاہدہ پر تحریض کا)۔

سنو سنو! سلطان العارفین حضرت بایزید قدس اللہ سرہٗ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا ایک دن کسی شخص نے اس سے کہا کہ میاں یہ بتاؤ کہ جس کا پڑوسی بایزید جیسا اللہ والا ہو وہ یہودی باقی رہ جائے بڑے حیرت کی بات ہے اسنے کہا کہ جناب من! اگر اسلام اُسکا نام ہے جیسا کہ ابو یزید کے اندر ہے تو مجھے اور مجھ جیسے سیکڑوں کو ایسا اسلام لانے کی ہمت نہیں ہے اپنے کو اسکے کمتر اور اسلام کو بالاتر سمجھتا ہوں۔ اور اگر

خود مرا ایمان نیاوردن بہ۔ آں مرد را ایں سخن نہایت گراں نمود بر خواجہ بایزید آمد و گفت ای خواجہ ازاں مجاہدہ کہ تو داری زراہِ دیں باید کہ شمہ با من میاں نہی۔ خواجہ گفت اگر ازاں مجاہدہٗ اکبر گویم باطن تو دراں مساحت نکند، اما چیزی اصغرے خواہم گفت و آں اینست وقتی نفس من در امری از امور دیں کاہلی کرد، یعنی کار سے کہ او را اول وقت بایستی کرد آخر وقت کرد، یک سال مدام آبش ندادم۔ قطعہ ؎

نخشبی نفس در ریاضت بہ
مرد با نفس خویش رنجہ کند
صد شکنجہ شمر ریاضت نفس
نفس خود را کہ در شکنجہ کند

اسلام اسکا نام ہے جیسا کہ تم رکھتے ہو تو مجھے ایسے ایمان کی ضرورت نہیں ہے ایسے مذہب کا نہونا ہی اچھا ہے۔ اس یہودی کی یہ بات اس مسلمان پر بہت شاق گذری فوراً حضرت بایزید کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرت اس طریق میں آپ جو مجاہدہ اختیار فرماتے ہیں اسکا تھوڑا ہی حصہ سہی مجھے بھی تلقین فرمائیے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ بھائی اگر اپنے مجاہدہ کا بڑا حصہ تم سے بیان کروں تو تمھارا قلب اس پر چلنے کی ہمت ہی نکریگا اس لئے ایک نہایت ہی مختصر سی بات تم سے کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جس وقت میرا نفس دینی امور میں سے کسی امر میں بھی سستی کرتا ہے یعنی جس کام کو مثلاً اسے اول وقت کرنا چاہئے تھا وہ اسے آخر وقت میں ادا کرتا ہے تو اس پر بھی اس کو ایک سال تک پانی پینے کو نہیں دیتا (اللہ اکبر) ؎

"اے نخشبی سچی بات یہ ہے کہ نفس ریاضت ہی سے ٹھیک رہتا ہے اور انسان کو اسکا نفس ہی ذلیل و خوار کرتا ہے۔ ریاضت نفس کو سو شکنجہ سمجھو اور دیکھ لو کہ اپنے نفس کو شکنجہ میں کسنے والے کتنے لوگ ہیں؟

سلک سی و نہم

بندگانِ خاص درگاہ الٰہی کہ از بندگی ایں درگاہ خواجگی دارین کسب کردہ اند چنیں گویند:۔

سلک نمبر ۳۹ (عبودیت کسے کہتے ہیں)

جو لوگ کہ حق تعالیٰ کے درگاہ کے مخصوص بندے ہیں اور اسکی درگاہ کی بندگی ہی سے دارین کی سلطنت انھیں حاصل ہوئی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

العبودیۃ ثلثۃ اشیا منع النفس عن ہواہا وزجرہا
عما نہاہا والطاعۃ فی امر مولاہا ومن فعل
ہذہ الثلثۃ نادی منادی کل یوم
انت خیر فی الدارین بزرگی را پرسیدند
بندگی چیست گفت بندگی آنست
کہ خداوند را ہمہ حال خداوند خود بخوانی
وخود را بہمہ وجوہ بندۂ او خوانی و
بر بساط عبودیت ہیچ کسی بہتر از
عیسیٰ السلام قدم نہاد۔ حیث قال
انی عبداللہ ای برادر بندہ بودن
دیگر است و بندگی کردن دیگر۔ اگر
بندہ بودن و بندگی کردن یکے بودے
ہرگز ابلیس را روی سیاہ نکردندی
وبخنجر ان علیک لعنتی مجروح نگردانیدندے
بشنو بشنو! قریب نماز شامی بود
کہ عزرائیل بقبض روح خیر نساج
آمد۔ خیر نساج گفت ای قابض
ارواح وکاسر اشباح ہم تو بندۂ
خدائے وہم من بندۂ خدائے۔ ترا
فرمودہ اند کہ جان من برگیر و مرا فرمودہ
اند نماز بگذار آنچہ ترا فرمودہ اند فوت
نخواہد شد اما آنچہ مرا فرمودہ اند از من
فوت میشود یک لحظہ توقف کن تا نماز شام

عبودیت تین چیزوں کا نام ہے۔ ایک نفس سے اسکی خواہشات
کو روکنا اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان کے کرنے پر اس کو
ڈانٹنا اور تنبیہ کرنا اور اپنے مولیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرنا اور جس نے
ان تین امور کو انجام دے لیا تو ہر دن ایک ندا دینے والا ندا دیتا
ہے کہ تم دارین میں سب سے بازی لے گئے۔ ایک بزرگ سے
لوگوں نے پوچھا کہ حضرت بندگی کسے کہتے ہیں فرمایا بندگی یہ ہے کہ
تم ہر حال میں حق تعالیٰ کو اپنا خدا جانو اور خود کو بہمہ وجوہ اسکا بندہ
سمجھو۔ چنانچہ دیکھو کہ عبودیت کے فرش پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے
بہتر (اپنے وقت میں) کوئی چلنے والا نہیں ہوا آپ نے شیرخوارگی ہی کے زمانے
میں گہوارے کے اندر سے یہ فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں تو اے بھائی
بندہ ہونا اور بات ہے اور بندگی کرنا اور چیز ہے ورنہ دیکھو کہ اگر بندہ
ہونا اور بندگی کرنا ایک ہوتا تو ابلیس کو سیہ رو نہ فرماتے اور اِنَّ
عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ کے خنجر سے اسکو مجروح نہ فرماتے۔

سنو سنو! نماز مغرب کا وقت قریب تھا کہ عزرائیل علیہ السلام
خیر نساج کی روح قبض کرنے کیلئے آگئے۔ آپ نے فرمایا اے روح
کے قبض کرنیوالے اور اسے بدن کو توڑ مروڑ کر رکھ دینے والے تو بھی
خدا کا بندہ ہے اور میں بھی خدا کا بندہ ہوں۔ حق تعالیٰ نے تجھے حکم
دیا ہے کہ میری جان نکالو اور مجھے حکم دیا ہے کہ سورج غروب
ہو چکا ہے نماز مغرب ادا کروں۔ اب تجھ سے جو فرمایا ہے وہ تو فوت
نہ ہوگا (کہ اب نہ سہی ذرا دیر بعد جان نکال لینا) اور مجھ سے جو
فرمایا ہے وہ حکم مجھ سے فوت ہو جائیگا (یعنی نماز ترک
ہو جائے گی) لہٰذا ایک منٹ ٹھہر جاؤ کہ میں نماز مغرب
پڑھ لوں۔ عزرائیل علیہ السلام کو خدا کا حکم پہونچا کہ ابھی

بگذارم در سر عزرائیل بر فور ندا آمد
ہمچناں کن نساج آب طلبید و
آب دستی بتجدید کرد و نماز شام
بگذارد و جاں بطالب جاں داد
ایں چیست تا جہانیاں بدانند ہر کہ
در بندگی چست باشد عزرائیل را
فرماں بردار او گردانند۔ قطعہ

نخشبی بندگی نکو چیزی ست
نافہ را خوں شمر چو بو نہ بود
ہر کہ در بندگی نکو باشد
جز نکوئی نصیب او نہ بود

بات ہے ایسا ہی کرو۔ حضرت نساجؒ نے پانی منگوایا تازہ
وضو کیا اور مغرب کی نماز ادا کی اور پھر جان جان آفریں
کی خدمت میں اس طالب جاں کے واسطے سے سپرد کی۔
جانتے ہو ایسا کیوں ہوا؟ اس لئے ہوا تاکہ اہل زمانہ
جان لیں کہ جو شخص خدا کی بندگی میں چست ہوتا ہے
حق تعالےٰ عزرائیل کو بھی اسکا فرماں بردار بنا دیتے
ہیں سے

"اے نخشبی بندگی بہت عمدہ چیز ہے (بدون اسکے انسان
دو کوڑی کا ہے) اسلئے کہ مشک نافہ میں اگر خوشبو نہ ہو تو اسکو خون کا
ایک لوتھڑا سمجھو۔ جو شخص کہ بندگی میں بہترین ثابت ہوتا ہے
اسکے حصہ میں بس نیکی ہی نیکی آتی ہے"

سلک چہلم

مرداں دین می فرمایند و
جواں مرداں یقیں می گویند مردانی
کہ در راہ دیں ناقص اند و ناقصات
عقل برایشاں شرف دارند۔ ذوالنون
مصری کہ عزیز مصر طریقت بود میگوید
در بعضی از سواحل شام زنی دیدم
مردوش گفتم از کجا می رسی؟ گفت
من عند اقوام تتجافی جنوبہم عن المضاجع
یدعون ربہم خوفا و طمعا گفتم کجا خواہی رفت

سلک نمبر ۴۰ (دینداری مرد کے ساتھ خاص نہیں)

جو حضرات کہ دین کے مرد ہیں اور میدان یقین کے
جواں ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ جو مرد کہ دین کے راستہ
میں ناقص ہے اس سے اچھی عورتیں ہی ہیں جو کہ ناقص
العقل ہوتی ہیں۔ حضرت ذوالنون مصریؒ جو کہ مصر طریقت
کے عزیز مصر تھے وہ فرماتے ہیں کہ ملک شام کے ساحل
پر میں نے ایک عورت کو دیکھا جو طاعت و عبادت میں
میں مردانہ وار چل رہی تھی، میں نے اس سے پوچھا کہ
آپ کا آنا کہاں سے ہو رہا ہے اسکا جواب اس نے یہ دیا کہ ایک
ایسی قوم کے پاس سے آرہی ہوں کہ جن کے پہلو خوابگاہ سے

گفت الی رجال لا تلہیہم تجارۃ و
لا بیع عن ذکر اللہ عزیز من! چوں
فردا در معرکۂ مردان دیں ندا اسے
یا ایہا الرجال برآید اول کسے کہ
دراں راہ قدم زند مریم باشد
بشنو بشنو! چنیں گویند در شہری
زنی بود در غایت جمال و خوبی خود را
دام مرغان زیرک ساختہ بود ہر کہ
او را بدیدی شیفتۂ وقت او شدی
و او تا دہ دینار نستدی کسی را بخود
اجابت نکردی۔ روزی زاہدی او
را بدید اسیر کمند عشق او شد۔ ع
ان الکریم و ذا الاسلام مختلس
ہر چند خواست کہ از سر او بگذرد شحنۂ
بی محابای عشق گریبان گیر وقت
او شد در صومعہ رفت از تسبیح و مصلا
ہر چہ داشت فروخت دہ دینار
حاصل کرد در خانہ او رفت چوں با او
ہم زانو شد نقیبانِ عنایت ازلی بانگ
بر زدند کہ ای زاہد دعوی مردی
چندیں سالہ در کار زنی خواہی کرد
خفقانی در دل او پدید آمد و اثر آں
بر روی او ظاہر گشت زن گفت

جدا رہتے ہیں اور وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں، کبھی خوف
کی حالت میں اور کبھی امید کی کیفیت کے ساتھ۔ پھر اسکے بعد
میں نے دوسرا سوال کیا کہ آپ جا کہاں رہی ہیں کہا کہ ایسے لوگوں
کیجانب جنھیں تجارت اور بیع، اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔ تو
عزیز من! کل کو جب قیامت کے دن مردانِ دیں کے ہجوم میں یا
ایہا الرجال یعنی اے مردو! کے لفظ سے ندا دی جائیگی تو سب سے پہلے
جو ذات کہ پیش قدمی کریگی وہ سیدہ حضرت مریم علیہا السلام ہوں گی۔
سنو سنو! بیان کرتے ہیں کہ کسی شہر میں ایک عورت تھی بہت حسین
و جمیل جو کہ اپنے کو بڑے بڑے ہوشیار اور زیرک پرندوں کا جال بنائے
ہوئے تھی یعنی جو بھی اسکو دیکھتا تھا فوراً اس پر فریفتہ ہو جاتا تھا اور وہ
ظالم جبتک دس اشرفی نہ لے لیتی کسی کی رسائی اپنے تک نہونے دیتی
تھی۔ ایک دن ایک زاہد نے بھی اسے دیکھ لیا بس پھر کیا تھا اس کے
کمند عشق کا شکار ہی تو ہو گیا۔ بلا شبہ ایک کریم اور مذہبی قسم کا انسان کبھی کبھی
اچک لیا جاتا ہے، چنانچہ یہ بھی گھائل ہو ہی گئے۔ ہر چند چاہا کہ اسکے خیال
سے باز آجائیں لیکن عشق بے محابا کا کوتوال اسکا گلو گیر ہو گیا فوراً اپنے
عبادت خانے میں گیا اور تسبیح و مصلی جو بھی سامان رکھتا تھا اسے فروخت
کیا اور دس اشرفی حاصل کر کے اسکے مکان پر پہنچا اور اس سے ملا اور
قریب تھا کہ اب آخری معصیت میں بھی مبتلا ہو جائے کہ حق تعالیٰ کے
عنایت ازلی کے نقیبوں نے شور مچایا کہ اے زاہد جو کہ مرد ہونے کا
دعویٰ کرتا ہے اتنے سال کی عبادت ایک عورت کی خاطر برباد کر رہا ہے
اس آواز کا سننا تھا کہ اسکے دل پر ایک گھبراہٹ سی چھا گئی اور
اسکا اثر اسکے چہرے پر بھی نمایاں ہو گیا یعنی چہرہ فق ہو گیا عورت
نے کہا کہ تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ عابد نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ کی

تراچہ افتاد؟ گفت ہیبت خدا تعالیٰ در دل من افتاد پس ایں کار کردنی نام ایں بگفت و از خانہ او بیروں شد و ایمان بتگ پائے بیروں برد زن چوں آں حال بدید رغبتی در باطن او ظاہر شد گفتن گرفت ایمرد از خدای کہ ترسید خدائے من نیز ہم اوست از ناکردہ گناہ می ترسد من کہ چندیں گناہ کردہ ام نترسم در حال توبہ کرد یکی از رسیدگان ایں راہ شد۔ قطعہ۔

نخشبی چست باش در رہِ حق
قیمتی شد بہ دہر نافہ ز بو
مرد کو چست نیست در رہ دیں
نزد مردان راہ زن بہ از و

ہیبت میرے قلب میں جاگزیں ہوگئی ہے لہٰذا میں تو اس کام سے باز آیا۔ یہ کہا اور اس کے مکان سے نکل آیا' اور اپنے ایمان کو سلامت لیکر باہر آگیا۔ عورت نے جب اس کا یہ حال دیکھا تو اسکے بھی باطن میں ایک رغبت پیدا ہوگئی اس نے اپنے دل میں کہا کہ او ہو! یہ شخص خدا سے ڈرا تو خدا تو اسکا اور میرا ایک ہی ہے اور ناکردہ گناہ سے ڈرا اور میں کتنی بار یہ گناہ کر چکی ہوں اور اس سے نہ ڈروں یہ خیال کرکے بہت ہی نادم ہوئی اور فوراً توبہ کی اور اس کے بعد واصلین خدا میں سے ہوگئی (اللہ تعالےٰ اس پر رحم فرمائے)۔

"نخشبی اللہ تعالےٰ کے راستہ میں
چست رہو' دیکھو! دنیا میں مشک نافہ
کی جو قیمت ہے وہ اسکی خوشبو ہی کیوجہ
سے ہے۔ باقی جو مرد کہ دین کے راستہ میں
چست نہیں ہے تو اللہ والوں کے نزدیک ایسے مرد سے دیندار عورت کہیں بھلی"

سلک پنجاہ و یکم

ارباب یقین کہ یقین ایشاں واثق و عقیدہ ایشاں راسخ است چنیں گویند الیقین رویۃ الاعیان بنور الایمان و بعضی گویند الیقین مشاہدۃ الغیوب بکشف القلوب

سلک نمبر ۵۱ (یقین و حسن ظن)

وہ ارباب یقین جنکا یقین واثق یعنی کامل اور جنکا عقیدہ راسخ ہے یہ فرماتے ہیں کہ یقین اشیاء کی ذوات کو نور ایمان سے دیکھنے کا نام ہے اور بعضے حضرات یہ فرماتے ہیں کہ یقین کشف قلوب کے ذریعہ مشاہدۂ غیوب کر لینے کا نام ہے۔ اسیطرح سے اذکار کے ذریعہ خطاب کرتے کرتے

و ملاحظة الاسرار بمخاطبة الاذکار جنید
می فرماید رحمۃ اللہ علیہ من لم یصل
علمہ بالیقین و یقینہ بالخوف وخوفہ
بالعمل وعملہ بالورع وورعہ بالاخلاص
واخلاصہ بالمشاہدۃ فہو من الہالکین
حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ
واصحابہ وسلم می فرماید بیشتر خوف
من ازیں امت از ضعف یقین
ایشاں است ۔ صاحب یقینانِ
واثق چنیں گویند کہ ہیچ توانگری
بالاتر از یقین واثق نیست سبحان اللہ
چگونہ ضعیف ہمت طائفہ کہ ماایم
در وعدہ کسے کہ خلف تصور ندارد
ضمان رزق ما شدہ است و ما
از برائے رزق دل تنگ میشویم
آرے ایں ہمہ دولت را لت از
شومی آنست و لہذا وقتی درویشی
صاحب عیال را چند روزی چیزی
نرسیدہ، یک روزی از صومعہ
بروں آمد و از یکی چیزی بخواست
درحال اورا بہ تہمت دزدی بگرفتند
و دست ببریدند ۔ درویش آں دست
بریدہ خود را برداشت و بپیش زن

اسرار دیکھ لینے کا نام ہے ۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ جس کا
علم یقین سے نہ ملا اور جسکا یقین خوف کے ساتھ نہ متصف ہو
اور جسکا خوف عمل کے ساتھ نہ مقارن ہوا اور جس کا عمل
مشروع نہ ہوا اور جس کے ورع نے ثمرۂ اخلاص نہ پیدا کیا
اور جس کے اخلاص کی رسائی مشاہدۂ باری تک نہ ہوئی
تو یہ شخص منجملہ ہالکین کے ہے ۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے تھے کہ زیادہ تر اندیشہ مجھے اس امت
سے ان کے ضعف یقین کا ہے ۔ جو حضرات کہ یقین واثق
کے ساتھ متصف ہیں وہ یوں فرماتے ہیں کہ کوئی امیری
یقین محکم سے بڑھکر نہیں ہے ۔ سبحان اللہ ہم لوگ بھی کسقدر
ضعیف ہمت گروہ کے لوگ ہیں کہ اس ذات کے وعدہ فرمانے
کے باوجود کہ جسکا وعدہ احتمال تخلف سے بالاتر ہے ایسی
ذات کے ہمارے رزق کے بارے میں ضمانت لینے کے
باوجود ہم ہر روزی ہی کی جانب سے دل تنگ رہا کرتے ہیں
بلاشبہ ہم سے ہر قسم کی دولت کے زوال کا سبب
یہی نحوست ہے ۔ چنانچہ ایک درویش جو بال بچوں والا تھا
چند دن تک اسے کوئی چیز کھانے پینے کو نہیں ملی ۔ ایک دن
اپنے عبادت خانے سے باہر آیا اور کسی انسان سے کوئی چیز
مانگ لی اسی وقت اسے چوری کے الزام میں گرفتار
کر لیا گیا اور اسکا ہاتھ کاٹ دیا گیا ۔ اس درویش نے
اپنا کٹا ہوا ہاتھ اٹھالیا اور اسے لے کر اپنی بیوی کے
پاس آیا اور کہا کہ جانِ من! دیکھو میں نے اپنا ہاتھ
مخلوق کی طرف بڑھایا تو اس کو سزا دی گئی کہ

بر دو قال لامرأته رفعت یدی الی الخلق
فعوقبت بقطعها عن الخلق و لو
رفعت القلب الی الخلق عوقبت
بالقطع عن الرب ونعوذ باللہ من ذلک
بشنو بشنو! مسروق میگوید رحمۃ اللہ علیہ
حسن ظن من بر رزاق علی الاطلاق
آں ساعت واثق تر شود کہ خادم خانہ
بیاید می گوید امروز در مطبخ ما وجہ چاشت
نیست بگویم زہے دہندہ کہ ہمیں
ساعت بی عون و عنایت من
خواہد رسانید۔ قطعہ

نخشبی رو شک از یقیں بردار
راہ آزادگاں ہمیں باشد
پائے بر آسماں نہد بیشک
ہر کہ را در یقیں یقیں باشد

مخلوق سے جدا کر دیا گیا اور اگر کہیں میں اپنے قلب
کو کسی مخلوق کی جانب مائل کرے ہوتا تو سب مجھے
یہ سزا ملتی کہ میں حق تعالےٰ ہی سے منقطع کر دیا
جاتا۔ ہم اس حال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔
سنو سنو! حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ بھائی میرا
حسن ظن تو خدائے رزاق پر اس وقت مکمل بھروسہ
کرنے والا ہو جاتا ہے جبکہ ملازم گھر میں سے آتا ہے
اور کہتا ہے کہ حضرت آج صبح کو گھر میں پکانے
کے لئے کچھ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں ارے جا بھی
میرا دینے والا بہت کریم ہے بس اسی وقت وہ مجھے
بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے کھانیکا سامان پہونچا دیتا ہے
نخشبی جاؤ اور اپنے یقین پر سے شک کو دور
کردو۔ اللہ والوں کا یہی طریقہ ہوا کرتا ہے اس امر
میں کچھ شک نہیں ہے کہ اس شخص کا قدم آسمان پر
ہوتا ہے جسکو اپنے یقین میں واقعی یقین حاصل ہوتا ہے

سلک چہل و دوم

حاتم اصم کہ از صیت مناقب او
گوش گردون کر بود میگوید الحمار یعرف
طریق المعلف والمنافق لا یعرف
طریق السماء اصمعی میگوید کہ در بیابانی
بدوی را دیدم راہزن چوں نظر او بر من

سلک نمبر ۴۲ (توکل)

حضرت حاتم اصمؒ جنکے مناقب کے شہرے سے آسمان
کا کان بھی بہرہ ہو گیا تھا وہ فرماتے ہیں کہ میاں دیکھو گدھا
بھی اپنی چراہ گاہ کا راستہ جانتا ہے لیکن منافق کو
آسمان کا راستہ سمجھ ہی میں نہیں آتا۔ اصمعی کہتے ہیں
کہ ایک جنگل میں میں نے ایک بدوی کو دیکھا کہ مسافروں پر

افتاد تیغی برکشید و گفتن گرفت
اخلع ثیابک گفتم اتدری من انا گفت
لیس عند قاطع الطریق معرفة لاحد
گفتم اما تعلم ان اللہ تعالیٰ یطالبک
بما تفعل گفت لابد من الرزق
ان یطالبنی بفعلی طلبت رزقی
گفتم کانک تطلب رزقک
فی الارض گفت فاین اطلبہ گفتم
وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ بدوی
چو این سخن بشنید تیغ از دست
بینداخت و گفتن گرفت استغفر اللہ
رزقی فی السماء وانا اطلبہ
فی الارض او ہم دریں سخن بود
کہ از ہوا دو کردہ گرم و یک کاسہ
شوربا در رسید بدوی چون آن
بدید مرا عذر خواستن گرفت و گفت
ہداک اللہ کما ہدیتنی الی الرزق۔
عزیز من! نظر بکلی از سبب
برمی باید داشت و دل بر مسبب
می باید نہاد۔ بشنو بشنو! چنیں
گویند در عہد موسیٰ علیہ السلام
امساک باراں شد موسیٰ غمگیں
گشت۔ فرماں شد دو دیگ نصب

ڈاکہ مارتا تھا۔ جب اسکی نظر مجھ پر پڑی تو خنجر کھینچکر میری
طرف بڑھا اور کہا کہ بابا اپنے کپڑے اتار دو میں نے
کہا کہ مجھے جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا
کہ ڈاکو کو کسی کو جاننے پہچاننے سے کوئی سروکار
نہیں ہوتا۔ میں نے کہا یہ تو جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے
اس فعل بد کا بدلہ لے گا کہا روزی بھی تو مجھ سے کسی فعل کا
مطالبہ کر رہی ہے۔ بخدا میں اپنی روزی تلاش کر رہا ہوں
میں نے کہا اچھا تو تم اپنی روزی زمین میں تلاش کرتے ہو
اس نے کہا پھر کہاں تلاش کروں؟ میں نے کہا وَفِی السَّمَاءِ
رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ یعنی آسمان میں تمھاری روزی
ہے اور وہ چیز ہے جسکا تم وعدہ کئے گئے ہو۔ اس بدوی
نے جب یہ آیت سنی تو خنجر کو اپنے ہاتھ سے گرا دیا اور
کہنے لگا استغفر اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ میری روزی آسمان
میں ہے اور میں اسکو زمین میں تلاش کر رہا ہوں، توبہ توبہ۔ ابھی اس نے
یہ بات پوری بھی نہ کی تھی کہ اوپر فضا سے دو گرم گرم روٹی اور
ایک پیالہ شوربا اسکے پاس آ پہونچا۔ بدوی نے جب اسے
دیکھا تو میرے پاس آیا اور مجھ سے معذرت کی اور یہ دعا دی اللہ تعالیٰ
تمکو بھی ہدایت دے جس طرح کہ روزی کے معاملہ میں تم نے میری رہنمائی
کی ہے۔ عزیز من! سب سے نظر بالکل اٹھا لینا چاہئے اور
مسبب الاسباب کیجانب متوجہ رہنا چاہئے۔ سنو سنو! بیان کرتے
ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایکدفعہ بارش بند ہوگئی موسیٰ
علیہ السلام بہت غمگین ہوئے۔ خدا کا حکم ہوا کہ دو دیگ چڑھاؤ
ایک کے اندر پانی مٹی اور بیج رکھدو اور اس کے نیچے

کن دریکی آب وگل وتخم کن وزیراو آتش مکن وور دوم ہمیں تخم کن فحسب وزیراو آتش کن موسیٰ ہمچناں کرد۔ چوں بعد از زمانی بدید آنکہ دروآب و گل وتخم بود وزیراو آتش نہ درو ہیچ نرستہ بود وآنکہ درو تخم بود وزیراو آتش درو ہمہ سنبلہ ترستہ بود اسے خاک برآں سرکہ دل ازچنین مسبب قادر بردارد ونظر بر سبب ضعیف کند قطعہ ؎

تخشبی بر سبب منہ دل خویش
مثل ایں از تواز عجب باشد
انتظام امور ہر ہمہ کس
از مسبب نہ از سبب باشد

آگ نہ جلاؤ اور دوسرے دیگ میں بھی انھیں چیزوں کو رکھو اور اسکے نیچے آگ بھی جلادو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کردیا۔ کچھ دنوں کے بعد دیکھا کہ جس دیگ میں پانی، مٹی اور بیج پڑا تھا اور اسکے نیچے آگ نہ جلی تھی اس میں کچھ نہیں ہوا اور جس میں بیج وغیرہ کے ساتھ ساتھ نیچے آگ بھی جلی تھی، اسمیں ہر طرف ہری بالیاں نکل آئیں۔ افسوس اس سر پہ خاک ہے کہ جو اپنا قلب ایسے مسبب حقیقی سے جو کہ قادر مطلق ہے ہٹالے اور اپنی نظر کمزور سبب پر جمالے۔

قطعہ

اے نخشبی تم اپنا دل کبھی سبب سے نہ وابستہ کرنا
اس جیسا معاملہ تم سے عجیب ہی سمجھا جائے گا۔
ساری دنیا کے تمام کاموں کا انتظام مسبب حقیقی
کیوجہ سے ہوا کرتا ہے اسباب کیوجہ سے نہیں۔

سلک چہل وسوم

باید دانست کہ حضرت صمدیت تعالیٰ وتقدس دنیا را سہ جزء کرد۔ جزئی بمومن داد وجزئی بمنافق وجزئی بکافر فالمومن تیزود والمنافق تیزین والکافر یتمتع۔

سلک نمبر ۴۳ (مذمت دنیا)

جاننا چاہیئے کہ حضرت حق تعالےٰ وتقدس نے دنیا کو تین حصوں میں بنایا۔ ایک حصہ مومن کو دیا ایک حصہ منافق کو دیا اور ایک حصہ کافر کو دیا۔ مومن تو اس سے اپنی زاد آخرت تیار کرتا ہے اور منافق اسکے ذریعہ تزئین حاصل کرتا ہے اور شان بگھارتا ہے اور کافر اس سے خوب اچھی طرح متمتع ہوتا ہے اور نفع اٹھاتا ہے

چون نیکو بنگری ہیچکس را از دنیا چارہ
نیست۔ دریائے رحمت وما ارسلنک
الا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم
کہ از دریائے بے آب دنیا چناں
بگذشت کہ بند نعلین او تر نشد
می فرماید اہل دنیا بروندگان آب
مانند کسے باشد کہ بالائے آب برود
و قدم او تر نشود۔ عزیز من کسی را
کہ بدی دنیا معلوم شدہ باشد۔ باید
کہ از بدی ابنار دنیا نرنجد و ایشاں
را بایشاں گذارد۔ اہل دنیا را
کدام بدی ازیں فاحش تر کہ نہ از
اندک سیر شوند و نہ از بسیار قانع گردند
حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم
می فرماید بعد از من در دنیا قومے
پیدا آیند اما چگونہ قومی لہم بطون
من القلیل لا یشبع ومن الکثیر لا یقنع
عزیز من ایں ایام آں نیست
کہ کسی از کسی توقع نیکی کند اگر امروز
کسی از کسی بدی خود باز دارد
ہماں کاری است پیش ازیں مرداں
بودہ اند اگر در حق کسی نیکی کردندی
منت آں بر خود می نہادندی و دریں

اگر تم غور سے دیکھو گے تو نظر آویگا کہ کسی شخص کو دنیا سے چارہ کار
نہیں ہے لیکن یہ دریائے رحمت جنکے متعلق ارشاد ہے وَمَا
اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی
ذات والا صفات تھی کہ اس دنیا کے بے آب دریا سے
اسطرح گذر گئے کہ آپ نے جوتے کا تسمہ بھی تر ہونے نہ دیا۔
آپ یہ فرماتے ہیں کہ اہل دنیا کی مثال پانی پر چلنے والوں
میں سے اس شخص کی سی ہے جو پانی کے اوپر چلے اور اسکا
قدم بھی نہ بھیگے (مطلب یہ کہ دنیا میں ہر آنیوالے کیلئے دنیا سے تعلق ناگزیر ہے
لیکن خدا و رسول کے نزدیک وہی شخص بہتر ہے جو دریائے دنیا پر تو چلے
لیکن اسمیں ملوث نہو)۔ عزیز من! جس شخص کو دنیا کی قباحت معلوم
ہو گئی تو چاہیئے کہ اہل دنیا کی برائی سے رنجیدہ نہو اور ان لوگوں کو
انھیں کے حوالے کردے۔ دیکھو ایک دنیا دار کے لئے اس سے بڑھکر
اور برائی کیا ہوگی کہ نہ وہ تھوڑی چیز سے آسودہ ہوتا ہے اور نہ
زیادہ مل جانے پر قناعت ہی کرتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد دنیا میں ایک ایسی قوم آئیگی
جسکی یہ حالت ہوگی کہ وہ لوگ ایسا پیٹ رکھتے ہونگے جو قلیل سے
آسودہ نہو اور کثیر سے اسکو قناعت نہ ہو۔ عزیز من یہ زمانہ
ایسا نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی شخص سے نیکی کی توقع رکھے بلکہ
آج اگر کوئی شخص لوگوں سے اپنی برائی ہی کو روک لے تو یہ بھی
بڑی بات ہے۔ اب سے پہلے ایسے لوگ تھے کہ اگر کسی کے
ساتھ کچھ نیکی کرتے تھے تو اسی کے ممنون ہوتے تھے اور اب
اس زمانہ میں ایسے لوگ ہیں کہ اگر کسی کے ساتھ برائی
نہ کریں گے تو اسکا بھی احسان اسپر رکھیں گے۔ اس زمانہ

ایام مردِ مانند اگر درحق وے باب یکی
بدی نمی کنند منت آں بر وے می نہند
طرفہ حالتی مرد ماں نام مسلمانی بر خود
نہادہ اند و ہمانکہ در مسلمانان باید
در ایشان نہ و آں بداں ماند کہ وقتی
یکی میگفت من از فلاں دوتائی یافتم
کہ در وے نہ استر و نہ ابرہ ست۔ قطعہ

نخشبی در کسی نماند نیاز
ہر کرا دیدہ ام تباہی دید
ہرچہ آں دید نیست در مردم
چوں بہ بینی ہماں نخواہی دید

ہیں لوگوں نے اپنا نام مسلمان رکھا ہے یعنی
خود کو مسلمان کہتے ہیں اور جو اوصاف کہ
مسلمانوں میں ہونے چاہئیں ان میں بالکل نہیں
بس اسکی وہی مثال ہے کہ ایک مرتبہ ایک
شخص شور کرتا تھا کہ مجھکو فلانے نے دوتہی دی
ہے مگر اس میں نہ استر ہے نہ ابرہ ہے (پھر
ہے کیا؟ بعینہٖ ہمارا یہی حال ہے) ؎

"اے نخشبی جس شخص کے اندر عاجزی اور نیازمندی
نہیں ہے ایسے عتبوں کو میں نے دیکھا تباہ حال ہی دیکھا لوگوں
میں جو چیز دیکھے جانے کے قابل ہے جہاں تک تلاش کروگے
اسی کو نہ پاؤ گے"

سلک چہل و چہارم

باید دانست کہ آدمی را
سہ مصاحب اند۔ مصاحبت اول
تا وقت قبض آدمی باشد و مصاحبت
دوم تا لب گور و مصاحبت سوم تا
قیام قیامت والذی تبعہ الی قبض
روحہ فمالہ والذی یتبعہ الی قبرہ فاہلہ
والذی یتبعہ الی محشرہ فعملہ عزیز من
مردم را ہیچ ہمراہی بہتر از عمل نیک
نیست۔ چنیں گویند وقتی داؤد

سلک نمبر ۴۴ (عمل آخرت تک کا ساتھی ہے)

جاننا چاہئے کہ انسان کے تین دوست ہیں پہلا دوست
روح کے قبض ہونے تک انسان کے ساتھ رہتا ہے
دوسرا ساتھی قبر تک ساتھ دیتا ہے اور تیسرا
قیامت تک اسکا مددگار رہتا ہے۔ جو ساتھی کہ مرنے
تک اسکا ساتھ دیتا ہے وہ اسکا مال ہے اور جسکی
رفاقت قبر تک ہوتی ہے وہ اسکے اہل وعیال ہیں
اور جو ساتھی کہ حشر تک اسکے ساتھ جاتا ہے وہ اسکا عمل
ہے پس عزیز من! یہ سمجھ لو کہ انسان کا کوئی ساتھی نیک
عمل سے بڑھکر نہیں ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ

علیہ السلام مناجات کرد خداوندا نامۂ
اعمال من بمن نمائی نامۂ اعمال او
بدو نمودند چوں بدید پس ازاں دست
بطعام و شراب دراز نکرد و روی
انہ ما رفع رأسہ الی السماء ستحیٔ
مات حیاء من اللہ تعالیٰ چنیں گویند
چوں از داؤد علیہ السلام آں زلت
در وجود آمد سعادت حسن صوت او
سلب کردند بشنو بشنو یحییٰ کثیرؒ
میگوید چوں داؤدؑ خواستی کہ از سبب
زلت خود برخود نوحہ کند یک ہفتہ طعام
و شراب بگذاشتی بعدہٗ فرمودی
تا بندی در صحرای نصب کردندی
بعدہٗ سلیمان را گفتی آواز دہ تا
آدمی و پری و وحوش و طیور و سباع
گرد آیند۔ چوں گرد آمدندی بر سر منبر
رفتی ہم خود برخود چنیں نوحہ ردی
ای بے انصاف چوں پیغمبر مرسل
از سبب یک زلت دویست سال
گریست و دریں مدت پہلو برزمیں
نہاد تو کہ روزی ہزار گناہ بیش کنی ترا
شب چگونہ خواب می آید۔
قطعہ ؎

داود علیہ السلام یہ دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ میرا
نامۂ اعمال مجھے دکھا دے چنانچہ انکا نامۂ اعمال انھیں
دکھا دیا گیا جب آپ نے اسے دیکھا تو اس کے بعد
سے آپ نے کھانے پینے کی جانب ہاتھ ہی نہیں بڑھایا
اور یہ بھی مروی ہے کہ حق تعالیٰ سے شرم کرتے ہوئے
تا زیست آسمان کی طرف سر ہی نہیں اٹھایا یہاں تک
آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ بیان کرتے ہیں کہ
جب حضرت داؤد علیہ السلام سے وہ لغزش وجود میں آئی تو
اسکے بعد سے حسن صوت کی سعادت ان سے سلب فرمالی گئی۔
سنو سنو! یحییٰ کثیرؒ فرماتے ہیں کہ جب داؤد علیہ السلام
چاہتے کہ اپنی اس لغزش کے سبب اپنے اوپر نوحہ کریں تو
ایک ہفتہ تک کھانا پینا چھوڑ دیتے اسکے بعد فرماتے کہ
جنگل میں ایک ممبر نصب کرو اور اسکے بعد حضرت سلیمان
علیہ السلام سے فرماتے کہ اعلان کردو کہ سب آدمی اور جن
اور وحشی پرندا اور حیوانات سب جمع ہو جائیں جب سب
جمع ہو جاتے تو آپ ممبر پر تشریف لیجاتے اور اپنی خطا
کو پیش نظر رکھکر خوب خوب روتے اور فریاد کرتے۔ اے
ناانصاف اسکو دیکھ کہ ایک پیغمبر مرسل اپنی ایک لغزش کے
سبب چالیس سال تک روئے اور اس مدت میں آپ کی
پشت زمین سے نہیں لگی اور پھر اپنے کو دیکھ کہ ہر روز ہزار
گناہ سے زیادہ کرتا ہے تجھے رات میں نیند کیسے آجاتی
ہے ؎
" اے نخشبی! تجھکو خوشی سے کیا سروکار

نخشی باخوشی چہ کار ترا
سینۂ محرماں فگار بود
دم خوش ہیچ وقت برنارد
ہر کہ چوں تو گنا ہگار بود

مجرموں کا سینہ تو زخم سے چور رہا کرتا ہے اور یہ خوب سمجھ لو کہ اس شخص کو کبھی بھی خوشحالی کا پھل کھانا نصیب نہ ہوگا جو تمھاری طرح گناہوں میں شرابور ہو۔

سلک چہل و پنجم

فرقہ کہ ہیچ وقت پای در دامن امن نکشیدہ اند چنیں گویند حماد عبداللہ کہ پای او در خور آں بود کہ ہم بر تارک عرش رود اغلب احوال بر سر دو پای نشستی اگر او را گفتند سے چرا وقتی مربع نشینی گفت تلک جلسۃ الامن و انا غیر آمن عزیز من در آدمی ہیچ بالائی ازاں صعب تر نیست کہ خود را ایمن داند اگر یکی را یکپای درون بہشت بود و دوم بیرون بہشت او را ایمن نباید بود تا ہر دو پای درون بہشت نرود۔ امن دولتی است کہ جز در بہشت جمال ننماید۔ اہل دنیا کہ ازیں دولت جز نام بیش نشنیدہ اند ایشاں را از حقیقت او چہ خبر۔ عزیز من! چیزی را کہ ما امن نام

سلک نمبر ۴۵ (امن اور غفلت)

وہ جماعت کہ جس نے کسی وقت بھی اپنے پاؤں کو بمقام امن میں دراز نہیں کیا ہے یوں کہتی ہے کہ حماد عبداللہ کہ جن کا قدم کہ اس لائق تھا کہ عرش کے اوپر پہونچتا یہ بزرگ اکثر اوقات پنجے کے بل اکڑو مکڑو بیٹھے رہتے تھے اگر ان سے کوئی کہتا کہ تھوڑی دیر کے لئے آپ پالتی مارکر بیٹھ جایا کیجئے تو یوں فرماتے کہ ارے تو بہ وہ امن و اطمینان والوں کی نشست ہے اور میں نہ ابھی امن میں ہوں نہ اطمینان میں۔ عزیز من! انسان کے اندر کوئی مصیبت اس سے بڑھکر نہیں ہے کہ اپنے کو بیخوف جانے۔ اگر کسی شخص کا ایک پاؤں جنت میں ہو اور دوسرا جنت سے باہر اسکو بھی امن نہیں چہ جائیکہ جسکے دونوں قدم جنت سے باہر ہوں۔ امن ایک ایسی دولت ہے کہ سوائے جنت کے کہیں اپنا جمال دکھلائیگی دنیا والوں نے تو صرف اسکا نام ہی سنا ہے انھیں اسکی حقیقت کی کیا خبر۔ عزیز من! جس چیز کا ہم نے امن نام رکھا ہے حقیقتاً وہ امن نہیں ہے بلکہ غفلت ہے چنانچہ مشہور ہے کہ اولاد آدم غفلت والی پیدا کی گئی ہے

نہادہ ایم آن امن نیست غفلت
است خلق ابن آدم ذا غفلته
ولولا ذلک ما ہنأ عیشه . عمر ابن عبدالعزیز
گفتی ہیچ میدانید حکیم مطلق تعالیٰ و
تقدس این غفلت در خلق نہادہ
است کیلا یموتوا من خشیۃ اللہ تعالیٰ
ای برادر این ہمہ نتیجہ غفلت است
کہ خلق در گوشت و پوست یکدیگر
افتادہ است پیش ازین مرداں
از گوشت خوردنی احتراز کردندی
اکنوں از گوشت ناخوردنی ہم احتراز
نمی کنند . روزی مہتر عیسیٰ علیہ السلام
یکی را دید گوشت می خورد متعجب شد
و گفتن گرفت اف لہذا یاکل لحاله
بشنو بشنو روزی درویشی را
پرسیدند کہ گوشت کجا می فروشند
گفت مرا گوشت چناں فراموش شد
کہ نمی دانم کہ کجا می فروشند قطعہ

نخشبی نیک غافلی ہے ہے
مرد را نور سینہ زہد دہد
غفلت از دین ضلالتی ست قوی
غافلان را خدائی رشد دہد

اور اگر ایسا نہوتا تو دنیا میں اسکی معیشت خوشگوار نہوتی . حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ جانتے ہو کہ حکیم مطلق تعالیٰ و تقدس نے یہ غفلت مخلوق کے اندر کیوں رکھی ہے اسلیئے رکھی ہے تاکہ وہ خدا کے خوف سے مرنہ جائیں . بھائی میرے یہ سب اسی غفلت کا کرشمہ ہے کہ مخلوق ایک دوسرے کی غیبت و شکایت میں لگی ہوئی ہے اب سے پہلے کے لوگ ایسے ہوتے تھے کہ کھائے جانے والے گوشت سے بھی احتراز کرتے تھے اور اب نہ کھائے جانیوالے گوشت سے بھی لوگ احتراز نہیں کرتے . ایکدن سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ گوشت کھا رہا ہے . بہت تعجب کیا اور فرمانے لگے کہ ہلاکت ہو اس شخص کیلئے کہ جو اپنا ہی گوشت کھا رہا ہے (راقم عرض کرتا ہے کہ یہ واقعہ غالباً اسی بات کی مثال ہے کہ پہلے زمانے کے لوگ حلال گوشت سے بھی احتراز کرتے تھے . چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس شخص کے گوشت کھانے پر تعجب ہوا اور آپنے یہ جو فرمایا کہ اسکے لئے ہلاکت ہو جو اپنا ہی گوشت کھا رہا ہے تو اسکی توجیہ یہ سمجھ میں آتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم کہ عیسیٰ علیہ السلام بڑے زاہد اور تارک الدنیا ہی گذرے ہیں اسلیئے اس شخص کا گوشت استعمال کرنا اپنے مزاج کے لحاظ سے ناپسند ہوا اور آپنے حال کے اعتبار سے یہ سمجھا کہ اسوقت یہ گوشت کھا رہا ہے جو جزو بدن ہو کر سبب شہوت بنے گا اور وہ شہوت مفضی الی المعصیۃ ہوگی جسکا انجام جہنم میں بدن کا جلنا بھننا ہوگا اور اسکا سبب یہ شخص خود ہو رہا ہے) سنو سنو! ایکدن ایک درویش سے لوگوں نے پوچھا کہ میاں گوشت کہاں بکتا ہے فرمایا کہ بھائی گوشت تو مجھ سے ایسا چھوٹا اور ایسا بھولا کہ مجھکو یہ بھی نہیں معلوم کہ کہاں بکتا ہے

"افسوس صد افسوس اے نخشبی تو بہت ہی زیادہ غافل ہے یقین جان کہ
انسان کے سینہ میں نور جو پیدا ہوتا ہے وہ زہد کی وجہ سے ہوتا ہے . یوں تو
ہر غفلت بری ہے لیکن دین کی غفلت بہت ہی شدید شے ہے
اللہ تعالیٰ ہی اہل غفلت کو رشد و ہدایت سے نوازیں .

سلک چہل و ششم

ملاحان بحار محبت و غواصان
انہار مودت گویند اطلاق لفظ محبت
برکسی درست آید کہ او از محبوب
ہیچ چیز دریغ ندارد اگرچہ جان ست
وقتی توانگری مرد درویشی را گفت
من ترا نیک دوست میدارم درویش
گفت کہ دروغ می گوئی گفت تو
چگونہ دانی کہ من دروغ می گویم۔
گفت ازاں میدانم کہ یک اسپ تو
دوجل دارد و من درچنیں زمستانی
یک گلیم ہم ندارم اینچہ محبت باشد
قیل ما حقیقۃ المحبۃ قال ان تہب
کل مالک لمن احببت ولا یبقی لک
منک شئی آری تا تو از مشاہدہ معشوق
چوں دام ہمہ تن چشم نشوی معشوق نظری
از نظرہائے خویش در تو نکند بزرگی
می گوید درست ایں مشتے خاک
کہ اورا آدمی میخوانی کمانی دادہ اند
کہ صومعہ دراں عالم بالا از زہ کردن
آن عاجز اندو اعنی بہ العشق۔
عزیز من! عاشق ہمہ وقت در

سلک نمبر ۴۶ (محبت کے آداب)

بحر محبت کے تیراک اور نہر محبت کے غوطہ خور یہ فرماتے
ہیں کہ لفظ محبت کا اطلاق اسکے لئے روا ہے کہ اپنے محبوب
کی خاطر کسی بھی چیز کے صرف کرنے میں دریغ نکرے اگرچہ
جان ہی کیوں نہ ہو۔ ایک مرتبہ ایک امیر شخص نے ایک
درویش سے کہا کہ مجھکو آپ سے بہت زیادہ محبت ہے۔
درویش نے کہا غلط کہتے ہو۔ امیر نے کہا کہ آپ کو
کس طرح معلوم کہ میں غلط کہہ رہا ہوں۔ اس نے کہا
میں نے یہ بات اس طور سے جانی کہ تیرا ایک گھوڑا
دو جھول رکھتا ہے اور میرے پاس ایسی سردی
میں ایک کمبل بھی نہیں ہے۔ محبت کی یہ کون سی
قسم ہے؟ کسی عارف سے پوچھا گیا کہ محبت
کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تم اپنا سارا مال
اپنے محبوب کی خاطر لٹا دو اور تمھارے پاس کچھ
نہ رہ جائے۔ ہاں ہاں جب تک کہ تم مشاہدہ معشوق
کے لئے جال کی طرح سراپا چشم نہ ہو جاؤ گے معشوق
اپنی نظروں میں سے ایک نظر بھی تمھاری جانب نہ ڈالیگا
ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اس ایک مشت خاک کے ہاتھ
میں جسکا نام انسان ہے ایک ایسی کمان دیدی ہے
کہ عالم بالا کی بڑی بڑی ہستیاں اسکا چلہ چڑھانے سے
عاجز ہیں۔ میری مراد اس سے یہی عشق و محبت ہے۔
عزیز من! عاشق ہر وقت اسی فکر میں رہتا ہے کہ کون سی

بندآں باشد کہ بکدام تدبیر بمعشوق
رسد و بکدام حیلہ معشوق بدو پیوندد
بشنو بشنو چنیں گویند وقتی
بازوی دختر بادشاہی بشکست
دراں شہر جوانی بود در غایت
طاقت و ظرافت بشکستہ بندی
موصوف اورا بیاورند تا دست
دختر بہ بندد. دختر چوں او را
بدید بصد جان عاشق او شد
طرفہ شکستہ بندی کہ بیک نظر
بند بند اورا بشکست. جوان
ہر روز می آمد تعہد می کرد چوں دست
راست شد او در خانہ ماند
دوختر نزدیک شد کہ از خانہ بیروں
افتد ایں راز را با دایۂ خود بکشاد
گفت چہ حیلہ باشد کہ آں جوان
باز آید دایہ گفت حیلۂ ایں کار نیست
مگر شکستن دست. قطعہ

نخشبی عشق زلف خونریزیست
ہر کسی را چہ علم از شب عشق
عاشقاں را وضو ز خون خود است
بوالعجب مذہبی است مذہب عشق

فکر کرے کہ معشوق تک اسکی رسائی ہو جائے، اور کیا
حیلہ کرے کہ معشوق اس سے آملے۔ سنو سنو! بیان
کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ کی لڑکی کا ہاتھ
ٹوٹ گیا اس شہر میں ایک جوان تھا بہت ہی طاقتور
اور ہنس مکھ، ٹوٹی پھوٹی ہڈی کے جوڑنے اور بٹھانے
میں یکتائے زمانہ۔ لوگ اسی کو بلا کر لے آئے تاکہ
شہزادی کا ہاتھ درست کر دے۔ لڑکی نے
جب اسکو دیکھا تو سو جان سے اسپر عاشق ہوگئی۔ اور یہ
ہڈیوں کا جوڑنے والا بھی عجیب تھا کہ اسکی ایک ہی
نظر سے اسکا جوڑ جوڑ ٹوٹ گیا۔ غرض وہ جوان ہر روز
آتا تھا اور چوٹ کی دیکھ بھال کر جاتا تھا۔ جب اسکا
ہاتھ ٹھیک ہوگیا تو وہ جوان تو اپنے گھر بیٹھ گیا اور اس
لڑکی نے گھر سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا اور اس
راز پر اپنی دایہ کو مطلع کیا اور اس سے کہا کہ کوئی صورت
بتاؤ کہ وہ جوان پھر یہاں آئے اس ملازمہ نے کہا کہ
بیگم صاحبہ حیلہ تو سوائے ہاتھ پھر سے توڑ لینے کے
اور کوئی نہیں ہے۔

" اے نخشبی! کسی زلف کا عشق بھی
جان لیوا ہی ہوا کرتا ہے۔ عاشق کے راز
کی بھلا دوسرے کو کیا خبر (دیکھو! خون
حرام اور ناپاک ہے لیکن) عاشق لوگ اپنے
ہی خون سے وضو کرتے ہیں عجیب ہے اہل عشق کا مذہب ہوتا ہے

سلک چہل و ہفتم

بباید دانست کہ با ہیچ مخلوقی
این فضل و عنف و قہر لطف درمیان
نہادہ اندکہ با آدمی گاہ اورا بہ نوید
وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ برتخت کرامت
جلوہ می کند و گاہ بعتاب اِنَّ الْاِنْسَانَ
لَفِیْ خُسْرٍ دف در رویہ عالم میگردانید
حضرت رسالت پناہ کہ عالم و عالمیان
طفیل شراک نعلین او بیند نمیدانید کہ
چہ وقت بود کہ بدیں لفظ تلفظ فرمودہ
است یالیت رب محمد لم یخلق محمداً
ابومیسرہ کہ در میمنہ و میسرۂ طریقت
مبارزی چست بود وقتی می گفت
کاشکی من از مادر نزادمی کسی گفت
چندیں کرامت کہ ترا کرامت کردہ اند
این سخن چرا می گوئی گفت ہمچنیں است
ولکن اللہ تعالیٰ قد بین لنا انا واردون
النار ولم یبین لنا انا صادرون عنہا
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ با چنداں جلالتی
کہ حضرت جلال احد اورا دادہ بود
بجرات گفتی کاشکی من بر صورت آدمی
آفریدہ نہ شدمی۔

سلک ۴۷ (حق تعالیٰ کی عظمت شان)

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کے ساتھ
اتنا لطف و کرم اور اتنی سختی اور قہر کا معاملہ
نہیں روا رکھا جیسا کہ انسان کے ساتھ رکھا ہے چنانچہ
دیکھو! کبھی تو اس کو وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ کا نوید
سنا کر عزت و کرامت کے تخت پر بٹھایا جاتا ہے اور کبھی
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ کے عتاب کا ڈھول سارے
عالم میں بجوا دیا جاتا ہے۔ نہیں جانتے ہو جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ عالم اور تمام عالم والے آپکی
جوتیوں کے طفیل میں پیدا کئے گئے آخر کون سا وقت
تھا کہ آپ نے یہ الفاظ تلفظ فرمائے کہ اے کاش!
رب محمدؐ نے محمدؐ کو نہ پیدا کیا ہوتا۔ اسی طرح ابومیسرہؓ جو کہ طریقت
کے میمنہ اور میسرہ (فوج کا دایاں اور بایاں لشکر) کے بہادر سپاہی
تھے وہ ایک وقت کہتے تھے کہ کاش کہ میری ماں نے مجھے جنا نہ ہوتا۔
کسی نے اُنسے کہا کہ حضرت حق تعالیٰ نے اپکو ایسی ایسی کرامتوں سے
نوازا ہے ان حالات میں آپ یہ کیوں فرما رہے ہیں؟ فرمایا کہ ہاں یہ
صحیح ہے لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کیلئے جہنم پر وارد
ہونیکو تو فرمایا ہے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ ہم صادر بھی ہونگے کہ نہیں۔ حضرت
صدیق اکبرؓ باں جلالت شان جو کہ حضرت جلال تعالیٰ نے انھیں بخشی تھی
یہ فرماتے تھے کہ کاش کہ میں انسان نہ پیدا ہوا ہوتا۔
(یعنی مکلف بلکہ گھاس ہوتا کہ کوئی جانور
چرلیتا)۔

بندہ نخشبی گوید یالیت من درختی بودمی کہ وقتی وجودِ خشک من بہیزم دیگراں محتاج شدی قال عثمان رضی اللہ عنہ وددت اذا مت لم البعث وقالت عائشہ رضی اللہ عنہا یالیتنی لم اکن شیئاً مذکوراً عزیز من ہیچ میدانی کہ ایں ہمہ نومیدی از چیست از بیم آتش کہ اورا سہ ہزار سال تافتہ اند بشنو بشنو چنیں گویند وقتی ہاروں رشید در گرمابہ بود وحمامی بغیر قصد آبی گرم بر سر و اندام او ریخت چنانچہ وجود او بداں متألم شد۔ بیرون آمد چندیں ہزار دینار صدقہ کرد وگفت امروز طاقت آب گرما بہ ندارم فردا در آتش فرستند کہ او را سہ ہزار سال تافتہ اند حال چگونہ شوند۔ قطعہ سہ

نخشبی نیک غافلی از حشر
اندرونم ز بہر تو ریش است
درچہ کاری تو ہیچ میدانی
تا چہ روزی عظیم درپیش است

بندہ نخشبی کہتا ہے کہ اے کاش میں کوئی درخت ہی ہوتا کہ میرا خشک وجود کسی وقت مخلوق خدا کے لئے سوختہ ہی کا کام آتا۔ حضرت عثمان رضؓ فرماتے تھے کہ مجھے تمنا ہے کہ جب میں مروں تو پھر دوبارہ نہ اٹھایا جاؤں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اے کاش میں کوئی ایسی چیز ہی نہ ہوتی جس کا تذکرہ لوگوں کی زبان پر آتا۔ عزیز من کچھ سمجھے بھی کہ یہ سب ناامیدی کس وجہ سے ہے، دوزخ کی آگ کی وجہ سے جسے تین ہزار سال سے جلایا جارہا ہے۔ سنو سنو! بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون رشید غسل خانے میں تھا وہاں کے ملازم نے بلا قصد و ارادہ زیادہ گرم پانی اسکے سر و جسم پر ڈال دیا، اسکے تمام بدن کو سخت تکلیف پہونچی غسل خانے سے باہر آیا اور کئی ہزار دینار صدقہ کیا اور یہی کہتا تھا کہ آج کے دن اس حمام کے ذرا سے گرم پانی کی سہار نہیں رکھتا تو کل اگر مجھکو دوزخ میں ڈالا گیا جو تین ہزار سال سے گرم کی جارہی ہے تو میرا کیا حال ہوگا۔

ترجمۂ قطعہ

"اے نخشبی تم حشر سے بہت ہی زیادہ غافل ہو۔ میرا قلب تمھاری اس حالت کی وجہ سے زخمی ہورہا ہے تم آخر کس کام میں لگے ہوئے ہو؟ کچھ بھی جانتے ہو کہ روزِ عظیم میں کیا پیش آنیوالا ہے

سلک چہل و ہشتم

قیل اعز مقام العبد مراقبۃ
حدود العبودیۃ و محافظۃ حقوق الربوبیۃ
بلالؓ غلامی بود کہ او را جز خواجہ ثقلینؐ
کسی نشناخت و ازینجا چناں
متواری رفت کہ از مردن او خواجہ او
را خبر نبودی چو خواستند کہ او را
بشویند امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ
دریں کار میاں بربست بلال چوں
آں بدید بے محابا میاں بر بست
و گفت یا عمر انت لست منا۔ ای
عمر تو ہمہ وقت خواجگی کردہ تو چہ دانی
کہ ذل بندگی چہ گونہ باشد بلال چوں
در ذل بندگی مردہ است شستن او
حق بلال است۔ گریہ در عمرؓ افتاد
رسالتؐ چوں در عمرؓ بدید گفت
دعہ یا بلال کنا موالی للہ تعالے۔
بشنو بشنو! خواجہ ای می گوید وقتی
غلامی خریدم و نیم شب او را آواز
دادم در خانہ ہمچناں بستہ بود و
او در خانہ نبود بامداد بیامد و دیناری
در دست من داد بجائی سکہ

(سلک نمبر ۴۸ (خدا کی غلامی سرداری ہے)

بیان کیا جاتا ہے کہ بندے کا رفیع ترین مقام
حدود عبودیت کا مراقبہ ہے اور حقوق ربوبیت کی
محافظت ہے۔ بلال ایک غلام تھے جنھیں سوائے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی پہچانتا نہ تھا اپنے
آپ کو ایسا چھپایا کہ ان کے مرنے کی خود انکے مالک
کو خبر نہیں ہوئی۔ جب لوگوں نے چاہا کہ انکو غسل دیں
تو حضرت عمرؓ نے اس کام کے لئے کمر کسی اور آگے
بڑھے۔ حضرت بلالؓ بھی وہیں موجود تھے انھوں نے
جب آپکو بڑھتے دیکھا تو کمر کس کر بہت تیزی سے آگے
بڑھے اور کہا کہ اے عمرؓ آپ ہماری جماعت
میں سے نہیں ہیں سارا زمانہ آپ کا سرداری میں گذرا
آپکو کیا خبر کہ غلامی کی ذلت کیسی ہوتی ہے۔ آج (ہمارا
بھائی) بلالؓ چونکہ غلامی کی زندگی میں مرا ہے لہٰذا
اسکے غسل کا حق بلال کو ہے۔ حضرت عمرؓ یہ سنکر پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جب حضرت عمرؓ کی یہ تکلیف دیکھی تو فرمایا کہ اے
بلال چھوڑ دو انھیں کو غسل دینے دو ہم سب خدا کے غلام ہیں۔
سنو سنو! ایک رئیس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ایک
غلام خریدا۔ آدھی رات کو میں نے اسے آواز دی۔ مکان کا دروازہ
اندر سے بند تھا مگر وہ موجود نہیں تھا۔ صبح کو آیا اور ایک
اشرفی مجھے دیا جسپر بجائے کسی اور ٹھپہ او نقشہ کے سورۂ اخلاص

سورهٔ اخلاص منقوش بود گفت
ای خواجه هر روز ترا مثل این یک
دینار خواهم داد، می باید کہ مرا شب
کاری نفرمائی بعد از چند روز
قومی بر من آمدند کہ این غلام تو شبہا
نباشی می کند گفتم او را امتحانی بکنم
چوں شب شد او بیروں آمد در
عقب شدم در گورستانی برفت
و جامۂ خود بکشید و ژنده پوشید
و در عبادت شد چوں صبح قریب شد
روی سوی آسماں کرد و گفت
الہی ہات اجرۃ مولائی! فوقع
درہم من الہواء فاخذہٗ و جعلہ
فی جیبہ۔ چوں من آں حال معائنہ
کردم متحیر شدم از آں گمان فاسد
مستغفر گشتم و با خود گفتم چوں او در
بندگیٔ حق مشغول است من او را
آزاد کنم۔ چوں ازیں جا باز گشتم
یک میلی نرفتہ بودم کہ روز شد
سواری بدیدم گفتم آں فلاں شہر کہ
من آنجا باشم از اینجا چند باشد
گفت دو سالہ راہ است تیز رو
ہمانجا بنشستم چوں شب شد غلام

لکھی تھی اور کہا کہ اے میرے مالک اسی طرح سے ہر روز
آپکی خدمت میں ایک اشرفی پیش کر دیا کروں گا بشرطیکہ
آپ مجھ سے شب میں کوئی کام نہ لیں۔ چند دنوں کے بعد
ایک جماعت میرے پاس آئی اور کہا کہ جناب من! آپکا
یہ غلام رات کو قبرستان میں جاکر کفن چراتا ہے۔ میں نے
کہا اسکی تحقیق کرونگا۔ جب رات ہوئی حسب معمول
وہ گھر سے باہر نکلا۔ میں کچھ فاصلہ سے اسکے پیچھے پیچھے
لگ گیا وہ ایک قبرستان میں گیا اپنے عمدہ کپڑے
اتارے اور ایک کمبل اوڑھا اور عبادت میں مشغول
ہوگیا۔ جب صبح صادق ہونے کو آئی تو چہرہ آسمان کی
طرف اٹھایا ہاتھ پھیلایا اور عرض کیا خداوندا! میرے
مولیٰ کی مزدوری لا۔ بس فضا سے ایک اشرفی اس کے
ہاتھ پر گری اس نے لیا اور اپنی جیب میں رکھ لیا جب
میں نے اسکا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا تو متحیر رہ گیا، اپنی
بدگمانی سے استغفار کیا اور بطور خود یہ طے کرلیا کہ جب وہ
حق تعالیٰ کی عبادت میں اسطرح مشغول ہے تو میں اسے
آزاد ہی کردوں۔ یہ سوچتا ہوا ابھی ایک میل بھی نہ گیا ہونگا
کہ سویرا ہوگیا۔ ایک سوار کو میں نے دیکھا اس سے اپنے
شہر کے متعلق پوچھا کہ یہاں سے کتنی دور ہے؟ اس نے
کہا کہ اگر تیزی کے ساتھ جایا جائے تو دو سال کی مسافت
ہے یہ سنکر میں تو وہیں بیٹھ گیا۔ جب رات ہوئی تو
اسی راستہ سے وہ غلام آیا اور مجھ سے
کہا اے میرے مالک آپ نے مجھے آزاد

برسید وگفت ای خواجہ تو مرا
آزاد کردہ شکرانہ خود بستاں
واز آنجا باز گرد۔ سنگ ریزہ چند
در دامن من انداخت و رواں شد
چوں گامی چند با او رفتم خود را
نزدیک شہر خویش دیدم او را ندیدم
در دامن خود نگاہ کردم آں ہمہ
سنگریزہ با جواہر قیمتی شدہ بود چوں
در خانہ رسیدم آں قوم کہ او را
نباش میگفتند برسیدند واز حال او
استفسار کردند۔ گفتم ہو نباش النور
لا نباش القبور و اخبرھم بحالہ فبکوا
و قالوا اتبنا الی اللہ وندموا ورجعوا
منہ متحیرین۔ قطعہ

بخشی خواجہ و غلام بیں
بندہ خواجہ شود بفضل اللہ
اہل تحقیق خود چنیں گویند
بندہ نیک بہ ز خواجہ بد

سلک چہل و نہم

بباید دانست کہ توبہ بدل
طاعت است۔ چنانچہ خاک

کر دیا ہے۔ اچھا تو اسکا شکرانہ قبول فرمائیے
اور یہیں سے واپس ہو جائیے یہ کہکر چند
کنکریاں پتھر کی میرے دامن میں ڈالیں اور (میرے
شہر کی طرف) روانہ ہو گیا۔ میں چند ہی قدم
اسکے ساتھ چلا ہونگا کہ اپنے شہر کے بہت
ہی قریب پہونچ گیا' اور اس غلام کا کہیں پتہ نہ تھا
اور اپنے دامن کو جو دیکھا تو وہ سنگریزے نہیں
تھے قیمتی جواہرات تھے۔ جب گھر پہونچا تو وہ لوگ
میرے پاس آئے اور میری تحقیق کی تفصیل
دریافت کی اور اس کا حال پوچھا۔ میں نے
کہا ارے بھائی وہ نور کا نباش تھا قبور کا نہیں یعنی
چھپ کر قبرستان نور حاصل کرنے جاتا تھا، کفن چرانے نہیں
پھر میں نے سارے واقعہ کی اطلاع کی۔ انلوگوں نے کہا ہم بھی اللہ تعالے
سے توبہ کرتے ہیں اور اپنی بدگمانی سے توبہ کرتے ہیں۔ اور بڑی
حیرت لیکر میرے پاس سے گئے'۔

" اسے بخشی نہ خواجہ کو دیکھو نہ غلام کو دیکھو حق تعالی کا فضل ہو جاتا ہے
تو بندہ بھی خواجہ ہو جاتا ہے ۱۔ اہل ظاہر آقا کو غلام سے بڑھاتے ہیں
لیکن اہل تحقیق یہ فرماتے ہیں کہ نیک غلام برے آقا سے کہیں اچھا ہے۔"
شارح ۱۲ فاسق ۱۲

سلک نمبر ۴۹ (توبہ اور نالہ دونوں محبوب ہیں)

جاننا چاہیئے کہ توبہ طاعت کا بدل ہے جس طرح
سے کہ مٹی پانی کا بدل ہے اگر طاعت کا عوض جنت

بدل آب است اگر عوض طاعت
جنت است ثمرۂ توبہ محبت است
ان اللہ یحب التوابین عزیز من
اگر وقتی بدعا دست برداری کہ آن
بعز اجابت مقرون نشود زنہار ازین
درگاہ نومید نشوی اگر ترا وزیر خوش نکند
امیر خوش کند اما اگر ترا خدائی نیامرزد
کہ تواند آمرزید و من یغفر الذنوب
الا اللہ ۔ بزرگی را پرسیدند
در قرآن میفرماید ادعونی استجب
لکم چونست بعضی از اہل طاعت
میخواہند و می یابند عن انس رض عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ان
جبریل علیہ السلام موکل بحاجات
العباد فاذا دعی اللہ تعالیٰ عبدہ
المومن قال لہ یا جبرئیل احبس
حاجۃ عبدی فانی احبہ واحب
صوتہ واذا دعا عبد الکافر قال یا جبرئیل
اقض حاجتہ فانی ابغضہ و ابغض
صوتہ عزیز من بعضی از بندگان
از آنہا اند کہ حضرت صمدیت
تعالت آلاؤہ چنانچہ ایشان را
دشمن دارد التماس ایشان را ہم

ہے تو توبہ کا بھی ثمرہ محبت ہے۔ ارشاد ہے
بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کو محبوب رکھتے
ہیں۔ عزیز من! اگر تم کبھی دعا کے لئے ہاتھ
اٹھاؤ اور وہ قبول نہ ہو تو دیکھو خبردار اس
درگاہ سے ناامید نہ ہونا کیونکہ دنیا کا تو قاعدہ
ہے کہ اگر وزیر نہ خوش کرے گا تو امیر خوش کر دیگا۔
لیکن اگر خدا تعالیٰ ہی نے نہ بخشا تو پھر کون بخشے گا؟
ارشاد ہے گناہوں کو سوائے خدا کے کون بخش
سکتا ہے۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا
قرآن شریف میں تو آیا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں
تمہاری اجابت کرونگا۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ
بعضے عبادت گذار لوگ دعا کرتے ہیں اور مقصود
نہیں پاتے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت انس رض سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جبرئیل علیہ السلام کے حوالے بندوں کی حاجات کردی
گئی ہیں۔ چنانچہ جب اللہ تعالےٰ سے کوئی مومن بندہ
دعا کرتا ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے جبرئیل میرے
اس بندہ کی حاجت کو روک لینا اسلئے کہ یہ مجھے محبوب
ہے اور اسکی دعا مجھے محبوب ہے اور جب کوئی کافر
دعا مانگتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ اے جبرئیل اسکی حاجت
کو فوراً پورا کرو اس لئے کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں، اسکی
آواز مجھے ناپسند ہے۔ عزیز من! بہت سے لوگ ایسے
ہیں کہ حق تعالےٰ جس طرح سے انہیں دشمن رکھتا ہے

دشمن دارد و بعضی از انہا اند کہ چنانکہ
ایشاں را دوست دارد
التماس ایشاں را ہم دوست
دارد بشنو بشنو! مسافر
سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا در
شب معراج از زوایای سموات
شنیدی کہ یکے بآواز حزیں تر می
گفت ارنی ارنی پیغمبر گفت
علیہ السلام یا جبرئیل من الذی
زاحم موسیٰ فی وردہ جبرئیل گفت
یا رسول اللہ ازیں خمخانہ عشق جز
موسیٰ کہ جرعہ تواند نوشید ہو موسیٰ
ہو موسیٰ۔ قطعہ ؎

نخشبی نالہائے خود را باش
طبع بے درد خود ملول بود
نالہ ہر کس قبول نبود لیک
نالہ اہل دل قبول بود

انکی دعا کو بھی ناپسند کرتا ہے اور بعضے ایسے ہیں کہ
حق تعالیٰ جس طرح انھیں دوست رکھتے ہیں ان کی
دعا اور درخواست کو بھی دوست رکھتے ہیں۔
سنو سنو! سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا کے مسافر نے
شب معراج میں آسمان کے کونوں سے ایک آواز سنی کہ کوئی
شخص بڑی ہی غمگین آواز سے کہہ رہا ہے کہ رَبِّ اَرِنِیْ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل ؑ سے پوچھا
کہ اے جبرئیل! یہ کون ہے جس نے وظیفۂ موسیٰ
میں موسیٰ سے مزاحمت کر رکھی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام
نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس
خمخانۂ عشق سے بجز موسیٰ کے اور کسے یہ جام نصیب
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ موسیٰ ؑ ہی ہیں، یہ
موسیٰ ہی ہیں۔

" اے نخشبی! اپنے اندر نالہ و فریاد کی شان
پیدا کرو جس طبیعت میں درد کی آمیزش نہ ہو وہ بالکل
ملول و بے کیف ہے۔ ہر شخص کا نالہ قبول نہیں
ہوا کرتا لیکن اہل دل کا نالہ ضرور قبول ہوتا ہے۔

سلک پنجاہم

قیل السرور باللہ السرور
والسرور بغیر اللہ الغرور ای بانبساط
واختلاط ہیچو خودی مغرور ہیچ نعمتی

سلک نمبر ۵۰ (خمول واستغنا عجیب دولت ہے)

کہا گیا ہے کہ جو سرور اللہ تعالےٰ کے ساتھ (معیت)
کی وجہ سے ہو وہ تو سرور ہے اور جو سرور کہ
غیر اللہ کے ساتھ تعلق سے حاصل ہو وہ سرور نہیں غرور ہے

ورای آن نیست کہ آن یکی از خلق
بے نیاز باشد عزیز من! حیلہ
آن چہ کنی کہ بحیلہ بخلق پیوندی حیلہ
آن باید کرد کہ بحیلہ از خلق
بے نیاز باشی واز جدا افتی
کہ ازیں سرای سرسری کہ سراسر
سرموی ہم نمی ارزد از دردِ سر
کسی سالم ماند کہ نہ او را کسی شناسد
ونہ او کسی را قطوبی لعبد
لا یعرف الناس ولا یعرفونہ.
بشنو بشنو! چنیں گویند
بادشاہی کہ سنائی حکیم در وقت
سلطنت او بود ہوس دیدن
سنائی کرد ہر جاکہ او را بطلبیدند
نیافتند تا عاقبت از خانہ مخنثی
بیاوردند چون بیامد دستہا
درکش کردہ آمد و چون بنشست
پای دراز کردہ بنشست بادشاہ
گفت ای خواجہ ما شنیدہ ایم
کہ تو حکیمی، سنائی گفت در من
چہ خلاف حکمت دیدی؟ گفت
من سہ چیز در تو دیدم کہ آن ہر سہ چیز
از قاعدۂ حکمت خارج اند گفت

یعنی دھوکا ہے یعنی وہ انبساط و خوشی اور اختلاط جو اپنے جیسوں کے
ساتھ کیوجہ سے انسان میں ہو وہ خوشی نہیں ہے بلکہ خوشی کا دھوکا ہے
کوئی نعمت اس سے بڑھکر نہیں ہے کہ مخلوق سے بے نیاز ہو جائے۔
(راقم عرض کرتا ہے کہ غالباً یہی وہ نعمت ہے جسکی تمنا ہمارے خواجہ غالب مرحوم
نے یوں کی ہے ؎
تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے ہوتے یاد انکی دلنشیں ہوتی)
عزیز من! اسکے لئے کیا کیا تدبیریں کرتے ہو کہ کسی ترکیب سے مخلوق
کا قرب حاصل کرو۔ تدبیر اسکی کرنی چاہیئے کہ کس ترکیب سے مخلوق سے
بے نیاز ہو جاؤ اور خلق سے جدا ہو جاؤ اسلئے کہ یہ سرائے دنیا جو کہ بالکل
سرسری ہے ایک سرمو کے برابر قدر نہیں رکھتی اسکے دردِ سر سے وہی
شخص محفوظ رہ سکتا ہے کہ نہ اسکو کوئی پہچانے اور نہ وہ کسیکو پہچانے
پس خوشخبری ہے اس بندے کیلئے جسکی غربت اور مسکنت کی وجہ سے
کوئی بھی اسے نہ پہچانتا ہو اور حق تعالیٰ سے محبت اور تعلق کیوجہ سے
وہ بھی کسی کو نہ جانتا ہو۔ سنو سنو! بیان کرتے ہیں کہ ایک بادشاہ
جس کے دورِ سلطنت میں حکیم سنائی موجود تھے' اسے سنائی سے ملاقات
کا شوق پیدا ہوا ہر جگہ انھیں تلاش کرایا مگر نہ پایا یہاں تک کہ ایک مخنث
کے گھر میں ملے لوگ بلا کر بادشاہ کے پاس لائے جب حکیم سنائی بادشاہ کے
سامنے آئے تو اس طور پر کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو بغل کے پاس باندھے
ہوئے تھے اور جب دربار میں بیٹھے تو پاؤں پھیلا کر بیٹھے بادشاہ نے کہا
کہ جناب من! ہم نے تو آپ کے متعلق سنا تھا کہ بہت بڑے دانشور اور
حکیم ہیں سنائی نے کہا تو پھر میرے اندر حکمت کے خلاف کیا بات دیکھی
بادشاہ نے کہا کہ اس وقت میں نے تین باتیں آپکے اندر ایسی دیکھیں کہ

آں کدام اند؟ بادشاہ گفت اول
آنست کہ تو در خانۂ مخنث چہ کنی
سنائی گفت من ہیچکس را در عمل خود
ہمچو خود نیافتم مگر آں مخنث را
بنابراں کہ مرا تمام بر ہیئت مرداں
آفریدہ اند اما از من کار مرداں برنمی
آید، من مخنث طریقتم و او مخنث شریعت
دوم گفت چوں آمدی دستہا
بستہ چرا آمدی گفت ازانکہ
پیش تو وقتی بسوال نخواہم کشاد
گفت سوم چوں نشستی پای
چرا دراز کردی گفت از برای
آنکہ تا بدانی کہ من شخصی ام بے ادب
تا بار دیگر مرا بر خود نخوانی و وقت
خود را و وقت مرا ضایع
نکنی۔

قطعہ

نخشبی اہل گوشہ، گوشہ نکو
وہ ترا روزگار شایع کرد
گوشہ شیں چوں ز گوشہ بیروں رفت
وقت خود را تمام ضایع کرد

ان میں سے ہر ایک ادب و حکمت کے خلاف ہے سنائی نے
پوچھا وہ کونسی باتیں ہیں؟ بادشاہ نے کہا کہ پہلی بات تو
یہ کہ آپ کو مخنث سے کیا تعلق آپ اسکے یہاں کیوں
گئے؟ حکیم سنائی نے کہا کہ حضور والا میں نے عمل میں
اپنا جیسا بجز اسکے اور کسی کو نہیں پایا اسی مناسبت سے
اسکے پاس اٹھتا بیٹھتا ہوں اس لئے کہ اللہ تعالی نے
مجھ کو مردوں کی صورت پر پیدا کیا ہے اور مجھ سے
مرد کا سا کام تو ہوتا نہیں لہذا میں مخنث ہی کی طرح ہم
ہوں، صورتاً مرد ہوں سیرتاً ناکارہ بس فرق مجھ میں اور اسمیں
یہ ہے کہ میں طریقت کا مخنث ہوں اور وہ شریعت کا۔ اچھا دوسری
بات فرمائیے۔ بادشاہ نے کہا کہ جب آپ میرے پاس آئے تو اپنے
ہاتھوں کو کیوں باندھے ہوئے تھے کہا اسلئے کہ آپکے سامنے سوال
کیلئے اسے دراز نہ کرسکوں۔ اب تیسری چیز فرمائیے؟ بادشاہ نے کہا
جب آپ میرے پاس بیٹھے تو آپنے اپنے پاؤں کو پھیلا کیوں دیا؟
حکیم سنائی نے کہا یہ اسلئے کیا تاکہ آپ سمجھ لیں کہ یہ ایک بے ادب
شخص ہے اور دوبارہ مجھے طلب فرما کر اپنا اور میرا
وقت ضایع نکریں۔

• نخشبی اہل گوشہ کیلئے، گوشہ ہی بھلا ہے
کیوں نکہ مسند ہوتے ہو تمھیں زمانہ خود ہی مشہور کر دیگا
لیکن اگر کوئی گوشہ نشیں اپنے گوشہ سے باہر نکلا تو
یوں سمجھو کہ اس نے اپنے تمام وقت کو ضایع کیا

سلک پنجاه و یکم

ایها السالکون اطیعوا اللہ
بقدر حاجتکم الیہ وعصوه بقدر ظلمہ
ایاکم وعمروا الدنیا بقدر مکثکم وتزوّدوا
للآخرۃ علی قدر المقام بہا۔
عزیز من! مرد ہوشیار باید کہ ہمہ وقت
خود را مشغول دنیا ندارد کہ از دنیا
ہمانقدر بیش کار نیاید کہ بدیگری دہند
کسی کہ بامداد برخیزد اندوه او را از
دنیا باشد اندوه او ہرگز کم نہ شود
ای برادر! بی ابی دنیا را چہ آب
دہم۔ چون بہتر آدم در دنیا آمد بی آبی
دنیا بدید چہل روز بیہوش بود۔ دنیا
کہ بتمامی او یک مشت خاک بیش
نیست در طلب او عمر خود خاک
نمی باید کرد طرفہ تر اینکہ دنیا کہ با چندین
طلب چنانچہ مطلوب است ہم
دست نمی آید عقبیٰ کہ در طلب آن
اہمال میکنی چگونہ بدست آید۔
بشنو بشنو! وقتی حکیمی یکی را
پرسید کہ تو دنیا را چہ طریق می طلبی گفت
بجہد تمام گفت آنچہ مطلوب است

سلک نمبر ۵۱ (حبِّ دنیا)

اے راہِ حق کے سالکو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت
اسقدر کرو جس کہ تم اسکی جانب محتاج ہو۔ اور اسکی
نافرمانی بس اتنی کرو جتنا کہ اس نے تم پر ظلم کیا ہے۔ دنیا
تعمیر کرو اتنی مقدار میں جتنا کہ تمہیں اس میں رہنا ہے۔ اور
آخرت کا اسقدر توشہ تیار کرو جتنا تمہیں وہاں قیام کرنا ہے
عزیز من! عقلمند کو چاہیئے کہ اپنا تمام وقت دنیا طلبی میں نہ صرف
کردے کہ دنیا سے بس وہی مقدار کارآمد ہوتی ہے جو دوسرے
کو دیدے۔ جو شخص کہ صبح اٹھے اور اسکو دنیا کی فکر لگ جائے
تو اسکا غم کبھی کم نہ ہوگا۔ اے میرے بھائی! دنیا کی بے رونقی
پر کیا فریفتہ ہونا۔ دیکھو! جب آدم علیہ السلام تشریف لائے اور اسکی
بے رونقی دیکھی تو چالیس دن تک بیہوش رہے۔ دنیا کہ جس کے کل
کا حاصل ایک مشت خاک سے زیادہ نہیں ہے اسکی طلب میں اپنی
عمر کو خاک اور برباد نہیں کرنا چاہیئے اور پھر لطف یہ کہ اسقدر محنت و
جانفشانی کے باوجود انسان جتنی دنیا چاہتا ہے اتنی اسکے ہاتھ لگتی نہیں
بس اسی سے سمجھو کہ آخرت جسکی طلب میں تم سستی کرتے ہو
وہ تمہارے ہاتھ کیسے لگ جائیگی۔ سنو سنو! ایکمرتبہ
ایک حکیم نے ایک شخص سے پوچھا کہ تم دنیا کو کس طرح
سے حاصل کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ حضرت نہایت
جانسوزی اور کوشش تمام کے ساتھ کہا اچھا پھر جو تمہارا
مطلوب ہوتا ہے وہ تمکو ملجاتا ہے؟ کہا کہ نہیں حکیم نے کہا بس اسی سے
اندازہ کرلو کہ جب دنیائے فانی کو تم باوجود اتنی کوشش کے

می یابی گفت نی حکیم گفت دنیا فانی
راکہ باچندیں جہد طلبی نمی یابی عقبیٰ
باقی راکہ در طلب او ہرگز جہد نکردہٗ
چگونہ خواہی یافت۔ اہل حلاوت
گویند من مرض بحب الدنیا لا یجد
حلاوۃ ذکر الآخرۃ لان المریض لا یجد
حلاوۃ الاشیاء کما ہو سبحان اللہ
امروز در ہر کنجی صد مریض ازیں جنس
بیش است و در ہر شہری یک طبیب
ایں مریض ہم نہ گوئی نیکاں را برداشتہ
و بداں را بگذاشتہ آری قیامت
قریب گردد ہر چہ در دنیا نیکوست
آنرا بردارند ابن عباس میگوید رضی اللہ
عنہما اذا کان آخر الزمان یبعث
اللہ تعالیٰ جبرئیل حتی یرفع خمسۃ اشیاء
من الارض الی السماء القرآن
والعلم والرکن الیمانی و مقام ابراہیم
والابحار الخمسۃ یعنی السیحون والجیحون
والدجلہ والفرات والنیل و ہذہٖ
الخمسۃ من انہار الجنۃ زہی بی آبی
دنیا کہ در آخر وقت آبی ہم نخواہند
گذاشت بشنو بشنو دنیا ہمہ وقت
بی آب است ازو بی آب تر

نہیں پاتے تو پھر آخرت جو کہ باقی ہے اور اسکی طلب میں
تم کچھ بھی کوشش نہیں کرتے ہو اسکو کیسے پا سکو گے؟
جن حضرات نے دین و ایمان کی حلاوت پائی ہے وہ یہ فرماتے
ہیں کہ جو شخص کہ حب دنیا کے مرض میں مبتلا ہو وہ آخرت
کی حلاوت کبھی نہ پائے گا اسلئے کہ مریض کو چیزوں کی
حلاوت نہیں ملا کرتی۔ اللہ کی شان ہے کہ آج اس
زمانے میں ہر ہر گوشے میں سیکڑوں مریض اس نوع کے
موجود ہیں اور ایک پورے شہر میں ان بیماروں کا کوئی
طبیب نہیں ہے۔ بس یہی سمجھو کہ اچھوں کو اٹھا لیا گیا ہے
اور بروں کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہاں ہاں، نہیں سنا ہے
کہ قیامت کے قریب دنیا سے نیک لوگوں کو اٹھا لیا جائیگا
حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ جب آخری زمانہ
ہوگا تو اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیلؑ کو بھیجیں گے تاکہ زمین سے
آسمان کی طرف پانچ چیزوں کو اٹھا لائیں۔ وہ قرآن
ہوگا۔ علم ہوگا۔ رکن یمانی ہوگا۔ مقام ابراہیم ہوگا
اور پانچ دریا سیحون۔ جیحون۔ دجلہ۔ فرات اور نیل
ہوں گے۔ یہ پانچوں جنت کی نہریں ہیں۔ ہائے
دنیا کی بے رونقی کہ ایک وقت یہاں پانی تک
نہ رہ جائے گا۔

سنو سنو! یہ دنیا تو ہر وقت ہی بے آب
ہے۔ اور اس سے زیادہ بے آب اور
بے چمک وہ شخص ہے جو اس بے آب
سے راضی رہے۔

کسی است کہ بدیں بے آبے
راضی گردد۔ قطعہ ؎
نخشبی دل مبند بر دنیا
طرفہ مرغی کہ دل بہ گل بندد
نیست دنیا مگر کہ خاکی وبس
کس بخاکے چگونہ دل بندد

"اے نخشبی تم دنیا سے دل نہ لگاؤ
بہت ہی عجیب ہے وہ بلبل جو کسی
گل سے اپنا قلب متعلق کرلے اسلئے
کہ دنیا تو ایک خاکی چیز یعنی مٹی کا ڈھیر
ہے اور کوئی شخص کسی مٹی کے
کھلونے سے بھلا کیونکر دل لگائے گا۔"

سلک پنجاہ و دوم

انگبین بیانان کہ ہیچ وقت
زنبور خانۂ دنیا را نشورانیدہ اند
و ہمہ حال چوں زنبور انگبیں بر ہمہ
شہد افشاندہ اند چنیں گویند ان
النحل مع الخستہ لما اکل بالہام الحق
صار ما یخرج من بطنہ شفاء و غناء
للناس و آدم علیہ السلام مع صفوتہ
لما اکل بغیر الہام الحق صار ما یخرج
من بطنہ نتنا و عنا ای پاک لقمہ پاکہا
دارد۔ بزرگی را پرسیدند خوردن
حلال چیست ؟ گفت آنکہ خوردۂ
او نہ درین جہاں ضامن باشد نہ دراں
جہاں مواخذ قیل الحلال الذی
قد انقطع حق الغیر عنہ کالحلیلۃ عقلاً

سلک نمبر ۵۲ (رزق حلال)

جو حضرات کہ شہد کی طرح شیریں بیان ہیں اور
جنکا کہ کوئی وقت بھی اس دنیا والوں کو جوکہ مثل شہد کی
مکھی کے چھتے کے ہیں پریشان کرنے میں نہیں گذرتا اور جوکہ ہر وقت
شہد کی مکھی کی طرح تمام لوگوں کو شہد ہی تقسیم کرتے ہیں
وہ حضرات یہ فرماتے ہیں کہ دیکھو شہد کی مکھی باین خست و
ذلت جوکہ اسے حاصل ہے جبکہ اس نے حق تعالےٰ کے
حکم کرنے اور الہام فرمانے سے خدا کا رزق کھایا پیا تو جو کچھ اسکے
پیٹ سے نکلا وہ شفاء للناس ہوگیا اور لوگوں کے لئے
لطف اٹھانے کی چیز بن گیا، مراد اس سے شہد ہے اور سیدنا
آدم علیہ السلام نے باآں کمال و بزرگی جوکہ آپکو حاصل تھی جب
بغیر حکم خداوندی گندم کھالیا تو جو کچھ انکے پیٹ سے نکلا بدبو دار
پاخانہ ہوگیا۔ سچی بات ہے کہ لقمۂ حلال عمدہ ہی کام کرتا ہے۔
ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ حلال روزی کسے کہتے ہیں فرمایا
کہ حلال وہ ہے کہ جسکا کھانیوالا نہ اس دنیا میں ڈھونڈھ بھگتے اور

نفس خود را ہمہ وقت از آرزوی
حلال مانع باشند بنا برآنکہ ہر کہ نفس
خود را از خوردن حلال مانع شد
نفس او ہیچ وقت آرزوئے حرام
نکند۔ ہر کہ بسیار خورد اگرچہ حلال است
گوشت بسیار شود و ہر کہ گوشت او
بسیار باشد درو شہوت بسیار باشد
و ہر کرا شہوت بسیار باشد درو گناہ
بسیار باشد و ہر کہ گناہ بسیار باشد
درو قساوۃ قلب بسیار باشد۔
مقلب القلوب تعالیٰ و تقدس
درو نظر رحمت نکند۔ چنیں گویند
ہر کہ یک لقمہ حرام خورد چہل روز
تیر دعا او بر نشانہ اجابت نرسد
و چیزی حلال حاصل کردن از
اعظم امور و اصعب اعمال است
و ازیں جاست کہ حضرت رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم او را جہاد
خواندہ است۔ قال علیہ السلام
طَلَبُ الْحَلَالِ جِہَادٌ بشنو بشنو تقی
سلیم القلبی بر شعبیؒ رفت و گفت
مرا آرزوی حلال خوردن می کند
شعبیؒ طیبت گفت اگر ہمچنیں میخواہی

نہ اُس جہاں میں اس سے مواخذہ ہو۔ کہا گیا ہے کہ حلال وہ ہے کہ
جس سے حق غیر بالکل منقطع ہوگیا ہو جیسے اپنی منکوحہ بیوی۔ عقلمند جو
ہیں وہ ہر وقت اپنے نفس کو حلال کی آرزو سے بھی روکتے ہیں
اسلیے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو حلال کھانے سے روکا اسکا نفس
اس سے کبھی حرام کی تمنا نکریگا۔ اور جو شخص زیادہ کھانیوالا ہوگا اگرچہ
وہ حلال ہی کھائے تو اسکے بدن میں گوشت زیادہ ہوگا اور
جسکے بدن میں گوشت کی زیادتی ہوگی اس میں شہوت زیادہ
ہوگی اور جس میں شہوت زیادہ ہوگی وہ گناہ میں زیادہ پڑیگا
اور جو گناہ میں زیادہ واقع ہوگا اسکے اندر قساوت قلبی
زیادہ ہوگی اور جس میں قساوت قلبی زیادہ ہوگی مقلب
القلوب یعنی حق تعالیٰ و تقدس اس پر نظر رحمت نہ فرمائیگے
بیان کرتے ہیں کہ جس نے ایک لقمہ بھی حرام کا کھایا
تو چالیس دن تک اسکی دعا کا تیر قبولیت کے نشانہ پر نہیں لگے گا
تھوڑی سی بھی حلال چیز حاصل کرنا بڑا دشوار کام اور
بہت مشکل عمل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال روزی کمانے کو جہاد
فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ طَلَبُ الْحَلَالِ جِہَادٌ
یعنی حلال کا طلب کرنا جہاد ہے۔ سنو سنو ایک مرتبہ
ایک نیک بخت انسان حضرت شعبیؒ کے
پاس گیا اور کہا کہ مجھے حلال روزی کھانے کی
تمنا ہوتی ہے۔ شعبیؒ نے بطور مزاح کے فرمایا
کہ بھائی اگر اس کی تمنا ہے تو سمندر کے کسی
جزیرہ میں چلے جاؤ اور وہیں رہو اور اپنے ہاتھ سے

بر و در جزیرہ از جزائر دریا ساکن
بدست خود ماہی می گیرد و با آفتاب
می پزد و می خورد۔ او برفت دوازدہ
سال ہمچناں کرد چوں شعبی از بیم
حجاج بیروں شد اتفاقاً ہمدراں
جزیرہ افتاد او را دید ضعیف و نحیف
و سیاہ شدہ ماہی در آفتاب انداختہ
وخود بنماز مشغول شدہ شعبی گفت
مرا می شناسی کہ من کیستم تو آں کسی
کہ مردماں را حلال خوردن میفرمائی
وخود نمی خوری اگر تو لقمہ حلال
می خوردی از بیم حجاج تا ایں جا
نمی رسیدی۔ قطعہ

نخشبی تا تواں حلال طلب
وہ وہ شبہ خارہا دارد
ناں بے شبہ را کجا یابند
لقمہ پاک کارہا دارد

مچھلی کا شکار کرو اور سورج میں سینک کر اسکو
کھاؤ۔ وہ اسے واقعی حکم سمجھ کر چلے گئے اور
بارہ سال تک ایک جزیرے میں پڑے رہے
اور اسی طرح کھاتے پیتے رہے جب حجاج
کے خوف سے حضرت شعبیؒ نے اپنا وطن چھوڑا
تو اتفاقاً اسی جزیرے میں جاکر قیام کیا۔ اس
شخص کو دیکھا کہ نہایت ہی ضعیف و نحیف ہو گیا ہے
اور اسکا بدن بالکل سیاہ ہو گیا ہے، مچھلیوں کو
دھوپ میں پھیلائے ہوئے نماز میں مشغول ہے
فراغت کے بعد شعبیؒ نے ان سے کہا مجھے پہچانتے
ہو کہ میں کون ہوں؟ کہا جی ہاں آپ تو وہی ہیں
جو دوسروں کو حلال روزی کھانے کا طریقہ بتاتے ہیں اور خود
اسکو نہیں اختیار فرماتے، اگر آپ بھی حلال روزی کھاتے ہوتے
تو آج حجاج کے خوف سے یہاں آنے کی نوبت نہ آتی۔
"اے نخشبی جہانتک تم سے ہوسکے حلال روزی طلب کرو
مشتبہ روزی اندر بہت کانٹے رکھتی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ
مشتبہات سے خالی روزی کہاں ملے ورنہ تو حلال روزی ہی کام بناتی ہے"

سلک پنجاہ وسوم

قیل نقصان الدنیا زیادۃ الآخرۃ
وزیادۃ الدنیا نقصان الآخرۃ
ای ہم کامل وہم مکمل مردان کامل

سلک نمبر ۵۳ (فقر و فاقہ سے دوستی آسان کام نہیں)

کہا گیا ہے کہ دنیا کی کمی ہی سے آخرت کی زیادتی ہوگی
اور دنیا کی زیادتی کیلئے آخرت کی کمی لازم ہے۔ جو لوگ
کامل بھی ہیں اور مکمل بھی ہیں ایسے لوگ بیان کرتے

گویند آدمی را استعداد کمالات دادہ اند
و در دنیا ناقص فرستادہ اند تا کمالی
حاصل کند عجب حالیست از ناقص
می خواہند کمالی حاصل کند و بعضی
می گویند زہی استعداد مردمان
دیں کہ ازیں ناقص کمالی حاصل
کردہ اند کہ ایشان را بواسطۂ آں
کمال کامل بلکہ مکمل می خواہند و کمال
مرداں دراں است کہ ایشاں
مکمل گردند و ایں درجۂ انبیا است
و درجہ بعضے از اولیا عزیز من ہمہ
کمال تو در نقصانی معین مدرج است
و ہمہ نقصان تو در کمال معین مدرج
آری نقصان الدنیا زیادۃ الآخرۃ
و زیادۃ الدنیا نقصان الآخرۃ۔
بشنو بشنو لما ولدت فاطمۃ
رضی اللہ عنہا توقف النبی صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ وسلم فی تسمیتہا فجاء جبرئیل
علیہ السلام وقال یا رسول اللہ
اسمہا فاطمۃ فقال النبی علیہ السلام
لما ذا قال لانہا فطمت عن حظوظ الدنیا
اینک ہمہ ایں خواہد بود کہ کرامات
حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود

ہیں کہ انسان میں حق تعالے نے کمالات حاصل کرنے
کی استعداد رکھی ہے اور دنیا میں ناقص بنا کر بھیجا ہے
تا کہ کمال حاصل کریں مگر یہ بھی کیسی پر لطف بات ہے
کہ ناقص سے کمال کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ باقی اُن
دینداروں کی استعداد کا کیا کہنا کہ باین نقص ان
لوگوں نے کمال حاصل کر لیا اور کمال بھی ایسا کہ اسکی وجہ
سے انھیں کامل بلکہ مکمل کہا جاتا ہے۔ انسانوں کا
اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ لوگ نہ صرف کامل بلکہ مکمل
ہو جائیں لیکن یہ درجہ حضرات انبیا علیہم السلام کا ہے
اور کبھی کسی ولی کو بھی مل گیا ہے۔ عزیز من تمہارے
ہر کمال میں کچھ نہ کچھ نقصان کی آمیزش رہی ہے اور
تمہارا ہر نقصان کسی کمال معین میں داخل ہوتا ہے
تو بات یہی سامنے آئی کہ آخرت کی زیادتی چاہو گے
تو دنیا کا نقصان ہوگا اور اگر دنیا حاصل کرنا چاہو گے
تو اسی قدر آخرت میں کمی ہوگی۔ سنو سنو! جب
حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو انکا نام رکھنے میں قدرے توقف ہوا اتنے میں حضرت
جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ
انکا نام فاطمہ رکھئے آپ نے فرمایا کیوں؟ عرض کیا
کہ اس لئے کہ انھوں نے حظوظ دنیا سے قطعی منھ
موڑ رکھا ہے۔ اور یہ سب اس لئے تھا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا فرمایا کہ میری
قبر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے

بین قبری و بین منبری روضۃ من ریاض الجنۃ زیراکہ فاطمہؓ آنجا خفتہ است داو را ایں ہمہ کمال از نقصان دنیا بود۔ عزیز من! یعقوب فاریابی کہ یعقوب کنعان طریقت بود میگوید زاہدی مہمان متزہدی بود متزہد مائدۂ با تکلف پیش آورد زاہد چوں آں بدید گفت اے یعقوب ہیچ میدانی آبادانیِ ایں مائدہ از چیست گفت نمیدانم گفت از خرابیِ محراب صاحب مائدہ

قطعہ ؎

نخشبی فقر شحنہ است درشت
ہر کس اورا چگونہ دارد دوست
نانِ درویش در نمک نرسد
فقر ترک جہاں ست ہر دو ست

باغ کا ایک ٹکڑا ہے اس لئے کہ فاطمہ وہاں سوئی ہوئی ہیں۔ اور انکو یہ سب کمال دین نقصان دنیا کی وجہ سے حاصل ہوا تھا۔ عزیز من! یعقوب فاریابیؒ جو کنعان طریقت کے واقعی یعقوب ہی تھے وہ فرماتے ہیں کہ ایک واقعی زاہد ایک بنے ہوئے زاہد کا مہمان ہوا میزبان نے بہت پر تکلف دسترخوان آراستہ کیا اس حقیقی زاہد نے جب اسے دیکھا تو مجھ سے کہا کہ اے یعقوب جانتے ہو یہ دسترخوان کیوں اتنا بارونق ہے میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ کہا کہ صاحب دسترخوان کی محراب کی ویرانی کے سبب (یعنی انکا دینی کاروبار سے بے رونق ہے اسلئے دنیوی دسترخوان آراستہ ہے)۔

"اے نخشبی یہ فقر و فاقہ بھی نہایت بدمزاج داروغہ ہے پھر بھلا کون شخص اس سے محبت کر سکتا ہے۔ درویش کی روٹی کو نمک بھی نصیب نہیں ہوتا۔ کیونکہ فقر نام ہے دنیا و مافی الدنیا کے ترک کر دینے کا۔

سلک پنجاہ و چہارم

ارباب مروت گویند قیل لراہب لم ترکت الدنیا قال لان ترکہا مروۃ بزرگی را پرسیدند مروت چیست؟ گفت بذل الندی و ترک الاذی

سلک نمبر ۵۴ (مروت اور انسانیت)

ارباب مروت فرماتے ہیں کہ ایک راہب سے پوچھا گیا کہ تم نے دنیا کیوں چھوڑی؟ اس نے کہا اسلئے کہ اس کا چھوڑ دینا ہی مروت یعنی انسانیت کی بات ہے۔ ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ مروت کسے کہتے ہیں فرمایا کہ

حسن کہ سراسر حسن بود گفتے حسن المروۃ
صدق اللسان واحتمال عثرات الاخوان
وبذل المعروف لاہل الزمان وکف
الاذی عن الجیران ۔ دیگرے را پرسیدند
مروۃ چیست؟ گفت المروۃ ترک معصیۃ
اللہ تعالیٰ حیاء من اللہ والمحافظۃ علیٰ
طاعۃ اللہ تعالیٰ لوجہ اللہ والفرار من
غیر اللہ تعالیٰ الی اللہ عزیز من مروۃ
آنست کہ تو در نظر بادشاہ تعالیٰ تقدس
آنچہ پسندیدہ آنحضرت نیست وآنکہ
ترا محروم کند او را بہرہ مند گردانی وکسے
کہ ترا از و رنجی رسد او را راحت رسانی
بزرگی میگوید کسی کہ او مروت ندارد
گوئی ہیچ ندارد ۔ نخشبی گوید حصل اللہ مرامہ
مروت کسے است کہ او از بے مروتان
نرنجد ۔ بعضی گویند صاحب مروۃ
کہ مروۃ میدارد کسی است کہ او
دشمناں را در نظر دوستاں بیند
ای برادر! طائفہ کہ ایشاں را دشمناں
دوست گرداند کی باشد کہ دوستاں
دشمن گرداند ۔ و ایں ہمہ
ثمرہ آنست کہ ایں طائفہ از غایت
مروۃ با دشمن خود ہم میسازند ۔

اپنا مال خرچ کر دینا اور دوسروں کو ایذا رسے بچانا حضرت
حسنؓ جو کہ سراپا حسن ہی تھے فرماتے ہیں کہ حسن مروت یہ ہے
کہ آدمی زبان کا سچا ہو، اخوان کی لغزش کا تحمل کرنیوالا ہو
اور اہل زمانہ میں اپنے احسان کو عام کرنے والا ہو
اور اپنے پڑوسیوں کو ایذا رسے بچانے والا ہو ۔ کسی دوسرے
بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ مروۃ کسے کہتے ہیں فرمایا کہ مروت
کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ ہی سے شرما کر چھوڑ دینا
اور اللہ تعالیٰ کے لئے اسکی طاعت کی پابندی کرنا اور غیر اللہ سے
بھاگ کر اللہ کیطرف آنا ۔ عزیز من! مروت یہ ہے کہ تم وہ کام نکرو
جو حق تعالیٰ کو جوکہ بادشاہوں کے بادشاہ ہیں ناپسند
ہو، اور یہ کہ جو شخص تمھیں محروم کرے تم اسکو سود مند کرو
اور جس شخص سے تمکو تکلیف پہونچی ہو اس شخص کو تم
راحت پہونچاؤ ۔ ایک بزرگ تو یہ فرماتے تھے کہ جس
شخص کے اندر مروت نہیں ہے اس میں کچھ بھی نہیں
ہے ۔ نخشبی کہتا ہے اللہ اسکی مراد کو پوری فرمائے
کہ صاحب مروت وہ ہے جو بے مروتوں سے نہ گھبرائے
بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب مروت جو واقعی مروت
رکھتا ہے وہ شخص ہے کہ وہ دشمنوں پر دوستوں کی سی
نظر ڈالے ۔ اے بھائی جو گروہ ایسا ہو کہ انکے دشمن
بھی دوست ہوں تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنے
دوستوں کو دشمن بنا دیتے ہوں اور یہ سب اسکا
نتیجہ ہے کہ یہ جماعت اپنی غایت شرافت وانسانیت اور
مروت کی وجہ سے اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی بالکل شیر وشکر ہو کر رہتی ہے

بشنو بشنو مارے را پرسیدند
کہ چوں افسوں گر بر در سوراخ تو می آید
و نرم نرم می گوید تو از سوراخ چرا بیروں
می آئی تا او ترا بگیرد۔ گفت ایں مروت
نباشد کہ یکے بر در خانۂ من آید و بگوید
بیروں آئے و من بیروں نیایم قطعہ

نخشبی فکر کار ہا دارد
عنف تو با رفیق شیوہ تست
رفق با دوستاں نمی گویم
رفق کن باکسی کہ دشمن تست

ایک سانپ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ تو بتا کہ جب
مداری تیرے سوراخ کے پاس جاتا ہے اور دھیرے دھیرے
بین پر پھونکی دیتا ہے تو تو سوراخ سے کیوں باہر نکل آتا ہے حالانکہ وہ
تجھکو پکڑ لیتا ہے۔ سانپ نے کہا کہ اسبات کو مروت اور شرافت
کے خلاف سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص میرے گھر پر آئے اور دروازہ
کھٹکھٹائے کہ ذرا باہر آئیے اور میں باہر بھی نہ نکلوں۔

"اے نخشبی فکر سے بہت کام چلا کرتا ہے، باقی تمھاری
سختی اور جھڑکی اپنے ساتھیوں کو یہ تو بس تمھارا اپنا طریقہ ہوگیا
ہے۔ اور میں تم سے اپنے دوستوں کے ساتھ نرمی کرنے
کو نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ کہہ رہا ہوں کہ نرمی و خلق اپنے دشمن سے برتو"

سلک پنجاہ و پنجم

عبدالواحد کہ بندۂ یگانہ بود
میگوید العاقل اذا امر بشئی کان من
اعمل الناس بہ و اذا نہی عن شئی کان
من اترک الناس اسے کہ ہمہ وقت
دیگراں را در صدق وصیت کردہ و خود
در محبت دوست کاذب بودہ
محب صادق کسے باشد کہ خانۂ دل
را از غیر دوست خالی دارد و مہر چہ
درون او ست در حجرۂ باطن نگذارد
اگر یکی در توجہ اصلی متوجہ شود و گوید

سلک نمبر ۵۵ (قلب خدا کی تجلی گاہ ہے)

خواجہ عبدالواحد جو کہ واقعی یکتائے زمانہ تھے وہ فرماتے
ہیں کہ عاقل انسان جب کسی چیز کا حکم کیا جاتا ہے تو وہ سب
سے زیادہ اسکا کرنیوالا ہوتا ہے اور جب کسی چیز سے روکدیا
جاتا ہے تو سب سے زیادہ اسکو چھوڑنے والا ہوتا ہے۔ اے
مخاطب تیرا حال یہ ہے کہ دوسروں کو تو ہر وقت صدق اختیار
کرنے کی نصیحت کرتا ہے اور خود دوست کی محبت میں جھوٹا
ہے (جانتا ہے کہ محب صادق کون کہلاتا ہے؟) محب صادق
وہ ہے کہ جو اپنے خانۂ دل کو غیر دوست سے خالی رکھے اور جو
(محبت غیر سے) کچھ اندر رہے بھی تو اسکو قلب کی کوٹھری یعنی سویدائے
قلب میں نہ داخل ہونے دے۔ اب اگر کوئی شخص حق تعالیٰ کیجانب

انی وجہت وجہی للہ فان کان فی
قلبہ فی تلک الحالۃ شئی سوی اللہ فہو
کذاب۔ ای دوست چوں روی بدوست
آوردہ روی از ہمہ بگرداں و رخ از
ہمہ بتاب اگر تو ازیں تافتن کوفتہ یافتی
من ضامنم اگر در یک دل دو محبت را
جائے دہی و بیک جان دو کس را
دوست داری از تیغ غیرت سر برانی
وقتی درویشی کہ شیر بیشۂ راہ بود یکی را
دید کہ در راہی میرفت و شیری در دو
بناگوش او بہ پرسید ایں چیست؟ گفت
ایں را بر من موکل کردہ اند فرمودہ اند
ہرگاہ کہ ایں در غیر ما آویزد در وے
آویزی آرے مرد بینا کسی است
کہ او چشم ہر سو نکشاید و پلک زدنی
جانب دنیا کہ غیر اوست نگردد۔ چنیں
گویند وقتے شخصے دینارے چند بردر
درویشی برد درویش نظر بپوشید
و می گفت دیر باز است کہ من دنیا
را طلاق دادہ ام و در مطلقۂ ثلاثہ نظر
کردن حرام است۔ عزیز من ہر کہ
چشم خود را از حق بپوشد و ہم نظر
بباطل کند او ہرگز از وسواس شیطانی

توجہ کرنے میں مشغول ہوا اور اسنے کہا کہ انی وجہت وجہی للہ
یعنی میں نے اپنے چہرے کو اللہ کیطرف پھیرا تو اگر اسکے قلب
میں اسوقت سوائے اللہ کے کوئی اور چیز ہوئی تو وہ جھوٹا ہے
اے دوست جب تم نے اپنا چہرہ دوست کی طرف کیا ہے تو
سب سے منھ موڑو اور ہر جانب سے رخ پھیرو پھر اسکے
بعد اگر تمھیں اس پھرنے کی وجہسے کوئی خسارہ یا نقصان
ہو جائے میں اسکا ذمہ دار ہوں۔ اگر تم ایک دل میں دو کی
محبت کو جگہ دوگے اور ایک جان سے دو کو دوست رکھو
گے تو غیرت کی تلوار سے تمھارا سر اڑا دیا جائے گا۔ ایک مرتبہ
ایک بزرگ نے جو بیشۂ طریق کے شیر تھے ایک شخص کو دیکھا کہ
چلا جا رہا ہے اور اسکے داہنے اور بائیں دو شیر ہیں انھوں
نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے انھوں نے کہا کہ حضرت
ان دونوں کو مجھ پر مسلط کیا گیا ہے اور انھیں حکم دیا گیا ہے
کہ جب یہ ہمارے غیر کیطرف ذرا مائل ہو تو اسے پھاڑ ڈالو
اور واقعی ہے بھی یہی بات کہ عقلمند شخص وہی ہے کہ
ہر طرف نظر نکرے اور بقدر پلک جھپکانے کے بھی دنیا کی
جانب توجہ نکرے کہ وہ بھی غیر اللہ ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ
ایک مرتبہ ایک درویش چند اشرفیاں ایک دوسرے
درویش کیخدمت میں لے گیا اس نے فوراً آنکھ بند کر لی اور کہا
برادر من عرصہ ہوا کہ میں نے دنیا کو طلاق دیدیا ہے اور مطلقۂ ثلاثہ
پر نظر کرنا بھی حرام ہے۔ عزیز من! جو شخص کہ اپنی آنکھ
حق تعالی کیجانب سے ہٹا لیتا ہے اور باطل چیزوں کیجانب
نظر کر لیتا ہے تو وہ کبھی بھی شیطانی وسوسوں سے خلاصی

خلاص نیابد۔ وقتے احمد صغیر با شیخ
خود گفت مرا وسوسہ شیطانی زحمت
بسیار میدہد شیخ گفت پیش ازیں
بر شیطان سخرہ کردندی دریں وقت
شیطان بر صوفیان سخرہ می کند۔ ای
شیخ اگر بینائی باطن داری بکلی چشم
از خلق بہ بند و نظر از عالمیان بردار
واز گفتگوئے خلق مترس کہ اززبان خلق
ابو یزید بسطامیؒ خلاص نیافت تو
کے یابی بشنو بشنو! وقتے
ابو یزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ کہ
عارف ترے ازوے مادر نزادہ
زاد راہ بر شترے نہادہ در راہے
میرفت، مرداں گفتند شیخا چندیں بار
بر پشت شترے چرا نہادہ در راہے
میروی گفت یک جانب پشت او
شوید بارمن بنگرید چوں نگریستند
یکے بدست بار از پشت او بالا
بود ہمہ متحیر ماندند بعدہٗ گفت
سبحان اللہ عجب کاریست اگر
حال خود از خلق نہاں میدارم
ملامت می کنند واگر آشکارا میکنم
طاقت نمی آرند ہیچ نمی دانم کہ با ایشاں

نہیں پائیگا۔ ایک مرتبہ احمد صغیر نے اپنے شیخ سے کہا کہ حضرت
مجھکو وسوسہ شیطانی بہت پریشان کرتا ہے شیخ نے فرمایا کہ
ارے واہ سبحان اللہ اب سے پہلے تو لوگ شیطان کو مسخر
کر لیتے تھے اب اس زمانہ میں شیطان صوفیوں پر قابو یافتہ ہوگیا
ہے۔ اے شیخ اگر باطن میں کچھ روشنی رکھتا ہے تو غیر اللہ سے
بالکل آنکھ بند کرلے اور اہل زمانہ سے اپنی نظر بالکل ہٹالے اور
مخلوق کی گفتگو کی قطعی پرواہ نکرا ورنہ اس سے ڈر۔ کیونکہ مخلوق
کی زبان سے تو ابو یزید بسطامی جیسے بزرگ بھی نہ بچ سکے تو تو
بھلا کیسے بچ سکتا ہے۔ سنو سنو ایک دفعہ ابو یزید بسطامی
قدس اللہ سرہٗ کہ ان سے بڑھکر عارف اُس زمانہ میں کسی ماں
نے نہ جنا تھا اپنا توشہ اپنے ایک اونٹ پر لادے کہیں جارہے
تھے لوگوں نے کہا ارے حضرت اتنا زیادہ بوجھ غریب اونٹ پر لاد رکھا
ہے اور اتنا طویل راستہ طے کرنا ہے فرمایا کسی ایک جانب آکر کے
اسکی پشت کو اور میرے بوجھ کو دیکھو جب لوگوں نے دیکھا تو بوجھ
اونٹ کی پیٹھ سے (چار انگل) اونچا تھا اس پر لگا ہوا نہیں
تھا سب لوگ بہت متحیر اور شرمندہ ہوئے۔ شیخ نے فرمایا کہ
سبحان اللہ عجب کاروبار ہے اگر اپنا حال مخلوق سے چھپا رکھوں
تو لوگ ملامت کریں اور ظاہر کروں تو اسکی طاقت نہیں رکھتا
اب سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ان کے ساتھ کیا معاملہ کروں
اور کس طرح زندگی بسر کروں ایسوں کے ساتھ۔

" اے نخشبی مخلوق کی زبان سے کون
بچ سکا ہے۔ زبان تو مخلوق کے درمیان
شور مچا ہی دیتی ہے۔ جس خالق نے

بچہ طریق زندگانی تواں کرد۔ قطعہ
بخششی از زبان خلق کہ رست
نطق شوری میان خلق فگند
خالقی کو زباں بخلقی داد
خلق را در زبان خلق فگند

مخلوق کو زبان بخشی ہے اس نے ایک مخلوق کو دوسری مخلوق کے بارے میں بتلا کر رکھا ہے (یعنی یہ اُس کی وہ اِس کی بات کرتے رہنے سے باز نہیں رہے گی)"

سلک پنجاہ و ششم

قد جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا رسول ما الفقر قال خزانۃ من خزائن اللہ تعالیٰ. مسیح صلوات اللہ وسلامہ علیہ کہ یکے از نہنگان دریائے فقر بود گفتی الفقر مشقۃ فی الدنیا ومسرۃ فی الاخرۃ والغنی مسرۃ فی الدنیا ومشقۃ فی الآخرۃ عزیز من! مسرتے ومشقتے کہ در دنیا است چوں ہر دو را زوال در عقب است نہ مسرۃ را مسرۃ تواں گفت ونہ آں مشقت را مشقت تواں گفت اما مسرت ومشقت آں است کہ آں لایزالی است وا ورا اصلا زوال در عقب نہ۔ ای برادر فقر اگرچہ مشقت است اما مشقتی است

سلک نمبر ۵۶ (فقر کی فضیلت)

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فقر کسے کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ فقر ایک خزانہ ہے اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے۔ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ دریائے فقر کے ایک زبردست تیراک تھے وہ فرماتے ہیں کہ فقر دنیا میں مشقت ہے اور آخرت میں مسرت ہے اور غنیٰ (یعنی امیری) دنیا میں مسرت ہے اور آخرت میں مشقت ہے۔ عزیز من! دنیا کی مسرت ہو یا مشقت ہو جبکہ دونوں کو زوال ہے تو پھر اسکے بعد نہ کوئی مسرت مسرت رہجاتی ہے اور نہ کسی مشقت کو مشقت ہی کہنا چاہیئے۔ حقیقۃً مسرت اور مشقت تو وہ ہے جو دائمی ہو اور جسکے لئے زوال نہ ہو۔ اے بھائی فقر بھی اگرچہ مشقت ہی ہے لیکن ایسی مشقت ہے کہ اسکا انجام سراپا مسرت ہے اور درویش کیلئے اس سے بڑھکر اور کونسی مسرت ہو سکتی ہے کہ دنیا میں نہ اس پر کسی کا حساب اور نہ آخرت میں خدا کا اس پر عتاب ہو۔ ابو حازم فرماتے

کہ نتیجۂ او ہمہ سرتست ۔ درویش را
کدام مسرت ازیں بالاتر کہ نہ در دنیا
کسی را با وحسابی و نہ در آخرۃ فردائے
را برد عتابی ۔ ابوحازم گفتے
ما بہ درویشئ خویش با توانگراں دو روز
موافقم و در یک روز مخالف یعنی در
دی و فردا موافقم و امروز مخالف در
دی ازاں موافقم کہ امروز نہ راحت
دنیائے او برقرار است و نہ محنت
دنیائے ما و در فردا ازاں موافقم کہ
کہ ہیچ معلوم نیست کہ فردا راحت و
محنت من داد برقرار خواہد ماند یا نہ ۔
فبقی یوم الذی نحن فیہ بشنو بشنو
یکی را پرسیدند کہ درویشی را روا باشد
کہ از کسی چیزی بستاند گفت اگر
بداند کہ در حال بدیگری خواہد داد بستاند
درویش آں است کہ او را چیزے
نباشد و اگر چیزی باشد ہم او را چیزی
نشمارد ۔ روزے حضرت رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم کہ با وجود خزائن آسمان
و زمین خود را میان درویشاں تعبیہ
کردہ بود ۔ در حجرۂ از حجرہ ہائے ازواج
مطہرات برسید و گفت چیزے

تھے کہ ہم اپنی درویشی میں امیروں کے ساتھ دو دن تو
برابر برابر ہیں البتہ ایک دن ہم میں اور ان میں فرق
ہے ۔ یعنی روز آفرینش (یعنی پیدائش) میں اور فردائے
قیامت میں ہم اور وہ دونوں برابر ہیں ۔ البتہ آج دنیا
کی زندگی میں ہم اور وہ مختلف ہیں ۔ کل بروز پیدائش
تو وہ اور ہم یوں برابر ہیں کہ نہ انکی راحت وعیش کو
قرار اور نہ ہمارے فقر ہی کو بقا (آج سے کل نہیں)
اور کل بروز قیامت ہم اور وہ اس لئے برابر ہیں کہ
آج کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ہماری اور انکی مشقت و
راحت بدستور باقی رہے گی یا نہیں لہذا گذشتہ
اور کل آئندہ کا حساب تو برابر رہا بس صرف آج کا
معاملہ باقی رہا اسمیں بلاشبہ ہمارے اور انکے درمیان
میں فرق ہے (بس دائمًا نہ انکے لئے راحت ہی ہے
اور نہ ہمارے لئے مشقت مقدر لہذا معاملہ برابر ہی برابر کا
ہے) سنو سنو! لوگوں نے کسی سے پوچھا کہ کیا درویش
کیلئے جائز ہے کہ (اپنے کسی ساتھی سے) کوئی چیز چھین لے
انھوں نے فرمایا کہ اگر وہ یہ سمجھتا ہو کہ ایک سے لیکر دوسرے کو دیدیگا
تو لیلے ۔ کیونکہ درویش وہ ہے کہ اسکے پاس کوئی چیز نہو اور اگر
کوئی چیز ہو بھی تو وہ اسکو اپنی چیز نہ سمجھے ۔ ایک دن حضرت
رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اسکے کہ آسمان و
زمین کے خزائن آپکو حاصل تھے خود کو لباس فقر میں پوشیدہ
فرما کر اسی حال میں ازواج مطہرات میں سے ایک کے
گھر پہونچے اور فرمایا کہ کوئی چیز کھانے کی ہے ۔ اہل خانہ

از برائے خوردن ہست پیشوائے خانہ گفت یا رسول اللہ خواجۂ خانہ توئی چیزی آوردہ کہ میخواہی پیغامبر علیہ السلام بریں سخن تبسم کرد و گفت مرحبا بشعار الصالحین مرحبا بشعار الصالحین ۔ قطعہ

نخشبی ہاں بفقر خوش می باش
گرچہ کس در غنا نہ باشد خوش
فقرا آنچناں خوشند از فقر
کہ کسی در غنا نباشد خوش

نے عرض کیا یا رسول اللہ گھر کے مالک تو آپ ہی ہیں آپ کوئی چیز لاتے بھی ہیں جو اس وقت طلب فرمارہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرادیئے اور فرمایا کہ بہت خوب صالحین کا یہی شعار ہے مبارک ہو۔ صالحین کا یہی شعار ہے مبارک ہو۔

" اے نخشبی تم فقر و فاقہ میں خوب مست اور خوش ہو اگرچہ دنیا والوں کا یہ طریقہ ہے کہ کوئی مشقت میں خوش نہیں ہاکرتا باقی جو لوگ کہ حقیقی فقیر ہیں وہ اپنے فقر سے اسقدر خوش ہوتے ہیں کہ کوئی امیر بھی اپنی امیری سے اتنا خوش نہیں ہوتا ہوگا۔

سلک پنجاہ و ہفتم

محنت کشان عالم عشق کہ از توقان محبت طوقی در گردن دل دارند چنیں گویند من یری ثواب الشدۃ لایشتہی المخرج عنہا لان الذہب الخالص یجرب بالنار والرجل الصالح بالبلاء عزیز من! ہرکہ باشد از بلا احتراز کند مگر عشاق کہ ایں قوم نہ از مضرت خود گریزند و نہ در منفعت خود آویزند۔ آری کسی کہ خود را فراموش کند او چہ داند کہ منفعت و مضرت او چیست فمن لایدری معنی الخلاء و

سلک نمبر ۵۷ (ہر شخص دردِ عشق کی سہار نہیں رکھتا)

جو حضرات کہ عالم عشق کے جفاکش اور محبت کی مستی کا طوق اپنے دل کے گردن میں ڈالے ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے سختی اور اجر کا ثواب جان لیا تو پھر وہ اس سے نکلنا نہیں چاہتا اسلئے خالص سونے کو آگ میں تپا کر پرکھا جاتا ہے اور انسان کے صالح ہونے کی پہچان بلاو مصیبت پر صبر کرنا ہے۔ عزیز من! جس شخص کو بھی دیکھو وہ مصیبت و بلا سے بچنا چاہتا ہے سوا عشاق کے کہ یہ قوم نہ اپنے نقصان سے بھاگتی ہے نہ دنیوی نفع پر ٹوٹ کر گرتی ہے اسلئے کہ جو شخص خود کو بھلا ہی بیٹھے اور فنا کر دے وہ کیا جانے کہ اسکا نفع و نقصان کس چیز میں ہے۔ جو شخص خلاء کے معنی ہی نہ جانتا ہو وہ کیا جانے کہ خلا موجود ہے یا محال

من این بدری ان الحلار موجوداو
محال ای برادر ہوشیار ہرچہ کند اگرچہ
نماز است بنویسند و دیوانہ ہرچہ کند
اگرچہ نماز است نویسند۔ این چیست
کہ کسی بقدم رود قلم بدو رود اما کسی
کہ در عدم رود قلم بر وچہ رود عزیز من
ہر سرے را طاقت صداع عشق نباشد
عاشق را دیدند رنجور شدہ گفتند ترا چہ
افتاد فریاد برآورد الطبیب امرضنی
الطبیب امرضنی بشنو بشنو کلمات
قدسی را تفسیر کردن حلال است اما
رموز عشق را بیان کردن حرام است
بزرگی می گوید وقتی من در واقعہ حسین منصور
متفکر بودم و فکر میکردم کہ او چوں بندہ بود
از بندگان صادق با او این سیاست
از چہ رفت در سر من فرو خواندند سری
از اسرار عشق با او در میان نہادند او
آنرا کشف کرد و انا الحق گفتن گرفت
ہر کہ سر بادشاہاں کشف کند او
مستحق و مستوجب سزا باشد۔

قطعہ

نخشبی سر عشق کشف مکن
مرد معنی گہر بہ ہرزہ نسفت

ہے۔ برادر من ہوش والا شخص جو بھی کرتا ہے اگرچہ نماز
ہو فرشتے اسکو لکھ لیتے ہیں اور دیوانہ جو بھی کرے چاہے
نماز ہی کیوں نہ پڑھے اسے نہیں لکھا جاتا۔ جانتے ہو
یہ کیا بات ہے؟ بات یہ ہے کہ جو شخص قدم
سے چلتا ہے تو قلم اس پر چلتا ہے اور جو عدم میں چلا
جائے تو قلم اس پر کیا چلے۔ عزیز من! ہر سر کے اندر
درد عشق کے سہار کی طاقت نہیں ہے ایک عاشق کو لوگوں
نے دیکھا بہت رنجیدہ ہے لوگوں نے اس سے کہا کہ
تجھ پر کیا افتاد پڑی اس نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ ہائے
طبیب ہی نے مجھے مریض بنا دیا ہے۔ سنو سنو حق تعالیٰ
کے کلمات کی تفسیر کرنا حلال ہے اور جائز ہے لیکن
رموز عشق کو بیان کرنا حرام ہے ایک بزرگ فرماتے
ہیں کہ ایک مرتبہ میں حسین منصور کے واقعہ میں متفکر
تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ جبکہ بندگان صادق میں سے
ایک بندہ تھا تو اس کے ساتھ ایسا معاملہ کیونکر پیش آیا؟
میرے قلب میں یہ بات ڈالی گئی کہ ہم نے اسرار عشق
میں سے تھوڑا سا حصہ اسے عطا کیا تھا اس نے میرے
اس راز کو فاش کر دیا اور انا الحق کہنے لگا۔ اور
ظاہر ہے کہ جو شخص شاہی راز کو افشار کرے گا
وہ مستحق سزا ہی ہو گا۔

قطعہ

"اے نخشبی عشق کے راز کو کسی سے بیان نہ کرنا
کیونکہ جو مرد کامل ہوتا ہے وہ معنی کے موتی کو بیکار

عاشق کامل آں کسی است کہ او
گرچہ سر داد سرِ عشق نگفت

سالک پنجاہ و ہشتم

معلوم عالیان و مفہوم آدمیان است
کہ آدمی دریں سرائے دو در بمنزلہ مسافر
است اما مسافرے کہ راہِ سلوک
گذاشتہ در چپ و راست می دود
ای برادر در دنیا فرود آمدۂ و ایں منزل
را خانۂ خود تصور کردہ مسافر اگر ہمہ
اثنای راہ خانہ کند بکعبۂ مراد کے
رسد اسے روندہ بہ ہر منزلے
فرود آید باید کہ چنداں بگرید کہ خاک آں
منزل را گل کند اگر گویند کہ ایں چہ مسکینی
گوید خاکِ این منزل را از غبارِ قدم
آلودۂ خود می شویم عاشقی را دیدند
در یادِ معشوق آب از دو دیدہ کشادہ
زار زار می گریست گفتند ایں
چیست ؟ گفت خاکِ کوئے
محبوب را از مشک اشک نم
می زنم تا میان من و او روزنے
غبارے نخیزد۔

نہیں پرو یا کرتا۔ عاشق کامل وہی ہے کہ جسکو اگر کبھی
سر دینا پڑے تو دیدے مگر سرِ عشق کسی سے بیان نہ کرے"

سالک نمبر ۵۸ (تو خود حجاب خودی)

عالم والے جانتے ہیں اور تمام انسان واقف
ہیں کہ انسان اس سرائے فانی میں مانند مسافر
کے ہے۔ پس کون مسافر ہے جو اپنا خاص راستہ
چھوڑ کر داہنے بائیں جانب بھاگنا پسند کرتا ہو۔
بھائی میرے تم اس دنیا میں آئے ہو جو کہ (منزل راہ
ہے) منزل نہیں اور تم نے اسکو اپنا حقیقی گھر تصور
کر رکھا ہے (ہاں ہاں دیکھو) اگر کوئی مسافر راستے ہی
میں گھر بنانے لگ جائے تو وہ اپنے کعبۂ مقصود کو کب
پا سکتا ہے اسے جانے والے مسافر تو جس منزل میں بھی ٹھہرے
چاہئے کہ اس قدر روئے کہ اس جگہ کی خاک (مٹی) کیچڑ اور
گارا بنجائے اگر اس سے لوگ کہیں کہ یہ تو کیا کر رہا ہے تو
انکو جواب دے کہ اس منزل کی خاک کو جو کہ میرے پیروں
میں لگ گئی ہے دھو رہا ہوں۔ ایک عاشق کو لوگوں نے دیکھا
کہ دیارِ معشوق میں اپنی آنکھوں سے اشک جاری کئے ہوئے
زار زار رو رہا ہے لوگوں نے اس سے پوچھا
کہ یہ کیا حال ہے تو اس نے جواب دیا کہ کوئے
محبوب کی خاک کو اپنے اشک کے پانی کے ذریعہ نم کر رہا ہوں
تاکہ میرے اور اسکے درمیان کبھی گرد کا پردہ بھی نہ حائل ہو سکے

عزیز من! دریں راہ کہ تو قدم
در نہادۂ ہیچ غبارے تیرہ تر ازیں
خاکے تو نیست اگرچہ در راہ معتاد
آں نیکو کہ ایں غبار از میانہ برخیزد
اندر آنچہ شیخ ابوبکر موی تاب کہ موی
در موی خود کاری داشت ازیں عالم
دراں عالم خرامید بندہ بعیادت
او رفت او ہر زماں ایں نظم کہ
صد ہزار سر در و منتظم است می راند؂
قالب چوں غبار است میان من و تو
آمد گہ آنکہ از میاں برخیزد
وقتی شیخ المشائخ عبداللہ خفیف قدس اللہ
روحہ بیمار شد طبیبی بر سر وقت او رسید
گفت ایہا الشیخ ما العلۃ قال الوجود
اذا زال الوجود زالت العلۃ قطعہ
نخشبی جسم کن چو روح لطیف
از کثافت ہمیشہ پستی تست
بہر قطع علائق دنیا
پای بندے کہ ہست ہستی تست

عزیز من اس راہ میں جس میں کہ تم نے قدم رکھا ہے
کوئی غبار اس تن خاکی سے زیادہ تیرہ و تاریک نہیں ہے
اور اس راہ کے دستور اور قاعدہ کے موافق تو یہی مناسب ہے
کہ اس غبار کو بھی درمیان سے ہٹا دیا جائے۔ جس وقت کہ شیخ
ابوبکر موئے تاب کہ جنکا بال بال کام میں لگا ہوا تھا
اس عالم فانی سے اُس عالم جاودانی کو رحلت فرمانے لگے
تو بندہ بھی انکی عیادت کو گیا (دیکھا کہ) وہ بس اسی ایک
شعر کو جو کہ صد ہزار اسرار اپنے اندر رکھتا ہے پڑھ رہے ہیں
یعنی یہ ہمارا قالب (یعنی جسم خاکی) جبکہ ہمارے اور آپ کے
درمیان میں حجاب اور غبار ہے تو اب وہ وقت قریب آگیا
ہے کہ یہ ہمارے درمیان سے ہٹ جائے۔ ایکمرتبہ
شیخ المشائخ عبداللہ خفیف قدس اللہ روحہٗ بیمار ہوئے
ایک طبیب ان کے پاس گیا اور پوچھا کہ حضرت آپ کو
کیا تکلیف ہے؟ فرمایا کہ میری تکلیف میرا یہی وجود ہے
وجود زائل ہو جائے تو ساری تکالیف کا خاتمہ ہو جائے۔
اے نخشبی اپنے جسم کو مانند روح کے لطیف بنا دے یہ جو
تمھارے اندر پستی ہے یہ تمھاری کثافت کا ثمرہ ہے دنیوی علائق
(تعلقات) کو قطع کرنے کیلئے جو امر مانع ہے وہ تمھارا
اپنا وجود ہے (اس لئے اسے ہی ختم کرو)

سلک پنجاہ و نہم

حکام احکام طریقت کہ جہاں

سلک نمبر ۵۹ (اتباع حق اور تقلید اہل حق ہی میں فلاح ہے)

احکام طریقت کے جو حکام ہیں کہ دنیا جنکے حکم کی محکوم

محکوم حکم ایشان است چنیں گویند اگر کسی کہ
محکوم گربہ باشد بہ کہ محکوم نفس خود باشد
و لہٰذا یکی از سجادہ نشینان ہر جمعہ کہ از
خانقاہ بیروں آمدے یاراں را پرسیدے
در مسجد جمعہ از کدام راہ بباید رفت
روزے یکے با او گفت سالہا است
کہ تو در مسجد میروی راہ نمی دانی ؟ گفت
می دانیم اما راہے کہ ما درو قدم نہادہ ایم
در محکوم بودن بہتر ازاں کہ حاکم بودن
آری خود را طفیل دیگرے داشتن
کاری است بشنو بشنو وہب منبہ
میگوید کعب رض احبار در مسجد پس ہمہ صفہا
بایستادی او را پرسیدند دریں چہ سر است
گفت من در توریت خواندہ ام کہ در امت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرداں
باشند چوں یکے از ایشاں سر بسجدہ نہد
از سجدہ نیکو سر بر ندارد کہ حضرۃ عزت
گوید ہر کہ در پس او باشد آمرزیدہ بود من
نیز پس ہمہ بایستم باشد کہ دریں میاں
کسے باشد کہ بطفیل سجدہ سر او
کار ناسرہ ما ہم سرہ گردد۔ قطعہ
نخشبی در میاں مبیں خود را
قطرۂ را چہ سیل می خوانی

ہے ان حضرات کا یہ کہنا کہ " اگر کوئی شخص کسی بلی
ہی کا محکوم ہو تو یہ اسکے لئے اپنے نفس کے محکوم ہونے سے
بہتر ہے " اسی لئے ایک خانقاہ کے سجادہ نشین ہر جمعہ
کو خانقاہ سے باہر تشریف لاتے اور احباب سے پوچھتے
تھے کہ " دوستو آج نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے جامع مسجد کس راستہ
سے چلنا چاہیئے ؟ ایک دن شیخ سے کسی شخص نے
عرض کیا کہ آپ کو جامع مسجد جاتے ہوئے سالہا سال
گذر گئے کیا آپکو ابھی تک اسکا راستہ نہیں معلوم ہوا؟ جو آپ
ہر جمعہ کو اسکو دریافت کرتے ہیں "۔ ان بزرگ نے جواب دیا
کہ " برادرمن! جامع مسجد کے راستہ سے میں بخوبی واقف ہوں
لیکن بات یہ ہے کہ جس راستہ میں ہم نے قدم رکھا ہے (یعنی
طریق باطن) اسمیں محکوم بنکر رہنا حاکم بنکر رہنے سے کہیں بہتر
ہے اسلئے میں دوسرے سے پوچھتا ہوں تب جاتا ہوں
اور واقعی اپنے کو کسی دوسرے کا ماتحت اور تابع بنا دینا ایک بڑا
کام ہے (نفس والا یہ نہیں کرسکتا) سنو سنو! حضرت وہب رض ابن
منبہ فرماتے ہیں کہ حضرت کعب رض احبار مسجد میں تمام صفوں کے پیچھے
کھڑے ہوتے تھے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اسمیں کیا راز ہے؟
انھوں نے کہا کہ میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت
میں کچھ ایسے لوگ ہونگے کہ جب وہ لوگ سجدے میں سر رکھیں گے تو اس سجدہ سے
سر اٹھانے سے پہلے ہی حق تعالیٰ یہ فرمائیگا کہ " جو لوگ انکے پیچھے ہیں ہم نے
سب کی بخشش کر دی " اسلئے میں سب سے پیچھے کھڑا ہوتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ
ان میں بھی کوئی شخص ایسا ہو کہ اسکے مقبول سجدہ کے طفیل میں ہمارا نامقبول
سجدہ قبول ہو جائے ــــ اے نخشبی اپنے کو لوگوں کے درمیان

همه کس در طفیل تو گذرد
گر تو خود را طفیل کس دانی

سلک ششم

باید دانست که طاعت
بر دو نوع است یکی را که لازمه گویند
دوم را طاعت متعدیه خوانند لازمه آنست
که منفعت آن همه بصاحب آن منحصر باشد
کالصلوٰة والصوم وغیر ذلک وطاعت
متعدیه آنست که منفعت آن بغیر آن
سرایت کند کالانفاق والاشفاق وغیرہما
اکنون بدانکه تائب ومتقی برابرند. متقی
آن است که او گناهی نکرده باشد و
تائب آن است که او را گناهی نمانده
باشد پس در عدم گناه هر دو برابر باشند
اگرچه بعضی متقی را بر تائب راجح میدانند
ومیگویند که متقی آن است که رشتهٔ
اعتقاد او هیچ وقت نگسسته است
وگسسته اگرچه باز پیوندد اما چون ناگسسته
نباشد. عزیز من در وقت انبیائی
بنی اسرائیل دو کس گفتگو کنان بر پیغمبر
علیه السلام آن وقت رفتند و گفتند

کچھ نہ سمجھو ایک قطرہ کو سیلاب سمجھنا کہاں کی عقل ہے. تمام لوگوں کا بیڑا تمہارے
طفیل میں پار ہو سکتا ہے بشرطیکہ تم بھی اپنے کو کسی کا طفیلی سمجھو یعنی خود کو مستقل نہ جانو.

سلک نمبر ۶ (متقی اور تائب کا فرق)

جاننا چاہیئے کہ طاعت دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو وہ نیکی
جو لازم ہو اور دوسری وہ طاعت جو متعدی ہو. لازم وہ ہے
کہ جسکا نفع اس کے کرنے والے تک محدود رہے جیسے نماز روزہ
وغیرہ اور طاعت متعدیہ وہ ہے کہ جسکا نفع دوسروں کو بھی پہونچے
جیسے مال خرچ کرنا اور شفقت و نرمی کرنا وغیرہ. اب یہ سمجھو کہ
تائب اور متقی دونوں برابر ہیں. متقی وہ ہے جس نے
گناہ نہ کیا ہو اور تائب وہ ہے کہ جس نے گناہ کر کے
توبہ کر لیا ہو اسلئے اب اسکا بھی گناہ باقی نہ رہ گیا ہو
پس گناہ کے نہونے میں اب دونوں ہی برابر ہیں (جیسا کہ
حدیث شریف میں آتا ہے کہ "گناہ سے توبہ کرنیوالا مانند گناہ
نکرنے والے کے ہے") اگرچہ بعض لوگوں نے متقی کو تائب
پر ترجیح دی ہے اور یہ کہا ہے کہ متقی وہ ہے جس کے
اعتقاد کا تاگا کسی وقت بھی ٹوٹا نہ ہو اور ٹوٹا ہوا تاگا اگرچہ
جوڑا جا سکتا ہے لیکن نہ ٹوٹے ہوئے کی طرح وہ کہاں
ہو سکتا ہے. عزیز من! ایک دفعہ بنی اسرائیل
کے کسی نبی کے پاس دو آدمی گفتگو کرتے ہوئے
پہونچے اور ان سے یہی سوال کیا کہ حضرت متقی بڑھا ہوا ہے
یا تائب ان نبی پر وحی آئی کہ ان لوگوں سے کہدو

متقی راجح است ویا تائب آن پیغامبر را خبر رسانیدند کہ ایشاں را بگوامشب شما ہر دو در مسجد ملازمت کنید پگاہ ترین بخیزید ہر کہ در نظر شما آید از و مسئلہ خود را استفسار کنید ہمچناں کردند مردی بیش ایشاں آمد از و مسئلہ خود را پرسیدند او گفت من مردے جولاہہ ام ازینہا نمی دانم اما جوابی ہم از علم خود خواہم گفت فہم من فہم گفت ای عزیزان در وقت بافتن بعضی تار ازانہا است کہ وقتی نمی گسلد و مرا نمی رنجاند و بعضی ازانہا است کہ می گسلد و مرا رنجاند و نزدیک من ایں تار کہ نمی گسلد بہتر ازاں تاری است کہ می گسلد۔ قطعہ

نخشبی اعتقاد ثابت دار
بیشتر بودنی است در تہ گل
گرچہ رشتہ بگردن تو کنند
رشتہ اعتقاد را مگسل

کہ آج کی رات تم دونوں مسجد میں رہو اور صبح سویرے اٹھو اور جو آدمی سب سے پہلے تمھیں نظر آئے اسی سے اپنا سوال حل کرو۔ ان دونوں نے ایسا ہی کیا، چنانچہ صبح ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس کے سامنے انھوں نے اپنا سوال پیش کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں تو ایک جُلاہہ شخص ہوں کپڑا بنتا ہوں اس بات کو نہیں جانتا لیکن ہاں اپنے ہنر اور فن سے تمھاری بات کا جواب دے سکتا ہوں سمجھتے ہو تو سمجھ لو اور یہ کہا کہ عزیزان من! بُنائی کے وقت کبھی کوئی تاگا تو ایسا ہوتا ہے کہ نہیں ٹوٹتا اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہونچتا اور ان میں سے کوئی تاگا ٹوٹ بھی جاتا ہے جسکی وجہ سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے کہ کام ٹھپ ہوجاتا ہے اور اسے جوڑنا پڑجاتا ہے تو میرے نزدیک وہ دھاگا جو ٹوٹا ہی نہو اس دھاگے سے بہتر ہے جو ٹوٹ جائے (گو جڑ بھی جائے) —— اے نخشبی اپنے اعتقاد کو ثابت اور مستحکم کرلو اس سے پہلے کہ تم تہ خاک ہوجاؤ، جبکہ رشتۂ اعتقاد تمھارے گردن میں ڈالا گیا ہے تو دیکھو خیال رکھو کہ یہ رشتۂ اعتقاد ٹوٹنے نہ پائے (مطلب یہ کہ حتی الامکان اپنے آپ کو معاصی سے بچائے ہی رکھنا کیونکہ معصیت اور ایمان کامل کا اجتماع نہیں ہوا کرتا)

سلک شصت و یکم

روشن باطناں کہ از ضو ضمیر خفایا، عالم بہ بینند چنیں گویند اگر

سلک نمبر ۶۱ (خمول و مستوری)

وہ اہل باطن حضرات جو کہ اپنے قلب کی روشنی سے عالم کی مخفی اشیاء کو دیکھ لیتے ہیں یوں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی

شمع توفیق طاعتی در صفهٔ باطن تو
افروختہ اند می باید کہ آنرا از
نامحرمان پنہاں داری اگرچہ شمع
پنہاں نماند مردان غیب ہمہ وقت
خودرا پنہاں داشتہ اند حق تعالےٰ
ہمہ وقت ایشاں را ظاہر گردانیدہ
است ۔ آری مردان دیں از آفتاب
طالع طالع تر اند واز ماہتاب لامع
لامع تر۔ وآفتاب طالع را کہ تواند پوشید
وماہتاب لامع را کہ مستور تواند داشت
ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کہ آفتابی
پنہاں بود در ہیچ مرحلہ چند روز یکجا
نبودی از بیم آنکہ نباید کہ او را
بشناسد خواجہ ابو الحسن نور اللہ مضجعہٗ
وقتی در مناجات خویش می گفت
الٰہی استرنی فی بلادک بین عبادک
آوازی شنید یا ابا الحسن الحق لا یسترہ
شی بشنو بشنو وقتی درویشی را
پرسیدند چونست کہ بعضی درویشاں
نقل می میکنند بعد از نقل ہیچکس
نام ایشاں نمی شناسد وبعضی از
نقل مشہور ہمہ جہاں می گردند گفت
کسی کہ در حال حیوٰۃ در اشتہار خود

طاعت کی توفیق کی شمع تمہارے باطن میں روشن فرمادی ہے تو
چاہئے کہ اسکو حتی الامکان نامحرموں سے مخفی ہی رکھو، اگرچہ
شمع پوشیدہ رہنے والی چیز نہیں ہے۔ اللہ والوں نے خود کو
ہمیشہ پوشیدہ ہی رکھنے کی کوشش کی ہے لیکن حق تعالےٰ نے
ہمیشہ انکو ظاہر ہی فرمادیا ہے۔ ہاں ہاں دینداروں کو بھی
چمکنے والے آفتاب سے زیادہ ہی روشن سمجھو اور روشن
ماہتاب سے زیادہ چمکدار جانو۔ اور ظاہر ہے
کہ چمکنے والے اور روشن آفتاب وماہتاب کو کون چیز
چھپا سکتی ہے۔ دیکھو ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ جو کہ
ایک واقعی آفتاب باطن تھے کسی جگہ چند دن مسلسل
قیام نہ فرماتے تھے محض اس خوف سے کہ کہیں کوئی
شخص انکو پہچان نہ لے (کیونکہ؎ ۔
نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی)
اسی طرح سے حضرت ابو الحسن نوری اللہ تعالیٰ انکی قبر کو منور
فرمائے ایک مرتبہ اپنی مناجات میں کہتے تھے کہ
اے اللہ مجھے اپنے شہروں میں اپنے بندوں کے
درمیان چھپا لیجئے، ایک آواز سنی کہ اے ابو الحسن!
حق کو کوئی شئے چھپا نہیں سکتی۔ سنو سنو! ایک دفعہ
ایک درویش سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات
ہے کہ بعض اللہ والوں کا انتقال ہو جاتا ہے تو اسکے بعد
کوئی شخص انکا نشان بھی نہیں جانتا اور بعض ایسے ہوتے ہیں
کہ انتقال کے بعد تمام عالم میں مشہور ہو جاتے ہیں۔ انھوں
نے فرمایا کہ جو شخص اپنی زندگی میں اپنی شہرت کے لئے

کوشیدہ است او بعد ممات چناں
می شود کہ نام او مندرس می گردد و آنکہ
در حالِ حیوٰۃ در خمول کوشیدہ است
او بعد از ممات چناں می شود کہ مشہور
ہمہ جہاں گردد فطوبیٰ لمن یعرف الناس
ولا یعرفونہ قطعہ

نخشبی در زبان خلق افتاد
مرد را عافیت بمستوری است
ہر کہ گمنام زیست چیزے شد
اندریں رہ خمول مستوری است

کوشاں رہتا ہے وہ مرنے کے بعد ایسا ہوجاتا ہے کہ
اسکا نام ونشان ہی مٹ جاتا ہے اور جو شخص کہ اپنی زندگی
میں اپنے خمول وگمنامی میں کوشاں رہتا ہے وہ انتقال
کے بعد تمام دنیا میں مشہور ہوجاتا ہے۔ پس خوشخبری
ہے اس شخص کے لئے جو کہ تمام لوگوں سے ناواقف
ہو اور اسکو کوئی نہ جانتا ہو۔

نخشبی کا ذکر اور چرچا مخلوق کی زبان پر عام ہوگیا ہے
مگر انسان کے لئے عافیت خمول اور گمنامی ہی میں ہے
جس شخص نے مخفی اور گمنام زندگی گذاری تو وہ کچھ ہوگیا ہے اس
راہِ باطن میں خمول مستوری (یعنی عدم شہرت) ہی کا نام ہے

سلک شصت و دوم

طائفہ کہ از مائدۂ الجوع طعام
الصدیقین وجہ چاشت ایشانست
چنیں گویند کہ زحمت گرسنگی از انہا
است کہ بدانگی دفع شود اما زحمت
سیری از انہا است کہ بگنجی ہم دفع
نگردد اصحاب ایں راہ احتلام را
عقوبت خوانند بر بنا بر آنکہ احتلام
علامت سیری است ہر کہ سیر خورد
حلاوت عبادت نیابد و حفظ او کند شود
و او را بر خلق شفقت نباشد بنا بر آنکہ

سلک نمبر ۶۲ (قلت طعام)

وہ لوگ کہ بزرگوں کے اس ارشاد کے دسترخوان سے
کہ "بھوک صدیقین کا کھانا ہے" جن کا صبح کا کھانا مقرر ہے
یوں فرماتے ہیں کہ بھائی بھوک کی تکلیف تو ایسی ہوتی
ہے کہ ایک معمولی سکہ کے ذریعہ دور ہوجاتی ہے لیکن شکم سیری
کی مصیبت ایسی ہوتی ہے کہ ایک بڑا خزانہ بھی اسکو دور
کرنے کیلئے کافی نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس طریق کے حضرات
احتلام ہونے کو ایک سزا قرار دیتے ہیں اسلئے کہ احتلام
ہونا علامت شکم سیری کی ہے اور جو شخص خوب شکم سیر ہوکر
کھاتا ہے وہ عبادت کی حلاوت سے محروم رہتا ہے۔ نیز
حافظہ بھی اسکا ضعیف ہوجاتا ہے اور ایسے شخص کو مخلوق پر

همہ را ہیچو خود سیر داند و عبادت
بر وگراں نماید۔ وبامداد و چوں
مومناں گرد مساجد گردند او گرد
مزابل گردد۔ چنیں گویند چوں
آدمی سیر شود اعضاء او بشہوت
گرسنہ شود و اعضاء او بوقت گرسنہ
شدن از شہوت سیر گردد شب جہاں
وقتی در آید کہ آفتاب فرو شود و شب
دل وقتی در آید کہ معدہ پر گردد۔
عزیز من! دنیا نہ ہمیں زر و
مال و اسپ و خدم است بلکہ بزرگی
می گوید بطنک دنیاک ہر چہ کمتر خورند
از تارکان دنیا باشند و ہر چہ بیشتر خورند
از تارکاں نباشند۔ شیطاں گوید
سیری کہ در نماز باشد من با او معانقہ کنم
و گرسنہ کہ در خواب باشد من از و
بیروں شوم پس تواں دانست
سیری کہ در خارج صلوٰۃ باشد
شیطان را بر وتا چہ حد تسلط باشد و
و گرسنہ کہ در نماز باشد غایت
نفرت۔ بشنو بشنو وقتی مردے
بر درویشی رفت وگفت مرا عبادت
کردن بیاموز درویش گفت تو طعام

شفقت بھی نہیں رہ جاتی اسلئے کہ وہ سب کو اپنی طرح شکم سیر
سمجھتا ہے نیز اس شخص پر عبادت کرنا بھی شاق ہوجاتا ہے
اور صبح صبح جب اہل ایمان مسجد کی طرف جاتے ہیں تو
تو یہ پاخانہ جانے والوں کی لائن میں لگا ہوتا ہے۔ بیان
کیا جاتا ہے کہ انسان جب شکم سیر ہوتا ہے تو اسکے تمام اعضاء
شہوت کے بھوکے ہوجاتے ہیں اور جس وقت وہ بھوکا ہوتا
ہے تو اسکے تمام اعضاء شہوت کی جانب سے شکم سیر
ہوتے ہیں۔ چنانچہ دنیا کی رات تو اسوقت آتی ہے جبکہ
آفتاب عالمتاب غروب ہوجاتا ہے اور قلب کی رات
اسوقت ہوتی ہے جبکہ انسان کا معدہ پُر ہوجاتا ہے۔ عزیز من
دنیا کچھ اس مال و زر اور اسپ و خدم کا نام نہیں ہے بلکہ
ایک بزرگ تو یہ فرماتے ہیں کہ تمھارا شکم ہی تمھاری دنیا
ہے چنانچہ جو شخص کم کھاتا ہے وہ تارک الدنیا ہے اور جو کم نہ کھائے
وہ تارک دنیا نہیں ہے۔ شیطان کا کہنا ہے کہ جو شکم سیر شخص کہ نماز
پڑھ رہا ہو تو وہ اتنا محبوب ہے کہ میں اس سے معانقہ کرتا ہوں اور
جو بھوکا کہ سو رہا ہو اس سے کنارہ کش رہتا ہوں اسی سے سمجھ لو کہ
اگر کوئی شکم سیر بھی ہو اور نماز میں بھی نہ ہو تو شیطان کا اسپر کس درجہ
تسلط ہوگا اور جو شخص بھوکا ہو اور نماز پڑھ رہا ہو تو شیطان کو
اس سے کیسی نفرت ہوگی۔ سنو سنو! ایک مرتبہ
ایک شخص ایک درویش کے پاس گیا اور اس سے کہا
کہ حضرت مجھے بھی عبادت کرنا سکھلا دیجئے۔ اس
درویش نے پوچھا کہ تم کھانا کس مقدار میں کھاتے ہو
شکم سیر ہو کر یا آدھا پیٹ؟ اس نے کہا

چگونہ مجنوری سیر و یا نیم کلہ گفت سیر
درویش گفت سیر خوردن رسم ستوران
است اول تو بر و طعام خوردن بیاموز
بعدہ بیا تا من ترا عبادت کردن بیاموزم
نخشبی معدہ پر نمی باید
راہ درویش خارہا دارد
شکم پر نشان بدنفسان است
قلت قوت کارہا دارد

نہیں حضرت کھانا تو شکم سیر ہی کھاتا ہوں
درویش نے کہا کہ بھائی خوب پیٹ بھر کر کھانا کھانا تو
جانوروں کا طریقہ ہے لہٰذا تم ابھی تو جاؤ اور پہلے کھانا
کھانا سیکھو پھر اسکے بعد میرے پاس آنا اور عبادت کرنا سیکھنا۔
اے نخشبی معدہ پُر نہیں کرنا چاہیے۔ درویشی
کے راستہ میں کانٹا ہی کانٹا ہے شکم سیری اہل نفس بلکہ بدنفس
لوگوں کی نشانی ہے اور کم کھانا اس راہ میں
بہت کام آتا ہے۔

سلک شصت و سوم

اصحاب تجربہ گویند این ایامی است
ہر کہ در روز نیکی می کند شب جزائے
آن می یابد و ہر کہ در شب بدی می کند
روز سزای آن می بیند عزیز من ہر کہ
بصدق از سر شہوت برخیزد حق تعالیٰ
ازان کریم تر است کہ او را ازان عذاب
بکند اگر غافلان بدانند کہ ایشان را
چہ فوت می شود ہمہ بمرگ مفاجات
بمیرند اما غافلان را آن نظر کجا کہ صورت
معرفت توانند دید اگر معرفت را چیزی
صورت کنند ہر روشنائی در دنیا
است پیش او تیرہ نماید۔

سلک نمبر ۶۳ (ان الحکم الا للہ)

اہل تجربہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسے ایام ہیں کہ جو شخص
دن میں کوئی نیکی کرتا ہے تو شب کو اسکا بدلہ پاجاتا ہے
اور جو شخص شب میں کوئی بدی کرتا ہے تو دن میں
اسکی سزا پاجاتا ہے۔ عزیز من! جو شخص خلوص دل
سے شہوت سے باز آجاوے تو حق تعالیٰ بہت زیادہ
رحیم و کریم ہیں بعید ہے کہ اسکو عذاب دیں
اگر اہل غفلت جان لیں کہ ان سے کیا چیز فوت
ہو رہی ہے تو سب کے سب اچانک موت سے
مرجائیں مگر اہل غفلت کے لئے ایسی نظر کہاں کہ
جس سے معرفت کی صورت وہ دیکھ سکیں ورنہ تو معرفت
ایسی شے ہے کہ اگر دنیا میں اسکے لئے کوئی صورت
ہوتی تو ہر چمک اور روشنی اسکے آگے ماند پڑجاتی۔

اما چنیں دانم کہ ایں روشنائی از
عالم بردہ اند واگر زعالیاں مست
در تاریکی چرا زیند پیش از یں
مرداں ہمہ دارو بودہ اند از وجود
ایشاں اصلا بکسی درد نمی رسید
اگرچہ درد را داروی کہ ہست
از عالم دیگر است. بشنو بشنو!
وقتی یکی از خلفا پسر زالے را حبس
کردہ بود زال بر در رفت و گفت
پسر مرا آزاد کن گفت من حکم کردہ ام
تا من خلیفہ باشم پسر تو از محبس من
بیرون نیاید زال چوں ایں سخن بشنید
باد رد تمام روی بسوی آسماں کرد
گفت اے سلطانی کہ حبس و
اطلاق عالیاں در قبضۂ تست
خلیفۂ تو ایں حکم کرد کہ شنیدی
نمیدانم تو چہ حکم خواہی کرد؟ ایں
سخن ذرد اندوز در گوش خلیفہ افتاد
دل او بغایت نرم شد۔ فرمود
تا پسر او از حبس بیارند و خلعت
فاخر بپوشانند و بر اسپ قیمتی
سوار کنند و در کوچہائے بغداد
بگردانند و ایں ندامی کنند

میرا تو یہ خیال ہے کہ اس نور ہی کو دنیا سے اٹھالیا گیا ہے
ورنہ تو اہل دنیا مست و غافل کیسے رہتے اور ایسی
زندگی کیسے گذارتے۔ اب سے پہلے کے انسان
جو ہوتے تھے وہ سراپا دوا ہوتے تھے (دوسروں
کو ان سے نفع پہونچتا تھا) اور ان کے وجود سے قطعی
کسی کو تکلیف نہیں پہونچتی تھی اگرچہ یہاں کے درد کی دوا
کا تعلق دوسرے عالم سے ہے۔ سنو سنو ایکمرتبہ
کسی خلیفہ نے ایک بڑھیا کے لڑکے کو قید کر لیا
وہ عورت خلیفہ کے پاس پہونچی اور کہا کہ میرے لڑکے
کو چھوڑ دیجئے۔ اس نے کہا ارے واہ میں نے تو
یہ حکم دیدیا ہے کہ جبتک میں خلیفہ رہوں (زندہ رہوں) تیرا
لڑکا قید خانہ میں رہے چھوڑا نہ جائے۔ بڑھیا نے جب یہ سنا
تو انتہائی رنج و قلق کے ساتھ اپنا چہرہ آسمان کیطرف اٹھایا
اور کہا کہ اے وہ بادشاہ کہ دنیا والوں کا کسی کو قید کرنا یا رہا کرنا
سب تیرے قبضۂ قدرت میں ہے آپ کے خلیفہ نے جو حکم اور
فیصلہ کیا ہے وہ تو آپ نے بھی سنا ہوگا اب مجھے معلوم
نہیں کہ اس بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہوگا؟ اسکی یہ
درد بھری فریاد بادشاہ کے کانوں تک پہونچی اسکا قلب
بالکل نرم پڑ گیا۔ حکم دیا کہ اس کے لڑکے کو قید خانہ
سے لے آیا جائے لوگ لے آئے اسکو بیش بہا خلعت
پہنایا اور ایک قیمتی گھوڑے پر سوار کیا اور بغداد
کی سڑکوں پر گھمایا اور یہ اعلان کر دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ
کی بخشش ہے اسکے حق میں چاہے خلیفہ کی

ہذا عطار اللہ تعالیٰ علی رغم الخلیفۃ

قطعہ ۔

نخشبی حکم خلق چیزے نیست
مرد این رہ کجاست در عالم
در جہاں گفت ہیچ کس نشود
حکم حکم خداست در عالم

ناک خاک آلود ہی کیوں نہو (مطلب یہ کہ میرا اُس انداز کا فیصلہ متکبرانہ تھا اور خدا کا چاہا غالب آتا ہے انسان عاجز و قاصر ہے)

" اے نخشبی مخلوق کا فیصلہ کوئی چیز نہیں ہے لیکن اس راہ سے واقف اور اسکے جاننے والے دنیا میں کہاں ہیں، سمجھ لو کہ دنیا میں کسی کی بات اور حکم چلا نہیں کرتا بس خدا ہی کا حکم ہے جو اس عالم میں چلتا ہے

سلک شصت و چہارم

باید دانست کہ زکوٰۃ بر سہ نوع است اول زکوٰۃ شریعت است و آں آنست کہ از دویست درم پنج درم بدہند دوم زکوٰۃ طریقت است و آں آنست کہ از دویست درم پنج درم نگاہ دارند ۔ سوم زکوٰۃ حقیقت است و آں آنست کہ ہمہ بدہند و وجہ افطار برائی خود ذخیرہ نکنند و لہٰذا بزرگی را پرسیدند حکم زکوٰۃ چیست گفت بر دیگراں واجب گفتند بر تو واجب نیست گفت اگر مالی بدست من افتد من آنرا تا آں روزگار نگاہ ندارم کہ بر من زکوٰۃ واجب گردد ہر کہ چیزے

سلک نمبر ۶۴ (سخاوت مال)

جاننا چاہیئے کہ زکوٰۃ تین طرح کی ہوا کرتی ہے ایک تو زکوٰۃ شریعت کہلاتی ہے اور وہ اسے کہتے ہیں کہ چالیس درہم میں سے ایک درہم دی جائے دوسری زکوٰۃ طریقت ہوتی ہے اور وہ اسے کہتے ہیں کہ چالیس درہم میں سے صرف پانچ درہم اپنے لئے بچائے اور سب دیدے ۔ تیسری زکوٰۃ حقیقت ہوتی ہے اور وہ اسے کہتے ہیں کہ جو کچھ اپنے پاس ہو سب دیدے حتی کہ افطار کے لئے بھی اپنے پاس کچھ نہ رکھے اسی لئے تو لوگوں نے جب ایک درویش سے پوچھا کہ زکوٰۃ کا شرعاً کیا درجہ ہے تو فرمایا کہ دوسرے لوگوں پر تو واجب ہے لوگوں نے کہا اور حضرت کیا آپ پر واجب نہیں ہے تو فرمایا کہ اگر میرے پاس مال آتا بھی ہے تو اسکو اس وقت تک کے لئے جمع ہی نہیں رکھتا کہ مجھ پر زکوٰۃ واجب ہونے کی نوبت آئے اور جو شخص

بکسی بدہد از سہ چیز بروں نباشد
یکی را زکواۃ گویند دوم را وقایہ
سوم را صدقہ۔ اما از برائے قبول
صدقہ پنج شرط است۔ دو پیش از
عطا است و دو در حالت عطار
و یکی بعد ازاں۔ دو کہ پیش از
عطا است یکی آنست آنچہ
خواہد داد می باید کہ از وجہ حلال
باشد دوم آنست کہ نیت کند
کہ آن بکسی دہد کہ او آزا در وجہ صلاح
خرچ کند نہ در وجہ فساد و آں
دو کہ در حالت عطار است یکی
آں کہ بتواضع تمام دہد دوم آنکہ
خفیہ دہد و ایں یک شرط کہ بعد از
عطا است آنست کہ آنچہ دہد پس آزا بر زبان
نیارد بشنو بشنو آں روز کہ
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود را تجرید
کرد و چہل ہزار دینار بحضرت
رسالت صلعم آورد گلیمی پوشیدہ بود
و میخی در وی در زدہ ہمدراں حال
جبرئیل علیہ السلام نازل شد ہمدراں
لباس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پرسید و فرمود ایں چہ لباس است

کسی کو کچھ دیتا ہے تو وہ تین صورت سے باہر نہیں ایک
کا نام زکوٰۃ ہے دوسری کا نام وقایہ اور بچاؤ ہے اور
اور تیسری کا صدقہ ہے۔ بہرحال صدقہ کے قبول کرنے
کی پانچ شرطیں ہیں دو شرطیں دینے سے پہلے ہیں اور
دو شرطیں اسکو دیتے وقت کی ہیں اور ایک شرط
صدقہ دے چکنے کے بعد کی ہے۔ پہلے کی دو شرطوں
میں سے ایک یہ ہے کہ جو کچھ دینا چاہے حلال مال میں
سے دے۔ دوسری یہ کہ خود یہ نیت کرے کہ ایسے
شخص کو دے گا جو اسکو نیک راہ میں خرچ کرے گا
نہ یہ کہ فسق وفجور میں۔ اور دیتے وقت کی دو شرطوں
میں سے ایک یہ ہے کہ کامل تواضع کے ساتھ دے
دوسری یہ کہ خفیہ دے علانیہ نہ دے اور جو شرط کہ
عطار کے بعد کی ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ بھی دے تو اسکو
زبان پر نہ لادے۔ سنو سنو! جس دن کہ ابوبکر
صدیق رضؓ نے اپنے کو دنیا سے فارغ کیا اور دنیا سے
ہٹے تو چالیس ہزار دینار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں لے آئے اور خود ایک کمبل
پہن لیا اور اسکو کانٹوں سے ٹانک لیا اسی وقت
حضرت جبرئیل تشریف لائے اور انکا لباس بھی وہی تھا
جو حضرت صدیق کا تھا (کہ کمبل پہنے ہوئے تھے اور
کانٹوں سے اسکو ٹانک کھا تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے دریافت فرمایا کہ جبریل یہ آج تمہارا لباس کیسا؟ عرض
کیا یا رسول اللہ نہ صرف میں بلکہ تمام فرشتوں کو (سرکاری)

گفت یا رسول اللہ امروز ہمہ ملائکہ
را فرمان است تا بموافقت ابوبکر
گلیمی بپوشند و میخے بدوزند. قطعہ
بخششی در سخا است سود ہمہ
کیست کو ایں سخن بیان نکند
تا توانی بدہ بکس چیزے
ہیچ کس در سخا زیاں نکند

حکم ہوا ہے کہ ابوبکرؓ کا لباس پہنیں اور اسمیں
کانٹا لگائیں (سبحان اللہ حضرت صدیق کی یہ ادا بارگاہ حق
میں کیسی پسند فرمائی گئی)۔
"اے بخششی سخاوت یعنی مال کے خرچ کرنے
میں سراسر نفع ہی نفع ہے کیا کوئی ہے جو اس بات کے
خلاف کہے۔ جہاں تک تم سے ہوسکے لوگوں کو مال عطا کرو
کیونکہ سخاوت کیوجہ سے کبھی کسی کا نقصان نہیں ہوا ہے"

سلک شصت و پنجم

سلک نمبر ۶۵ (خلوص یعنی ترک شہوت)

سرمایہ داران سودای آخرت
گویند تا سرمایۂ ایمان باتست ہرگز
زیاں نخواہی کرد بشنو بشنو! وقتی
از پادشاہانِ برہمنی را مصادرہ کرد
و ہرچہ برو بود ہمہ بستد روزی او
را دوستی پرسید چونی گفت نیک خوش
گفت ہمہ چیزے از تو بستدہ اند
خوشئ تو از چیست گفت زنار من
ہنوز با من است. ای درویش
جائیکہ زنار داری زنار خود را سرمایہ
خود میداند مسبح از تسبیح خود کے
زیاں کند اما کار صدق باطن دارد
و مردمان خدا ہرچہ از برای خدا کنند

اشیاء آخرت کے جو سرمایہ دار لوگ ہیں وہ
یہ فرماتے ہیں کہ جب تک ایمان کا سرمایہ تمھارے پاس
ہے تم کبھی بھی خسارے میں نہ پڑو گے۔ سنو سنو
ایک مرتبہ بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ نے ایک
برہمن کو پکڑا اور (بطور سزا) کے جو کچھ کپڑا وغیرہ اسکے
پاس تھا سب چھین لیا اس برہمن کے کسی دوست نے
اس سے پوچھا کہو بھائی کیا حال ہے کہا بڑے مزے میں
ہوں اور بہت خوش ہوں اسنے کہا واہ بھائی واہ تمام سامان
حتی کہ پہننے کے کپڑے تم سے چھین لئے گئے تو پھر تمھاری خوشی
کیوجہ نہیں سمجھ سکا اس برہمن نے جواب دیا میاں میرا زنار یہ دیکھو
میرے پاس موجود ہے (بس جب یہ ہے تو سب کچھ ہے)
ای درویش دیکھ جب ایک زنار والا اپنے زنار کو اپنا سرمایہ
سمجھتا ہے تو ایک تسبیح پڑھنے والا اپنی تسبیح سے کب نقصان

ونیت ایشاں ہمہ برحق باشد
نہ بدون حق و لہذا وقتی درویشی
بود بغایت معتبر برکرانہ آبی صومعہ
داشت روزی طعامی مہیا کرد و
زن خود را گفت ایں طعام را
ببر و درگذر آب درویشی نشستہ
است اورا بدہ زن گفت آب
غرقاب است وآں گذشتن نہ من
نتوانم گذشت گفت برو آب را
بگو ای آب بحرمت آنکہ شوہر من
ہیچ وقت بامن صحبت نکردہ است
کہ مرا راہی دہی زن برکرانہ آب
رفت وایں سخن بگفت آب بشگافت
وراہی پدید آمد آن زن گذارشد
وآں طعام بداں درویش داد
آں درویش ہمہ پیش او بخورد گفت
اکنوں تو باز گرد زن گفت مرا
شوہر من سخنی گفتہ بود من از برکت
آں از آب بگذشتم اکنوں بکدام
استظہار باز گردم درویش گفت
برو آب را بگوی کہ ای آب بحرمت
آنکہ ایں درویش سی سال است
کہ طعام نخوردہ است مرا راہی دہی

اٹھا سکتا ہے۔ بات یہ ہو کہ کام جو چلتا ہے وہ باطنی صدق
اور قلبی اعتقاد ہی سے چلتا ہے اور اللہ والے جو کچھ کرتے ہیں
خدا کیلئے کرتے ہیں اور انکی نیت بالکل حق پر مبنی ہوتی ہے بدون
حق تعالیٰ کے وہ کوئی کام نہیں کرتے۔ چنانچہ ایک سچے درویش
کا قصہ ہے کہ دریا کے کنارے پر اسکی عبادت گاہ تھی ایک دن
کوئی کھانا اہتمام سے پکوایا اور اپنی بیوی سے کہا کہ اس کھانے
کو لیجا کر دریا کے اس پار ایک درویش بیٹھا ہے اسکو دے آؤ
عورت نے کہا پانی قد آدم سے زیادہ ہے کوئی ذریعہ اس پار
جانے کا نہیں ہے میں کیسے جاؤں فرمایا کہ دریا کے کنارے
جاؤ اور دریا سے کہو کہ تجھکو اس بات کا واسطہ دیتی ہوں
کہ میرے شوہر نے کبھی مجھ سے صحبت نہیں کی ہے پس مجھکو
راستہ دیدے۔ عورت دریا کے کنارے گئی اور ایسا ہی
کہا دریا پھٹ گیا اور راستہ بن گیا۔ عورت گذر گئی اور کھانا
لیجا کر ان بزرگ کی خدمت میں پیش کیا انھوں نے اسکے
سامنے سب کھالیا اور کہا کہ جاؤ واپس چلی جاؤ۔ عورت
نے کہا کہ آتے وقت تو میرے شوہر نے ایک بات بتلا دی
تھی جسکے سبب میں چلی آئی اب دریا کس طرح سے پار کروں
اس درویش نے کہا کہ دریا کے کنارے جاکر کہنا کہ اے
دریا اس درویش کا واسطہ دیکر تجھ سے راستہ چاہتی ہوں
جس نے کہ تیس سال ہوتے ہیں کھانا نہیں کھایا ہے۔
عورت نے ایسا ہی کیا دریا میں راستہ بن گیا وہ چلی آئی
لیکن گھر آکر اپنے شوہر سے کہا کہ (جناب من یہ کیا لطیفہ
ہے ذرا مجھے بھی اسکو سمجھا دیجئے) سالہا سال سے آپکی

زن همچنان کرد در حال راهی پدید آمد زن در خانه آمد و گفت ای خواجه سالها است که تو با من صحبت میکنی و این درویش پیش من طعام خورد و من هر دو دروغ با آن آب بگفتم آب مرا چگونه راه داد و شوهر گفت تو دروغ نگفته من هر بار که با تو نزدیکی کرده ام از برای ادای حق تو کرده ام نه از برای هوای شهوت نفس خود و آن درویش نیز سی سال است که طعام بهوای نفس خود نخورده است مگر از برای آنکه قوت طاعت حاصل شود قطعه

نخشبی مردمان پیشینه
آنکه اجزائے شان نفرسوده است
هرچه در وقت خویش می کردند
همه بهر رضای حق بوده است

زوجیت میں داخل ہوں کتنی بار آپ نے مجھ سے مجامعت کی ہے اسی طرح سے اس درویش نے میرے ہی سامنے سب کھانا کھایا میں نے دونوں حضرات کی غلط بات کو دریا سے کہا' پانی نے کس طرح سے مجھے راستہ دیدیا (کیا جھوٹ بولکر بھی کرامت حاصل ہو جاتی ہے) شوہر نے کہا تو نے غلط اور جھوٹ بات نہیں کہی تھی۔ سن میں جب بھی کہ تیرے پاس گیا ہوں تو صرف تیرا حق ادا کرنے (اور حکم خدا بجالانے) کی خاطر گیا ہوں اپنے نفس کی شہوت رانی کے لئے کبھی نہیں گیا۔ اسی طرح سے اس درویش نے بھی تیس سال سے کھانا نہ کھانے کو جو کہا وہ نفس کیلئے اور خواہش نفسانی کیلئے کھانا مراد تھا۔ اس نے جب بھی کھایا عبادت کی قوت حاصل ہونے کیلئے کھایا تھا۔

"اے نخشبی اگلے زمانہ کے لوگ وہ لوگ کہ جنکے اجزاء بدنیہ بھی ابھی بوسیدہ نہ ہوئے ہونگے اپنے وقت میں جو بھی کیا کرتے تھے وہ شخص رضائے حق اور خوشنودی مولیٰ تعالیٰ کے لئے کرتے تھے"

سلک شصت و ششم

باید دانست که میان بنده و میان خداوند هیچ راهی نزدیک تر از راه افتقار نیست و هیچ حجابی

سلک نمبر ۶۶ (فقر و احتیاج اور دعویٰ)

جاننا چاہئے کہ خدا اور بندہ کے درمیان کوئی راہ فقر و افتقار سے قریب تر نہیں اور کوئی حجاب دعوی سے زیادہ سخت تر نہیں۔ جو شخص کہ مدعی ہوگا وہ خوف سے

درشت تراز دعوی نه هرکه مدعی باشد
خائف نباشد و هرکه خائف نباشد
امین نباشد و هرکه امین نباشد او
برخزانهٔ بادشاهان اطلاع ندهند
حضرت بے علت تعالیٰ و تقدس
هر ساعت بنده را عطای دهد و
بزرگ ترین عطاها آنست که او را
ذکر خود انعام کند که هیچ مصیبتی بالاتر
از فراموشیٔ حق نیست بندگان خاص
حق اگر وقتی دم زدنی از یاد حق
غافل شوند آوازهٔ موت ایشان
در ملکوت آسمان و زمین افگنند
که آن فلاں مگر بمرد که از یاد ما غافل
گشته. ای برادر اگر تو همه وقت
در یاد حق باشی وقت رفتن تراز این
سعادت محروم نگرداند کما تعیشون
تموتون و کما تموتون تبعثون. خالد
مالک گوید آن روز که سهل در دنیا
آمد روزه دار بود و آن روز که
در دنیا برفت هم روزه دار بود
اگر در جهاں کاری است همیں
ذکر حق است و ذکر حق کردن
کار زنده دلان است تا نفس کسی

خالی ہوگا اور جس کے اندر خوف نہ ہوگا اس میں امانت
و دیانت نہ ہوگی اور جو امین و متدین نہیں ہوتا اسکو
خزانہ شاہی پر مطلع نہیں کرتے۔ حق تعالیٰ و تقدس
ہر وقت بندے کو نوازتے رہتے ہیں چنانچہ سب
سے بڑا عطیہ یہ ہے کہ اس نے گندہ بندہ کو اپنا
ذکر الہام فرمایا اس لئے کہ کوئی مصیبت اللہ تعالےٰ کو
بھول جانے سے بڑھکر نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کے
مخصوص بندے اگر کسی وقت چشم زدن کے لئے
بھی یاد حق سے غافل ہو جاتے ہیں تو آسمانوں اور زمین
میں انکے مرجانے کا شہرہ عام ہو جاتا ہے کہ شاید
فلاں مرگیا ہے یہی وجہ ہے کہ ہماری یاد سے
خاموش ہے ______ تو اے بھائی میرے اگر
تو تمام وقت یاد الہٰی میں لگا دے تو تیرے دنیا
سے جانے کے وقت تجھکو اس سعادت سے محروم
نہ فرمائیں گے (یعنی فرشتے بھی تمہارے مرنے پر
افسوس کریں گے) باقی تم جس طرح کی زندگی گذاروگے
اسی پر تمھارا خاتمہ ہوگا اور جیسا خاتمہ ہوگا ویسا ہی تمھارا
حشر ہوگا۔ خالد مالکؒ کہتے ہیں کہ حضرت سہل تستریؒ جس دن
دنیا میں تشریف لائے تو روزہ رکھے ہوئے تھے
(ماں کا دودھ قطعی نہیں لیا) اور جس دن دنیا سے تشریف
لے گئے اسدن بھی روزہ سے تھے تو بھائی میرے دنیا میں
اگر کوئی کام ہے تو بس یہی یاد حق ہے مگر اللہ تعالیٰ کو
یاد کرنا زندہ دلوں کا کام ہے۔ اور جبتک کسی کا نفس

نمیرد دل او ہرگز لباس حیوۃ
نپوشد ۔ یکی را پرسیدند
کدام سفر سخت تر ؟ گفت
از نفس خود سفر کردن ۔ دریں
وقت ہر نفسی ہر کس کہ ہست
یکی ازیں سہ صحبت خالی نیست
یا کافر است یا منافق یا مرائی
عزیز من ! جہد سے کن
تا ازیں صحبت سہ صحبتی دیگر
بدست آری ۔ بشنو بشنو
روزی یکی بر درویشی رفت
وگفت می خواہم چند روز
باتو باشم درویش گفت
چوں من نخواہم بود کہ خواہی بود
گفت با خداوند تعالیٰ گفت
ہمچنیں پندار کہ من نہ ام
تو ہمیں ساعت با خدا باش

قطعہ

نخشبی با خدائے خود می باش
نیست عاقل کز و جدا باشد
خوشئ وقت با خداست ہمہ
وقت او خوش کہ با خدا باشد

نہ مرجائے اسکا دل کبھی بھی زندگی کا لباس نہیں پہن سکتا
کسی عارف سے لوگوں نے پوچھا کہ سب سے
دشوار کون سا سفر ہے انھوں نے فرمایا کہ اپنے
نفس سے سفر کرنا (یعنی اسکو ترک کرنا) یہ سب
سے مشکل سفر ہے ۔ اس زمانہ میں ہر وقت
ہر شخص تین صحبتوں سے خالی نہیں ہے یا کافر ہے
یا منافق یا ریاکار ۔ تو عزیز من ! کوشش کرو کہ
ان تینوں صحبتوں سے نکلکر دوسری تین صحبت
تمھیں میسر ہو جائے (اور وہ یہی کہ مومن ہوجاؤ
مخلص ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ کے لئے کام کرنیوالے
ہوجاؤ) سنو سنو ! ایک مرتبہ ایک شخص ایک
درویش کے پاس گیا اور کہا کہ میں چند دنوں
حضرت کیخدمت میں رہنا چاہتا ہوں درویش
نے کہا جب میں نہ رہ جاؤنگا تب تم کسکی صحبت
میں رہوگے ؟ اس نے کہا پھر اللہ تعالیٰ کی صحبت
اختیار کرونگا اس درویش نے یہ سنکر کہا کہ بہت خوب
اچھا تو پھر یوں سمجھ لو کہ میں اسوقت بھی نہیں ہوں تو بس
تم اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہو جاؤ اور اسی کے ساتھ رہو

اے نخشبی بس تم تو اپنے خدا کے ساتھ رہو جو شخص
اس سے جدا ہو وہ عاقل نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو
وقت گذرجائے وہ سب اچھا ہی اچھا ہے ۔ پس جو
خدا کے ساتھ ہوجائے وقت خوش تو بس اسی کا ہے

سلک شصت و ہفتم

بباید دانست یکی از علامات
اہل صلاح آنست کہ ایشاں سخن
نگویند مگر بحاجتے کہ باشد۔ چندیں کسان
بودہ باشند کہ سالہا سخن نگفتہ باشند
مگر بزبان قرآن۔ وقتی بزرگی سالہا
مہر خموشی بر دُرجک دہاں نہادہ بود
اورا گفتند چرا سخن نگوئی؟ گفت
از مکوّن گویم؟ یا از مکوَّن؟ مکوّن در سخن
نمی گنجد و مکوَّن خود بگفتن نمی ارزد
چنیں گویند روزی شخصی از درویشی
چیزی پرسید درویش اورا جواب
نگفت آں شخص گلہ آغاز کرد و گفت
چوں است کہ من با تو سخن میگویم و تو
ہیچ نمی گوئی درویش گفت اے خواجہ
من چو تو بیکار نیستم کہ بگفت و شنود
لایعنی مشغول باشم قیامت چوں حبل الورید
درگردن نشستہ است من باستعداد
آں مشغولم عزیز من! سالک را
می باید کہ وقت خود را بگفت و شنود
لایعنی ضائع نکند عمری کہ بگفت و شنود
رود آنرا عمر نتواں گفت بیشتر از

(سلک نمبر ۶۷ وقت کی قدر)

جاننا چاہئے کہ اہل صلاح کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ
لوگ بقدر ضرورت ہی کلام کرتے ہیں۔ بعضے ان میں تو ایسے
ہوئے ہیں کہ سالہا سال تک صرف الفاظ قرآن ہی کے ذریعہ کلام
کیا ہے (اس سلک کے ختم پر جسکا ایک نمونہ درج ہے) ایک مرتبہ
ایک بزرگ اپنے منھ کے ڈبہ پر مہر خاموشی لگائے ہوئے تھے
لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کلام کیوں نہیں کرتے انھوں نے
کہا کہ بھائی بات یا تو مکوِّن (عالم بنانے والے) کے متعلق ہوگا
یا مکوَّن (مخلوق) کے بارے میں ہوگی۔ مکوِّن کی میرے کلام میں
سمائی نہیں اور مکوَّن کو میں خود خاطر میں نہیں لاتا اسکا ذکر نہیں
کرنا چاہتا تو بات کیا کروں۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک
شخص نے ایک درویش سے کوئی بات پوچھی اس نے جواب
ندیا اس شخص نے شکایت کرنا اور شور مچانا شروع کردیا کہ کیا بات
ہے میں تو آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں اور آپ جواب تک
دینے کے روادار نہیں۔ اس درویش نے کہا اے بھائی جان
میں آپکی طرح فارغ اور بیکار نہیں ہوں کہ لایعنی اور فضول
گفتگو میں مشغول رہوں فکر قیامت شہ رگ کی طرح گردن میں
لٹکی ہوئی ہے لہٰذا میں اسی کی فکر اور تیاری میں لگا ہوا ہوں
مجھے ادہر ادہر کی باتوں کی فرصت کہاں۔ عزیز من! سالک کو
چاہئے کہ اپنے اوقات کو لایعنی باتوں کے کرنے میں ضائع نکرے
جو عمر کہ اس قسم کی گفتگو میں گذر جائے اسکو عمر ہی نہ کہنا چاہئے
بہت سے لوگ بات چیت کے ذریعہ اپنی بڑائی جتاتے ہیں

روندگان مباحات بتکلم بسیار وگفت بسیار میکنند وقتے صوفی گردندہ پیش عزیزی فضولی میکرد کہ من آنجا گشتہ ام و آنجا دیدہ ام آں عزیز گفت افسوس از آنچہ بودہ ہیچ نگشتہ مرد کامل کسی است کہ او سخن بے حاجت نگوید و از ہیچ شادی شاد نشود و از ہیچ غمی غمگین نگردد و با ایں ہمہ از احتساب نفس خود غافل نباشد کہ احتساب با نفس خود کردن کار سیت بشنو بشنو چنیں گویند کہ در بنی اسرائیل زاہدی بود ہفتاد سال عبادت کردہ بود وقتی او را حاجتی پیش آمد دعا کرد مستجاب نشد با نفس خود در عتاب شد ای نفس اگر در طاعت تو اخلاص بودی دعای من مستجاب شدی۔ دراں حال پیغمبر آں وقت را فرمان رسانیدند کہ آں زاہد را بگو ایں یکساعت عتاب تو با نفس خود بہتر ازاں عبادت ہفتاد سالہ تو است۔

قطعہ۔

نخشبی در عتاب خود می باش
ورنہ خود باطن تو خوں گردد
ہر کہ با نفس خود عتابے کرد
از عتاب ہمہ مصوں گردد

اور یوں بھی گفتگو بہت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ اسی طرح ایک گشت لگانے والا صوفی ایک بزرگ کی صحبت میں بھی پہونچا اور لگا ڈینگ ہانکنے کہ میں فلاں جگہ جا چکا ہوں اور فلاں شہر کو بھی دیکھا ہے۔ ان بزرگ نے کہا افسوس ابتک تو نے جو کچھ کیا اس سے کچھ بھی نفع نہ اٹھایا ارے میاں کامل شخص وہ ہے کہ بلا ضرورت گفتگو نکرے اور کسی خوشی سے مسرور نہ ہو اور کسی رنجدہ بات سے مغموم نہ ہو اور ان سب کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کے احتساب سے غافل نہو کیونکہ اپنے نفس کے ساتھ احتساب کرنا ہی تو ایک کام ہے۔ سنو سنو! بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا جس نے ستر سال عبادت کی تھی ایک دفعہ اسے کوئی حاجت پیش آئی دعا کی قبول نہ ہوئی تو اس نے اپنے نفس پر عتاب کیا کہ اے نفس اگر تیرے عبادت کرنے میں اخلاص ہوتا تو میری آج یہ دعا ضرور قبول ہوئی ہوتی معلوم ہوتا ہے تو ہی مخلص نہیں ہے۔ فوراً اس زمانہ کے پیغمبر پر وحی آئی کہ اس زاہد سے کہدیجئے کہ یہ تیرا گھڑی بھر کا احتساب اپنے نفس پر تیرے ستر سالہ عبادت سے (میرے نزدیک) بہتر ہے۔

قطعہ

"اے نخشبی اپنے نفس کے عتاب اور سرزنش میں لگے رہو ورنہ تو تمھارا باطن خون ہوجائیگا یعنی تباہ و برباد ہوجائے گا جس شخص نے اپنے نفس کے ساتھ عتاب کا معاملہ روا رکھا وہ دوسری مخلوق کے عتاب سے محفوظ رہے گا۔"

سلک شصت و ہشتم

باید دانست کہ از علم عمل مطلوب است نہ روایت چنانچہ از شمع نور مقصود است نہ حکایت۔ واگر کسی را نقد علم در صرۂ وقت او فتادہ باشد می باید کہ ہم بدانستن اکتفا نکند کہ دانستن امری دیگر است وبداں کارکردن امری دیگر۔

بشنو بشنو! وقتی میان ابو علی سینا و خواجہ ابو سعید ابوالخیر ملاقات شد چوں بوعلی ازاں مجلس برخاست صوفی بود از دوستان ابوعلی واز مریدان شیخ بود ابوعلی بدو گفت بیاید کہ بعد از من حاضر باشی وہرچہ شیخ درباب من گوید بنویسی چوں بوعلی برفت شیخ درباب او ہیچ نگفت صوفی پرسید بوعلی چگونہ مردی است شیخ فرمود بوعلی مرد حکیم است وطبیب وعلوم بسیار دارد اما مکارم اخلاق ندارد صوفی ایں معنی بدو نوشت بوعلی بہ شیخ مکتوبی نوشت اینچنیں ہم بنشت کہ من در مکارم اخلاق چندیں کتاب

(سلک نمبر ۶۸ دانستن اور داشتن میں فرق)

جاننا چاہیئے کہ علم سے مقصود خود عمل کرنا ہے نہ کہ اسکو دوسرے سے بیان کرنا چنانچہ چراغ سے مطلوب روشنی حاصل کرنا ہے نہ کہ کچھ بیان کرنا۔ اور اگر کسی کے پاس علم کا خزانہ اسکے مقدر سے اسکے وقت کی تھیلی میں آجمع ہو تو اسکو چاہیئے کہ صرف اسکے جاننے ہی پہ اکتفا نہ کرے کہ جاننا اور چیز ہے اور اسپر عمل کرنا اور چیز سے ہے۔

سنو سنو! ایک مرتبہ ابو علی سینا کی خواجہ ابو سعید ابو الخیر سے ملاقات ہوگئی، جب بو علی سینا شیخ ابو سعیدؒ کی مجلس سے اٹھا تو شیخ کے مریدوں میں سے ایک صوفی بو علی کے جان پہچان کا تھا اس سے کہہ گیا کہ میرے جانے کے بعد تم پھر شیخ کی مجلس میں جانا اور میرے بارے میں جو کچھ فرمائیں مجھے اس سے مطلع کرنا (لکھکر بھیجنا) جب بو علی چلا گیا تو شیخ نے اسکے بارے میں کچھ بھی نہیں فرمایا یہاں تک کہ ایکدن اس صوفی ہی نے دریافت کیا کہ حضرت یہ بو علی کیسا شخص ہے شیخ نے فرمایا بو علی ایک حکیم شخص ہے، طبیب ہے اور عالم و فاضل شخص ہے مگر مکارم اخلاق نہیں رکھتا ہے۔ اس شخص نے یہی بات بو علی سینا کو لکھدیا بو علی نے اسکے جواب میں شیخ کو خط لکھا اور اس میں لکھا کہ میں نے علم اخلاق میں فلاں فلاں کتابیں لکھی ہیں، آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ میں اخلاق نہیں جانتا شیخ نے جب اس خط کو پڑھا تو ہنسے اور فرمایا

ساختہ ام شیخ از کجا میفرماید کہ بوعلی
اخلاق نمیداند شیخ چوں آں مکتوب
بخواند تبسم کرد و گفت من ایں چنیں
نگفتہ ام کہ بوعلی مکارم اخلاق نمیداند
اما ایں چنیں گفتم کہ بوعلی مکارم اخلاق
ندارد ۔ قطعہ

نخشبی علم با عمل نیکو
بر تو باد اگر کار پسند کنی
ہمچنیں داں کہ تو نمی دانی
ہم بدانستن ار پسند کنی

سلک شصت و نہم

ای بینش بلند ہمت تو
ہمت بلند ہمتاں پست است
اگر ملک سلیمان بیکی دہند و او
بنگرداد از خسیس ہمتاں باشد از
مشرق تا مغرب آنقدر نیست کہ بداں
خوش شود ۔ نمرود را ہمہ ملک بر روی
زمیں بود او تیر و کماں برگرفتہ و روی
بر آسماں تا ملک آسماں گیرد ۔
عزیز من! دریں امت کہ خیر الامم
است عالی ہمتا نند کہ اگر یکے از

کہ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ بوعلی مکارم اخلاق
نہیں جانتا میں نے تو یہ کہا تھا کہ وہ مکارم اخلاق
نہیں رکھتا یعنی اس کے ساتھ متصف نہیں
ہے ۔

" اے نخشبی علم جو ہے وہ عمل ہی کے
ساتھ بھلا معلوم ہوتا ہے لہٰذا
تم پر لازم ہے کہ تم ایسا ہی کام کرو یعنی
عالم با عمل بنو ۔ اور اگر تم اپنے جاننے
کو پسند کرتے ہو اور اس پر نازاں ہو تو یہ سمجھو
کہ تم کچھ نہیں جانتے ۔

(سلک نمبر ۶۹ سچی محبت)

اے سالک طالب خدا کہ تیری بلند ہمتی کے آگے
تمام بلند ہمتوں کی ہمت پست ہے ۔ اللہ تعالیٰ ملک
سلیمان بھی اگر کسی کو عطا فرما دیں اور اسکی اس پر
نظر ہو جائے تو اسکو کم ہمت تصور کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ
مشرق سے لیکر مغرب تک کا بھی ملک ایسا نہیں ہے
کہ اسکو پاکر انسان خوش ہو جائے اور پھولا نہ سمائے نمرود
کو تمام روئے زمین کی مملکت حاصل تھی اسنے کیا کیا کہ تیر و
کمان لیکر رخ آسمان کیطرف کیا تاکہ آسمان پر بھی حکمراں ہو جائے
عزیز من! اس امت میں جو کہ خیر امم ہے ایسے ایسے عالی
ہمت لوگ ہوئے ہیں کہ انکے سامنے آٹھوں جنتیں سنوار کر

ایشاں را بہشت بہشت آراستہ نمایند کہ بیا برین مشغول شو او گوید این را بجہودی دہید و مرا از حضرت صمدیت بغیری مشغول نکنید وقتی علی عیسیٰ کہ یکی از خلفار بود شبلی را گفت شنیدہ ام ہر جامہ کہ بدست توانتد تو آتش در دو میزنی شبلی گفت اگر مرا در دست در شود من آتش در بہشت و دوزخ میزنم کہ ہر دو مشغول کنندۂ روندگانند و لہذا چنیں گویند دنیا دشمن خدا است و دشمن دوستان خدا است و دشمن دشمنان خدا است دشمن خدا از آنست کہ دوستان او را از راہ می برد و دشمن دوستان خدا از آنست کہ ایشاں را بخود مشغول می کند و دشمن دشمنان خدا از ان است کہ ایشاں را از سبب او استدراجی حاصل میشود عزیز من! ہر چہ ترا از دوست مشغول دارد دشمن تو ہمانست بشنو بشنو! رابعہ را پرسیدند تو ابلیس را دشمن داری گفت نی گفت چرا گفت با دوست چناں

لائی گئیں کہ آؤ اسے دیکھو تو جواب دیا کہ اسکو کسی یہودی کو دیدو اور مجھکو غیر محبوب حقیقی کے ساتھ مشغول نہ کرو ایک مرتبہ علی عیسیٰ نے جو کہ اپنے وقت کے خلیفہ تھے حضرت شبلیؒ سے فرمایا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ آپکے ہاتھ میں جو کپڑا بھی آتا ہے آپ اسکو نذر آتش فرما دیتے ہیں ۔ حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ کپڑا تو کپڑا ہی ہے اگر میرا بس چلے تو میں جنت و دوزخ میں آگ لگا دوں کہ یہی دونوں سالکین راہ خدا کو اپنی جانب مشغول کئے رہتے ہیں (یعنی لوگ جنت کے شوق سے اور دوزخ کے خوف سے عبادت کرتے ہیں) اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ دنیا خدا کی دشمن ہے خدا کے دوستوں کی دشمن ہے اور خدا کے دشمنوں کی دشمن ہے ۔ خدا کی دشمن تو یوں ہے کہ خدا کے دوستوں کو اسکے راستہ سے ہٹاتی ہے اور خدا کے دوستوں کی دشمن اسطرح ہے کہ ان سب کو خدا سے غافل کر رکھا ہے اور خدا کے دشمنوں کی دشمن یوں ہے کہ ان لوگوں کو اس دنیا کی وجہ سے ڈھیل حاصل ہے ۔ عزیز من! جو چیز کہ تم کو محبوب حقیقی سے غافل کرے اور ہٹا رکھے وہی تمھاری دشمن ہے ۔ سنو سنو! حضرت رابعہ بصریہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ ابلیس کو دشمن سمجھتی ہیں انھوں نے فرمایا کہ نہیں بالکل نہیں ۔ لوگوں نے عرض کیا کیوں ؟ فرمایا کہ میں اپنے محبوب حقیقی اور دوست کے ساتھ اسطرح مشغول ہوں کہ مجھے دشمن کو یاد کرنے

مشغولم کہ مرا از دشمن یاد نمی آید قطعہ

نخشبی دوستی عجب کاریست
ولی از وی برون خاکی نیست
ہر کہ مشغول دوستی کس است
گر جہاں دشمن است باکی نیست

سلک ہفتادم

ایہا الطالب اگر طالب مردان راہی ایشاں را در جامہ مطلب کہ صاحب صفت خلت را چوں در پنجۂ منجنیق نہادہ اند برہنہ کردند ایں چیست ابراہیم ہمہ ایمان بود الایمان عریان ولباسہ التقوی۔ بشنو بشنو چوں ابراہیم بآتش رسید آتش را چناں مسکین یافت کہ ابراہیمؑ را بر آتش دل بسوخت ہم از ینجا است کہ صاحب لولاک لما خلقت الافلاکؐ میفرماید کہ بر راہ ہیچکس چنداں خار فہر نرویانیدہ بودند کہ در راہ من زیرا کہ آں نہ بلا بود کہ ابراہیم را در آتش انداختند و آں نہ محنت بود کہ زکریا را پارہ پارہ کردند بلا و محنت ایں است کہ بر سر ما

کی فرصت ہی نہیں ملتی (احباب حاضر اند باعدا چہ حاجت است)

"اے نخشبی یوں تو دوستی عجیب کام کرنے والی شے ہے لیکن اس سے عہدہ برآ کوئی انساں نہیں ہوتا۔ جو شخص کہ کسی کی دوستی میں مشغول ہو تو اگر سارا جہاں بھی اسکا دشمن ہو جائے تو اسکو پرواہ نہیں ہوتی"۔

(سلک نمبر۷۰ راہِ قرب بڑی دشوار گذار ہے)

اے سالک اگر تو مردانِ راہ کا طالب ہے تو ان حضرات کو کپڑے میں نہ تلاش کر (یعنی گدڑی وغیرہ میں) اس لئے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے وصف خُلت سے نوازا تھا (یعنے ابراہیم خلیل اللہ) جب انکو بھی لوگوں نے منجنیق (گو پھنے) میں رکھا تھا تو عریاں کر دیا تھا۔ جانتے ہو ایسا کیوں ہوا؟ بات یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سراپا ایمان تھے اور ایمان کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ عریاں ہوتا ہے اور اسکا لباس تقویٰ ہے۔ سنو سنو جب ابراہیم علیہ السلام آگ میں پہونچے تو اسکو ایسا مسکین اور خجل پایا کہ خود آپکا دل اسکی مسکنت پر جل گیا (آگ تو گلزار ہو گئی تھی) اسی لئے صاحب لولاک لما خلقت الافلاک (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کسی شخص کے لئے اسقدر کانٹے نہیں بچھائے گئے جسقدر میرے لئے بچھائے گئے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ جو کچھ گذرا کہ وہ آگ میں ڈالے گئے تو وہ کوئی ایسا امتحان نہ تھا۔ اسطرح سے حضرت زکریا علیہ السلام کو جو آرے سے پارہ پارہ کیا گیا

ریختند ما را بر اہل آسمان و زمین مقدم
گردانیدند و معصیت ذریات آدم
بر دامن شفاعت ما بر بستند راہِ
بے راہاں ما را باید رُفت و عذرِ
مجرمان ما را می باید خواست کارِ کاہلان
ما را می باید کرد و گاہ ما را بر مسند قابَ
قوسین او ادنیٰ می نشانند و گاہ
بر آستانۂ پر جفا ابوجہل می فرستند
گاہ ما را شاہداً و مبشراً لقب میکنند
گاہ ساحر و مجنوں می خوانند گاہ جبرئیل
را برکاب داری ما می فرستند گاہ
بے عہد نامہ در مکہ نمی گذارند گاہ کلید
خزائن ملکوت بدر حجرۂ ما می آرند گاہ
برای قدری جو بر در ابوشحمہ می فرستند
گاہ خیبر بدست چاکری چاکراں ما می
کشایند گاہ دندان ما بسنگ ناکردیگاں
می شکنند تا جہانیاں بدانند کہ راہ ما
راہی است پر بلا اگر سر ایں راہ داری
پا ہی از سرکن و اگر نہ زحمت خود ازیں
راہ یکسونہ کہ ایں راہ بہ پاسے معتاد قطع
نتواں کرد بشنو بشنو وقتی فرماید
حمی لیلۃ کفارۃ سنۃ رسول علیہ السلام
تپی محرق داشت یکی دست بر دست او

وہ بھی کوئی ایسی مشقت نہ تھی آزمائش اور مصیبت تو دراصل وہ
تھی جو میرے سر پڑ ڈالی گئی۔ دیکھو مجھے تمام آسمان اور زمین والوں
پر شرف دیا اور انسے افضل گردانا گیا اور تمام بنی آدم کی معصیت کو
میرے دامن شفاعت کے ساتھ جوڑا گیا اب بے راہوں کا راستہ
مجھے درست کرنا اور جھاڑنا پڑا اور مجرموں کا عذر مجھ سے چاہا گیا اور
ان کاہلوں کا کام مجھے انجام دینا پڑا۔ پھر یہ دیکھو کہ کبھی تو قاب
قوسین او ادنیٰ کی مسند پر مجھے بٹھایا گیا اور کبھی ابوجہل جیسے ظالم
(مراد قرب خاص) کے دروازہ پر مجھے بھیجا گیا۔ اسیطرح سے کبھی تو شاہداً مبشراً
کے لقب کے ساتھ مجھے یاد فرمایا گیا اور کبھی (اپنے اور میرے دشمنوں
سے) مجھے ساحر و مجنوں کہلایا گیا۔ اسی طرح کبھی تو جبرئیلؑ کو
میرا رکابدار (لگام پکڑنے والا) مقرر کیا گیا اور کبھی بغیر عہد نامہ پر دستخط
کے مجھے مکہ میں ٹھیرنے اور رہنے کی اجازت نہیں دی گئی ایک
جانب تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجی میرے دامن میں
ڈالی گئی اور ایک طرف یہ بھی ہوا کہ ایک مٹھی جو حاصل کرنے کیلئے
مجھے ابوشحمہ (یہودی) کے دروازہ پر بھیجا گیا۔ اسیطرح سے کبھی تو یہ ہوا
کہ باب خیبر کو میرے خدام میں سے ایک خادم کے ہاتھوں کھلوایا گیا اور ادہر
یہ بھی ہوا کہ (احد) میں میرے سامنے کے دانتوں کو نا اہلوں کے ذریعہ
پتھر سے توڑوایا گیا۔ اور یہ سب اسی لئے ہوا تاکہ دنیا والے جان لیں کہ ہمارا
راستہ ہی پر بلا و پرخطر ہے۔ اگر اس راہ کا سودا اپنے سر میں رکھتے ہو
تو اپنے پیر کو سر پر رکھو (یعنی سر کے بل چلنا منظور ہو تو بسم اللہ آؤ) ورنہ اس طرف
میں داخل ہونے کی زحمت ہی نہ کرو کیونکہ یہ راستہ ان قدموں سے جن سے دنیوی راہ طے
کیجاتی ہے طے نہیں کیا جاتا۔ سنو سنو! ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ ایک شب کا
بخار ایک سال کا کفارہ ہوجاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر بہت سخت بخار تھا

بنا و گفت یا رسول الله من مثل این
تپ کسی را ندیده ام رسول فرمود علیه السلام
چنانچه شرف و منزلت ما بیش از شرف و
منزلت دیگران باشد محنت و رنج ما نیز
سخت تر از محنت و رنج دیگران باشد

قطعه۔

نخشبی قرب بے بلا نبود
زخم تیشه همیشه بر دل کان است
هر که از عشق دور از غم دور
غم و محنت برای نزدیکان است

ایک صحابیؓ نے آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور عرض کیا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا شدید بخار تو میں نے آج
تک کسی کا دیکھا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جسطرح
سے کہ میرا شرف و مرتبہ دوسروں سے زیادہ بڑھا ہوا ہے
اسی طرح سے میری مشقت اور تکلیف بھی دوسروں
سے زیادہ ہے۔

"اے نخشبی بدون امتحان اور آزمائش کے قرب نہیں حاصل
ہوا کرتا دیکھو کان کو ہمیشہ اپنے سینہ اور دل پر تیشہ کا وار برداشت
کرنا پڑتا ہے (تب اسمیں سے سونا نکلتا ہے) جو شخص کہ عشق و محبت سے دور ہے
وہ فکر و غم سے بھی دور ہے کیونکہ کلفت اور مشقت تو اہل قرب ہی کا حصہ ہے"

سلک هفتاد و یکم

طائفهٔ که نظر ایشان بر اکرام
الاکرمین افتاده است اگر نمک یک
خواهند از و خواهند و اگر علف گوسپند
طلبند از و طلبند که کرم کریم تعالیٰ و تقدس
بر ایشان امروزه نیست چون خطاب
فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا بموسیٰ برسید موسیٰ متعجب
شد که با چنین کسی اینچه فضل است
خطاب آمد ای موسیٰ امروز چه تعجب
می کنی باش تا فردا شود آنگاه فضل ما
معاینه کنی۔

سلک نمبر ۷۱ (حق تعالیٰ کا کرم عمیم)

وہ گروہ جنکی نظر محض اکرم الاکرمین کے کرم پر مقصور
ہوتی ہے اگر وہ اپنی ہانڈی کے لئے نمک بھی طلب کرتے
ہیں تو اسی سے مانگتے ہیں یا اگر انکو اپنی بکری کے لئے چارہ
اور بھوسی کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو اسی سے طلب کرتے ہیں
اسلئے کہ جانتے ہیں کہ خدائے کریم کا کرم کچھ نیا اور آج کا نہیں ہے
بلکہ وہ تو سب کے دیرینہ کرم فرما ہیں دیکھو جب موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ
کا یہ حکم پہونچا کہ تم اور ہارون دونوں اس فرعون سے نرم گفتگو کرنا
تو موسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا کہ اس جیسے کافر متکبر کے حال پر
ایسا کرم! اسیوقت وحی آئی کہ اے موسیٰ آج کیا تعجب کرتے ہو ٹھہرو
ذرا کل قیامت کا دن آنے دو اسدن ہمارے فضل و کرم کا مشاہدہ کرنا۔

آوردہ اند کہ فردا فرعون را گویند موسیٰ
بر تو رفت تو ایمان چرا نیاوردی او
منکر شود از موسیٰ گواہ طلبند موسےٰ
درماند بر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم روند و گویند فرعون کردہ
و گفتہ خود را منکر شد قاضی بے مثل
از من گواہ می طلبد رسولؐ اللہ
بعضی از امتان خود را گوید بروید
گواہی دہید چوں ایشاں بیایند و
گواہی دہند فرعون گوید خداوندا ا
ایشاں امت محمد اند دراں روز کجا
بودند کہ گواہی میدہند ایشاں را باز گردانند
بر رسولؐ آیند و گویند فرعون مارا جرح
کرد رسول ایشاں را تلقین کند کہ بروید
و بگوئید مقصود از گواہی علم قطعی است
ومارا از نص اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى
علم قطعی حاصل شدہ است چوں ایشاں
بریں نوع گواہی دہند فرمان رسد
ہٰذا عدلی مع من قال سبحان ربی
الاعلیٰ۔

قطعہ

بخششی آنکہ کرد خارستان
بوستاں را کجا کند ضائع

لوگ بیان کرتے ہیں کہ کل بروز قیامت ہوگا یہ کہ فرعون سے
کہا جائے گا کہ ہمارے پیغمبر موسیٰ تیرے پاس گئے تو ایمان
کیوں نہیں لایا وہ صاف انکار کر جائے گا حضرت موسیٰ سے اسپر گواہ طلب
کیا جائیگا۔ موسیٰؑ گھبرائے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہونگے اور عرض کرینگے کہ یا حضرت یہ فرعون تو اپنے
کئے اور کہے سب کا انکار ہی کر رہا ہے اس پر قاضئ بے مثل جل شانہٗ
نے مجھ سے گواہ طلب فرمایا ہے (کیا کروں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے کسی امتی سے فرمائیں گے کہ جاؤ جی تم لوگ گواہی دو جب وہ لوگ
آکر گواہی دیں گے تو فرعون کہے گا کہ یہ تو امت محمدیہ کے لوگ ہیں
اس زمانہ میں یہ لوگ کہاں موجود تھے؟ جو آج گواہی دینے آئے
ہیں (لہٰذا انکی گواہی معتبر نہیں) وہ لوگ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں پھر واپس آئیں گے اور عرض کریں گے کہ
فرعون نے ہم پر جرح کر دی ہے اسلئے ہم گواہی نہ دے سکے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے کہ اچھا پھر جاؤ اور
یہ کہو کہ گواہی کی شرط یہی ہے تاکہ واقعہ کی صحت کا قطعی علم گواہ کو
ہو اور ہم لوگوں کو نص قطعی اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى کی رو سے
کامل یقین (ایسا کہ جو ہمارے مشاہدہ سے بھی کہیں بڑھکر ہے) حاصل ہے
کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو تبلیغ فرمائی۔ چنانچہ جب امت محمدیہ مکرر
سے گواہی دیگی تو ارشاد ہوگا کہ (یہ لوگ سچے ہیں اور انکی گواہی معتبر ہے) اور
آج یہاں یہ میرا عدل ہے ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے کہ دنیا میں سبحان
ربی الاعلیٰ کہا (نہ کہ انا ربکم الاعلیٰ۔ (معاذ اللہ)۔

"اے بخششی! جس ذات نے کہ اس دنیا میں خارستان بھی پیدا کئے
ہیں اور اسکی داشت فرمائی ہے وہ بھلا بوستان اور باغ کو کب

هرکه بر دشمناں به بخشاید
دوستاں را کجا کند ضائع

سلک ہفتاد و دوم

باید دانست کہ امروز روز کار است اگر کاری خواہی کرد ہم امروز کن ہر چہ خوں خواہی زار یدہم امروز زار کہ امروز آب گریۂ بہ ازاں کہ فردا خون گریۂ و سود نکند و ہیچ توانگری نباشد کہ او حالت نزاع ایں تمنا نکند کہ یا لیت من درویش بودمی۔ ملک الموت بر سر بالین یکے بر رسد او را بیند بر نہالی حریر تکیہ کردہ و بالشت نسیج زیر سر نہادہ اعوان ملک الموت مکدی بر پہلوی او زنند و گویند ہنوز دعوی خواجگی می کنی و آں دیگری را بیند در گوشۂ مسجدی و یا در کنج گورستانی بستر از خاک ساختہ و بالشت از خشت پرداختہ ہنوز او را بخاک نرسانیدہ باشند کہ بخداوند پاک رسانیدہ باشند عزیز من! چوں دراں عالم خواجگی غلامی است و غلامی خواجگی پس یکی

ضائع اور برباد دیکھنا پسند کریگا اسی طرح سے جسکی بخشش کا دروازہ اپنے دشمنوں کیلئے بھی کھلا ہو وہ بھلا اپنے دوست کو کیوں محروم رکھے گا"

سلک نمبر ۷۲ (نام پر مت جاؤ۔ کام کرو)

جاننا چاہئے کہ کام کا دن تو بس آج ہی ہے اگر کچھ کام کرنا ہے تو آج ہی کر لو۔ چنانچہ اگر خون کے آنسو بھی رونا ہے تو آج ہی اور یہیں رو لو کیونکہ تمہارا آج کا دن اور یہاں پانی کے آنسو سے رو لینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ کل کو تمہیں خون کا آنسو رونا پڑے اور وہ بھی سود مند نہو یہ سمجھ لو کہ کوئی ایسا امیر اور مالدار نہیں گذرا ہے جس نے کہ حالت نزع میں یہ تمنا نہ کی ہو کہ اے کاش کہ میں فقیر ہوتا۔ ملک الموت ایک ایسے ہی امیر کے سرہانے پہونچے اسکو دیکھا کہ حریر کے بستر پر آرام کر رہا ہے اور ریشمی تکیہ اپنے سر کے نیچے لگائے ہوئے ہے۔ ملک الموت کے ساتھیوں نے یہ منظر دیکھا اسکے کمر پر ایک لات جمائی اور کہا کہ (مر رہے ہو مگر) ابھی تک ریاست کی شان نہیں گئی۔ ٹھاٹھ تو امیرانہ اختیار کئے ہوئے ہو۔ اور ایک دوسرے شخص کو دیکھا کہ مسجد یا قبرستان کے کسی گوشہ میں زمین کو اپنا بستر بنائے ہوئے پڑا ہے اور سر کے نیچے ایک اینٹ رکھ لی ہے اسکو دیکھا کہ ہنوز لوگوں نے اسکو زیر خاک بھی نہ کیا تھا کہ وہ خداوند پاک کی بارگاہ میں پہونچ گیا۔ عزیز من! جب اُس عالم میں امیر ہونا گویا خادم اور غلام ہونا ہے اور غلامی ہی وہاں امیری شمار کیجاتی ہے تو ایک غلام ہی بنکر رہو بجائے اسکے کہ امیر اور آقا بنکر جیو۔ ہاں ہاں! میں تو اس آقا کا غلام ہوں جس نے کہ (اللہ تعالیٰ) کا غلام بنکر ہی

غلام باشی بہتر ازاں کہ خواجہ آری
من غلام آں خواجہ ام کہ غلام وار
زندگی کند۔ خواجہ از غلام گفتن غلام
نشود۔ و غلام از خواجہ خواندن خواجہ نگردد
اما کار معاملہ دارد۔ بشنو بشنو! وقتی
جہودی حسن بصری را پرسید شما مارا
چہ می خوانید؟ گفت دشمن خدا تعالے
گفت خود را چہ می خوانید گفت دوست
خدای۔ جہود گفت زنہار بنام مجرد
غرہ نشوی کہ دی روز در خانہ من پسری
زاد من اورا خالد نام نہادم و خالد
جاودانہ باشد امروز بمرد۔ قطعہ

نخشبی ہم بنام غرہ مشو
دوست با دوست ایں پیام کند
عملے نیک کے تواند کرد
آنکہ او اکتفا بنام کند

زندگی گذاری۔ اور دیکھو! کوئی آقا غلام کہدینے سے
تو غلام نہیں ہو جایا کرتا اور کسی غلام کو آقا کہکر پکارو تو
وہ اس سے آقا نہیں ہو جائے گا۔ بلکہ ہر جگہ کام کا اعتبار ہے
(جیسا کام کروگے ویسے ہوگے) سنو سنو! ایک مرتبہ
ایک یہودی نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آپ لوگ
ہمکو کس نام اور لقب سے یاد کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہم تمکو
(کافر) اللہ تعالیٰ کا دشمن کہتے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ اچھا آپ
اپنے کو کس نام سے پکارتے ہیں؟ کہا کہ خدا کا دوست (یعنی
مؤمن) کہتے ہیں اس یہودنے کہا کہ میرے بھائی! محض
نام سے دھوکا نہ کھانا کیونکہ کل میرے گھر ایک فرزند تولد ہوا تو
میں نے (فال نیک کے طور پر) اسکا نام خالد رکھ دیا کیونکہ خالد کے معنی باقی رہنے
والے کے ہیں، آج اسکا انتقال ہوگیا (اور نام دھرا کا دھرا رہ گیا) ؎

"اے نخشبی دیکھو نام (اور ظاہر) سے کبھی دھوکا نہ کھانا
دوست کا اپنے دوست کو بس یہی پیام ہے
اس شخص سے نیک عمل بھلا کیونکر وجود میں آسکتا ہے
جو کہ محض نام ہی پر قناعت کرنا چاہے"۔

سلک ہفتاد و سوم

کارگذاران کارخانۂ حقیقت
گویند اگر کسی کاری خواہد کرد باید کہ
کردۂ خود را کار نداند درویشی را کہ شیر
بیشۂ کرامت بود گفتند شیر بدیدن تو

سلک نمبر ۷۳ (مذمت خودستائی)

جو حضرات کہ کارخانۂ حقیقت کے کارگذار ہیں
وہ یوں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کوئی کام کرے تو اسکو چاہیے کہ
اپنے کئے ہوئے کو کچھ نہ سمجھے۔ ایک درویش سے (جو کہ بیشۂ کرامت
کے شیر تھے) لوگوں نے پوچھا کہ حضرت سنا ہے کہ شیر آپکی زیارت

می آید گفت چه سود سگ بر سگ
می آید۔ حضرت امام جعفر صادق را
که از صبح صادق تر بود پرسیدند کدام
حالت است که بنده را از خداوند
دور افکند و کدام معصیت که بنده را
بخداوند نزدیک گرداند گفت طاعتی
که اول او عُجب باشد و آخر او پندار
معصیتے که اول او غفلت باشد و آخر او
ندامت۔ بشنو بشنو! بشر حافی که
سلطانی سر و پا برهنه بود چه گوید؟ مرا
هیچکس تازیانه سخت تر از دخترکی نزد
و آں دختر حسن بصری بود رحمة الله علیه
و آں آنچناں بود که روزی بر در حسن
رفتم و در بزدم دخترکی آواز داد که بر در
کیست؟ گفتم منم بشر حافی، گفت
هم ازیں راه در بازار رو و نعلین بخر
و در پای کن که تا بار دیگر خود را هم
بشر حافی نخوانی قطعه

نخشبی مرد خود ستا نبود
باطن من سبے تصور کرد
کس نباشد یقین تصور کن
آنکه خود را کسے تصور کن

کیلئے آتا ہے۔ فرمایا تو پھر اس سے کیا ہوا ایک کتا دوسرے کتے
سے ملا ہی کرتا ہے۔ حضرت جعفر صادق سے جو کہ صبح صادق
سے بڑھکر صادق تھے لوگوں نے پوچھا وہ کون سی طاعت ہے
جو کہ بندے کو خدا تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے اور وہ کون سی
معصیت ہے جسکی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جاتا
ہے؟ فرمایا کہ وہ طاعت جو خدا سے بعید کرتی ہے وہ ہے جسکی
ابتدا عجب سے ہو اور انتہا پندار پر ہو اور وہ معصیت جو قریب
کرتی ہے وہ ہے جسکا اول غفلت ہو اور آخر ندامت۔
سنو سنو! بشر حافی جو کہ ننگے سر اور ننگے پیر رہنے والوں کے بادشاہ
تھے وہ یہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایک چھوٹی بچی کے کلام سے بڑھکر کسی
اور کے کلام نے تازیانہ کا کام نہیں کیا۔ اور وہ بچی تھی حضرت
حسن بصریؒ کی، وہ اسطرح سے کہ میں ایک دن حضرت حسنؒ
کے مکان پر حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ایک لڑکی
بولی کہ کون ہے؟ میں نے کہا کہ "میں ہوں بشر حافی"
کہا کہ اے جناب آپ جہاں سے تشریف لائے ہیں وہیں واپس
تشریف لے جائیے اور بازار سے جوتے خرید کر پہن لیجئے تاکہ آئندہ
آپ اپنے کو حافی کہکر نہ پکار سکیں (مطلب یہ کہ حافی کا اطلاق آپ پر
بطور مدح کیا جاتا ہے اسلئے آپکو تو خود کو حافی نہ کہنا چاہیئے کہ یہ خود پسندی ہے)

"اے نخشبی میں نے اپنے دل میں ہر چند غور کیا تو سمجھ میں
یہی آیا کہ جو طالب خدا ہوتا ہے وہ اپنی تعریف خود نہیں
کیا کرتا۔ یقین جانو وہ شخص کچھ بھی نہیں ہے جس نے کہ خود کو
کچھ سمجھا اور اپنے کو کچھ لگایا۔

سلک ہفتاد و چہارم

پیش روان زمرۂ طریقت
و مقتدیان فرقۂ حقیقت چنیں گویند
ہر کسی لائق اقتدا نباشد اقتدار
بہر کسی کردن کار مردان سرسری و
کسب سائلان ہر دری است
ابوسفیان و معاویہ ہر یکی مردے
بخیل [عہ] بود چنانکہ بنان بخیلی کردی
یزید بروا اقتدار کرد کار بجائی رسانید
کہ در کربلا آب [عیہ] بخیلی کرد۔

سلک نمبر ۷۴ (تاثیر صحبت کیلئے استعداد شرط ہے)

زمرۂ طریقت کے جو لوگ پیش رو ہیں اور جماعت حقیقت
کے جو لوگ کہ مقتدا ہیں وہ یوں فرماتے ہیں کہ ہر شخص اقتدار کئے
جانے کے لائق نہیں ہوتا۔ ہر شخص کے پیچھے پیچھے چلنا اور سب کا
اقتدار کر لینا عام اور سرسری لوگوں کا کام ہے اور در در بھیک
مانگنے والوں کا طریقہ ہے۔ دیکھو ابوسفیان اور حضرت معاویہ
میں (کسی زمانے میں) بخل [عہ] کا مادہ تھا چنانچہ (ایک مرتبہ) انھوں نے
دکیکو کھانا دینے اور) روٹی دینے میں رکاوٹ کی تو یزید نے
بھی اسی کی اقتدار کی اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ معرکۂ کربلا میں
اس نے پانی [عیہ] روکا۔

حاشیہ: عہ (قولہ بخل کا مادہ تھا) راقم عرض کرتا ہے کہ یہ واقعہ واللہ تعالیٰ اعلم کسی راوی کا اضافہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت شیخ قدس اللہ سرہٗ کی جلالت شان اسکی صحت سے اباکرتی ہے اسلئے کہ معاملہ ہے حضرت معاویہؓ کا جو کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صحابہؓ کے بارمیں آپؐ کا ارشاد ہے کہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم پس جکو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منارۂ ہدایت فرمایا ہو اقتدار نہ کئے جانے کی مثال میں اس ذات کو پیش کرنا کب زیبا ہے پھر یہ بات یوں بھی قرین قیاس نہیں کہ سیر و تاریخ کی کتابوں میں تصریح ہے کہ آپ بخیل نہ تھے سخی تھے حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ معاویہؓ کے جود و کرم سے بحر بیکراں کی طرح مستفید ہوتے تھے (طبری) اور مشہور شیعی مورخ ابن ابی لکھتا ہے کہ "کان معاویہؓ جواداً بالمال والصلات" یعنی معاویہؓ مال اور عطایا کے دینے میں بہت سخی تھے۔

عیہ (قولہ اس نے پانی روکا) - تاریخی شواہد اسکے بھی خلاف ہیں، یہ نہ یزید کا حکم تھا نہ منشا رتھا اور نہ اس موقع پر وہ وہاں موجود ہی تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ راقم جامی۔

اقتدا بجمی باید کرد کہ از برکت او ترا
انتباہی حاصل شود۔ اے درویش
انتباہ اصحاب کہف از سگ و گربہ بود
و تو از آدمی ہم متنبہ نمی شوی کے
راست آید اگر مرد بزرگ و زیرکی
بجایگاہ خویش غرہ مشو کہ ہیچ جائے گاہ
خوشتر از بہشت نیست و نخواہد بود و آدم
از بہشت دید آنچہ دید و بطاعت بسیار
فریفتہ نگردد کہ ابلیس از عبادت خود یافت
آنچہ یافت و بزہد و معرفت تکیہ مکن کہ
حکایت بلعم شنیدہ باشی و بصحبت
صالحاں اعتماد مکن کہ قصہ ابولہب
پوشیدہ نیست بشنو بشنو چوں
ابوطالب نقل کرد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
دنبال جنازہ او می رفت ہر بار جانب
جنازہ میدید و دست در ردائے خود
می زد بعد از دفن پرسیدند کہ آں
دیدن چہ بود گفت ملائکہ عذاب
در رسیدہ بودند و مرا او را میخواستند
تا او را از بالائے جنازہ بربایند من ہر بار
سوگند بر ردائے خود می دادم کہ یک
ساعت توقف کنید۔

قطعہ

اقتدا ان حضرات کی کرنی چاہئے کہ جنکی برکت سے تم کو تنبہ
حاصل ہو۔ اے سالک سن! اصحاب کہف کا انتباہ تو
کتے اور بلی سے ہوا ہے اور تو ہے کہ انسان اور اہل اللہ
کے ذریعے بھی راہ راست پر نہیں لگتا۔ یہ کیا انصاف ہے
اگر تم کوئی مرد بزرگ اور سمجھدار شخص ہو تو اپنے اس مرتبہ پر
غرہ نکرو، کیونکہ کوئی جگہ جنت سے بڑھکر نہ ہے نہ ہو سکتی ہے
اور آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت ہی میں پیش آیا جو کچھ کہ پیش آیا۔
اسی طرح سے اپنی کثرتِ عبادت پر بھی فریفتہ نہ ہونا کیونکہ ابلیس
کا جو کچھ حشر ہوا وہ نظر بر طاعت ہی کی وجہ سے ہوا۔ اسی طرح
سے اپنے زہد و معرفت پر بھی تکیہ نکرنا کیونکہ بلعم باعورا کی حکایت
تم نے سنی ہی ہوگی (وہ اسی کا نتیجہ تھی)۔ اسی طرح سے
صالحین کی مصاحبت پر بھی فخر نہ کرنا اور اسکا کچھ بھروسہ نہ کرنا
کیونکہ قصۂ ابولہب تم پر پوشیدہ نہ ہوگا (سید ولد آدم صلی اللہ
علیہ وسلم کی صحبت پانے کے باوجود گمراہ ہی رہا) سنو سنو! جب
خواجہ ابوطالب کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکے جنازہ
کے ہمراہ چلے بار بار جنازہ کی جانب دیکھتے تھے اور اپنی چادر مبارک
پر ہاتھ مارتے تھے۔ دفن کے بعد لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت
وہ کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا کہ عذاب کے فرشتے آتے تھے اور
انکو اچک کر لیجانا چاہتے تھے تاکہ جنازہ کے اوپر سے انکو اچک لیں میں نے
اپنی چادر کا واسطہ دیا کہ خدا را ذرا سی دیر کے
لئے اور توقف کرو۔

"اے نخشبی تم خود نیکی کئے جانے
کی اپنے اندر صلاحیت پیدا کرو

بخشی قابل نکوئی مشو
خوان ادبار مائدہ ند ہد
گر تو نیکو نہ ، ترا ہرگز
صحبت نیک فائدہ ند ہد

دیکھو ادبار اور برائی کا دسترخوان
کھانا نہیں دیا کرتا۔ اگر تم خود نیک
نہیں ہو (از روئے استعداد کے) تو پھر تم کو
صحبت نیک سے بھی کچھ نفع نہ ہوگا۔

سلک ہفتاد و پنجم

ای دیباچۂ کتاب سعادت
کتب امم سابق ہمہ یکبار نازل شد
وقرآن کہ کتاب ایں امت است
نجما نجما بتدریج فرود آمدہ دریں زیر
چہ سراست بشنو بشنو امم سابق
از عالم عشق بے خبر بودند و از جہان
ذوق بے علم نامہ ایشاں ہمہ یکبار
فرستادند اما ایں امت سوختۂ آتش عشق
و دوختۂ ناوک شوق اند نامۂ ایشاں
نجم نجم فرود آمد بنا برآنکہ اگر بعاشق
زماں زماں مکتوب معشوق رسد
تواں دانست کہ آں عاشق را چہ
مایۂ شادی باشد اگر گویند فردا بعد
از سعادت وجوہ یومئذ ناضرۃ الی
ربہا ناظرۃ عاشق از مشاہدۂ حق خود
باز گردند یا ایشاں را باز گردانند

سلک نمبر ۷۵ (عشق مولیٰ بھی ایک نعمت ہے)

اے صوفی! جو کہ کتابِ سعادت کا دیباچہ اور مقدمہ
ہے سن! دیکھو پچھلی تمام امتوں کی کتابیں یکبارگی نازل ہوئیں
اور قرآن شریف جو کہ اس امت کی کتاب ہے وہ آہستہ آہستہ
آسمان سے اترا۔ جانتے ہو اس میں کیا راز ہے؟
سنو سنو! پچھلی امت کے لوگ عالم عشق سے بے خبر تھے
اور جہان ذوق سے بالکل ناآشنا تھے اس لئے انکے
نام پیغام رب العالمین یکبارگی بھیجدیا گیا۔ اور یہ امت
چونکہ آتش عشق سے جلی ہوئی تھی اور شوق کے تیر کی زخمی تھی اسلئے
انکے نام والے پیغام کو تھوڑا تھوڑا کرکے بھیجا گیا۔ کیونکہ اگر
کسی عاشق کے پاس اس کے معشوق و محبوب کا خط
وقتاً فوقتاً آتا رہے تو خود ہی اندازہ کرو کہ اس
سے اس کو کس قدر زیادہ خوشی اور کسقدر
زیادہ مسرت ہوگی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ بتایئے کہ حسب ارشاد خداوندی کہ بعض
چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کیجانب نظر
کرتے ہونگے اگر خدا تعالیٰ نے کسی عاشق کو وہاں اس سعادت

اگر بازگردند ملامت باشد و اگر بازگردانند
بخل بود جواب آنست کہ نہ ایشاں بازگردند
و نہ ایشاں را بازگردانند اما تا جمال
می نگرند می آویزند و چوں در جلال
می بینند می پرہیزند عزیزمن ہشت
بہشت با آدم دادند در روز زلت
ازو بگرفتند اما ذرۂ از عشق بدو نمودہ
ابدالآباد در وی آویخت آری زلت آدم
از مشغولی عشق بود و گناہ ابلیس از
فراغ خاطر۔ قطعہ

نخشبی از فراغ دل برداشت
غم دل جز چراغ دل نبود
دل فارغ نشان بیکاری است
عاشقاں را فراغ دل نبود

ے نواز دیا تو یہ فرمائیے کہ وہ دیدار حق کر کے اس سے خود بخود اپنے کو ہٹا لیگا یا دوسرے لوگ کھینچ کر اسکو اس سے جدا کریں گے اشکال یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ لوگ خود ہٹیں تو یہ فعل موجب ملامت ہوگا اور خدا تعالیٰ کیجانب ہی سے اسے ہٹا دیئے جائیں تو بخل کی بات معلوم ہوتی ہے (معاذ اللہ) تو جواب اسکا یہ ہے کہ نہ تو یہ لوگ خود سے پھریں گے اور نہ انکو ہٹایا جائیگا بلکہ جب حق تعالیٰ کی شان جمالی انکے پیش نظر ہوگی تو اس سے چمٹ جائیں گے اور جب اسکی شان جلالی کو دیکھیں گے تو دور ہٹ جائیں گے۔ عزیز من! دیکھو حضرت آدمؑ کو آٹھ جنتیں دی گئیں مگر لغزش کے دن وہ ان سے چھین لی گئیں لیکن عشق کی ایک چنگاری انکو عطا فرمائی گئی تھی جو کہ ابدالآباد تک ان کے ساتھ رہی۔ ہاں ہاں آدم کی لغزش انکے تقاضائے عشق سے ذرا سی غفلت کی بنا پر ہوگئی اور ابلیس کا گناہ اسلئے ہوا کہ اسکا باطن ہی بالکل خالی اور حب حق سے عاری تھا "اے نخشبی غافل شخص سے دور بھاگ اور جو قلب کا غم جو کسی کو ملتا ہے تو وہ دل کے چراغ کو روشن کرنے کی وجہ سے ہی ملا کرتا ہے یہ سمجھ لو کہ قلبی غفلت انسان کی بیکاری اور اسکے اہمال کی علامت ہے جو عاشق ہوتا ہے اسکا دل بھلا یاد محبوب سے کب خالی ہوتا ہے؟

سلک ہفتاد و ششم

صاحب عہدانی کہ شیشۂ عہد ایشاں از سنگ شکستن مصئون است چنیں گویند فردا کہ الحاقۃ ما الحاقۃ عبارت از وست والقارعۃ ما القارعۃ اشارت بدو بندۂ عاصی را حاضر کنند۔

سلک نمبر ۷۶ (روح کی قدر کرو)

جو حضرات کہ ایسا سخت عہد باندھنے والے ہیں کہ انکے عہد کا شیشہ سنگ شکستگی سے محفوظ رہتا ہے یہ لوگ یہ فرماتے ہیں کہ کل بروز قیامت کہ جسکو کہیں الحاقۃ اور کہیں القارعۃ (یعنی وہ ہونے والی چیز اور وہ کھڑکھڑا دینے والی چیز) سے تعبیر فرمایا گیا ہے ایک عاصی بندہ کو حاضر کیا جائے گا۔

فرمان رسد کہ اے فلاں آں نمازہائے
تو چہ شد؟ گوید خداوندا ہمہ خصماں بردند
صدقہ و حج و جہاد تو چہ شد گوید مظلوماں
غارت کردند. ندا آید آں عہد محبت کہ
روز الست با ما بستہ حال آں چیست؟
گوید بادشاہا! آں ہنوز بر مہر کلمۂ بلیٰ است
و بدو ہیچ نقصانی راہ نیافتہ است
خطاب آید اے بندہ باک مدار
وَلَدُنیا مزیدٌ سرمایۂ با تست از سود
کم نخواہی آمد ہٰذِہٖ جَنَّتِیْ فَادْخُلْ وَہٰذِہٖ
رُؤْیَتِیْ فَانْظُرْ. عزیزمن! امروز از
عالم قرب مہمانی عزیز بر تو رسیدہ است
وآں روح است او را بجد امکان
گرامی دار اگر امروز دست و پا و چشم
گوش و سائر اعضای و اجزائی تو او را
گرامی دارند و بخفت او کار کنند او را
بنا شائستہ نرنجانند چوں او از تو
جدا شود و در عالم خود باز گردد و ہمہ شکر تو
گوید خداوندا مرا ایں اجزا و اعضا گرامی
داشتہ اند در حق ایشاں خلعت و احسان
واجب است جامہ دار کرم از بقچۂ
خانہ قدم خلعت آوردن گیر و خلعت
پای پیچہ شد او خلو ہا آمنین و خلعت

حکم الٰہی ہوگا کہ اے شخص بتلا وہ سب نمازیں تیری کیا ہوئیں
وہ عرض کرے گا پروردگار وہ سب تو میرے خصم (اہل حق) لے گئے
ارشاد ہوگا اور تیرا صدقہ حج اور جہاد وغیرہ سب کیا ہوئے
وہ کہے گا کہ یارب وہ سب تو مظلوم لوگ لوٹ لے گئے
ایک آواز آئیگی کہ اچھا وہ تیرا عہد محبت جبکہ تونے روز الست
میں باندھا تھا اسکا کیا حال ہے وہ عرض کرے گا کہ اے
میرے بادشاہ وہ تو ابھی کلمہ بلیٰ کے سیل سے سر بمہر ہے
اسمیں البتہ کچھ نقصان نہیں ہوا ہے حکم ہوگا اچھا تو پھر اے میرے
بندے تو بالکل خوف نہ کر میرے پاس بہت زیادہ چیزیں موجود ہیں
اور جو پونجی تیرے پاس موجود ہے وہ نفع سے خالی نہیں ہے یہ میری
جنت موجود ہے اسمیں داخل ہو جا اور یہ مرا دیدار ہے اس سے
لطف اندوز ہو. عزیز من! آج عالم قرب کی تیرے پاس
ایک قیمتی چیز موجود ہے جسکا نام کہ روح ہے جہاں تک تجھ سے ہوسکے
اسکی حفاظت کر اور اسکی قدر پہچان. اگر آج کے دن تیرے ہاتھ اور
پاؤں، کان اور تیرے سب اعضاء اور اجزاء اسکا احترام کریں گے
اور اسکی ہدایت کے مطابق کام کریں گے اور اسکو نامناسب
کام کرکے تکلیف نہ پہونچائیں گے تو جب وہ تجھ سے جدا ہوکر اپنے
وطن یعنی عالم بالا میں پہونچے گی تو تیری بہت ہی شکر گذار ہوگی
اور اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ اے اللہ مجھے ان سب اعضاء اور اجزاء نے
راحت پہونچائی تھی اور میرا احترام کیا تھا لہٰذا انکو خلعت ملنی چاہیے
اور انکے لئے بھی احسان واجب ہے، تو جامہ کرم کا خزانہ رکھنے
والا خانۂ قدم کی گٹھری سے خلعت نکال نکالکر عطا فرمانا شروع
کریگا. جانتے ہو پاؤں کی خلعت کیا ہوگی؟ یہ ہوگی کہ اس سے

دست چہ باشد یَتَنَازَعُوْنَ فِیْہَا کَاْ سًا و خلعت دہن چہ باشد و لَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَہُوْنَ و خلعت گوش چہ باشد سلامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ و خلعت زبان چہ باشد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہٗ و خلعت رُوی چہ باشد وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ و خلعت چشم چہ باشد اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ ایں ہمہ چیست جَزَاءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ قطعہ

نخشبی تا تواں نکوئی کن
معاملۂ نیک را بہا نیک است
از نکوئی کسے زیاں نہ کند
عمل نیک را جزا نیک است

کہا جائیگا کہ میری جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ اور جانتے ہو ہاتھ کی خلعت کیا ہوگی یہ کہ وہاں جام شراب میں ایک دوسرے کے ہاتھ سے چھینا جھپٹی کریں گے اور جانتے ہو منھ کی خلعت کیا ہوگی؟ پرند کا گوشت ہوگا جسکی وہ خواہش کریں گے، اور معلوم ہے کان کی خلعت کیا ہوگی یہ کہ سلامتی ہو مہربان پروردگار کیجانب سے اور اسیطرح سے خلعت زبان کی یہ ہوگی کہ وہ کہے گی کہ تمام تعریفیں اس خدا کیلئے ہیں جسنے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور جانتے ہو چہرے کی خلعت کیا ہوگی؟ یہ ہوگی کہ کچھ چہرے اسدن تروتازہ ہونگے اور آنکھ کی خلعت یہ ہوگی کہ وہ اپنے رب کیطرف دیکھتی ہونگی اور اس سے لذت آشنا ہونگی اور جانتے ہو یہ سب کیوں ہوگا؟ بدلہ ہوگا اسکا جو انھوں نے دنیا میں کیا تھا ؎

"اے نخشبی جہاں تک تجھ سے ممکن ہو سکے نیکی اور بھلائی کا کام کر اسلئے کہ اچھے مال کی اچھی قیمت ملا کرتی ہے اور یہ سمجھ رکھو کہ نیکی کرنے میں آجتک کسی نے کبھی نقصان نہیں اٹھایا اسلئے کہ نیک عمل کا بدلہ اچھا ہی ہوا کرتا ہے۔

سلک ہفتاد و ہفتم

عُمّال معاملۂ مجاہدت گویند خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ گفتی خداوندا با من بدو وجہ معاملہ کن یکی آنکہ وقت نزع ملک الموت را بر من مفرست کہ مرا با او خصومت شود بنا بر آنکہ من جان از و نستیدہ ام کہ بدو باز دہم مرا جان تو دادہ ہم تو بخواہ ببیں کہ چگونہ باز خواہم داد از تو گفتن

سلک نمبر ۷۷ (حسنِ اعتقاد)

جو حضرات کہ میدان مجاہدات کے عُمّال ہیں انکا کہنا ہے کہ خواجہ ابو الحسن خرقانیؒ فرماتے تھے کہ اے خداوندا! آپ میرے ساتھ یہ دو معاملے نہ فرمائیے گا ایک تو یہ کہ بوقت نزع ملک الموت کو میرے پاس نہ بھیجئے گا اسلئے کہ میرا اسکے ساتھ جھگڑا ہو جائے گا کیونکہ میں نے جان کو ان سے نہیں حاصل کیا ہے کہ انکو واپس کروں مجھکو جان آپ نے عطا فرمائی ہے اسلئے آپ مانگئے تو دیکھئے کہ میں کس طرح آپ کو آپکی دی ہوئی جان واپس کرتا ہوں بس آپکا کام صرف یہ فرمانا ہے کہ لاؤ جان دے اور میرا کام بلا تامل

بده واز ما دادن۔ دوم آنکه چوں مرا
در گور نهند ملائکه سوال برمن مفرست
که جواب من هماں است که یکبار
گفته ام الست بربکم قالوا بلیٰ آنهم از
برکت نیکو معاملتی او بود آری معامله
ستوده در همه ادیانها ستوده
است۔ بشنو بشنو! بزرگی میگوید
وقتی میان کفار سه چیز دیدم که آن
هر سه نشان صدیقان ست یکی از
انها آن ست که یکی را دیدم افتاده
وجاں داده گفتم ایں چرا افتاده گفتند ناگاه
چشم ایں بر شرمگاه یکی افتاد از شرم آں افتاد
وجاں داد دوم آنکه یکی را دیدم بردار کردند
گفتم ایں چه گناه کرده است گفتند او صنم اعظم را
میان بازار یاد کرده است سوم آنکه بقالی را دیدم
بر دکان نشسته کم می ستید و راست میداد گفتم
ایں چه میکنی او بت چوبیں را از آستیں بکشید و گفت
ازیں شرم می آید که راست بستانم و کم بدهم۔ قطعه

نخشبی پاک دار عقیدۂ خویش
زهر بر معتقد عصیده شود
هرچه آری هماں بری بیشک
کار اندازۂ عقیده شود

———

جان کو پیش کر دیا ہوگا۲ دوسری بات یہ ہے کہ جب مجھکو قبر میں لوگ
رکھیں تو منکر نکیر کو میرے پاس نہ بھیجئے گا اسلئے کہ میرا جواب ان سے بھی
پھر وہی ہوگا جو ایکدفعہ پہلے دے چکا ہوں جب یہ سوال ہوا تھا کہ کیا
میں تمھارا رب نہیں ہوں تو میں نے بھی بلیٰ کہا تھا (کہ بیشک آپ
میرے رب ہیں) باقی یہ ضرور ہے کہ وہ بھی آپ ہی کے کرم کا صدقہ تھا
اور سراپا فضل تھا (جسکی اب بھی امید رکھتا ہوں) واقعی بات ہے کہ
اچھی بات اور حسن معاملہ سب ہی مذاہب میں پسندیدہ ہے۔ سنو سنو!
ایک بزرگ فرماتے تھے کہ ایکمرتبہ میں نے کافروں میں تین چیزیں ایسی دیکھیں
جو کہ صدیقوں کے اوصاف میں شمار ہوتی تھیں۔ ایک تو یہ کہ ایک کافر کو دیکھا
کہ مرا پڑا ہوا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ یہاں کیسے مرگیا لوگوں نے کہا کہ
آج اچانک اسکی نظر کسی شخص کی شرمگاہ پر پڑ گئی تھی تو مارے شرم کے یہ
بیہوش ہوکر گر گیا اور مرگیا۔ دوسرے یہ کہ ایک دوسرے کافر کو دیکھا کہ اسکو
سولی پر چڑھا دیا گیا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ اس نے
کیا جرم کیا تھا لوگوں نے بتایا کہ اس نے بڑے
بت کا تذکرہ بازار میں کر دیا تھا (انکے مذہب میں یہ گناہ رہا ہوگا)
تیسرے یہ کہ ایک کافر بنئے کو میں نے دیکھا کہ دوکان پر بیٹھا ہوا ہے اور لوگوں سے جو سامان
لیتا ہے تو کم لیتا ہے اور جب انکو دیتا ہے تو ٹھیک ٹھیک بلکہ جھکتی ڈنڈی دیتا ہے میں نے اس سے
پوچھا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ اسنے لکڑی کا ایک چھوٹا بت اپنی آستین سے نکالا اور کہا
کہ اس سے شرماتا ہوں کہ خود تو ٹھیک ٹھیک لوں اور کم تول کر دوں ؎

"اے نخشبی اپنے اعتقاد کو درست کرو سچے عقیدہ والے کیلئے زہر بھی شیرہ
ہوجاتا ہے۔ جیسا کام کروگے یہاں سے ویسا ہی لیجاؤگے اور جیسا
لیجاؤگے اسی کے مطابق بدلہ پاؤگے اور کام خلوص اعتقاد ہی کے بقدر عمدہ ہوا کرتا ہے

———

سلک ہفتاد و ششم

اصحاب دل کہ چوں حبۃ القلوب
در دلہا جا کردہ اند چنیں گویند لطیفہ از
لطائف قدس در خاک تعبیہ کردہ اند
آنرا دل نام نہادہ اند تا ہرگاہ کہ خواہند
نظر می در و کنند نظر برآں لطیف افتد
نہ بر خاک کثیف۔ ابو علی سیاح میگوید
ہمہ عالم دل خوانند و ما بیدل خوانیم
زیراکہ کار ہمیں بیدلاں دارند فردا
قالب را رنگ دل دہند تا بقای ابد
یابد ورنہ قالب خسیس را چہ محل کہ اورا
بقای ابد بخشند۔ ای صاحبدل فردا
بیکی خطاب آید ای بندہ تو ما را در دنیا
شناختی یا نہ اگر نشناختی دعوی شناخت
چرا کردی و اگر شناختی کسے بہ آشنائی
آن کند کہ تو کردی ای بیباک آنچہ تو
در کنج خانہ می کنی اگر مردی میان بازار
کن تا معلوم شود کہ تو از خلق می ترسی
یا از خالق اگر تو از خالق می ترسی ہمہ جا
ترس کن و ہمہ روز آں خور کہ می خوری
و ہمہ شب آن کن کہ می کنی۔ بشنو بشنو
وقتی اعرابی بحضرت رسالت آمد و گفت

سلک نمبر ۷۶ (شرم و حیا)

وہ اہل دل حضرات جو کہ تمام لوگوں کے قلوب میں سویدار
قلب کا مقام رکھتے ہیں یوں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے لطائف
قدس میں سے ایک لطیفہ اس جسم خاکی میں پوشیدہ فرما رکھا ہے
اور اسکا نام دل رکھا ہے تاکہ وہ جب چاہیں کہ اس خاکی کو دیکھیں تو
تو نظر اسی لطیفہ پر پڑے اس خاک کثیف پر نہ پڑے۔ ابو علی سیاح
کہتے ہیں کہ اس لطیفہ کو تمام عالم تو دل کہتا ہے اور ہم اسے بیدل
کہتے ہیں اسلئے کہ کام کے لوگ تو یہی بے دل والے ہوستے ہیں۔
کل بروز قیامت اس جسم کو بھی دل ہی کا رنگ عطا فرما دیں گے
تاکہ بقائے ابدی کے لائق ہو جائے ورنہ تو گندہ بندہ کا پراگندہ
جسم اس لائق کہاں اور اسکی کیا مجال کہ بقائے ابدی حاصل کرے
اے صاحب دل سن! کل قیامت کے دن ایک شخص سے کہا جائیگا
کہ اے میرے بندے تو نے مجھے دنیا میں پہچانا تھا یا نہیں یعنی
تجھکو میری معرفت حاصل ہوئی تھی یا نہیں؟ اگر نہیں تو دعوی معرفت
کیوں کیا تھا؟ اور اگر میری معرفت تجھکو حاصل تھی تو یہ بتلا کہ کوئی
شخص بھی اپنے محبوب کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو تو نے میرے ساتھ
کیا۔ اے بیباک تو جو کچھ کہ اپنے گھر کے کونے میں کرتا تھا اگر بڑا مرد تھا تو
ذرا اسی کام کو بازار میں کئے ہوتا تاکہ یہ راز کھل جاتا کہ تو خلق سے
ڈرتا تھا یا خالق سے؟ پس اگر تو خالق سے ڈرتا تھا تو ہر جگہ اس سے
ڈرنا چاہئے تھا کیا خلوت اور کیا جلوت اور ہر دن وہی کھانا چاہئے جو
تو خدا سے ڈر کے ساتھ کھاتا تھا اور ہر رات وہی عمل کرنا چاہئے جسکو تو خدا
سے ڈر کر کرتا تھا۔ سنو سنو! ایک مرتبہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ

یارسول اللہ گناہی عظیم کردہ ام توبہ
می کنم توبہ کرد و بازگشت ساعتی شد
و باز آمد و گفت یارسول اللہ آنچہ
من گناہ کردہ ام بصیر مطلق تعالیٰ و تقدس
میدید این بیحرمتی کجا خواہم برد این
بگفت و طپید و نعرہ بزد و جان داد۔

قطعہ۔

نخشبی شرم کار ہا داد
سخت دل آنکہ ہیچ شرم نکرد
ہرچہ خواہد کند زبے شرمی
ہرکہ او از خدائے شرم نکرد

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھ سے ایک
بہت بڑے گناہ کا صدور ہو گیا ہے اب آپکے سامنے توبہ کرتا ہوں چنانچہ
توبہ کرکے لوٹا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میں نے
حکم خدا کی جو نافرمانی کی تھی اس سے تو توبہ کرلی لیکن جس وقت کہ میں نے وہ
معصیت کی تھی تو اس بصیر مطلق تعالیٰ و تقدس نے اس حال میں مجھے
دیکھا تو ہوگا ہی پس اپنے اس بیحرمتی کرنے اور بے ادبی کی کیا تلافی
کروں، یہ کہا اور ایک نعرہ مارا، گر پڑا اور مر گیا ۔

"اے نخشبی حیا و شرم سے بڑا کام بنا کرتا ہے جو شخص بالکل شرم و حیا سے
عاری ہو وہ انتہائی سنگدل شخص ہے۔ جو شخص کہ اللہ تعالیٰ سے نہ شرمائے
اور بے شرم ہی ہو جائے تو پھر وہ جو جی چاہے کرے اسکے لئے کوئی روک نہیں
(یہی مطلب ہے اسکا "بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن")

سلک ہفتاد و نہم

سلک نمبر ۷۹ (رحمت خدا اور شفاعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم)

بیداران شبہای عشق گویند
فرمایندہ ینام عینائی و لاینام قلبی
ہمہ شب بیدار بودی و عبادت کردی
آری این ہمہ از دولت بیداری او ست
کہ تو ہمہ شب می خسپی (امید است کہ چنانچہ
از برکت بیداری او شبہای این
امت را باستراحت کرد از عون و شفاعت
او روز قیامت ہم براحت خواہد گذشت
امم سابق خدای را تعالیٰ و تقدس

جو حضرات کہ شبہائے عشق کے بیدار گذرے ہیں وہ یوں کہتے ہیں
ینام عینائی ولاینام قلبی (یعنی میری صرف آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا قلب نہیں
سوتا) اس مقولہ کے فرمانے والے صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات بیدار رہا کرتے
تھے اور عبادت کیا کرتے تھے۔ ہاں ہاں یہ سب انھیں کی بیداری ہی کا صدقہ
ہے کہ تم تمام رات پڑکر سوتے ہو (کیونکہ وہ تمھاری بخشش کی دعا رات کی تاریکیوں
اور تنہائیوں میں رو رو کر خدا سے مانگ چکے ہیں) پس امید ہے کہ جس طرح سے انکی بیداری
کی برکت سے اس امت کی رات راحت و آرام سے کٹی ہے اسیطرح سے انھیں
کی شفاعت کی برکت سے قیامت کا دن بھی راحت و سہولت ہی سے گذر جائیگا
امم سابقہ نے خدا تعالیٰ کو دوست رکھا تو خدا تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ

دوست داشتند می خدای برایشاں
رحمت کردی و ایں امت را خدا تعالیٰ
دوست می دارد برایشاں چگونہ رحمت
نکند بشنو بشنو! ذوالنون مصری
میگوید رحمۃ اللہ علیہ مرا کنیزکے بود بغایت
سیاہ وقتی نیم شب از خواب برخاستہ
بودم شنیدم کہ می گفت و مناجات
میکرد خداوندا بحق آنکہ مرا دوست میداری
رحمیں کن گفتم اے سیاہ تو چگونہ
دانی کہ خدا تعالیٰ ترا دوست میدارد
گفت ازاں می دانم کہ مرا در نیم شب
توفیق آں دادہ است کہ برخاستم
واو را میدانم و می پرستم و ترا بربستر
درخواب گذاشتہ ۔ قطعہ

نخشبی عون حق کجا یابند
تاتوانی بکن رعایت حق
نتواں برد دولت ابدی
مگر از دولت عنایت حق

رحمت و رافت کا معاملہ فرمایا اور اس امت کو خود حق تعالیٰ ہی
دوست رکھتے ہیں تو پھر بھلا اس پر کیوں نہ رحمت و شفقت
فرمائیں گے ۔ سنو سنو! ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ
میرے پاس ایک باندی تھی بالکل سیاہ فام (کالی) ایک مرتبہ
آدھی رات کے وقت میں بیدار ہوا تو اسکو سنا کہ اپنی مناجات
میں کہہ رہی ہے کہ اے اللہ! تجھے تیری اس محبت کا واسطہ
جو تجھ کو مجھ سے ہے ایسا ایسا کر دیجئے ۔ میں نے کہا
او کلوٹی! تجھے کیسے معلوم کہ اللہ تعالیٰ تجھے دوست
رکھتے ہیں؟ اس نے کہا کہ مجھے یوں معلوم ہوا کہ اس نے
آدھی رات کو مجھے اسکی توفیق بخشی کہ میں اٹھوں اور
اسے یاد کروں اور اسکی عبادت کروں اور آپ کو
اس نے غفلت کے بستر پہ سلا رکھا ہے ۔

"اے نخشبی لوگ امداد خداوندی
کو کب پا سکتے ہیں جہاں تک تم سے
ہو سکے حق تعالیٰ کے آداب اور
حقوق کی رعایت کرو۔ دیکھو کوئی شخص
دولت ابدی کو نہیں حاصل کر سکتا مگر اسی طور پہ
کہ عنایت حق کی دولت اسکے ہاتھ لگ جائے"

سلک ہشتادم

ای چوں قلم ہمہ از معانی جنبندہ
ہموں کہ فرمایندہ نون والقلم تعالیٰ و تقدس

سلک نمبر ۸۰ (فناء و تفویض)

اے مخاطب سن کہ یہ قلم جو تمام معانی کو ادا کر لیتا
ہے یہ اسطور ہوا (یعنی اسکی تاریخ اور راز یہ ہے) کہ جبتک نون والقلم

قلم بیافرید فرمان آمد اکتب علمی فی خلقی
قلم از برای امتثال امر بسر رواں شد و
ومی نوشت کہ قوم نوح چنیں کنند ما
بر ایشاں چنیں کنیم و قوم شعیب چنیں کنند
و ما چنیں کنیم چوں نوبت بدیں امت
رسید در قلم رفت کہ امت از ہمہ
امم گناہ بیشتر کنند قلم متحیر وار بایستاد
کہ در حق ایشاں بچہ عقوبت فرمان خواہد شد
خطاب آمد کہ امت مذنبۃ و انا رب غفور
اے ملائکہ شما نظر دریں مکنید کہ بعضی
از فرزندان آدم از دست خون ریزند
نظر دراں کنید کہ بعضی از چشم خون
ریزند میان شما کسی ہست کہ از
ہمہ سنت باطل خواہد نہاد و میان
ایشاں کسانی اند کہ ہمہ سنت صالح
خواہند نہاد اِنّی اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ابوالبشر
صلوات وسلامہ علیہ چوں بر زمین آمد
او را ملامت می کردند کہ ایں چہ کردی
خانۂ چوں بہشت را بچند دانۂ گندم
بفروختی آدم میگفت باکی نیست
فرزندان من بچند دانۂ جو باز خواہند
خرید. با ایں ہمہ چوں آدم در دنیا آمد گریہ
بسیار کردی فرمان در آمد اے آدم

وَمَا یسطرون کے فرمانے والے تعالیٰ و تقدس نے قلم کو پیدا فرمایا
تو اسکو حکم دیا کہ لکھ تقدیر الہٰی یعنی میرے اس علم کو جو مخلوق کے بارے
میں مجھکو حاصل ہے چنانچہ امتثالاً للامر قلم سرپٹ چلنے لگا اور یوں
لکھتا جاتا تھا کہ قوم نوح نے ایسا ایسا کیا اور ہم نے ان کے
ساتھ ایسا ایسا معاملہ کیا قوم شعیب نے یہ یہ کیا اور ہم انکے
ساتھ یوں پیش آئے (اسیطرح لکھتے لکھتے جب باری اس
امت کی آئی تو قلم نے لکھا کہ یہ امت تمام امتوں سے
زیادہ گناہ کرے گی اسکے بعد قلم متحیر ہوکر آگے چلنے سے
رک گیا اور یہ خیال کرنے لگا کہ دیکھا چاہئے کہ اس امت کے حق
میں اب کونسی سزا تجویز ہوتی ہے؟ چنانچہ اسکو خطاب ہوا کہ لکھ کہ
یہ امت تو بہت گنہگار ہوگی لیکن میں بھی بخشنے والا پروردگار ہوں اور
فرمایا کہ اے فرشتو! تم لوگ اسکو نہ دیکھو کہ فرزند آدم میں بہت سے لوگ
اپنے ہاتھوں کو خون ناحق سے رنگ لیں گے بلکہ اسکو دیکھو انمیں سے
بہت سے ایسے بھی ہونگے کہ (اپنی خطا پر) خون کے آنسو بہاوینگے
اور اسکو دیکھو کہ تمہارے درمیان ایسی فات بھی ہے (یعنی ابلیس) کہ
ہر قسم کی باطل چیزوں کو ایجاد کرے گی اور انکے درمیان ایسے
لوگ بھی ہونگے کہ ہر قسم کی بھلائی کی بنیاد ڈالیں گے اسکو میں ہی
جانتا ہوں تم لوگ نہیں جانتے۔ سیدنا حضرت آدم جب دنیا میں
تشریف لائے تو فرشتوں نے ملامت کی کہ یہ آپ نے کیا کیا کہ
جنت جیسی جگہ کو چند دانۂ گندم کے بدلے بیچ ڈالا آدمؑ نے جواب دیا
کہ پروا نہیں ہے میرے لائق اور ہونہار فرزند اللہ نے چاہا تو چند دانۂ جو
کے عوض اسکو پھر خرید لیں گے۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود جب آدم
علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو ہر وقت روتے رہتے تھے حکم ہوا کہ

چندیں گریہ چیست گفت آں نہالِ عشق

در مزرعۂ سینہ نشاندہ ام و ہوای

ہندوستان از ہمہ ہوا ہا گرم تر است

از چشم چشمہ ساختہ ام و ایں نہالِ تازہ

را آب میدہم تا پژمردہ نگردد ای آدم

از ہمہ عالم ایں درد و اندوہ چہ اختیار

کردی گفت ازاں اختیار کردہ ام کہ

ہر چہ من اختیار می کنم پیشِ من نمی گزارند

باشد کہ ایں ہم از من بستانند قطعہ

نخشبی اختیار چیزے نیست

مار باید زد ہر گنج طلب

گر بخواہی کہ راحتے یابی

جائی راحت ز چرخ رنج طلب

اے آدم یہ اسقدر رونا کیسا؟ عرض کیا پروردگار عشق کا

پودا اپنے سینہ کی زمین میں لگایا ہے اور حال یہ ہے کہ

سرزمین ہند کی ہوا ہر جگہ سے زیادہ گرم ہے تو اپنی آنکھوں سے

ایک چشمہ جاری کر رکھا ہے کہ اس نئے پودے کو پانی دیتا رہوں

اور سینچتا رہوں کہ مرجھا نہ جائے۔ نیز حکم ہوا کہ اے آدم تمام

دنیا والوں سے بڑھکر یہ درد و غم تم نے کیوں اختیار کیا؟ عرض کیا

کہ اسلئے اختیار کیا ہے کہ (تجربہ ہو چکا ہے کہ جس چیز کو پسند کرونگا وہ مجھ سے

چھین لی جائیگی پس) ہو سکتا ہے کہ یہ رنج و غم بھی بعد چندے مجھ سے

چھین لیا جائے ؎

اے نخشبی اپنا اختیار اور اپنی تجویز اس راہ میں کوئی چیز نہیں ہے

دیکھو اخزانے کا جو طالب ہوتا ہے وہ سانپ سے ملاقات کرتا ہے

اگر تم اس دنیا میں راحت چاہتے ہو تو آسمان سے راحت کے بجائے رنج طلب کرو

(مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ)

سلک ہشتاد و یکم

ای حاجی کعبۂ قبول وقتی اعرابی

دست در زنجیر کعبہ زدہ

بدین عبارت مناجات می کرد

خداوندا! تو جز از من بسے

یابی کہ ایشاں را عذاب کنی

اما من جز تو کسے نیابم کہ بر من

رحمت کند۔

سلک نمبر ۸۱ (شانِ مومن محبت و انابت ہے)

اے کعبۂ قبول کے حاجی سن!

ایک مرتبہ ایک بدو کعبہ کی زنجیر

پکڑ کر ان لفظوں میں مناجات کر رہا تھا

کہ اے خداوندا! آپ کو مجھ جیسے

بہت مل جائیں گے کہ آپ انھیں

عذاب دیں لیکن میں آپ جیسا کہاں

پا سکوں گا جو مجھ پر رحم کرے۔

فردا عاصی را بیارند چوں نامۂ خود
بازکند ہیچ معصیت نہ بیند گوید خداوندا
معاصی من چہ شد فرمان آید من از
سرآں گذشتم تو ہم از یاد آں بگذر۔
بندہ مومن نہ آنست کہ گناہ نکند
اما مومن بندہ آنست کہ چوں گناہ
کند زود بدر من باز گردد تا فسوق و
عقوق ہم جمع نشود۔ یکی را گفتند
عالم ترین خلق کیست؟ گفت
عاصیٔ ترسناک۔ گفتند جاہل ترین
خلق کیست گفت مطیع بے باک
نتیجۂ بے باکی ہمہ عداوت است
و ثمرۂ ترسناکی ہمہ محبت۔ و نزدیک
جوہریاں جواہر حقیقت در حقۂ دو کون
گوہری گراں بہاتر از محبت نیست
بشنو بشنو! در عالم محبت چوں
محمود ایاز شد و ایاز محمود گشت کرات
محمود گفتی ای ایاز محبت مستقیم مثل
اما معکوس گرداں گذشت آنکہ ما خواجہ
بودیم و تو غلام بعد ازیں ما غلام ایم و
تو خواجہ آری ہر کرا خلعت دوستی
پوشانیدند سرہمہ تونگران اوست
اگر از مال حبہ ندارد و ہر کرا رقم عداوت

چنانچہ کل بروز قیامت ایک گنہگار کو پیش کیا جاوے گا
جب وہ اپنا نامۂ اعمال دیکھے گا تو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا
وہ عرض کرے گا کہ اے خدا میرے سب گناہ کیا ہوئے
حکم ہوگا کہ میں نے ان سب کو یکسر معاف کر دیا اب تو بھی انکی
یاد کو دل سے یکسر فراموش کر دے۔ بندہ مومن وہ نہیں ہے جو
گناہ نہ کرے بلکہ مومن وہ ہے کہ جب اس سے کوئی گناہ صادر
ہو جائے تو فوراً میری چوکھٹ پر واپس آجائے تاکہ فسوق و عقوق
دونوں ہم جمع نہونے پائیں (کیونکہ گناہ کرنا فسق ہے اور پھر توبہ نہ کرنا
سرکشی ہے) کسی بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ مخلوق میں سب سے
بڑا عالم کون ہے فرمایا وہ گنہگار جسکو عاقبت کا اندیشہ ہو پھر لوگوں نے
پوچھا کہ مخلوق میں سب سے بڑا جاہل کون ہے؟ فرمایا کہ وہ اطاعت
کرنے والا جو نڈر اور بیخوف ہو۔ بات یہ ہے کہ بیباکی کا انجام عداوت
ہوتا ہے اور خوف کا ثمرہ سراسر محبت ہے۔ اور جواہر حقیقت کے
جوہریوں کے نزدیک دونوں عالم کے ڈبہ میں کوئی گوہر محبت
سے زیادہ قیمتی نہیں۔ سنو سنو! عالم محبت ہی میں جب
محمود ایاز ہو گیا اور ایاز محمود ہو گیا تو محمود نے بارہا یوں کہا کہ
اے ایاز محبت ہے تو مستقیم (یعنی سیدھی) شے لیکن مثل
آما کے معکوس بھی ہے (یعنی یہ ا۔ م۔ ا سے مرکب ہے ادہر
سے پڑھو تو آما ادہر سے پڑھو تو آما لہذا تم بھی اسے الٹ لو) گئی
یہ بات کہ ہم خواجہ تھے اور تو غلام تھا اب تو ہم غلام ہیں اور تو خواجہ ہے
بیشک اللہ تعالیٰ نے جسے خلعت محبت پہنا دیا تو وہ تمام امیروں کا سردار
ہو گیا ہے۔ اگرچہ مال کا ایک حبہ بھی نہ رکھتا ہو اور جسکی پیشانی پر
عداوت کی لکیر کھینچ دیتے ہیں تو وہ تمام تنگ دستوں کا سردار

بر ناصیہ کشیدند سر ہمہ گدایانِ اوست
اگرچہ خزائن ہمہ عالم او را ست
ہتر موسیٰ گفت ای فرعون ترا
با ایں ہمہ ملک زہرۂ آں نیست
کہ بدر ایں حضرت دم سوال زنی
ومن با ایں ہمہ درویشی فریاد میکنم
اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ۔ قطعہ

بخشبی دولتِ قبول طلب
باغ اقبال را خزاں نبود
از قبول خدا بدست آری
صبح دولت ورای آں نبود

ہو جاتا ہے اگرچہ تمام روئے زمین کا خزانہ اسکی ملکیت میں ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا کہ دیکھ باجود اس ملک و سلطنت کے جو تیرے پاس ہے تیری یہ مجال نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کے دربار میں کوئی سوال پیش کر سکے اور میں نے باوجود اپنی اس مسکنت اور درویشی کے درخواست دیدی اور یہ عرض پیش ہی کردی کہ "اے میرے رب مجھے اپنے کو دکھا دیجئے کہ میں آپکا دیدار کروں" ؎

اے بخشبی قبولیت کی دولت طلب کرو اسلئے کہ
یہی ایسا باغ ہے جسکے لئے خزاں نہیں ہے یعنی حق تعالیٰ
کے یہاں کی قبولیت حاصل کرو دولت کی صبح یہی ہے
(یعنی سب سے بڑی دولت اس دنیا میں حق تعالیٰ کا مقبول ہونا ہے)

سلک ہشتاد و دوم

صرّافان نقود دیں وجواہریان جواہر یقین چنیں گویند ہر دو کون بمنزلہ حقہ بود و جوہر آں حقہ وجود آدمٌ عم خرا طیکجاعت دہ حقہ بسازد اما سالہا باید تا در چنیں درو نہد ظاہر آدم ع از گل بود و در گل مہلت نمی بایست مہلت در دل می بایست اما نہ مہلت قدرت بلکہ مہلت حشمت اگر آدم را یک لحظہ در وجود آوردی آں اظہار

سلک نمبر ۸۲ (اولیاء اللہ کی دلآزاری)

نقد دین کے صراف اور گوہر یقین کے جوہری یہ فرماتے ہیں کہ دونوں عالم بمنزلہ ایک ڈبہ کے ہیں اور اس ڈبہ کا جوہر آدم علیہ السلام کا وجود ہے لیکن ڈبہ بنانے والا گھڑی بھر میں دس ڈبے بنائے گا مگر اس ڈبہ میں کوئی قیمتی موتی رکھنے کیلئے سالہا سال چاہیئے (دیکھو!) آدم کا ظاہر تو مٹی کا تھا اور مٹی کیلئے مہلت کی کیا ضرورت مہلت کی ضرورت جو پڑی تو دل کی وجہ سے پڑی نہ کہ گل کی وجہ سے لیکن یہ مہلت کچھ اسلئے نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اس سے کم پر قادر نہ تھے بلکہ آدم کا اعزاز اور انکی شوکت کا ظاہر کرنا تھا ورنہ تو اگر آدم کو ایک آن میں بنا دیتے

قدرت بودی جہل صبح بر دوست کاری قدرت رفت تا اظہار حشمت آدم باشد کہ دراں حضرت حشمت دوستان خود دوست تر دارند باظہار قدرت خود بشنو بشنو! اندر آنچہ زمین را بر قارون مسلط گردانید ند بموسیٰ خطاب آمد اے موسیٰ فرعون مارا آزرد و قارون ترا تا زمین را بر قارون مسلط گردانیدم نہ بر فرعون تا جہانیان بدانند کہ نزدیک ما آزار دلِ دوستاں ما بزرگ تر از دعویٰ خدائی فرعون است ۔ قطعہ

نخشبی رنج دوستاں مطلب
گرچہ گشتہ است دوستی مسلوب
ہیچ کس را ز خلق تا خالق
نیست آزار دوستان مطلوب

تو اظہار قدرت تو ہوتا لیکن ظہور عظمت نہ ہوپاتا چنانچہ چالیس دن تک قدرت نے ان پر جو دست کاری کی تو اسی لئے تاکہ حشمت آدم کا اظہار ہو جائے کیونکہ اس درگاہ عالی میں اپنے دوستوں کی شوکت و حشمت کا ظاہر کرنا زیادہ پسندیدہ ہے اپنی قدرت کے ظاہر کرنے سے ۔ سنو سنو! جس وقت کہ زمین کو قارون پر مسلط کیا گیا تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ اے موسیٰ! دیکھو فرعون نے (دعوائے خدائی کر کے) ہمیں تکلیف پہونچائی اور قارون نے تمھیں ایذا دی چنانچہ میں نے قارون پر تو زمین کو مسلط کیا فرعون پر نہیں تاکہ جہان والے دیکھ لیں کہ ہمارے نزدیک دوستوں کی دل آزاری فرعون کے دعوائے خدائی سے بھی بڑھکر ہے ۔

ترجمۂ قطعہ

اے نخشبی دوستوں کی تکلیف کا سبب ہرگز نہ بنا (بلکہ حق دوستی ادا کرنا) اگرچہ زمانے سے دوستی معدوم ہو چکی ہے تاہم خلق سے لیکر خالق تک کسی کے نزدیک دوستوں کی دل آزاری پسندیدہ نہیں ہے ۔

سلک ہشتاد و سوم

اہل انصاف گویند ہیچ انصافی از آں بالاتر نیست کہ کسی انصاف خود ہم خود بدہد و چوں در افعال و احوال شائستہ خود نگرد

سلک نمبر ۸۳ (رحمت خداوندی)

اہل انصاف کا کہنا ہے کہ کوئی انصاف اس سے بڑھکر نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنا انصاف خود اپنے سے کرے اگر اپنے اچھے افعال اور اچھے احوال پر اپنی نظر دیکھے تو خود کو خوب ملامت کرے ۔ دیکھو! محمد واسع

خود را ہم حد تشنیع زند محمد واسع کہ
جہاں وسیع در چشم ہمت او تنگ تر
از چشم مور نمودی گفتی اگر گناہ را
بوی بودی ہیچکس پہلوئے من
نتوانستی نشست عزیز من اگر
کسی بر زمین یا بر آسمان گناہ کند چوں
خود را دریں معرض دارد و مثل ایں
شکستگی را در باطن خود راہ دہد غالب
آں است کہ ہمہ گناہ او ناچیز شود
بشنو بشنو در بنی اسرائیل
بت پرستی بود کہ او چہار صد سال
بت پرستیدہ بود و وقتے ازو
حاجتی نخواستہ تو کجائی اے
دوں ہمت اگر وقتی از سر غفلت
دو رکعت نماز کنی در حال زباں
بتحکم بکشائے کہ مال من فراواں کنی و
فرزندان مرا عمر دراز دہ سراپای
مرا بیامرز بعد از چہار صد سال
او را فرزندے بود رنجور شد. پیش
بت رفت وگفت چہار صد سال است
کہ ترا می پرستم واز تو حاجتی نخواستم
امروز مرا حاجتی سخت پیش آمدہ است
بباید کہ فرزند مرا شفا دہی، ہیچ شفا ر

کہ یہ وسیع دنیا جنکی چشم ہمت کے آگے چیونٹی کی آنکھ
سے بھی زیادہ تنگ تھی وہ یہ فرماتے ہیں اگر گناہ
کے اندر کچھ مہک ہوتی تو اسکی بدبو کی وجہ سے
کوئی شخص میرے پہلو میں بیٹھنا تک گوارا نہ کرتا۔
عزیز من! اگر کوئی شخص زمین پر یا آسمان پر کہیں بھی
رہ کر گناہ کرے جب اپنے کو اس جیسے مقام
میں رکھے (جیسا کہ محمد واسعؒ نے بیان کیا) اور ایسی شکستگی
اور عاجزی کو اپنے باطن میں پیدا کرے تو غالب گمان
یہ ہے کہ اسکے تمام گناہ ناپید ہو جائیں گے سنو سنو
بنی اسرائیل میں ایک بت پرست تھا جس نے کہ چار سو سال
تک بت کی پوجا کی تھی اور کبھی اس سے اپنی کوئی حاجت
نہ مانگی تھی۔ تو اے کم ہمت اپنے کو دیکھ کہ اگر کسی وقت
تو بھی غفلت کے ساتھ تو نے دو رکعت نماز پڑھ لی ہے
تو فوراً اسکو اپنی زبان پر لے آتا ہے اور (عوض چاہتے
ہوئے) خدا سے کہتا ہے کہ میرا مال بڑھا دیجئے اور میرے
بچوں کی عمر زیادہ کر دیجئے اور مجھے کامل طور پر بخش دیجئے
خیر۔ چار سو سال کے بعد ایک مرتبہ اس بت پرست کا کوئی
بچہ بیمار ہوا وہ بت کے پاس گیا اس سے یہ کہا کہ چار سو
سال سے تجھے پوج رہا ہوں اور آج تک میں نے
تجھ سے کوئی حاجت نہیں چاہی آج مجھے ایک سخت
ضرورت در پیش ہے یعنی یہ کہ میرا لخت جگر بیمار
ہوگیا ہے اسکو شفا بخش دے۔ اس پر اسکے اس
کہنے کا کچھ بھی اثر مرتب نہ ہوا اور بچہ بدستور بیمار ہی

حاصل نشد نومید گشت گفت یکی
از خدائے موسیٰ ہم بخواہم از سر امتحان
نہ از سر صدق گفت ای خداوند
موسیٰ و ہارون فرزند مرا شفا دہ
فرزندش در حال از بستر برجست
و پیش او ایستادہ شد آں مرد متحیر شد
بر موسیٰ رفت و گفت چہار صد سال
بت پرستیدہ ام اگر بیایم قبول کنید
موسیٰ چوں نام بت شنید از آنجا
کہ صلابت او بود گفت نی آں مسکین
از پیش موسیٰ شکستہ باطن باز گشت
در حال فرمان رسید ای موسیٰ سلام ما
بداں بت پرست برساں و بگوی
چہار صد سال دیگر اگر بت پرستی کنی
و یکبار از سر عجز و شکستگی بگوئی یا رب
ہفتاد بار بگویم لبیک عبدی قطعہ

نخشبی فضل حق بیاں کہ کند
بحر او کامل است و وافر ہم
تا چہ دریا است رحمتش امروز
غرق آں رحمت است کافر ہم

سلک ہشتاد و چہارم

شب روان راہ محبت گویند

رہا۔ جب یہ شخص بت سے نا امید ہو گیا تو اپنے دل میں کہا کہ لاؤ بطور امتحان ہی کے سہی ذرا موسیٰ کے خدا کو تو پکار دیکھوں اس پر میرا عقیدہ تو نہیں ہے مگر تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے۔ چنانچہ اس نے کہا اے موسیٰ اور ہارون کے خدا میرے بچے کو شفا عطا فرما دے اسکا بچہ اسی وقت چارپائی سے اٹھا اور کود کر اسکے سامنے آکھڑا ہوا وہ شخص بہت متعجب ہوا اور سیدھے موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہونچا عرض کیا کہ حضرت میں نے چار سو سال تک بت پرستی کی ہے اگر آپ کے مذہب میں آجاؤں تو مجھے قبول کیجئے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب بت کا نام سنا تو اس حدت اور شدت کی وجہ سے جو ان کے مزاج میں تھی فرمایا کہ نہیں بالکل نہیں وہ مسکین موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے دل شکستہ ہو کر لوٹ گیا اسی وقت وحی آئی کہ اے موسیٰ فلاں بت پرست کے پاس جاؤ اور اس سے میرا سلام کہو اور کہو کہ اگر اور بھی چار سو سال تو بت پرستی کرے اور اسکے بعد بھی ایکدفعہ عاجزی اور شکستگی کیساتھ یارب کہکر مجھے پکارے تو میں ستر بار اسکے جواب میں کہونگا لبیک یا عبدی (یعنی اے میرے بندے میں حاضر ہوں کہہ کیا کہتا ہے)

"اے نخشبی حق تعالیٰ کے افضال و اکرامات کا بیان کون کر سکتا ہے اسکا سمندر کامل بھی ہے اور وافر بھی اسکی رحمت کیسا عجیب دریا ہے کہ آج اسکی رحمت کا غریق مومن بھی ہے اور کافر بھی۔"

سلک نمبر ۸۴ (معیت الہیہ)

راہ محبت میں جو راتوں کے چلنے والے حضرات ہیں

عاشق شب را بیش ازاں دوست
دارد کہ روز را بنا برآنکہ در
روز وقت اول عاقبت ساعتی غیری
غارت بردا ما شب ہمہ شب بادوست
میگذرد و شبی کہ بادوست باشد روشن
تر از روزسے بود کہ باغیر دوست باشد
آرے چوں باغیر باشی غیر باشی وچوں
بادوست باشی دوست باشی بزرگی
میگوید اگر تو در صحبت حق باشی صحبت
من ترا چہ کار آید و اگر صحبت او نیافتۂ
از صحبت من ترا چہ کشاید خوش وقت
کسی کہ او ہمہ وقت با دوست باشد
اگرچہ آں قرب کم از بعد ہم نیست
خواجہ ابوالحسن خرقانی گفتی قرب القرب
فیما نحن فیہ بعد البعد آرے چوں سیکے
در آئینہ نگرد صورت خود را ببیند
بغایت قریب اما اگر او را سودا ی
آں صورت در سر افتد و خواہد آں
صورت در دست آرد عمر او بپایاں
رسد آں صورت در دست نیاید

وہ یہ فرماتے ہیں کہ عاشق شب کو دن سے زیادہ محبوب رکھتا ہے
اس لئے کہ دن میں تو اسکے اول ہی حصہ پر جو کہ مسلسل اور
رواں گھڑیوں والا ہوتا ہے غیر محبوب اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے
چنانچہ وہ سارا دن ہی انکی نذر ہو جاتا ہے۔ ہاں رات البتہ
سب کی سب محبوب کے ساتھ گذر سکتی ہے اور یہ ظاہر ہے
کہ جو رات دوست کے ساتھ گذرے وہ اس دن سے کہیں
زیادہ روشن ہے جو غیر دوست کے ساتھ گذرے۔ واقعی
جب غیر کے ساتھ رہو گے تو غیر ہی سمجھے جاؤ گے اور جب دوست
کے ساتھ رہو گے تو دوست شمار کئے جاؤ گے۔ ایک بزرگ
فرماتے تھے کہ اگر تم حق تعالیٰ کی صحبت میں ہو تو میری صحبت
کی تمکو کیا ضرورت ہے اور اگر اسکی صحبت تم کو ابتک میسر نہیں
ہوئی تو میری صحبت سے کیا کشادکار ہو جائے گا۔ اس انسان کا
وقت نہایت عمدہ وقت ہے جو کہ ہر وقت دوست کے ساتھ رہے
اگرچہ یہ قرب بھی بُعد سے کم نہ ہوگا۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رح
فرماتے ہیں کہ قربُ القرب جسمیں کہ ہم ہیں وہ درحقیقت بعدُ البُعد
ہے ہاں بھائی اس راہ میں یہی ہوتا ہے۔ دیکھو ایک شخص
آئینہ میں اپنی شکل دیکھتا ہے تو وہ کتنی قریب معلوم ہوتی ہے
لیکن اگر اسکے سر میں اس صورت کا سودا سما جائے اور
وہ اسکو اپنے ہاتھ سے پکڑنا چاہے تو عمر عزیز ختم ہو جائے اور
وہ شکل ہاتھ نہ آئے

عزیز من! نزدیکاں را بیش بود حیرانی
کایناں دانند سیاست سلطانی
بشنو بشنو! اصمعی کہ شام او روشن تر

عزیز من: جو لوگ مقرب ہیں انکے لئے زیادہ دشواریاں
ہیں کیونکہ وہ رموز سیاست سلطانی سے آگاہ رہتے ہیں
سنو سنو! اصمعی جو کہ ایسے تھے کہ انکی شام بھی دوسروں

از صبح صادق دیگران بود میگوید در
شام نزدیک یکی از اہل قرب رفتم
او را دیدم بانواع بلا مبتلا گفتم چند گاہ
است کہ تو بدین حالی گفت سی سال
است کہ بدین عالم ام ہیچ وقتی نگفتم
مَسَّنِیَ الضُّرُّ قطعہ۔

نخشبی قرب آتش است ارچہ
اہل او را نباشد از نہ بیم
مرد او را شمر کہ در آتش
ہمچنان خوش بود کہ ابراہیمؑ

کی صبح صادق سے زیادہ روشن تھی وہ فرماتے ہیں کہ ملک شام میں
میں ایک اہل قرب بزرگ کے پاس گیا انکو دیکھا کہ نوع بنوع بلا
میں مبتلا ہیں۔ میں نے کہا کہ کتنے عرصہ سے آپ اس حال میں ہیں
فرمایا کہ تیس سال سے میں اس حال میں مبتلا ہوں لیکن آج تک
ایک دفعہ بھی زبان سے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ مجھے یہ
تکلیف ہے ؎

"نخشبی قرب بھی ایک آگ ہے اگرچہ جو اسکا اہل
ہوتا ہے وہ اس سے خوف زدہ نہیں ہوتا
مرد دراصل اسی کو جانو جو کہ آگ میں پڑ کر بھی ایسا ہی
خوش رہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نار نمرود میں تھے"

سلک ہشتاد و پنجم

سلک نمبر ۸۵ (دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے)

خضر قدمانی کہ سیراب
چشمۂ آب حیات اند چنین گویند
وقتی شخصی دنیا دار از خانۂ درویشی
آب خواست آبی گرم و ناخوش بود
بدو دادند گفت این آب بغایت
ناخوش است درویش گفت ای
خواجہ ما اہل زندانیم و اہل زندان
ہرگز آب خوش نخوردہ اند۔ آری
یحییٰ معاذ را بعد از فوت در خواب
دیدند گفتند در عالم بالا با تو چہ معاملہ

ایسے حضرات جو خضر قدم تھے جنھوں نے کہ آب حیات
کے چشمے سے سیرابی حاصل کی تھی یوں فرماتے ہیں کہ ایکمرتبہ
ایک دنیا دار شخص نے کسی درویش کے مکان سے پینے کے لئے
پانی مانگا۔ پانی نہایت گرم اور ناگوار طبع تھا وہی اسکو پینے
کے لئے دیدیا اس نے پانی پی کر کہا کہ (ارے توبہ) پانی تو
بہت ہی گرم تھا۔ درویش نے جواب دیا کہ جناب من ہم لوگ
قیدی ہیں (الدنیا سجن المؤمن دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے) اور
قیدیوں کو کبھی ٹھنڈا پانی نصیب نہیں ہوتا۔ ہاں ہاں دیکھو!
یحییٰ معاذ کو انتقال کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ
عالم بالا میں آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ انھوں نے کہا

گذشت گفت بمن خطاب نمودند
کہ ہاں از دنیا چہ آوردہ؟ گفتم
از زندان می رسم از زندان
چہ تواں آوردہ؟ اگر مارا چیزی
بودے من خود ہفتاد سال
در زندان نمی ماندم بشنو بشنو
آں شب کہ رفیعؒ فوت شد
مالک دینارؒ می گوید من او را
بخواب دیدم گوئی سروپائی
برہنہ می رود گفتم کجا
می روی؟ گفت بگذار کہ از
زندان خلاص یافتہ ام چوں
بیدار شدم و در خانۂ او رفتم
او را اندیدم مردہ یافتم۔

قطعہ

نخشبی ایں جہانست زندانی
ای بسا دل کہ از غمش خوں شد
کیست اندر جہاں بگوئی تو
کہ نہ زنداں نخواست بیروں شد

مجھ سے پوچھا گیا کہ بتلاؤ دنیا سے کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ
میں تو قید خانہ سے چھوٹ کر آیا ہوں اور
جیل خانہ سے کوئی کسی کے لئے کیا سوغات
و تحفہ لے جاتا ہے۔ اگر میرے پاس کچھ
پونجی ہی ہوتی تو میں خود ستر سال تک بھلا جیل خانہ
میں پڑا کیوں سڑتا۔ سنو سنو! جس رات کہ
حضرت رفیعؒ کا وصال ہوا ہے مالک بن دینارؒ
فرماتے ہیں کہ میں نے انھیں خواب میں دیکھا
بس یہ سمجھو کہ سر سے پاؤں تک ننگے چلے جا رہے
ہیں میں نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں
کہا ہٹو مجھ سے نہ بولو قید خانہ سے ابھی ابھی
رہائی نصیب ہوئی ہے۔ جب میں جاگا تو فوراً
ان کے گھر گیا ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔
وہ انتقال فرما چکے تھے ۔

ترجمۂ قطعہ

"اے نخشبی یہ دنیا بس ایک قید خانہ ہی ہے ان دلوں
کا کیا کہنا جو اسکے غم سے خون ہو گئے ہیں۔ تم خود ہی بتاؤ کہ
اس دنیا میں کون شخص ایسا ہے جو کہ قید خانہ سے رہا ہونا
نہ چاہتا ہو (بس جس پر یہ راز منکشف ہو گیا ہے اسکے لئے یہاں قیام دوبھر
ہو گیا ہے۔

سلک ہشتاد و ششم

ارباب امتحان طریقت و
واصحاب تجربۂ حقیقت گویند اگر سہ کار
نمی توانی کرد باری سہ کار ہم مکن یعنی اگر
نیکی نمی توانی کردن باری بدی ہم مکن
اگر مسلمانی را منفعت نمی توانی رسانید
باری مضرت ہم مرسان و اگر روزہ
نمی توانی داشت باری گوشت مسلمانان
ہم مخور کہ این ہر سہ کار از قاعدۂ انصاف
خارج است و در عالم انصاف چیزی
زشت تر از بے انصافی نہ۔ بزرگی را
پرسیدند کہ بے انصافی چیست؟
گفت از دوست پیش دشمن گلہ کردن
بشنو بشنو! وقتی خواجہ شقیق
رحمۃ اللہ علیہ زحمت شقیقہ داشت
خلیفہ طبیبی برو فرستاد طبیب گفت
چگونہ، ای خواجہ گفت ہیچ عاقل
از دوست پیش دشمن گلہ نکردہ است
طبیب از انجا پیش ابراہیم ادہمؒ
رفت کہ استاد شقیقؒ بود، ابراہیمؒ
زحمت عظیم داشت طبیب گفت
ای ابراہیمؒ چگونہ، ابراہیم تمام

سلک نمبر ۸۶ (جتنے رتبے ہیں سو انکو سوا مشکل ہے)

جن حضرات نے کہ طریقت کا امتحان دیا ہے اور جو کہ
حقیقت کا تجربہ بھی رکھتے ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ (اے سالک)
اگر تین کام نہیں کر سکتا تو تین کام اور بھی نہ کر یعنی اگر نیکی نہیں
کر سکتا تو بدی بھی نہ کر۔ اسی طرح سے اگر کسی مسلمان
کو نفع نہیں پہونچا سکتا تو (خدارا) اسکو نقصان بھی نہ پہونچا
تیسرے یہ کہ اگر تو روزہ نہیں رکھ سکتا تو کم از کم مسلمانوں کا گوشت
تو نہ کھا (یعنی غیبت تو نہ کر) کیونکہ یہ تینوں باتیں دائرۂ
انصاف سے خارج ہیں، اور بنظر انصاف اگر دیکھا جائے
تو کوئی چیز ناانصافی سے زیادہ بری نہیں ہے۔ ایک
بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ ناانصافی کسے کہتے ہیں؟
انھوں نے فرمایا کہ دشمن سے دوستوں کی شکایت کرنا
سنو سنو! ایک مرتبہ خواجہ شقیق کو نصف سر کا
درد اٹھا خلیفہ نے ایک طبیب ان کے پاس بھیجا طبیب
نے آکر پوچھا کہ حضرت کیسا مزاج ہے؟ فرمایا کہ آجتک
کسی عاقل نے دشمن کے آگے اپنے دوست کا
گلہ نہیں کیا ہے اسلئے بس یہ سمجھ لیجئے کہ مجھے کوئی
تکلیف نہیں ہے۔ طبیب وہاں سے اٹھکر حضرت
ابراہیم ادہمؒ کے پاس آیا جو کہ شقیقؒ کے استاد
تھے ان سے بھی پوچھا کہ ابراہیمؒ کیسے ہو؟ حضرت
ابراہیم ادہم نے اپنے مرض کی تمام تکالیف کو
بیان کر دیا۔ طبیب نے کہا کہ شقیق نے

کیفیتِ شدتِ زحمت خود با طبیب
بگفت طبیب گفت شقیق مرا بزحمت
محرم نداشت تو کہ استاد اوئی چگونہ
محرم بیداری گفت محرم نمی دارم
انا در حالِ رہِ خویش با تو ازاں میگویم
تا بدانی کہ با دوستانِ خود ازینہا کند
با دشمناں چہ خواہد کرد۔ قطعہ

نخشبی عشق مذہبی است عجب
شدتش کس بیان چہ خواہد کرد
آنکہ ارہ بفرق دوست نہد
بر سرِ دشمناں چہ خواہد کرد

تو مجھے اپنے مرض کا رازداں نہیں بنایا آپ تو انکے استاد ہیں بھلا آپنے
کیونکر مجھ سے اپنا ایک ایک مرض بیان کرکے رکھدیا اس فرق کی وجہ کیا ہے
ابراہیم ادہمؒ نے فرمایا کہ عرض حال سے مقصد تجھکو محرم بنانا نہ تھا بلکہ اپنا
سارا حال بالتفصیل تجھ سے اسلئے بیان کردیا تاکہ تو واقف ہوجائے کہ جب
اللہ تعالیٰ کا معاملہ (یہاں دنیا میں) اپنے دوستوں اور محبوبوں کے ساتھ
ایسا ہوتا ہے تو وہاں آخرت میں اپنے دشمنوں کو وہ کیا کچھ سزا نہ دیگا
(تو یہ سمجھ لے اور شاید اس سے عبرت حاصل کرلے)۔

"اے نخشبی یہ عشق بھی نرالا ہی مذہب ہے اسکی
شدت کو بھلا کوئی کیا بیان کرسکتا ہے جو ذات
کہ اپنے دوست کے سر پر آرہ چلوا دے ظاہر
ہے کہ وہ دشمنوں کے ساتھ کیا کچھ معاملہ کرے گی

سلک ہشتاد و ہفتم

سلک نمبر ۸۷ (جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے)

بیداراں ایں راہ گویند
پیش ازیں دَوری بود چوں مرد چہل سالہ
شدے جامۂ خواب در نوشتی و
خواب را وداع کردی و گفتی بعد
از چہل سالگی خواب نتوان
کرد۔ ای سالکان دیدۂ اعتبار بکشائید
واں سخن آئینہ وقت خود سازید و
پیش ازیں خود را در خواب خرگوش
مدارید کہ بعد از ہفتاد سال در خواب

اس طریق کے جو بیدار لوگ ہیں انکا کہنا ہے کہ اب سے
پہلے ایک زمانہ ایسا تھا کہ جب مرد چالیس سال کا ہوتا تھا تو بستر استراحت
کو تہ کرکے رکھدیتا تھا اور خواب و نیند کو رخصت کردیتا تھا اور
کہتا تھا کہ چالیس سال کے بعد پھر نہ سونا چاہیئے۔ پس اے سالکو!
عبرت کی آنکھ کھولو اور انکی اس بات کو مانند آئینہ اپنے پیش نظر
رکھو اور اب اسکے بعد اپنے کو خواب خرگوش میں نہ رکھو تاکہ ستر سال
سال کے بعد خواب غفلت میں نہ سو جاؤ۔ حضرت فضیلؒ بن
عیاض کہ جنکی آنکھ بیداری کے سرمہ سے سرمگیں تھی
وہ فرماتے تھے کہ اگر دنیا جو کہ سب لوگوں کو خواب

غفلت نتواں خفت ۔ نفیسل عیاض
کہ چشم وقت او بکحل بیداری مکحول بود گفتی اگر
دنیا کہ ہمہ را در خواب غفلت میدارد
زرین و گذرندہ بودی و بہشت سفالین
و پایندہ بودی مرد بیدار کسی بودی
کہ این سفال اختیار کردی نہ آں زر
ای دل بحطام دنیا بستہ ہیچکس را
از دنیا چیزی ندہند تا ہماں قدر
تازگی درخت از دین او کم نکنند
چوں حال این است ای خواجہ
ہر چہ میخوری گوئی تو از کیسۂ خود میخوری
کس باشد کہ پنبۂ غفلت از گوش ہوش
خود بیروں کند و این نصیحت بسمع
باطن بشنود۔ وقتی یکی میگفت چنیں
دانم کہ ہمہ دنیا خرابی است اگر
آباداں بودے آخر یکی مرا از آنچہ
میکنم مانع شدی و گفتی این چہ میکنی
آبادانی دنیا از مردانِ دین باشد چوں
مردان دین گم شدند دنیا خراب شد۔
بشنو بشنو! وقتی درویشی ابلیس
را دید برہنہ می رفت گفت شرم نداری
گفت از کہ؟

قطعہ

غفلت میں ڈال دیتی ہے نہایت ہی زریں ہونے
کے ساتھ ساتھ فانی بھی ہوتی اور جنت بدون
چمک دمک کے ٹھیالی ہونے کے ساتھ ساتھ
باقی ہوتی تو متیقظ اور بیدار وہی شمار کیا جاتا جو اس
ٹھیالی ہی کو اختیار کرے نہ اس زریں کو۔ اے وہ شخص
جو حطام دنیا کے ساتھ اپنے قلب کو متعلق کئے
ہوئے ہے یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دنیا
سے اتنی ہی چیز عطا فرماتے ہیں کہ اس کے
دین کے درخت کا پودا اور اسکی ترو تازگی
کم نہونے پائے (یعنی اللہ تعالیٰ بس اتنی ہی دنیا کو پسند
فرماتے ہیں) تو اے عزیز جب یہ حال ہے کہ زیادتی دنیا شجر دین
کیلئے مضر ہے تو یہ سمجھ لے کہ جو کچھ تو کھاتا ہے اپنے ہی جیب سے
کھاتا ہے۔ اب کون ہے جو اپنے ہوش کے کان سے غفلت
کی روئی نکال پھینکے اور دل کے کان سے اس نصیحت کو سنے۔
ایکمرتبہ ایک بزرگ کہتے تھے کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا ویرانہ
ہی ہے کیونکہ اگر یہ آباد ہوتی اور ویرانہ نہ ہوتی تو جو کچھ میں کر رہا ہوں
کوئی بھی تو مجھے منع کرتا اور یہ کہتا کہ یہ کیا کر رہے ہو بات یہ ہے کہ
دنیا کی آبادی دینداروں سے ہے جب دیندار لوگ ہی نہ رہے
تو دنیا خراب ہوگئی ۔ سنو سنو! ایک مرتبہ ایک
درویش نے ابلیس کو دیکھا کہ ننگا چلا جا رہا ہے کہا کہ
کمبخت تجھکو شرم بھی نہیں آتی اس نے جواب دیا کہ
کس سے شرم کروں؟ (مطلب یہ کہ تمام دنیا والے اب میری ہی ذریت
ہیں جب دیندار اور عفیف لوگ ہی نہیں ہے تو پھر حجاب کس سے؟)

نخشبی بر زمیں نماند کسے
خون من از زمانہ آب شدہ است
دیر شد کایں جہاں زاہل صلاح
شکل دلہا ہمہ خراب شدہ است

"اے نخشبی اب دنیا میں کوئی دیندار اور اللہ والا نہیں رہ گیا ہے۔ زمانہ کا یہ حال دیکھکر میرا خون پانی ہوگیا ہے بہت عرصہ ہوا کہ یہ عالم بالکل خراب ہوچکا ہے جس طرح سے کہ لوگوں کے قلوب کا ناس ہوگیا ہے۔

سلک ہشتاد و ہشتم

کریمان عالم طریقت گویند نزدیک ما فاسق کریم بہتر از پارسائے لئیم اسے خاک بر سر مردم لئیم کہ پریشانی عالم از شومی قدم او ست کریماں از انہا اند کہ از یاد ایشاں دلہای مردہ زندہ گردد و لئیماں از انہا اند کہ از دیدن ایشان باطن زندہ پژمردہ گردد و طائفہ کہ از شومی باطن ایشاں باطنِ دیگراں ظلمانی گردد۔ باطن ایشاں کے نورانی بود۔ و زہد روشنائی است کہ فرو نیاید مگر در دلی روشن و عقیدۂ صافی بشنو بشنو وقتی از سہل عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کہ جدی فلک بر غالہ خوان وقت او بود مردی گوسفندی بخرید بعد از زمانے باز آورد و گفت ایں گوسفند باز بستاں کہ علف نمی خورد سہیل گفت کہ تو چگونہ

سلک نمبر ۸۸ (فضیلت زہد و صلاح)

عالم طریقت کے جو اہل کرم ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک وہ شخص جو کہ سخی ہو اگرچہ فاسق ہی ہو اس پارسا سے بہتر ہے جو کہ کنجوس ہو مطلب یہ کہ بخیلوں کے سر پر خاک ہو کیونکہ دنیا کی پریشانی انھیں کے منحوس قدم سے ہے۔ کریم اور سخی لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جنکی یاد سے مردہ قلوب زندہ ہو جاتے ہیں اور بخیل ایسے ہوتے ہیں کہ انکے دیکھنے سے لوگوں کا زندہ باطن بھی مرجھا جاتا ہے اب خود ہی سمجھ لو کہ وہ گروہ کہ جن کے باطن کی نحوست سے دوسروں کا باطن ظلمت والا ہو جائے تو خود انکا باطن بھلا کیونکر نورانی ہو سکتا ہے اور زہد ایک ایسا نور ہے جو کہ روشن دل اور صاف عقیدہ کے بغیر کہیں قیام پذیر نہیں ہوتا سنو سنو! ایک مرتبہ حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ سے کہ آسمان کا برج جنکے دسترخوان پر رہا کرتا تھا ایک شخص نے ایک بھیڑ خریدی کچھ دنوں کے بعد اسکو واپس لایا اور کہا کہ حضرت اس بھیڑ کو واپس لے لیجئے کیونکہ یہ چارہ ہی نہیں کھاتی۔ فرمایا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ چارہ نہیں کھاتی؟ اس نے کہا کہ میں

دانی کہ او علف نمی خورد گفت من اورا بیروں بردہ ام و در کشتی رہا کردہ اصلا دہن بچیزے نزد۔ سہیل گفت ای خواجہ گوسفند ما کشت مردماں خوردن عادت نکردہ است. برو اورا علف بہای دہ او برنت و ہمچناں کرد در حال خوردن گرفت عزیز من! پیش ازیں گوسفندان مسلماناں بدیں عقیدہ بودند و دریں ایام در فرزندان مسلماناں ایں عقیدہ نماندہ است قطعہ

نخشبی زادمی صلاح طلب
روز اہل گنہ بود بے نور
خرج اہل صلاح صد پے بہ
تاکہ فرزند اہل فسق و فجور

اسے باہر لے گیا اور کھیتوں میں چھوڑ دیا لیکن اس نے کسی چیز پر منھ نہ مارا۔ حضرت سہیلؒ نے فرمایا کہ بھائی میرے! ہماری بکریوں کی عادت لوگوں کے کھیت کو چرنے کی نہیں ہے، جاؤ بازار سے چارہ خرید کر اسے کھلاؤ۔ چنانچہ وہ شخص گیا اور ایسا ہی کیا پھر وہ بھیڑ فوراً ہی کھانے لگی۔ عزیز من! دیکھو اس سے پہلے مسلمانوں کی بھیڑ بکریوں کا بھی یہ عقیدہ اور عمل تھا! اور آج اس زمانے میں فرزندانِ اسلام میں یہ عقیدہ اور دیانت نہیں باقی رہ گئی۔

" اے نخشبی آدمی کے اندر صلاح طلب کرو
اہل معصیت کا روز وشب سب بے نور ہوتا ہے
اہل صلاح کی تلاش وجستجو میں اگر سو روپیہ بھی خرچ ہو جائیں تو یہ کہیں بہتر
ہے اس سے کہ اہل فسق وفجور پر کوئی معمولی سی رقم بھی خرچ کیجائے "

سلک ہشتاد و نہم

سلک نمبر ۸۹ (وحدت مطلب)

عالی ہمتاں گویند مرد عالی ہمت کسی است کہ او طاعت بکند و عوض نخواہد۔ عزیز من! کسیکہ ترا بی عوض آفرید انصاف ایں اقتضا کند کہ تو او را بے عوض پرستی و عاشقی

عالی ہمت لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ مرد عالی ہمت وہ ہے جو کہ طاعت کرے اور اس پر عوض کا خواہاں نہ ہو۔ عزیز من! جس ذات نے کہ تجھکو بلا عوض کے پیدا کیا ہے تو انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ تو بھی اسکی عبادت بلا عوض ہی کے کرے۔ جو عاشق

که از معشوق بعوض راضی گردد با وہمان
معاملہ باید کرد کہ زبیدہ کرد، چنیں گویند
وقتی جوانی بر در زبیدہ رسید و گفت
کہ من بر زبیدہ عاشق شدہ ام ایں خبر
بر زبیدہ رسانیدند زبیدہ او را درون
طلبید با او گفتن گرفت زنہار یار دیگر
مثل ایں سخن نگوئی کہ ہم ترا زیاں دارد
و ہم مرا۔ ہزار دینار مرا بستان و از ایں سخن
بگذر۔ گفت نتوانم گذشت۔ ہمچنیں
تا دہ ہزار دینار۔ چوں جوان دہ ہزار
دینار بشنید راضی شد۔ زبیدہ چوں
ایں حال بدید فرمود تا او را گردن زنند
چوں او را گردن زدند می گفت ھذا
جزاء من ادعی محبتنا ولم یکتف بنا عمالنا
عارفانی کہ در آں ایام بودند ہرکہ ایں قصہ
می شنید بیہوش می شد مخلوقی کہ دعوی
محبت مخلوقی می کند اگر بدون او میل
می کند و بغیر او راضی می شود با او
آں ماجرا می رود، اگر بندہ کہ دعوی
محبت خالق می کند اگر بدون او میل
کند با او چہ کنند بشنو بشنو! بزرگی
بود کہ ہیچ وقت چپ و راست نگریستی
و گفتی کہ من شرب شربۃ من کاس المحبۃ

کہ اپنے معشوق سے اور محب اپنے محبوب سے عوض چاہے
تو اسکے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہیئے جو کہ زبیدہ نے کیا تھا۔ بیان
کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک جوان زبیدہ کے دروازہ پر پہونچ گیا
اور کہا کہ میں زبیدہ پر عاشق ہوں اسکی خبر زبیدہ کو پہونچی زبیدہ
نے اس شخص کو اندر طلب کیا اور اس سے کہا کہ دیکھو
خبردار اب ایسی بات دوبارہ زبان سے مت نکالنا کہ
اس میں تمہارا بھی نقصان ہے اور میرا بھی۔ لو یہ
ہزار دینار دیتی ہوں اور اس سودے کو اپنے سر
سے نکال دو۔ اسنے کہا کہ میں اپنے اس خیال سے باز ہونے
اس پر میں قادر نہیں۔ اس نے دو ہزار درہم دینے کو کہا تین ہزار
کو کہا یہاں تک کہ دس ہزار تک دینے کیلئے کہا جب اس
جوان نے دس ہزار کا لفظ سنا تو راضی ہو گیا۔ زبیدہ نے جب یہ حال
دیکھا تو حکم دیا کہ اسکو قتل کر دیا جائے۔ جب اسکی گردن مارنے
کیلئے لوگ لے گئے تو کہتا تھا کہ لوگو دیکھو یہی سزا ہے اسکی جو ہماری
محبت کا دعویٰ کرے اور ہماری جانب سے دیئے جانے والے عطیہ
پر قناعت نہ کرے۔ اس زمانے کے جو عارفین تھے انہیں سے جو بھی
اس قصہ کو سنتا تھا بیہوش ہو جاتا تھا (یہ خیال کر کے کہ دیکھو) ایک
مخلوق نے مخلوق سے دعویٰ محبت کیا اور اسکے غیر کی جانب مائل
ہوا اور اسکے علاوہ کسی اور شئے سے دلی سکون پکڑا اور اس سے راضی ہوا
تو اسکا یہ حشر ہوتا ہے اب اگر کوئی بندہ جو کہ اپنے خالق سے محبت کا دعویٰ
کرتا ہے اگر وہ کسی اور کی جانب مائل ہوا تو اسکے ساتھ کیا معاملہ ہوگا
سنو سنو! ایک بزرگ تھے جو کبھی بھی دائیں بائیں نہیں دیکھا
کرتے تھے اور یہی کہتے تھے کہ جس شخص نے جام محبت سے ایک گھونٹ

لا یجب الا لتفات منہ الی غیرہ ۔ وقتی
ور اثنای طواف کعبہ بود سیکے او
آواز داد خواست تا جانب او بنگرد
از ہوا آوازی شنید من التفت
منا الی غیرنا فلیس منا ۔ قطعہ

نخشبی چشم از ہمہ بردوز
دیدن زید وعمرو آسان نیست
گرچہ دنیا ست بہر نظارہ
لیک دیدن بغیر فرمان نیست

بھی پی لیا ہے وہ اسکی جانب سے اسکے غیر کی جانب التفات کو پسند وگوارا
نہیں کرتا ۔ ایک مرتبہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کسی نے انکو آواز دی
چاہا کہ اسکی جانب دیکھیں دوسری آواز آئی جو شخص ہماری جانب سے
ہمارے غیر کی طرف التفات کرے ہمارا اس سے کوئی تعلق
نہیں ہے ۔

"اے نخشبی سارے عالم سے تم اپنی آنکھیں بند کرلو اور یہ سمجھ لو
کہ زید وعمرو کا دیکھنا یعنی غیر اللہ سے تعلق رکھنا اور ایسا اختلاط کرنا جو کہ شرع
کے مطابق ہو) آسان نہیں ہے ۔ اگرچہ یہ ساری دنیا نظارہ ہی کیلئے پیدا
کی گئی ہے لیکن بدون اجازت محبوب کے اسکی جانب دیکھنا جائز نہیں ہے"

سلک نودم

طبقہ طائفہ کہ ایشاں را
ہستی بمثابہ نیستی است و نیستی بمثابہ
ہستی است ۔ چنیں گویند درویش
حقیقی کسیست کہ او در نیستی چناں
خوش باشد کہ دیگری در ہستی و از ہستی
چناں ناخوش گردد کہ دیگری از نیستی و
خود را چناں مشغول محبوب کند کہ او
دست در دامن محبت غیری نزند
و نہ غیری را گذارد کہ دست در دامن
او زند ۔ خواجہ سری کہ عزیزی بود میگوید
کہ سی سال در طلب علم عزیز بودم روزی

سلک نمبر ۹۰ (محبت شرکت نہیں چاہتی)

اللہ والوں کا وہ گروہ کہ انکے نزدیک ہستی بمنزلہ نیستی اور
اور نیستی مشابہ ہستی کے ہے یوں فرماتے ہیں کہ حقیقی درویش
وہی ہے جو کہ نیستی میں بھی اس طرح سے خوش اور ہشاش
بشاش رہے جس طرح سے کہ اور دوسرے لوگ ہستی
میں خوش رہا کرتے ہیں اور ہستی سے اس طرح سے ناخوش
ہوتا ہو جیسا کہ دوسرے لوگ نیستی سے ناراض رہتے ہیں ۔
اور اپنے کو محبوب میں اسطرح سے مشغول کرلے کہ دوسرے (یعنی غیر محبوب)
کے دامن محبت میں ہاتھ تک نہ لگائے اور نہ کسی دوسرے کو موقع دے
کہ وہ اسکے دامن کو چھو سکے ۔ حضرت سری سقطیؒ جو کہ اولیاء اللہ
میں سے تھے فرماتے ہیں کہ تیس سال تک میں کسی اللہ والے
کی تلاش میں رہا بالآخر ایک مرتبہ انھیں ایک پہاڑ پر پایا

اور اور کو ہی دریافتم وھو قائم علی الصخرۃ
فدنوت منہ واخذت ذیلہ فقال خل ذیلی
یا سری فان الحبیب غیور آری کسے کہ
دعوئ محبت کسی کند اگر یک چشم زدنی
بدیگرے پردازد اورا ارباب قلوب
معذور ندارند بشنو بشنو اندر انچہ حسن
بن علی رضی اللہ عنہما گفت وا وہنوز
خورد بود روزی امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ
اورا بر سر زانوی خود نشاندہ بود و از
غایت محبت سر اورا می بوسید حسن رضی
گفت ای پدر این ساعت خداوند تعالی
در تو می بیند گفت می بیند گفت شرم نداری
کہ خداوند در تو بینندہ باشد تو غیر او را
دوست داری سیدنا علی بگریست
شدیدا من مقالتہ ثم قال
وما الحیلۃ یا بنی قال الحب
للہ والشفقۃ علینا۔

قطعہ

نخشبی دوستی حق را باش
چند باشی چنیں بباطل کس
دل بدین وبداں مدہ زیں بیش
دوستی دوستی حق داں بس

دیکھا کہ ایک چٹان پر کھڑے ہوئے ہیں۔ میں انکے قریب
گیا اور انکا دامن پکڑا یہ دیکھتے ہی فرمایا کہ اے سری
میرے دامن کو چھوڑ دو واسطے کہ میرا محبوب بڑا غیرت مند ہے
(اسکو یہ پسند نہیں) اور واقعی بات بھی یہی ہے کہ جو شخص کسی سے
محبت کا بھی دعویٰ کرے اور چشم زدن بھر کیلئے بھی کسی دوسرے
کیجانب توجہ کرے تو ارباب قلوب اسکو بخشتے نہیں۔ سنو سنو اور دیکھو
حضرت حسن بن علی رضؓ نے کیسی بات فرمائی حالانکہ آپ ابھی بچے ہی تھے
وہ یہ کہ ایکمرتبہ امیر المؤمنیں حضرت علیؓ انکو اپنی گود میں بٹھائے ہوئے
تھے اور از راہ محبت انکے سر کو بوسہ دے رہے تھے۔ حضرت حسن رضؓ
بولے کہ ابا جان! اسوقت اللہ میاں آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ نہیں
فرمایا کہ ہاں دیکھ تو رہے ہیں۔ کہنے لگے کہ آپ کو اس سے شرم
نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دیکھ رہے ہیں اور آپ غیر اللہ سے
محبت کر رہے ہیں اور آثار محبت ظاہر فرما رہے ہیں۔ حضرت علی رضؓ
یہ سنکر بہت روئے اور انھیں سے پوچھا کہ پھر اسکا حل بتاؤ کہ
کیا کروں کہ حق خالق ومخلوق دونوں ادا ہو؟ فرمایا کہ
ابا جان! محبت تو اللہ تعالیٰ سے کیجئے اور
ہم لوگوں پر بس شفقت کی نظر رکھیئے۔

ترجمہ قطعہ

۱ اے نخشبی تو تو بس اللہ تعالیٰ کا دوست
بن، کب تک انکے اور اُنکے باطل تعلقات میں
الجھا رہے گا۔ ایسے فقرے میں تو دل بس بقدر ضرورت
ہی لگاؤ باقی دل دوستی کو تو صرف حق تعالیٰ ہی کا حق جانو۔

سلک نود و یکم

صدرنشینان صفۂ علم چنیں
گویند کہ روا باشد کہ فعل بندہ بر خلاف
مامور بہ باشد اما روا نباشد کہ بر خلاف محکوم
بہ باشد قدریاں قدر قدرت او ندانستند
و جبریاں بہ نہایت حکم او نرسیدند
جبریاں گفتند ہمہ او کرد و قدریاں گفتند
ہمہ او نکرد ما کردیم اہل سنت و جماعت
گفتند او از آں عزیز تر است کہ آں کند
کہ ما کنیم و ما از آں عاجز تریم کہ آں کنیم
کہ او کند سلطان جلال بے نیازی
دیر یا آزست کہ ایں ندا در عالم در دادہ
است کہ وجود شما در جنب عظمت ما
چوں عدم است و عدم شما نزدیک
قدرت ما چوں وجود ہرگاہ کہ بعظمت ما
نظر کنید ہمہ موجودات را معدوم دانید
و ہرگاہ کہ بقدرت ما چشم اندازید ہمہ
معدومات را موجود انگارید عزیز من
ہر کرا وجودی است آں وجود بین العدمین
است و وجودی کہ میان دو عدم باشد
آں بمنزلۂ عدم باشد الوجود بین العدمین
کالطہر المتخلل بین الدمین۔ چنیں گویند

سلک نمبر ۱۹۱ (عشق را باحی و باقیوم دار)

جو لوگ کہ مسند علم کے صدر نشیں ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا
ہے کہ بندوں کے افعال حق تعالیٰ کے مامور بہ کے خلاف ہو جائیں (کہ
مامور بہ تھا صدق و اخلاص اور اسکی جگہ کوئی کذب و نفاق سے کام لے)
لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ اسکے محکوم بہ کے خلاف ہو سکیں (یعنی قضا و قدر کے
خلاف پتہ نہیں ہل سکتا)۔ قدریوں نے (جو کہ منکر تقدیر ہیں) حق تعالیٰ کی
قدرت کی قدر نہ پہچانی اسیطرح سے جبری (جو کہ خود کو مجبور محض گردانتے
ہیں وہ بھی) اسکے حکم کی تہ تک نہ پہونچ سکے چنانچہ اہل جبر کہتے ہیں کہ جو کرتا ہے
وہی کرتا ہے (ہمکو بالکل اختیار نہیں ہے) اور اہل قدر کہتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں کرتا جو کچھ
کرتے ہیں ہم کرتے ہیں (ہم فاعل مختار ہیں) اور اہل سنت والجماعۃ کہتے ہیں کہ
حق تعالیٰ اس سے کہیں بالا و برتر ہیں کہ جو ہم لوگ کریں وہی وہ کریں اور ہملوگ
اس سے عاجز تر ہیں کہ وہ سب کام کریں جو وہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو کہ جلال و جبروت
والے ہیں اور سب سے بے نیاز ہیں ازل ہی سے عالم میں یہ ندا فرما چکے ہیں کہ تم سبکا وجود
ہماری عظمت کے آگے مانند عدم کے ہے اور تمہارا عدم ہماری قدرت کے مقابلہ
میں بمنزلہ وجود کے ہے یعنی جب ہماری عظمت شان پر نظر کرنا تو سمجھ لینا کہ سب
موجودات معدوم ہیں اور جس وقت ہماری قدرت پر نظر رکھنا تو جان لینا کہ سارے
معدومات بھی موجود ہیں۔ عزیز من! جس کو جو وجود بھی ملا ہے وہ ایسا وجود
ہے جو دو عدموں کے درمیان واقع ہے اور جو وجود کہ دو عدم کے درمیان
میں ہو وہ بھی بمنزلہ عدم ہی کے ہوتا ہے کیونکہ دو معدوم کے مابین کا وجود
ایسا ہے جیسے طہر متخلل بین الدمین کہ وہ بھی دم ہی کے حکم میں ہوتا ہے (یعنی
فقہی مسئلہ ہے کہ دو حیض کے درمیان کی پاکی کے ایام بھی حیض ہی کے حکم میں ہوا
کرتے ہیں) بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ جو لوگوں سے بالکل منقطع

وقتی بزرگی را که او بکلی از خلق بریده بود
گفتند چرا با خلق نسازی گفت من پیش ازیں
معدوم بوده ام و بعد ازیں هم معدوم
خواهم بود چند روزی که خلعت وجود
یافته ام بارے با موجودے گذرانم
که او از صحبت عدم مصئون تا من در غم
دو عدم در نمانم یکی عدم خویش و دوم
عدم او بشنو بشنو اندر آنچه لیلیٰ
بمرد ایں خبر بمجنوں رسانیدند مجنوں
گفت ماجرا بر من است چرا کسی را
دوست گیرم که او بمیرد. قطعه

نخشبی مرگ دوستاں تبہ است
چند بر روزگار خود خندی
ہر دم از مرگ شاں ترا مرگی است
آنکه میرد بروچه دل بندی

رہا کرتے تھے لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ہم لوگوں سے کیوں نہیں
ملتے جلتے؟ فرمایا کہ بھائی ہم اب سے پہلے معدوم تھے اور اب
اسکے بعد پھر معدوم ہو جائیں گے ان چند ہی روز کیلئے تو وجود کی خلعت
سے نوازا گیا ہوں تو چاہتا ہوں کہ اسکو ایسے موجود ہمنشین کے ساتھ گذاروں
جسکا عدم کیساتھ تعلق نہ ہو (یعنی وہ کبھی معدوم نہو) تاکہ میں دو عدم کے غم
میں نہ پڑ جاؤں ایک تو عدم خویش دوسرے عدم درویش (یعنی دوست
کا عدم) سنو سنو جس وقت کہ لیلیٰ کا انتقال ہو گیا تو لوگوں نے اسکی
اطلاع مجنون کو بھی دی اس نے کہا اس میں تو قصور خود اپنا ہی ہے کہ میں نے
ایسے کو دوست ہی کیوں بنایا جو کہ فانی ہو اور جس پر موت طاری ہونیوالی ہو
"اے نخشبی! دوستوں کی موت اور جدائی پوری تباہی ہے بس تھوڑے
ہی دنوں کیلئے اپنے اس خوشحال زمانہ پر خوش ہو لو پھر تو ان سب کو فنا ہو جانا
ہی ہے، ان فانیوں میں سے ایک ایک تم سے جدا ہوگا جسکی وجہ سے تمہارے
لئے مسلسل مرنا ہی مقدر رہیگا بس سمجھ لو کہ جو چیز مرجانے والی یعنی فانی ہو
اس سے کیا دل لگانا (عشق با مردہ نباشد پائدار + عشق را با حی و با قیوم دار)
(یعنی مردہ اور فانی شے سے محبت کرنا محض بیکار ہے محبت اس ذات سے کرو
جو حی بھی ہے اور قیوم بھی ہے)

سلک نود و دوم

سلک ۹۲ (مولیٰ کی معیت اور دنیا کی حقیقت)

باید دانست لا وحشة مع الله
ولا راحة مع غیر الله عزیز من با دوست
بودن بی ہیچ چیزے ہمہ خوشی است
و بے دوست بودن با ہمہ چیز ہمہ
ناخوشی و ہر که از دوست محجوب است

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت کے ساتھ کوئی وحشت
وحشت نہیں ہے اور غیر اللہ کی معیت میں کسی قسم کی کوئی راحت
راحت نہیں ہے۔ عزیز من! انسان اپنے دوست کے ساتھ ہو
اور اسکے پاس کچھ بھی نہو تو یہ بھی سراپا خوشی ہی ہے اور جو آدمی بغیر
دوست کے ہو تو چاہے تمام چیزیں اسکے پاس ہوں یہ سب اس کے

اگرچہ خزائن دنیا در آستین وقت است
او در عین بلیۃ است و ہر کہ بالطاف
دوست مجذوب است اگرچہ نانِ
شب ندارد در اثنا رعطیت است
چوں دریا رمغفرت لم یزلی موج زند
جملہ زلل و معاصی منعدم و متلاشی گردد
زیرا کہ زلل لم تکن است و رحمت
لم تزل و لم تکن با لم تزل مقاومت
نتواند کرد۔ سبحان اللہ من حیراں قومی
ام کہ با وجود چندیں خزائن باقی
دم بینوائی زنند و از برای چیزی حقیر
خود را در تہلکہ خطیر اندازند ای درویش
آنچہ ترا کافی است بی رنج تو بتو میرسد
اما ایں ہمہ رنج دیدنِ تو از برای
زیادتی است بشنو بشنو روزی
توانگری با درویشی گفت امروز پنج روز
است کہ من چیزے نخوردہ ام درویش
گفت ای خواجہ گرسنگی تو از بخل تو خواہد بود
نہ از عدم مال۔ قطعہ

نخشبی چند رنج خواہی داد
بد تریں رنج رنج محرومی است
دانۂ تو بتو رسد بیشک
رنج تو از برای افزونی است

ہے یہ سبب ناخوشی ہے۔ جو شخص کہ دوست سے محجوب ہے اگرچہ دنیا
کے خزانے اسکے وقت کی آستین میں ہوں وہ عین مصیبت میں پڑا
ہوا ہے۔ اور جو شخص کہ دوست کی مہربانیوں کے ساتھ مجذوب ہے اگرچہ
نان شبینہ کا محتاج ہو مگر وہ عین عطا اور بخشش کے حال سے دوچار
ہے۔ جب حق تعالیٰ کی مغفرت کا دریا موج ماریگا اسکی جملہ لغزشیں
اور معاصی منعدم اور متلاشی ہو جائیں گی اسلئے کہ لغزشیں حادث
اور متناہی ہیں اور رحمت قدیم اور غیر متناہی شے ہے اور فانی کا اور
باقی کا کیا مقابلہ؟ سبحان اللہ! میں اس قوم کے حال پر حیران
ہوں کہ جو ایسے باقی اور غیر فانی خزانوں کے باوجود اپنی غربت
اور بینوائی کا نعرہ بلند کئے ہوئے ہے اور ایک معمولی اور حقیر
چیز کے لئے خود کو بڑی ہلاکت میں ڈالے ہوئے ہے۔
اے درویش یہ سمجھ لے کہ جس قدر دنیا تجھکو کافی ہے وہ
بدون تعب اور مشقت کے تجھ کو ملے گی باقی تیری یہ تمام تگ و دو
اور محنت و مشقت جو کچھ ہے وہ زیادہ طلب کرنے کیلئے ہے
(یعنی زائد از ضرورت دنیا کیلئے) سنو سنو! ایک دن ایک
امیر نے ایک فقیر سے کہا کہ آج پانچ روز ہوتے ہیں میں نے کچھ
نہیں کھایا اس درویش نے کہا کہ جناب من آپکی بھوک کا سبب
آپکا بخل ہے نہ کہ عدم مال اور غربت۔ (جسکا کچھ علاج نہیں)

قطعہ

اے نخشبی کہاں تک رنج اٹھایا جائے یہ سمجھ رکھو کہ
سب سے بڑا رنج مال جمع کرنیکا رنج ہوتا ہے تقدیر کی لکھی ہوئی
روزی تو تجھکو لامحالہ پہونچکر رہیگی لیکن تیرا غم جو کچھ ہے وہ مال
بڑھانے کا غم ہے (جسکو قبر کی مٹی ہی پُر کرسکے گی)۔

سلک نود و سوم

اہل معرفت گویند کہ پیش ازیں
مرداں بودند کہ از طاعت ہمہ چیز داشتند
وچناں مینمودند کہ ہیچ چیز ندارند و شما
ہیچ ندارید وچناں می نمائید کہ ہمہ چیز
دارید عزیز من اگر ہزار سال دریں
راہ قدم زنی اگر در خاطر گذرد ایں را
قبولی بایستی ہنوز تو مرد جاہ طلب باشی
مرد راہ طلب خود دیگر است کسی کہ او
دوبار از راہِ بول بیرون آمدہ باشد او را
با جاہ چہ کار بیچارہ چندرا از ماءِ مھین
وحمأٍ مسنونٍ در وجود آوردہ اند ضعیفٌ
من ضعیفٍ ترابٌ من ترابٍ مفلسٌ
من مفلسٍ عاجزٌ من عاجزٍ متحیرٌ من متحیرٍ
انگاہ گریبان گرفتہ در معرکۂ شجاعان
آوردہ اند امر جانبی میکشد وحکم جانبی
ای برادر اگر می خواہی کہ ایں راہ را
بمنزل رسانی زنہار خود را درمیان
نہ بینی طائفہ کہ از طاعت توانگر بودہ اند
ہمہ وقت خود را مفلس تصور کردہ اند
طبقۂ کہ ایشاں ہمہ وقت مفلس اند خود را
توانگر چہ گونہ تصور کنند بشنو بشنو! وقتی

سلک نمبر ۹۳ (امیر اور مفلس)

اہل معرفت یوں فرماتے ہیں کہ اب سے پہلے زمانہ میں
لوگ ایسے تھے کہ از قبیل طاعت ہر چیز رکھتے تھے اور اپنے کو
یوں ظاہر کرتے تھے کہ جیسے ہر چیز سے خالی ہوں اور اب تم لوگوں کا
یہ حال ہے کہ کچھ نہیں کرتے ہو اور کچھ نہیں رکھتے ہو مگر ظاہر یہ کرتے
ہو کہ جیسے سب چیزیں تمھارے پاس ہیں۔ عزیز من! اگر ہزار سال
اس راہ میں قدم رکھو (یعنی طریق کے تقاضے پر عمل کرو) پھر بھی اگر
تمھارے دل میں یہ خیال گذرے کہ میری اس طول طویل طاعت
وعبادت کو مقبول ہو جانا چاہیے تو ابھی تم مرد جاہ طلب ہی ہو
مرد راہ طلب دوسرے قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ جو شخص پیشاب کے
راستے سے دوبار نکلا ہو (ایک بار باپ سے دوسری بار ماں سے)
ایسے شخص کو جاہ سے کیا تعلق؟ یہ غریب تو ذلیل پانی اور کھنکھناتی
مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ (جسکا یہ حال ہو کہ) ضعف بالائے ضعف
مٹی پر مٹی، مفلس در مفلس، عاجز در عاجز اور متحیر سے بڑھکر متحیر
ایسی حالت میں اسکا گریبان پکڑ کر شجاعوں کے معرکے میں اسے
لے آئے اور امر خداوندی اسکو الگ اپنی جانب کھینچتے ہیں اور
احکام شریعت اپنی جانب کھینچتے ہیں۔ اے بھائی اگر چاہتے
ہو کہ اس راستہ سے سفر کرکے منزل تک پہونچ جاؤ تو خبردار خبردار
کبھی بھی اپنے کو درمیان میں مت دیکھنا۔ جو جماعت کہ طاعت
کی امیر ہے وہ تو ہمیشہ اپنے کو مفلس ہی سمجھتی ہے۔ تو پھر بھلا وہ
طبقہ کہ جو سراپا مفلسی میں ہو اپنے کو کیونکر امیر سمجھ سکتا ہے۔
سنو سنو! ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ ایک باورچی جس کے خُلق کی وجہ سے ہر وقت

طباخی بود ہمہ وقت در تنور کرم گروہ
نیازردی اگر کسی برو درمی کہ قلب
باشد بیاوردی اگرچہ او بدانستی کہ این
درم قلب است از سر مروی خویش
برروی او ظاہر نکردی آں بستدی
وآنچہ از درم سرہ می آمد او را دادی وقت
نزع رو در آسماں کرد و گفتن گرفت
خداوندا تو میدانی کہ سالہا خلق برمن
درم قلب آوردہ اند و من او را
برروی ایشاں باز ندادہ ام من نیز
بحضرت تو طاعتی قلب آوردہ ام
برروی من باز مزن ۔ قطعہ

نخشبی مفلس است در دنیا
مفلس از مال رائیگاں باشد
ہر کہ بینی توانگر عقبے
او بدنیا چو مفلساں باشد

اسکے تنور کرم کے پاس (یعنی دوکان میں) ایک بھیڑ لگی رہتی تھی، چنانچہ
اگر کوئی شخص اسکو کھوٹا سکہ بھی دے جاتا تو باوجود اس جاننے کے کہ
وہ کھوٹا ہے وہ اپنے حسن خلق کی راہ سے اس پر ظاہر نہ کرتا اور
لے لیتا اور اس درہم کے بقدر کھانا اسکو دیدیتا تھا۔ جب
اس کے مرنے کا وقت قریب ہوا اور اس پر عالم نزع طاری
ہوا تو اس نے اپنا چہرہ آسمان کی جانب اٹھایا اور
عرض کیا کہ خداوندا! تو جانتا ہے کہ تیری مخلوق سالہا سال
تک میرے پاس کھوٹے سکے لائی اور میں نے اسے
قبول کرلیا اور اسکو واپس نہیں کیا اب اس وقت آپکی
خدمت میں میری پیشی ہے چنانچہ میں بھی کھوٹی طاعت لایا ہوں
آپ بھی اسے میرے منھ پر نہ ماریئے گا بلکہ قبول کرلیجئے گا۔

ترجمہ قطعہ

"اے نخشبی حقیقۃً دنیا میں مفلس کہلانے کا مستحق
تو ہی ہے (کہ عمل صالح سے مفلس ہے) باقی مال کا مفلس
ہونا یہ تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو قابل ذکر و فکر ہو کیونکہ جسکو تم آخرت
کا امیر دیکھوگے (اسکو بالعموم) دنیا کا مفلس ہی پاؤگے۔

سلک نود و چہارم

اہل تحقیق کہ تعلق باطن ایشاں
ہمہ باکسی است کہ او را باکسی تعلق
جائز نیست چنیں گویند تعلق کسی کہ
بادنیا باشد او از عقبی باز ماند و تعلق

سلک نمبر ۹۴ (جب مانگنا ناگزیر ہی ہو جائے تو خدا ہی سے مانگے آدمی سے نہ مانگے)

حضرات اہل تحقیق کہ جن کا باطنی تعلق ایسی ذات سے
ہوتا ہے کہ جسکا کسی کے ساتھ کسی قسم کا بھی دنیوی تعلق جائز نہیں ہے
یہ لوگ ایسا فرماتے ہیں کہ جسکا تعلق دنیا سے ہوگا وہ آخرت کے
معاملہ میں پیچھے رہ جائیگا اور جس کا تعلق عقبیٰ سے ہوگا وہ

کسی کہ بعقبیٰ باشد او از دنیا باز ماند و تعلق کسی کہ با مولیٰ باشد ہمہ از برای اوست و تعلق باطن اندازہ باطن باشد امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ می گوید شبی در مسجدی آمدم اعرابی را دیدم در گوشہ مناجات می کرد خدا وندا من از تو ہیچ نمیخواہم مگر بریانی و در گوشہ صدیق اکبر میگفت خداوندا من از تو ہیچ نمی خواہم مگر ہم ترا آری التماس مرد اندازہ ہمت مرد باشد ای درویش چون تو از کسی می خواہی کہ حقیقت می دانی کہ ہرچہ خواہی خواست او خواہد داد یاری از چیزی خواہ کہ دیگری نتواند داد عزیز من! ہرچہ ترا خوش آید اگر تو آں ہمہ از خلق خواہی غرض تو بحصول نہ انجامد زیراکہ خلق ہمہ چیز ندارند ہمہ از کسی باید خواست کہ او ہمہ دارد۔

بشنو بشنو وقتی یکی بر سر گور درویشی رفت و دنیا خواستن گرفت، شب آں درویش را در خواب دید گوئی میگوید ای خواجہ ہر کس چیزی دہد کہ او را آں چیز بودہ باشد السخار بما ملک چوں ما ہیچ وقت دنیا نداشتیم ترا از کجا دہیم

وہ دنیا سے کنارہ کش ہوگا اور جس کا تعلق مولیٰ سے ہوگا تو پھر تمام ہی چیزیں اسکی ہیں (من کان للہ کان اللہ لہٗ) کا یہی مطلب ہے اور باطنی تعلق بقدر انسان کے اخلاص کے ہوا کرتا ہے۔ امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں مسجد میں گیا ایک بدو کو دیکھا کہ ایک گوشہ میں مناجات کر رہا ہے اور یوں کہہ رہا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے اور کچھ نہیں چاہتا مگر عمدہ بھنا ہوا گوشت اور ایک دوسرے گوشہ میں حضرت صدیق اکبرؓ یوں دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ میں تجھ سے اور کچھ نہیں چاہتا سوا تیری ذات کے۔ ہاں بھائی بات یہی ہے کہ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست لوگوں کی چاہت بھی بقدر انکی ہمت ہی کے ہوا کرتی ہے۔ اے درویش سن! جب تو کسی سے کچھ چاہے اور تجھے یہ معلوم ہو کہ جو کچھ اس سے مانگے گا وہ دیدیگا تو کم از کم ایسی درگاہ سے ایسی چیز تو مانگ کہ جسے اور کوئی دوسرا نہ دے سکے۔ عزیز من! جن جن چیزوں کی تمھیں ضرورت ہے اور تمھیں انکا ملنا پسند ہے، اگر ان تمام چیزوں کو تم کسی مخلوق سے چاہو گے تو تمھاری غرض کبھی پوری نہ ہوگی اسلئے کہ کسی مخلوق کے پاس تمام چیزیں کہاں ہیں، لہٰذا اپنی تمام حاجات اور اپنی جملہ مطلوبات کو اسی ذات سے طلب کرنا چاہیئے جسکے پاس وہ سب موجود ہو۔ سنو سنو! ایکرتبہ ایک شخص ایک درویش کی قبر پر گیا اور ان سے دنیا مانگنے لگا رات کو اسی درویش کو خواب میں دیکھا کہ اس سے یوں فرما رہے ہیں کہ بھائی میرے ہر شخص وہی چیز دے سکتا ہے جو اسکے پاس ہو مشہور مقولہ ہے کہ سخاوت اسی چیز کی ممکن ہے جو انسان کی ملک میں ہو اور میرے متعلق تم جانتے ہو کہ زندگی میں بھی میرے

چوں تو بر سرِ خاکِ درویش آئی ترا دنیا
نباید خواست اگر دنیا خواہی ترا بر سر
خاکِ خواجگانِ دنیا دار باید رفت

پاس دنیا نہیں تھی تو آج ہم تم کو کہاں سے دے دیں۔ یاد رکھو کہ جب کسی فقیر کی قبر پر آؤ تو اس سے دنیا نہ مانگنا چاہیئے۔ اگر تمھیں دنیا ہی درکار ہے تو کسی امیر کبیر دنیا دار کی قبر پہ جاؤ۔

قطعہ

نخشبی از ہمہ ہمہ مطلب
آبِ حیواں نہ ہر سبو دارد
ہمہ زاں کس طلب کہ او ہمہ وقت
ہرچہ خواہی ہمہ ہمو دارد

ترجمہ قطعہ

"نخشبی ہر شخص سے ہر چیز نہ مانگا کرو۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر جام و سبو میں آبِ حیواں موجود ہو بلکہ تمام چیزیں اس ذات سے طلب کرو جس کے پاس تمھارا ہر مطلوب ہر وقت موجود رہتا ہے۔

(تنبیہ) راقم عرض کرتا ہے کہ اس سے شبہ نہ ہو کہ بادشاہوں کے مزاروں پر جاکر ان سے حاجات دنیوی طلب کرنا جائز ہے۔ بلکہ ان بزرگ نے بطور طنز کے اور صرف سائل کی تحمیق ظاہر کرنے کے لئے یہ عنوان اختیار فرمایا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ والے جو تارک الدنیا ہوا کرتے ہیں ان سے سبق ترک دنیا کا اور انابت الی اللہ کا حاصل کرنا چاہیئے نہ یہ کہ انکے مزارات کو طلب دنیا کی ایک منڈی سمجھنا چاہیئے۔

حاجت روا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے آیۃ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن (یعنی ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں) کے ذریعہ نماز میں ہر مومن سے اس کا اقرار لیا گیا ہے اور بار بار کہلا کر اس کی یاد دہانی اور اسکا استحضار کرایا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نمک۔ جوتہ کا تسمہ اور سواری کے لئے چارہ بھی طلب کرنا ہو تو خدا سے مانگو۔ مطلب یہ کہ چھوٹی سی چھوٹی چیز بھی خدا ہی سے طلب کرو اور سمجھ رکھو کہ جس کو تم بڑی چیز سمجھ رہے ہو وہ بھی خدا کے نزدیک چھوٹی اور معمولی ہی ہے۔ بس یہ سمجھنا کہ خدا سے کیا معمولی چیز طلب کریں اسکو تو بس پیر پیغمبر سے اور بزرگوں کے مزاروں سے مانگ لیا کریں گے' ارشاد نبوی کی مخالفت اور شرک کا دروازہ کھولنا ہے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے)۔ جامی

سلک نود و پنجم

باید دانست کہ پروردۂ کرم بحکم قہر قدم از روی طاعت ابلیس برگرفتند طاعت او ہمہ معصیت شد و تیغ عفو بحکم فضل سابق پیش زلت آدم علیہ السلام داشتند زلت او ہمہ طاعت گشت۔ ای درویش یک روز بامداد تا شب با نفس خود جنگ کن ببین تا چہا ظاہر خواہد شد مردان دین با خود جنگی کنند کہ آنرا صلحے نباشد زیرا کہ نفس ضد دین است و مرد دین با ضد دین صلح نتواند کرد ولہذا وقتی شخصی بر درویش رفت و گفت من ترا غیبتی کردہ ام مرا ببخش درویش گفت چیزی را کہ خداوند تعالیٰ حرام گردانیدہ است من آنرا حلال نتوانم گردانید۔ باصلاح فقرا جنگی کہ با نفس خویش بکنند آنرا احتساب طریقت خوانند۔ گویند وقتی اعرابی بخدمت امیرالمومنین عمرؓ رفت او را دیدند زرد چوب براندام مالیدہ و چون لت خوردگاں می نالید۔

سلک نمبر ۹۵ (احتساب نفس)

جاننا چاہئے کہ وہ ذات جس کے یہاں کرم کی پرورش ہوا کرتی ہے اس نے قہر قدم کی رو سے ابلیس کو باوجود اسکی طاعت کے پکڑ لیا اور ایسا پکڑا کہ اسکی سب ہی طاعت معصیت ہو گئی اور اپنے فضل عمیم کی رو سے عفو کی بڑائی کو زلت آدم پر غالب کیا۔ چنانچہ انکی تمام زلات طاعت بن گئیں۔ اے درویش ذرا ایک دن صبح سے شام تک اپنے نفس کا محاسبہ تو کر پھر دیکھ کہ کیا ظاہر ہوتا ہے۔ دینداروں نے اپنے نفس کے ساتھ ایسی جنگ کی ہے کہ اسکے بعد کوئی صلح نہ ہوتی تھی۔ اسلئے کہ نفس دین کا مقابل ہے اور کسی دیندار کے لئے دشمن دین سے صلح کرنے کے کوئی معنی نہیں۔ اسی لئے ایک دفعہ ایک شخص ایک درویش کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں نے تمہاری غیبت کی ہے مجھے معاف کردو درویش نے جواب دیا کہ توبہ توبہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کہا ہے اسکو حلال (معاف) کرنیوالا میں کون ہوں۔ چنانچہ فقراء (صوفیا) کی اصطلاح میں جو جنگ کہ اپنے نفس کے ساتھ کیجائے اسکو احتساب طریقت کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا انھیں دیکھا کہ کھجور کی ایک تر شاخ سے اپنے بدن کو مار رہے ہیں اور چوٹ کھانے والوں کی مانند چیخ رہے ہیں۔

ادرا آن محل نہ بود کہ از وتفتیش آن حال کند برپسرا ورفت و ازان حال استفسار کرد۔ پسر عمر بگریست وگفت پدر مرا رسم است کہ در ہفتہ شش روز با خلق احتساب کند روز ہفتم با خود وی آں روز بودہ باشد۔ در امری از امور دین نفس خود را کاہل یافتہ است ہم بدست خود برخود چنداں تازیانہ زدہ است کہ خود را ہمہ مجروح گردانیدہ است۔ عزیز من کسیکہ با نفس خود دائم احتساب کند از و ہمہ دعوی برود و ہمہ معنی بماند ومعلوم عالمیاں است کہ دعوی ہمہ عیب است ومعنی ہمہ ہنر۔

بشنو بشنو! وقتی بقالی با نیاز کہ میزان آسمان با سنگ ترازوی او شائستی، یکی را دید بر شیر سوار شدہ از مار تازیانہ ساختہ بگفت ایں ہمہ سہل است کار آنست کہ یکی میان دو پلہ ترازو نشیند و کاری از برای حق کند۔

قطعہ۔

اسس بدو کی ہمت نہ پڑی کہ خود حضرت عمرؓ سے اس واقعہ کی تفتیش کرتا اسلئے اُن کے صاحبزادے کے پاس گیا اور اسس صورت حال کا سبب معلوم کرنا چاہا۔ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے رونے لگے اور اس سے کہا کہ میرے والد محترم کا دستور ہے کہ ہفتہ میں چھ روز تو مخلوق کا احتساب کرتے ہیں اور ساتویں روز خود اپنا تم نے جو دیکھا تھا وہ انکے اپنے احتساب کا دن تھا۔ چنانچہ امور دین میں سے کسی معاملہ میں اپنے نفس کو سست پایا ہوگا تو اپنے ہی ہاتھوں سے کوڑے مار مار کر اپنی پشت کو ایسا زخمی بنا لیا ہے۔ عزیز من! جو شخص کہ اپنے نفس کے ساتھ ہمیشہ احتساب کرتا رہتا ہے اسکے اندر سے دعوی تو بالکلیہ نکل ہی جاتا ہے اور بس اخلاص ہی اخلاص رہ جاتا ہے اور یہ بات سب دنیا والے جانتے ہیں کہ دعوی سراسر عیب ہے اور اخلاص وتواضع منجملہ کمالات کے ہیں۔

سنو سنو! ایک دفعہ ایک بنیا جو بہت ہی شائستہ اور متواضع تھا اور ایسا تھا کہ آسمان کو اسس کی ترازو کیلئے باسنگ قرار دیا جانا سزاوار تھا، اس نے کسی شخص کو دیکھا کہ شیر پہ سوار ہے اور سانپ کا کوڑا بنائے ہوئے ہے (جسکا کرامت ہونا ظاہر تھا) تو اسس بقال نے کہا کہ بھائی جان یہ سب بہت آسان ہے مشکل چیز جو ہے وہ یہ ہے کہ تم ترازو کے دو پلے کے سامنے بیٹھے ہو اور حق یعنی دیانت کے خلاف کوئی بات نہ کرو (یعنی نہ جھوٹ بولو نہ کم تولو جو کہ ہر وقت کا جہاد ہے)

نخشبی ہیچ نیست دعوی دیں
مدعی از قبیل رنداں شد
اندریں راہ ہر کہ دعوی کرد
او سزاوار بند زنداں شد

"اے نخشبی دین کا دعویدار کچھ حقیقت نہیں رکھتا مدعی کو بھی بس رندہی جانو یعنی دین سے آزاد اس راستہ میں جس نے دعویٰ کیا وہ بیڑی اور قید خانہ کا مستحق ہو جایا کرتا ہے"

سلک نود و ششم

بباید دانست مرید یا متعلم ہرچہ از پیر یا استاد بشنود بباید کہ اول آں را بعمل مقرون کند انگاہ سخن دیگر پرسد و لہذا در نوبت دولت محمدی چوں قرآن نجماً نجماً فرود آمدن گرفت صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین ہرچہ نازل شدی ہمہ یکجا نہ بردندے چند آیۃ بہ بردندے آں را بعمل مقرون کردندے انگاہ دیگر بردندے چنیں گویند وقتی مردی بخدمت خواجہ اجل شیرازی سر ارادت آورد منتظر نماز و اوراد می بود کہ خواجہ فرماید خواجہ یک دو بار بر زبان راند ہرچہ بر خود روا نداری بر دیگراں ہم روا مدار مرید از آنجا باز گشت

سلک نمبر ۹۶ (اول پہلے علم پر عمل کرو پھر مزید علم طلب کرو)

جاننا چاہیئے کہ کوئی مرید ہو یا متعلم ہو جو چیز اپنے پیر یا استاد سے سنے پہلے اس پر عمل کرے پھر اس سے کوئی دوسری بات پوچھے یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا تو آسمانی کتاب یعنی قرآن مجید جستہ جستہ آپ پر نازل ہوئی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جو کچھ کہ نازل ہوتا تھا سب کو یکمشت نہ سیکھتے تھے بلکہ چند آیت آپ سے حاصل کرتے تھے اور اسکو یاد کرتے تھے، اس پر عمل کرتے تھے اسکے بعد پھر دوسری آیتیں سیکھتے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص خواجہ اجل شیرازی قدس سرہٗ کی خدمت میں عقیدت بیعت لیکر حاضر ہوا اور منتظر تھا کہ حضرت خواجہ اسکو کچھ نماز اور کچھ وظائف وغیرہ تلقین فرمائیں گے خواجہ نے دو ایک بار زبان مبارک سے یہ فرمایا کہ "جو چیز اپنے سلئے پسند نکرو وہ دوسرے کے لئے بھی پسند نکرو" مرید اس روز تو واپس چلا گیا پھر چند دنوں بعد آیا

بعد از چند روز باز آمد گفت من
در مجلس اول منتظر بودم کہ شیخ مرا
بورد ی یا نمازی ارشاد خواہد کرد
نکرد، امروز باید کہ کنند شیخ فرمود
آں روز تختہ تو چہ بود مرید حیران ماند
ہیچ نگفت شیخ گفت آں روز
تختہ تو آں بود کہ ہر چہ بر خود روا نداری
بر دیگری ہم روا مدار چوں تو تختہ اول
ہنوز ضبط نکردہ تختہ دیگر تواں داد
ای درویش ترا کہ در تختہ خاک
فرستادہ اند برائے آں فرستادہ اند
تا تختہ قیامت فرو خوانی و یک لمحہ از
ذکر آفریدگار تعالی و تقدس غافل نباشی
کہ اگر غافل شوی زیانی عظیم کردہ باشی
چنیں گویند کہ در بہشت وادی است
چوں بندہ مشغول ذکر شود فرشتگاں
بنام او آنجا درختاں در بہشت نشانند
و چوں او از ذکر او تعالی بایستد
فرشتگاں نیز از کار بایستند۔
بشنو بشنو! وقتی امام شافعی
رحمۃ اللہ علیہ از برائے اقامت
سنت لب خود پیش مزین داشتہ بود
و نرم نرم می جنبانید، مزین گفت

اور عرض کیا کہ اے حضرت میں پہلے دن منتظر ہی تھا
کہ آپ مجھے کچھ اوراد و وظائف اور نماز وغیرہ تلقین
فرمائیں گے لیکن آپ نے کچھ نہیں فرمایا اسی کے لئے
آج حاضر ہوا ہوں میرے مناسب حال کچھ مجھے تلقین
فرما دیجئے۔ شیخ نے فرمایا کہ اس روز تمہارا سبق کیا تھا
مرید حیرت میں پڑ گیا اور کچھ نہ کہہ سکا شیخ نے فرمایا کہ
اس دن تم کو یہ سبق دیا گیا تھا کہ جو کچھ اپنے لئے
نہ پسند کرو وہ دوسروں کیلئے بھی نہ پسند کرو۔ پس جب
تم نے پہلا ہی سبق ابتک یاد نہیں کیا تو دوسرا سبق
نہیں دیا جاوے گا۔ اے درویش جب تجھے اس زمین
پر بھیجا گیا ہے تو اسلئے بھیجا گیا ہے کہ قیامت کی یاد
تیرے اندر قائم ہو جائے اور ایک لمحہ کیلئے بھی اپنے
پیدا کرنے والے تعالیٰ و تقدس کی یاد سے تو غافل
نہ رہے کیونکہ اگر تو اس سے غافل رہا تو پھر یہ سمجھ لے کہ تو
اپنا بہت ہی زیادہ نقصان کرے گا۔ بیان کرتے ہیں کہ
جنت میں ایک وادی ہے جب بندہ اللہ کی یاد میں
مشغول ہوتا ہے تو فرشتے اس کے نام کے درخت اسی میدان
میں لگانے لگتے ہیں اور جب بندہ اللہ کی یاد سے رک جاتا ہے
تو فرشتے بھی اپنا کام ملتوی کر دیتے ہیں۔ سنو سنو! ایک مرتبہ
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تحصیل سنت کے خیال سے نائی کے
سامنے بیٹھے اور اس سے کہا کہ میری لب بنا دو اور
آہستہ آہستہ اپنے ہونٹوں کو بھی ہلاتے جاتے
تھے۔ نائی نے کہا کہ حضرت ذرا دیر کیلئے اپنے لب کی

اے خواجہ یک ساعت لب خود را
ساکن دار تا بریدہ نشود گفت لب من
بریدہ باد بہتر از آنکہ از ذکر حق ساکت
گردد۔ قطعہ۔

نخشبی یاد حق قوی چیزے است
گفت بی ذکر جملہ خاموشی است
ہر کہ از یاد حق بروں باشد
آں نہ یاد است آں فراموشی است

جنبش کو روک دیجئے تاکہ اطمینان سے بال کاٹ سکوں
ایسا نہ ہو کہ حرکت کی وجہ سے لب ہی کٹ جائے
حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میرا لب کٹ جائے اسکو بہتر
سمجھتا ہوں اس سے کہ اتنی دیر تک کیلئے ذکر حق سے اپنے لب کو ساکن رکھوں

" اے نخشبی حق تعالیٰ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔ اگر
کوئی گفتگو ذکر حق سے خالی ہو تو وہ گفتگو نہیں ہے خاموشی ہے
جو شخص کہ حق تعالیٰ کی یاد سے جدا ہو گیا (اور وہ دوسری
چیزوں کی یاد میں لگا) تو وہ یاد نہیں فراموشی ہے"

سلک نود و ہفتم

سلک ۹۷ (برکت نماز)

قیل من عبد اللہ لاجل الجنۃ
فہو عبد الجنۃ و من عبدہ خوفا من النار
فہو عبد النار بشنو بشنو! اگر تو بندۂ
خدا پرستی اندیشۂ بہشت و دوزخ از
دل یک سو کن کہ بہشت بہتر آدم
علیہ السلام زنداں شد و آتش
بر بہتر ابراہیم علیہ السلام گلستاں گشت
بندہ نخشبی گوید اگر ترا مخیر کنند کہ
دو رکعت نماز خواہی دیا ہشت بہشت
بباید کہ تو دو رکعت نماز خواہی زیرا کہ
از ہشت بہشت دو رکعت نماز حاصل
نشود اما از دو رکعت نماز ہزار چوں

کہا گیا ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی عبادت جنت
کی لالچ کی وہ عبد الجنۃ ہے (یعنی جنت کا بندہ) اور جس نے
اسکی پرستش دوزخ کے خوف سے کی وہ عبد النار ہے (یعنی
دوزخ کا پرستار) سنو سنو! اگر تم واقعی خدا کے بندے ہو
اور اسی کی عبادت کرنیوالے ہو تو جنت اور دوزخ کا خیال
اپنے دل سے یکسر نکالدو کیونکہ دیکھو جنت بھی حضرت آدم
علیہ السلام کیلئے قیدخانہ ہی بنگئی تھی اور نار نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام
پر گلزار ہوگئی تھی۔ بندہ نخشبی کہتا ہے کہ اگر تم کو اختیار دیا جائے کہ
یا تو دو رکعت نماز پڑھ لو یا آٹھوں جنت لے لو تو تمکو چاہیئے کہ
دو رکعت نماز ہی پڑھنا کیونکہ آٹھوں جنتوں کے ذریعہ دو رکعت
نماز نہ مل سکے گی مگر دو رکعت نماز کی وجہ سے ان آٹھوں
بہشت جیسی ہزاروں جنتیں حاصل ہو جائیں گی۔ ارباب حضور

هشت بهشت حاصل شود از باب حضور
گویند عاشق چناں باید کہ ہمہ او بمعشوق مشغول
باشد و مصلی نیز چناں بباید کہ ہمہ او بمعبود
مشغول بود' امام ابو یوسف را رحمۃ اللہ علیہ
پرسیدند جہود و ترسا را صدقہ بباید داد؟ گفت
آری بباید داد. گفتند مردم بے نماز را بباید داد
گفت نی گفتند مردم بے نماز از جہود و ترسا
کمتر است؟ گفت نی؛ اما ایں
سخن ازاں می گویم تا او را
ننگ آید و از بے نمازی توبہ کند
بشنو بشنو! روزی شخصی پیش
حضرت رسالت آمد صلی اللہ علیہ وسلم
وگفت ہرچہ من رنج بیشتر می کنم
گرسنہ تر می مانم پیغمبر فرمود صلی اللہ
علیہ وسلم مگر تو نماز نمی گزاری
گفت می گزارم فرمود اہل و عیال تو
چو نند گفت تبع من از من مصلی تر اند
یا رسول اللہ۔ رسول علیہ السلام
متعجب ماند و فرمود در خانہ کہ نماز
گزارند در آں خانہ درویشی چہ کند؟
فرمان آمد وقتی بے نمازی می گذشت
در آں خانہ باز بود نظر بے نماز
در خانہ افتاد چہل سالہ برکت آں خانہ

کا کہنا ہے کہ عاشق کو ایسا ہونا چاہیئے کہ اسکا بال بال معشوق
میں مشغول رہے۔ اسی طرح سے نمازی کو بھی ایسا ہونا چاہیئے
کہ اسکے سب کے سب اعضاء معبود حقیقی کی عبادت میں مشغول
رہیں۔ امام ابو یوسفؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ یہودی
اور مشرک کو صدقہ (نافلہ) دینا چاہیئے یا نہیں فرمایا کہ ہاں دے
سکتا ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ اور بے نمازی کو دینا چاہیئے
یا نہیں؟ فرمایا کہ نہیں۔ اسپر لوگوں نے پھر حضرت سے
سوال کیا کہ کیا ایک بے نمازی مسلمان یہودی اور مشرک سے
بھی بدتر ہے؟ فرمایا نہیں ایسا تو نہیں ہے باقی یہ صدقہ نہ دینے والی
بات میں نے اسلئے کہی تاکہ اسکو شرم آوے اور تارک نماز بنے
رہنے سے تائب ہو جائے۔ سنو سنو! ایک دن ایک شخص
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ حضرت
میں جسقدر محنت و مشقت زیادہ کرتا ہوں اسی قدر اور فاقہ
اٹھاتا ہوں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم نماز
نہ پڑھتے ہوگے۔ عرض کیا کہ نہیں حضرت نماز تو پابندی سے
پڑھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اچھا تمہارے اہل و عیال کی دینداری
کا کیا حال ہے؟ عرض کیا کہ حضرت وہ سب بھی الحمد للہ میرا اتباع
کرتے ہیں اور گھر کے لوگ مجھ سے بھی زیادہ پابند نماز ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سنکر بہت تعجب ہوا اور فرمایا کہ جس گھر میں نماز کا
اتنا چرچا اور اہتمام ہو وہاں بھلا فقر و فاقہ کا کیا کام؟ وحی
نازل ہوئی کہ ایک مرتبہ ایک بے نمازی شخص کا ادھر سے
گذر ہوا تھا اسکے گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس بے نمازی کی
نظر گھر کے اندر پڑ گئی جسکی وجہ سے چالیس سال کیلئے اس گھر سے

برگردند۔ عزیز من! در خانہ کہ یک نظر بی نمازی افتد برکت چہل سالہ از آن خانہ می گیرند و در خانہ کہ نعوذ باللہ منہا چہل روز نماز نگذارند برکت چگونہ باشد۔ قطعہ

نخشبی تا تواں نمازی باش
تن بپاکی دیں سپردہ نکو
گرچہ مردن نکو نباشد لیک
مردم بے نماز مردہ نکو

برکت رخصت ہو گئی عزیز من! خیال کرو کہ جب کسی گھر سے صرف ایکبار بے نمازی کی نظر پڑ جانے کیوجہ سے چالیس برس کے لئے برکت رخصت ہو جائے تو اگر کسی گھر میں چالیس روز نماز ہی نہ ادا کی جائے تو اسکی بے رونقی اور بے برکتی کا کیا حال ہوگا ؎

اے نخشبی جہاں تک تم سے ہو سکے نماز کے پابند رہنا دیکھو اپنے تن بدن کو دین کی پاکی میں لگائے رکھنا ہی اچھا ہے۔ اگرچہ انسان کا جلدی مرجانا کچھ اچھا نہیں ہے تاہم بے نمازی شخص تو جسقدر جلد اس دنیا سے رخصت ہو جائے بہتر ہی ہے

سلک نود و ہشتم

سلک ۹۸ (حسنات الابرار سیئات المقربین)

باید دانست ہر کاری کہ خواہی کرد اول او خطرات قلب باشد یعنی اندیشہ در خاطر بگذرانند بعد ازاں عزیمت باشد یعنی بداں اندیشہ راسخ باشد و بعد ازاں فعل باشد یعنی آں اندیشہ مقرون بفعل باشد۔ عوام تا بفعل مقرون نکنند ماخوذ نگردند اما خواص ہم بخطرات قلب ماخوذ گردند بشنو بشنو! وقتے خواجہ جنید رحمۃ اللہ درویشی شگرفی را دید کہ از کسے چیزے میخواست

جاننا چاہئے کہ تم جو کام کرنا چاہتے ہو گے تو اس کا اول درجہ قلبی تصور ہوتا ہوگا یعنی پہلے دل میں اسکے کرنے کا خیال لاتے ہو گے اسکے بعد اس کام کا عزم پیدا ہوتا ہوگا یعنی وہی خیال پختگی کا درجہ اختیار کر لیتا ہوگا اور پھر اسکے بعد اس فعل کا وقوع ہوتا ہوگا یعنی وہی دھیان اور خیال فعل کے ساتھ مقرون ہو جاتا ہوگا، اب اسکے بعد یہ سمجھو کہ عوام الناس کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ جب تک اپنے تصور اور عزم کو فعلیت کے ساتھ مقرون نکردیں ان سے کچھ مواخذہ نہیں ہے لیکن خواص سے انکے خطرات قلبی اور خیالات پر بھی مواخذہ ہوجاتا ہے۔ سنو سنو! ایکبار حضرت جنید نے ایک بہت بڑے درویش کو دیکھا کہ وہ کسی سے کوئی چیز مانگ رہا ہے، حضرت کو

در خاطر خواجہ گذشت اگر آں درویش را خواست نبودی چہ خوش بودی شب آں درویش را در خواب نمودگوئی طائفہ آں درویش را آوردہ اند و پیش او بسمل کردہ و گوشت او را میدہند کہ بخور خواجہ گفت ای عزیزاں ایں آدمی مسلمان و درویش است من گوشت او چگونہ خورم گفتند ایں ہماں گوشت است کہ یکبار خوردہٗ چنانچہ یکبار خوردہٗ الحال ہم بخور قطعہ

نخشبی اندک از تو بسیار است
از قلیل و کثیر ہش میدار
اندکی ہم بکس بدی مرساں
اندک از اصل می بود بسیار

یہ خیال ہوا کہ اگر اس درویش کے اندر یہ اتنی چاہ بھی نہوتی تو بہت خوب تھا۔ رات کو اسی درویش کو خواب میں دیکھا کچھ اسطرح سے کہ جیسے کچھ لوگ اسکو لیکر آئے ہیں اور حضرت ہی کے سامنے اسکو ذبح کیا ہے اور اسکا گوشت حضرت کو دیا کہ لیجئے نوش فرمائیے۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اے لوگو یہ شخص مسلمان ہے اور ایک درویش صفت انسان ہے میں اسکا گوشت کیسے کھاؤں ان لوگوں نے کہا کہ پھر کیا ہوا یہ گوشت تو وہی ہے جسے آپ ایک دفعہ ابھی کھا چکے ہیں لہٰذا اب دوبارہ پھر سہی اشارہ شیخ کے اسی باطنی خطرہ کیجانب تھا جو کہ گویا قلبی غیبت تھی) ؎

" اے نخشبی (تم نے جس راہ میں قدم رکھا ہے اس میں) تم سے صادر ہونے والی معمولی سی لغزش بھی بہت زیادہ کوتاہی ہے اسلئے اپنی طرف سے پیش آنیوالی قلیل و کثیر سب چیزوں سے ہوشیار رہنا خبردار کسیکو تھوڑی سی بھی برائی نہ پہونچانا کیونکہ تھوڑی سی چیز بھی آگے چلکر زیادہ ہوجاتی ہے جیسے جڑ سے نکلکر اوپر شاخیں زیادہ ہوجاتی ہیں "۔

سلک نود و نہم

سلک ۹۹ (اللہ والوں کی دل آزاری)

باید دانست کہ فقرا نہ آنند کہ ایشاں دنیا ندارند فقر قطع علائق دنیا نیست آں زہد است کہ قطع دنیا است چوں نیکو بنگری میان فقر حقیقی و میان غنای حقیقی ہیچ

جاننا چاہیئے کہ فقراء وہ لوگ نہیں کہلاتے جن کے پاس دنیا نہیں ہے اسلئے کہ تعلقات دنیویہ کے قطع کرنے کا نام فقر نہیں ہے، اسکا یعنی قطع علائق دنیا کا نام تو زہد ہے۔ اگر تم بنظر غائر دیکھو گے تو فقر حقیقی اور غنا حقیقی میں کچھ فرق نہ پاؤ گے۔ دیکھو! حضرت سلیمان علیہ السلام کو کیسا ملک اور کیسی شاہانہ سلطنت

فرقی نیابی آن چناں ملکی بسلیمان
دادند آں خود را در میان ژنده پوشاں
تعبیه کرده بود مسکین جالس مسکینان
وقتی طائفه پیری را پرسیدند بکدام
طریق در ائیم که بخدا وند رسیم پیر گفت
بکدام طریقت در آمدید که شما را راه نداوند
فقال الطریق الی اللہ تعالیٰ اکثر من
نجوم السماء فما بقی منها طریق الفقر وھو
او ضح الطرق عزیز من اگرچه
همچنیں است اما فقر خصمے است
بس درشت و قوی آهنیں جانی باید
که با او سپر سینه تواند زد ۔ وقتی
اعرابی بر حضرت امیر المومنین علی بن
ابی طالب کرم اللہ وجہہ آمد و گفت
بر تو آمده ام تا مرا انصاف دهی
از خصمی که او نه بر صغار از سبب
صغر ایشاں بخشاید و نه بر کبار
از سبب کبر ایشاں ۔ فقال
علی من ھو قال الفقر
فامر الخازن بعشرة آلاف درهم
وقال یا اخی العرب! باللہ و رسوله
علیک کلما اتاک خصمک معترضا فارجع
الی متعوضا ۔

عطا فرمائی گئی تھی مگر انھوں نے خود کو کملی پوشوں ہی میں
چھپائے رکھا اور یہی کہتے رہے کہ ایک مسکین اپنے بھائی
مسکینوں کے پاس آ بیٹھا ہے ۔ ایک مرتبہ لوگوں نے ایک شیخ
مرشد سے پوچھا کہ حضرت کون سی راہ چلیں کہ خدا تعالیٰ تک پہونچ
جائیں شیخ نے (کیا عمدہ جواب دیا) فرمایا کہ تم اب تک کونسی راہ
اسکی جانب پہونچنے کے لئے چلے ۔ جس نے تمھارے لئے راستہ
نہیں کھولا اور اپنے پاس تک پہونچنے نہیں دیا اور پھر فرمایا کہ میاں
اللہ تعالیٰ تک رسائی کے راستے تو آسمان کے ستاروں سے بھی
زیادہ تھے اور اب انہیں سے صرف راہ فقر باقی رہ گئی ہے اور
یہ سب راستوں سے زیادہ روشن اور کھلی ہوئی راہ ہے ۔ عزیز من !
حقیقت تو یہی ہے لیکن بات یہ ہے کہ فقر ایک ایسا خصم ہے جو نہایت
ہی سخت ہے اور ایک ایسا مقابل ہے جو بہت ہی قوی ہے اور آہنیں پنجہ
رکھتا ہے اسلئے اسکا مقابلہ کرنے کیلئے ایسی جان بھی ہونی چاہیئے جو سینہ سپر
ہوکر اس پر سے گذر جائے ۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ حضرت میں آپکے پاس ایک ایسے دشمن
کے معاملہ میں مدد اور انصاف کیلئے آیا ہوں جو کہ نہ تو کسی چھوٹے پر اسکو
چھوٹا سمجھکر رحم کرتا ہے اور نہ کسی بڑے کو بڑا ہی سمجھکر بخشتا ہے حضرت
علی نے دریافت فرمایا کہ وہ کون دشمن ہے اس نے کہا کہ فقر (یعنی غربت
اور فاقہ کشی) آپ نے خازن کو حکم دیا کہ اسکو بیت المال سے
دس ہزار درہم دیدیئے جائیں اور اس آنیوالے سے فرمایا کہ اے میرے
عربی بھائی! تجھے خدا اور رسول کا واسطہ دیکر یہ کہتا ہوں کہ آئندہ پھر
جب کبھی بھی تیرا خصم تیرے مقابلہ میں آئے اور تجھے ستائے تو فوراً مجھ سے
اسی طرح مدد لینے کے لئے آجانا ۔

ای برادر! فقر راہے است کہ جز
فرمائندہ الفقر فخری این راہ ہر کسی
بمنزل نہ رسانید آری چناں سری
بباید کہ چنیں دردسری را تحمل تواند کرد
کہ این دردسری است کہ سر می رود
و دردسری نمی رود و اگر سر آں راہ داری
دردسری این راہ را سرسری تصور
مکن کہ اصحاب دل ژندۂ درویشاں
را زیباتر از دیبا دانند و خرقۂ دلِ ایشاں
را رعناتر از تسبیح شمرند و از نفس قاطع
ایشاں چناں ترسند کہ دیگراں از تیغ
برندہ بشنو بشنو! وقتی یکی از مریدانِ
خواجۂ اجل شیرازیؒ با خواجہ گفت مرا
ہمسایہ است او مرا بسیار رنجاند خواجہ
گفت مگر او نمی داند کہ ترا با من پیوندی
ہست، گفت می داند گفت آنگاہ
چونست کہ مہرۂ گردن او نمی شکند
مرید از آں مجلس برخاست چوں بر سر
کوئی خود رسید در خانۂ آں ہمسایہ غوغائے
شنید پرسید کہ دریں خانہ چہ افتاد گفتند
کہ خواجۂ این خانہ نعلین چوبیں پوشیدہ
بود و بالای بام میرفت ناگاہ بیفتاد مہرۂ
گردن او بشکست۔ قطعہ

برادر من! یہ فقر ایسا راستہ ہی ہے کہ بجز الفقر فخری کے
کہنے والے کے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کسی دوسرے کو اس
راہ نے منزل مقصود تک نہیں پہونچایا ہے۔ ہاں ہاں! اسی
دردسری کے رکھنے کیلئے ایسا ہی سر بھی تو درکار ہے جو اسکا
تحمل کر سکے کیونکہ یہ دردسری ایسی ہے کہ سر ختم ہو جائے اور
یہ ختم نہ ہو۔ اگر تم بھی اس راہ کا خیال رکھتے ہو تو اسکی دردسری
کو سرسری نہ سمجھنا کہ اہل دل حضرات درویشوں کی گدڑی
کو دیبا اور حریر سے بھی زیادہ قیمتی تصور کرتے ہیں اور ان کی
شکستہ دلی کو تسبیح خوانی سے بھی بڑھکر حسین سمجھتے ہیں (اسلئے
کہ ع۔ دل شکستہ میں رہتا ہے بادۂ عرفاں) اور ان حضرات کی
با اثر آہوں سے ایسا ہی ڈرتے ہیں جیسا کہ تیز کاٹنے والی تلوار
سے ڈرا جاتا ہے۔ سنو سنو! ایک مرتبہ خواجہ اجل شیرازیؒ
کے ایک مرید نے خواجہ سے کہا کہ میرا ایک پڑوسی ہے جو مجھے
بہت ایذا پہونچاتا ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ شاید وہ یہ نہیں جانتا
کہ تجھکو مجھ سے تعلق ہے (یعنی تو میرا آدمی ہے) اس نے
کہا کہ خوب جانتا ہے فرمایا کہ پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ اسکی گردن
کی ہڈی توڑ دی جاتی۔ مرید اس مجلس سے اٹھا جب اپنے گھر
پہونچا تو پڑوس کے مکان سے رونے کا شور سنا پوچھا کہ گھر پر
کیا سانحہ پیش آیا لوگوں نے بتایا کہ گھر کا مالک کھڑاؤں پہنے ہوئے
تھا کوٹھے پر گیا اوپر سے اچانک اسکا پیر پھسل گیا نیچے گرا اور
اسکے گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی ؎

" اے نخشبی فقر کی تلوار (یعنی درویشوں کی آہ) کو بھی
تیز تلوار ہی سمجھو اور تلوار کا کام تو بے دریغ خون

نخشبی تیغ فقر تیز ستمشیر
تیغ خونہای بیدریغ کند
گفت درویش را توہرزه مدان
نفسش آں کند کہ تیغ کند

سلک صدم

بزرگاں گویند اگر یکی را بانواع
بلا مبتلا می بینی بر واستہزا مکن بنا بر آنکہ
چنانچہ آں جہاں ہمہ عافیۃ اقتضا کند
ایں جہاں ہمہ بلا اقتضا کند سفیان ثوری
رحمۃ اللہ علیہ می گوید فردا رقیامت چوں
اہل عافیۃ درجات اہل بلا معاینہ کنند
خواہند گوشت و پوست خود بمقراض آہنیں
بر دارند عزیز من! در ظاہر آلودۂ درویش
نظر نباید کرد و درباطن پالودۂ او نظر باید کرد
م دریں امت ہیزم فروشی باشد کہ اگر از خدا بخواہد
کہ پشتوارۂ ہیزم مرا زر گرداں در حال
زر می گردد بشنو بشنو وقتی بزرگی
پیری را دید پشتوارۂ ہیزم بر سر کردہ می رفت
آں بزرگی گفت ای پیر ترا بر رزاق
علی الاطلاق اعتماد نماندہ است کہ ایں
محنت میکنی ہیزم فروش روی سوی
آسماں کرد و گفت خداوندا ایں ہیزم مرا

بہانا ہی ہوتا ہے۔ کسی اللہ والے کے منہ
سے نکلی ہوئی بات کو لغو اور بے کار مت
خیال کرنا اُس کی آہ وہ کام کر جاتی ہے
جو تلوار کیا کرتی ہے"۔

سلک نمبر ۱۰۰ (دین سے دنیا طلبی کا انجام)

بزرگوں کی یہ نصیحت ہے کہ ۔ اگر تم کسی شخص کو نوع بنوع
مصیبتوں میں مبتلا دیکھو تو اس پر خصومت اور اسکا مذاق نہ اڑاؤ
اسلئے کہ جس طرح سے وہ عالم آخرت سراپا عافیت و راحت کا مقام
ہے یہ دنیا سراسر بلا و مصیبت کی جگہ ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ
فرماتے ہیں کہ کل بروز قیامت جب اہل عافیت اہل بلا و مصیبت
کے درجات اور انعامات کا مشاہدہ کریں گے تو اپنے گوشت
و پوست کو لوہے کی قینچی سے کاٹ ڈالا جانا پسند کریں گے
عزیز من! درویش کی ظاہری پراگندگی اور گراوٹ پر نظر کرنا
چاہئے بلکہ اسکی باطنی درستگی اور سجاوٹ کو دیکھنا چاہئے کیونکہ
اس امت محمدیہ کا ایک لکڑہارا ہوگا لیکن اگر وہ حق تعالیٰ سے
یہ دعا کر دے کہ یہ میرا لکڑی کا بوجھ سونا ہو جائے تو وہ سونا ہی
ہو جائے گا۔ سنو سنو! ایک دفعہ ایک بزرگ نے ایک ضعیف
و ناتواں شخص کو دیکھا کہ سر پر لکڑی کا بوجھ لئے جا رہا ہے ان
بزرگ نے اس سے فرمایا کہ او بڈھے تجھے روزی دینے والے پر
پر اعتماد نہیں ہے کیا جو تو اس قدر مشقت برداشت کرتا ہے
اس لکڑہارے نے اپنا چہرہ آسمان کی جانب اٹھایا اور دعا کی
کہ یا اللہ میرے اس لکڑی کے بوجھ کو سونا بنا دیجئے اسی وقت

زرگرداں در حال ہمہ زر شد آں بزرگ چوں
آں قدم بدید گفت من کان لہ ہذہ المنزلۃ
نمالہ حمل الحطب قال انما افعل ذالک
لتعلم نفسی انی عبدہ فلا یتجاوز عن حد
العبودیۃ آری مردان دیں ہمہ وقت
خودرا پوشیدہ داشتہ اند ای دیندار
اگر سرمایۂ دین در دست تو افتادہ است
زینہار تا بداں نقد دنیا نخری کہ دریں
سودا ہرگز سود نکنی چنیں گویند مردے بود کہ
خدمت مہتر موسیٰ علیہ السلام کردی
چند روز او از خدمت مہتر موسیٰ
علیہ السلام غائب شد روزی شخصی
بر مہتر موسیٰ آمدہ و خوکی در دست
او گفت اے مہتر موسیٰ ایں را
می شناسی گفت نہ، گفت آں خادم
تست۔ مہتر موسیٰ متعجب شد مناجات
کرد خداوندا او را باز آدمی گرداں تا
تفتیش حال او کنم کہ از کدام شومی
و فعل بدیں مبتلا شدہ فرمان شد
کہ اگر تو مرا بداں نام بخوانی کہ از برکت
آں نام توبہ آدم قبول کردم ہم او را
آدمی نکنم اما ترا خبر خواہم کرد کہ او از
سبب کدام فعل مسخ گشتہ انہ کان

سب کی سب لکڑیاں سونا بن گئیں۔ ان بزرگ نے اس کا
جب یہ مرتبہ دیکھا تو اس سے کہا اے بھائی جس کو یہ دولت
حاصل ہو اسکو لکڑی بیچنے سے کیا کام؟ اس نے جواب دیا
کہ یہ سب میں اس وجہ سے کرتا ہوں تاکہ میرا نفس یہ سمجھ لے کہ
میں اللہ تعالیٰ کا ایک بندۂ محتاج ہوں اور وہ اپنے اندر
خدائی کی شان نہ دیکھنے لگے (یعنی غرہ میں آکر اپنے کو خدا
نہ سمجھ بیٹھے)۔ ہاں ہاں بھائی! اللہ والوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو
چھپائے ہی رکھا ہے (اور بڑے بڑے دعوؤں سے بچائے ہی
رکھا ہے) اے دیندار سن! اگر تیرے ہاتھ دین کا سرمایہ لگ گیا
ہے تو خبردار خبردار! اس سے دنیا نہ خریدنا کہ اس سودے میں
تجھے کچھ نفع نہ ہوگا۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص تھا جو کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا پھر چند دن وہ حضرت کی خدمت
سے غائب رہا۔ ایک دن ایک اور شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے پاس آیا اور ہاتھ سے ایک سور کو بھی پکڑے ہوئے لایا
اور کہا کہ حضرت آپ اسکو پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں
کہا کہ یہ وہی آپ کا خادم ہے جو چند دنوں سے غائب ہے حضرت
موسیٰ کو بہت تعجب ہوا دعا کی کہ خداوندا اسکو پھر سے انسان کی
شکل میں کر دیجئے تاکہ اس سے تفتیش حال کر سکوں اور وہ بات
معلوم کروں جسکی وجہ سے وہ اس بلا میں مبتلا ہوا ہے۔ جواب ملا
کہ اے موسیٰ اگر تم مجھ سے اس نام کے واسطہ سے بھی سوال کرو جسکی
برکت سے میں نے آدم کی توبہ قبول کی تھی تب بھی میں اسے
اب آدمی تو نہ بناؤں گا ہاں تمکو اس بات کی خبر دیتا ہوں کہ
جس کے سبب میں نے اسکو مسخ کیا ہے وہ یہ کہ یہ شخص دین کو

يطلب الدنيا بالدين - قطعه

نخشبی ہیچ نیست دنیا دوں
نارگرما بکار عود نکرد
ہرکہ دنیا بنقد دیں بخرید
جز زیاں ہیچ وقت سود نکرد

دنیا طلبی کا ذریعہ بنائے ہوئے تھا سے

"اے نخشبی یہ دنیائے دنی کچھ بھی نہیں ہے حمام کے ایندھن سے
کہیں خوشبو کا کام لیا جا سکتا ہے، جس شخص نے اپنے نقد دین سے
دنیا کو خریدا تو اس نے سوا نقصان اور خسارہ کے اور کچھ بھی
نفع کا سودا نہیں خریدا۔ (اللہ تعالیٰ ان سب امور سے ہم سب کی حفاظت فرمائے)

سلک صد و یکم

گرم روان عالم معرفت گویند
ہرکہ حق را شناخت آتش را بدو عذاب
کنند و ہرکہ حق را نشناخت او را عذاب
بآتش کنند یحییٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ گفتی
کیف اغفل عمن ہو غیر غافل عنی و انی
علمت ان من عرف اللہ تعالیٰ فہو عذاب
علی النار ومن لم یعرف اللہ فالنار
عذاب علیہ - خواجہ جنیدؒ را بعد از
فوت در خواب دیدند گفتند کار خود
را بکجا رسانیدی گفت کار عقبیٰ
ازاں دشوار تر است کہ ما در دنیا
گماں بردیم بشنو بشنو! یکی
از صلحا خواست تا در بازار رود و
چیزی بخرد دیناری در خانہ وزن کردہ
بود چوں آنرا در بازار آورد ہر وزن

سلک ۱۰۱ (عمل مقبول وہ ہے جو عوض اور غرض ہر دو سے خالی ہو)

عالم معرفت کے جو لوگ گرم قلب رکھنے والے ہیں وہ یہ
کہتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تو خود آتش
دوزخ کو اسکے ذریعہ سے عذاب دیا جائے گا اور جس نے
حق تعالیٰ کو نہیں پہچانا تو اسکو دوزخ کی آگ کے ذریعہ
عذاب دیں گے۔ حضرت یحییٰ معاذؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں
بھلا کیسے غافل رہ سکتا ہوں اس ذات سے جو مجھ سے
پل بھر کیلئے بھی غافل نہیں ہوتی ہے اور جبکہ میں یہ جانتا ہوں
کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا عارف ہوگا تو وہ جہنم کے حق میں ایک
عذاب اور مصیبت ہی ہوگا اور جو خدا کا عارف نہ ہوگا تو
نار جہنم اس پر عذاب بنکر مسلط ہوگی۔ حضرت جنیدؒ کو ان کے
وصال کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھا دریافت کیا کہ
حضرت کا معاملہ کہاں تک پہونچا (یعنی کیا کام ہو چکا اور کتنا
باقی ہے) فرمایا کہ ارے بھائی آخرت کا کام اس سے کہیں
دشوار تر نکلا جتنا کہ ہم دنیا میں سمجھے ہوئے تھے۔
سنو سنو! ایک مرتبہ ایک درویش نے ارادہ کیا کہ بازار جائے

که کردند کم ترازاں آمد که در خانه
وزن کرده بود. گریه درآں صالح
افتاد گفتند چرا می گریی گفت
امروز حکایت خانه در بازار
راست نمی آید فردا حکایت
دنیا در آخرة چگونه راست
خواهد آمد عزیزمن! اگر میخواہی
حکایت امروزه تو همه فردا
به نیکی باز خوانند اگر امروز عمل
خیری کنی باید که اجر طمع نداری
که وقتی بهتر موسیٰ علیہ السلام بہتر خضر
را برسید صلوات اللہ وسلامہ علیہ
از برکت کدام فعل ترا حضرت صمدیت
تعالت آلاؤہ بر علم غیب اطلاع داد
گفت ہر عملی کہ بکردم ہرگز ازاں
اجر طمع نداشتم لاجرم معطی مطلق تعالیٰ
وتقدس چنداں عطا کرد کہ ہرگز در تحت
حساب نیاید عزیزمن! نزدیک آں
جوانمرداں اگر یکی عملی نکند بہتر ازاں کہ
عمل کند وازاں اجر طمع دارد
العالمون یتوبون من سیئاتہم والصوفیہ
یتوبون من حسناتہم۔

قطعہ

اور کوئی چیز خریدے، بمقدار ایک ایک دینار کے سونا وزن
کر کے کئی سکے لے گیا (پہلے زمانہ میں سکے بدون تصویر اور نقش
کے یونہی سادے بھی ہوتے تھے) وہاں پہونچکر اب جس سکہ کو
بھی وزن کیا تو گھر کے وزن سے کم نکلا وہ بزرگ یہ منظر
دیکھکر رونے لگے، لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ بھائی جان
گھر کا ناپا تولا بازار میں پورا نہیں اترا تو سوچتا ہوں کہ یہاں
دنیا کا کیا دھرا آخرت میں کیسے پورا اترے گا (پھر وہاں کیسے
کام بنے گا) عزیزمن! اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارے آج
یہاں کی باتیں کل کو وہاں اچھائی کے ساتھ یاد کی جائیں تو
اگر آج تم کوئی نیکی کرتے ہو تو اس پر اجرت کی توقع ہی نہ رکھو
جس طرح سے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت
خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ حضرت آپ کے کس عمل کی برکت
سے اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ کو بہت سے علوم غیبیہ پر مطلع فرمایا
انھوں نے فرمایا کہ میں نے جو بھی عمل کیا اس پر اجر کی قطعی کوئی
توقع نہیں رکھی جس کا انجام یہ ہوا کہ اس معطیٔ مطلق نے پھر مجھے
اتنا کچھ عطا فرمایا کہ جو حد وحساب سے باہر تھا۔ عزیزمن! ان
جوان ہمت لوگوں کے یہاں تو یہ طے ہے کہ اگر کوئی شخص عمل
نکرے تو وہ اس شخص سے کہیں بہتر ہے جو عمل کرے اور اسکو
مقبول جانکر اس پر اجر کی توقع رکھے۔ اہل علم تو اپنے گناہوں
پر توبہ کرتے ہیں ـــــ اور اہل معرفت (صوفیہ) اپنی نیکیوں
پر بھی استغفار کرتے ہیں ؎

(عاصیاں از گناہ توبہ کنند عارفاں از عبادت استغفار)

"اے نخشبی تو کام بدون طمع (اجر) کے کر اور اجر کی توقع رکھکر

نخشبی بے طمع بکن کارے
عمل خود مکن با جر تباہ
گر بخواہی کہ کار پیش رود
کار می کن ولیک مزد مخواہ

اسپنے کئے ہوئے کام کو تباہ و برباد نہ کر۔
ہاں اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا عمل آگے بڑھے اور کچھ کام آوے
تو (یہ یاد رکھو کہ) نیک کام تو خوب کر مگر اس پر اجر
ومزدوری کی توقع بالکل نہ رکھ۔

سلک صد و دوم

اولوا الالباب گویند ان اسنتم فلکم جمالہ دان اسأتم فلکم و بالہ، عزیز من! اگرچہ در عالم کون وفساد نیکی و بدی متنوع است اما سرہمہ نیکوئیہا آنست کہ دلی از تو خوش شود و سر ہمہ بدیہا آنست کہ باطنی از تو ناخوش گردد مرد راہ دریں راہ قدم چناں باید نہاد کہ از وی وقتی موری ہم خستہ نگردد بشنو بشنو! روزی امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ در راہی می گذشت بند نعلین کہ بر تکمہ کلاہ قیصر وکسریٰ افتخار ہا داشت بر موری رسید مورچہ خستہ شد دست و پا زدن گرفت آں شیر بیشہ فتوت چوں بدید پیش آں مور نشست و از و عذر خواست ہمدراں شب حضرت رسالتمآب ﷺ

سلک ۱۰۲ (دلداری عمدہ صفت ہے)

دین کے عقلاء کا یہ کہنا ہے کہ اگر تم اچھے کام کروگے تو خود تم کو اسکے حسن وجمال سے نفع پہونچے گا اور اگر برے اعمال کروگے تو تم پر بھی اسکے قبح و وبال کا ترتب ہوگا۔ عزیز من! اگرچہ اس عالم کون و فساد میں نیکی اور بدی طرح طرح کی اور مختلف قسموں کی ہیں لیکن ساری بھلائیوں کی اصل بس یہ ہے کہ کسی کا دل بس تم سے خوش ہو جائے اور تمام برائیوں کی جڑ یہ ہے کہ کسی کے باطن کو تم سے ایذار پہونچ جائے۔ مردان خدا کو اس راہ میں اس طرح قدم رکھنا چاہیئے کہ اسکی وجہ سے کبھی کسی چیونٹی تک کو تکلیف نہ پہونچنے پائے۔ سنو سنو! ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی راستہ پر جارہے تھے آپ کے نعلین مبارک کا تسمہ (جس پر کہ قیصر وکسریٰ کے تاج کے اوپر کی گھنڈی بھی فخر کرے تو بجا ہے) وہ تسمہ) کسی چونٹی پر پڑ گیا جسکی وجہ سے وہ زخمی ہوگئی اور چت ہوکر ہاتھ پاؤں مارنے لگی، بیشہ شجاعت کے اس شیر نے جب اسکو دیکھا تو اسکے پاس آکے معذرت خواہ ہوئے، اسی شب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں

درخواب دید گوئی میگوید اے علی
دریں راہ چرا پائی بہ ہوشی نمی نہی
کہ امروز از تعدی تو شور در عالم بالا
افتادہ است آں مور کہ از تو خستہ شد
یکی از صدیقان حضرت الٰہی است
و پیشوائی جنس خویش است تا او
را در وجود آوردہ اند یک لحظہ از تسبیح
خالی نبود مگر ہماں لحظہ کہ تو پائی
برو نہادی حضرت امام علی می گوید
ازیں خبر جاں گداز در خواب بیہوش
شدم و لرزہ برمن افتاد گفتم یا رسول اللہ
حال من چہ شود؟ گفت خاطر جمع دار
ہماں مور شفیع وقت تو خواہد شد
و ترا باچنداں شجاعت بردامن
شفاعت موری بستند ای علی
اگر شفاعت آں مور نبودی آبروی
چندیں گاہ تو دریں درگاہ ریختہ شدی
چنیں گویند کہ وقتی سلیمان صلوات اللہ
وسلامہ علیہ بر نملہ تند شد فقالت
النملۃ ما ہذہ الصولۃ اما علمت
انی عبد من انت عبدہٗ . قطعہ
نخشبی راہ حق قوی راہی است
رہرواں کار بے حساب کنند

دیکھا کہ گویا فرما رہے ہیں اے علی! اس راستہ میں قدم
ہوش کے ساتھ کیوں نہیں رکھتے ہو کہ تمہارے آج کے اس
ظلم کی وجہ سے تمام عالم بالا میں ایک تہلکا مچا ہوا ہے
کیونکہ جو چونٹی تم سے دب کر زخمی ہوگئی ہے وہ حضرت حق تعالےٰ
کے یہاں کی ایک مقبول و مقرب فرد تھی اور اپنے قوم کی سردار
تھی جب سے کہ خدا نے اسے وجود بخشا ہے اسکا ایک لحظہ بھی
تسبیح اور ذکر الٰہی سے فارغ نہیں گذرا تھا مگر بس اُسی آن
وہ غافل ہوگئی تھی جس گھڑی تمہارا اس پر پیر پڑ گیا حضرت
حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس جاں گداز خبر کو سنکر میں خواب
ہی میں بیہوش ہوگیا اور میرے تمام جسم پر کپکپی طاری ہوگئی
میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا
کیا حال ہوگا (یعنی اب میں کیا کروں) فرمایا کہ خاطر جمع رکھو
وہی چونٹی ہی محشر میں تمہاری شفیع (یعنی سفارشی) ہوگی
اور (خدا کی شان تو دیکھو) کہ تمہارا معاملہ با ایں شجاعت و
دلیری ایک چونٹی کی سفارش کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے یعنی
اے علی اگر وہ سفارش نکرے تو تمہارا مرتبہ اس دربار سے
ساقط ہی ہو جائے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت
سلیمان علیہ السلام ایک چونٹی پر بہت خفا ہوئے اور خوب
خوب بگڑے، اس چونٹی نے عرض کیا کہ حضرت یہ آج اسقدر
تیزی کیوں ہے؟ کیا آپ کے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ میں بھی
خدا کی ایک بندی ہوں اور آپ بھی خدا ہی کے ایک بندے ہیں۔
اے نخشبی حق تعالےٰ کا راستہ ہی ایک قوی اور مشکل راستہ ہے جو سچے
حقیقی چلنے والے ہیں وہ بہت زیادہ کام کرتے ہیں، اس راستہ میں

اندریں راہ بہر مور ضعیف
گر سلیمانست ہم بآب کنند

ایک کمزور چونٹی کیلئے بھی اگر سلیمان جیسا بھی کوئی ہو تو اس کو پانی (یعنی متواضع) ہی ہو جانا پڑتا ہے (کہ راہ یہی ہے)؟

سلک صد و سوم

اہل شکر گویند نعمت خدای تعالیٰ ہمیں خوردن و پوشیدن نیست بلکہ نعم الٰہی متنوع است چوں تو نعمت خدا متنوع باشد باید کہ از تو ہم بانواع شکر در وجود آید روزی حضرت آدم علیہ السلام مناجات کرد الٰہی من شکر نعمت تو چگونہ گذارم فرمان شد کہ ہرگاہ کہ نعمت خود را دادہٴ ما دانی تمام شکر گذاردہ باشی عزیز من! مناقب شاکراں بسیار شنیدہٴ حکایت ناشکری ہم بشنو چنیں گویند نمرود مردود را ہفت شارستان بود در ہر شارستانی حکما طلسمی عجیب و غریب ساختہ بودند بر در شارستان اول بطی ساختہ بودند ہرگاہ کہ در دروازہٴ شہر غریبی در آمدی ازاں بط آوازی برآمدی کہ در ہمہ شہر شنیدہ شدی تفحص کردندے تا کہ در آمدہ است۔

سلک ۱۰۳ (شکر نعمت)

اہل شکر یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بس یہ کھانا پہننا ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں نوع بنوع کی بیشمار ہیں لہٰذا جب تم پر خدا کی نعمتیں بیحد و حساب ہیں تو چاہیئے کہ تم سے انکا شکر بھی مختلف طور پر ادا ہو۔ ایک دن حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی مناجات میں حق تعالےٰ سے عرض کیا کہ بار الٰہا میں آپ کا شکر کیونکر ادا کروں (کہ قدرے عہدہ برآ ہو سکوں) حکم ہوا کہ اپنے اوپر میری جو نعمت دیکھو اسکو عطیہٴ خداوندی جانو بس یہی تمہاری کامل شکر گذاری ہے۔ عزیز من! تم نے تو بہت سے شکر گذاروں کے قصے سنے ہوں گے اب ذرا ایک ناشکرے کی بھی حکایت سنو! بیان کرتے ہیں کہ نمرود مردود کے سات محل یا سات شہر تھے اور ہر محل میں اسوقت کے حکمار نے عجیب و غریب طلسم (یعنی عقل کو حیران کر دینے والی ایک ایک چیز) بنا رکھی تھی۔ چنانچہ ایک محل کے پھاٹک پر ایک بط بنا رکھی تھی (جس کا کام یہ تھا) کہ جب جب شہر کے پھاٹک سے کوئی بھی اجنبی آدمی داخل ہوتا تھا تو وہ بط بڑے زور سے آواز کرتی تھی کہ تمام شہر والے اسے سنکر چوکنے ہو جاتے تھے اور تلاش میں لگ جاتے کہ کون نیا آدمی یہاں آیا ہے۔

و در شارستان دوم طبلی ساخته بودند
هرکرا چیزی گم شدی بران طبل
بزدی ازان آوازی برآمدی که
گم شدهٔ تو در فلان موضع است و
فلان برده است و در شارستان
سوم آئینه ساخته بودند هرکرا مسافری
مفقود بودی در آئینه بدی حال مسافر
مفقود در هر شهر و هرکجا که بودی معائنه
کردی و در شارستان چهارم حوضی بود
که نمرود مردود در هر سال یک روز
معین بر لب حوض جشن کردی هر که
بیامدی نوعی از اشربه با خود بیاوردی
و دران حوض انداختی وکسی آب
آوردی وکسے گلاب آوردی وکسے
شربت وکسی شراب چوں ازاں حوض
جام پر کردی و بگردانیدی بدست کس
ہماں آمدی کہ آوردہ بودی و در
شارستان پنجم غدیرے بود پرآب
بر آں نشستہ قطع دعاوی خصومات
کردندی ہرگاہ کہ دو کس بدعوی آمدندی
ہر دو در آب رفتندی آنکہ باطل بودی
در ساعت آب از سر او درگذشتی
چنانچہ بہم غرق شدن شدی و در

اور دوسرے شہر میں ایک طبل (ڈھول) بنا رکھی تھی (جسکا کام
یہ تھا کہ جسکی کوئی چیز گم ہوجاتی تھی تو وہ اسی طبل پر آکر چوب مارتا
تو اس سے آواز نکلتی کہ تمہاری گمشدہ چیز فلاں جگہ موجود ہے
اور فلاں شخص اسکو چرا کرلے گیا ہے۔ اور تیسرے شہر
میں ایک بڑا سا آئینہ بنا رکھا تھا (اس کا کام یہ تھا) کہ
جس شخص کا کوئی مسافر کہیں بھٹک جاتا تو اس سے اس
مسافر کا حال معلوم ہوجاتا تھا کہ وہ کس شہر یا کس جنگل میں
موجود ہے (جیسے آج ٹیلی وژن پر دوسری جگہوں کی
چیز دیکھ لی جاتی ہے پس یہ کچھ نئی چیز نہ ہوئی نمرود کے دور
میں ایجاد ہوچکی ہے) اور چوتھے شہر (یا محل) میں ایک
حوض تھا کہ نمرود مردود ہر سال کے ایک مقررہ دن میں اس
حوض کے کنارے آکر ایک جشن (میلا) مناتا جس میں ایک
تفریح یہ ہوتی کہ) جو شخص وہاں بادشاہ کے پاس آتا
وہ پینے کی اشیاء میں سے کوئی ایک چیز اپنے ہمراہ لاتا
اور اسی حوض میں ڈال دیتا تھا چنانچہ کوئی تو صرف پانی
ہی لاتا، کوئی عرق گلاب لاتا، کوئی شربت (روح افزا)
لاتا، کوئی شراب لاتا، جب حوض بھر جاتا اور اس میں
سے پینے کا دور چلتا تو اسی سے گلاس بھر بھر کر سب لوگ
پیتے تو لطف کی جو بات تھی وہ یہ تھی کہ جس شخص نے اس
حوض میں جو چیز ڈالی تھی اسکے گلاس میں ہر دور میں وہی
وہی چیز آتی (پانی والا پانی پاتا اور شربت والا شربت)
اور پانچویں شہر میں ایک بڑا سا حوض (تالاب) بنایا تھا جو
پانی سے لبریز تھا اسی کے کنارے بیٹھکر نمرود مقدمے فیصل

شارستان ششم درختی بود اگر
یک کس بزیرآں درخت بایستادی
درخت برو سایہ کردی تا ہزار، اگر
یکی از ہزار زیادہ شدے ہمہ در
آفتاب شدندی و اصلا سایہ برسر
ایشاں نیفتادی و در شارستان
ہفتم حوضی بود مدور و در اطراف او
صورت شہرہای کہ در مملکت او
بودی نگاشتہ اگر اہل شہرے
بے فرمانی کردندی و او خواستی
تا ایشاں را عذاب کند جوی ازاں
حوض جانب آں شہر بکشادی
آں شہر دراں سال غرق شدے
بادشاہ تعالیٰ و تقدس اورا چنیں
ملکی داد و او شکر نعمت بجا نیاورد
بلکہ دعوی دیگر کردن گرفت لاجرم
دید آنچہ دید ؎

قطعہ

نخشبی شکر کارہا دارد
شکر نعمت قوی نکو چیزیست
تا توانی شکور باش بدہر
ہرکہ شکری کند نکو چیزیست

کرتا تھا جب کسی مقدمہ میں مدعی اور مدعا علیہ لائے جاتے تو اسی حوض میں ڈالے جانے کا حکم کرتا جو ناحق پر ہوتا فوراً پانی اوپر ہو کر اسکے سر سے اونچا ہو جاتا ایسا کہ اسکے ڈوب جانے کا اندیشہ ہو جاتا (اس سے معلوم ہو جاتا کہ یہ مجرم ہے) اور چھٹے شہر میں ایک درخت تھا ایسا کہ اگر ایک شخص اسکے سایہ میں کھڑا ہوتا تو درخت کا سایہ صرف اسی پر پڑتا (اور دو شخص ہوتے تو دونوں سایہ میں ہوتے) اسی طرح سے ہزار تک سایہ بڑھتا رہتا اور اگر ہزار پر ایک کی بھی زیادتی ہو جاتی تو سب دھوپ میں ہو جاتے سایہ غائب ہو کر کسی ایک پر بھی نہ رہ جاتا۔ اور ساتویں محل میں ایک گول حوض تھا اسکے کنارے پر اسکی مملکت کے سب شہر نظر آتے اور یہ کہ کہاں کیا ہو رہا ہے چنانچہ اگر کسی شہر کے لوگ نافرمان اور باغی ہو جاتے اور کوئی حرکت خلاف حکومت کرنے کا ارادہ کرتے اور نمرود یہ چاہتا کہ انکو سزا دے تو ایک نالی اسی حوض سے اس شہر کیجانب نکالدی جاتی اسکے سبب سے اگلی سال اس شہر میں طغیانی (باڑھ) آجاتی اور سب کے سب غرق ہو جاتے حق تعالیٰ شانہ تقدس نے جو اس عالم کے شاہنشاہ ہیں اسکو ایسا ملک عطا فرما رکھا تھا اور اس بدبخت نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر نہیں ادا کیا بلکہ دوسرے قسم کا (یعنی خدائی کا) دعوی کرنے لگا پھر اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ لا محالہ وہ دیکھنا پڑا جو کچھ کہ اس نے دیکھا ؎

"اے نخشبی شکر سے بڑا کام نکلتا ہے، نعمت کا شکر ادا کرنا بہت ہی بڑی چیز ہے، جہاں تک تم سے ہو سکے تم زمانہ میں شکر گذار بندہ ہو کر رہو، جو شخص شکر ادا کرتا ہے تو یہی تو ایک چیز ہے"

سلک صد و چہارم

طائفہ کہ فکرت شعار ایشان است
و عبرت دثار ایشان چنیں گویند الفکرۃ
دلیل الانتباہ و صیانۃ عن الاشتباہ
و بعضی گویند الفکرۃ معیار صدق القول
و مضمار قبول الفعل آری فکرت
بمثابہ آئینہ است کہ صاحب فکرت
چہرہ حسنات و سیآت خود را در و معاینہ
و مشاہدہ می کند حضرت عیسیٰ گفت صلوات
اللہ و سلامہ علیہ در خلق ہمہ عالم تفکر
کردم طائفہ کہ در گوشہ عدم اند ایشان را
خوشتر ازاں یافتم کہ در صحرای وجود اند
اہل معرفت گویند عاقل کسی است کہ
دہ چیز را بدہ چیز بدل کند جزع را بصبر و
نسیان را بذکر و کفران را بشکر و عصیان
را بطاعت و بخل را بجود و شک را
بیقین و ریا را باخلاص و اصرار را بتوبہ
و کذب را بصدق و غفلت را بتفکر۔
عزیز من! اولوا الابصار در ہر چہ بنگرند
بتفکر بنگرند بشنو بشنو چنیں گویند
کہ در بنی اسرائیل رسم بود چوں عابد
شصت سال با اخلاص عبادت کردے

سلک نمبر ۱۰۴ (تفکر کی اہمیت)

بزرگوں کی وہ جماعت کہ فکر قلبی جنکا شعار ہوتا ہے
اور کسی واقعہ سے عبرت حاصل کرنا جنکا طریقہ ہوا کرتا ہے وہ حضرات
یہ فرماتے ہیں کہ فکر کا ہونا بیداری کی نشانی اور شبہات میں واقع ہوجانے
سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ فکر قول کی سچائی
کا معیار اور فعل کی مقبولیت کا میدان ہے اور بیشک فکر ایک
آئینہ کی مانند ہے کہ فکر والا اپنی خوبیوں اور خامیوں کا اس میں
معائنہ اور مشاہدہ کر سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوات والسلام نے
ارشاد فرمایا کہ میں نے عالم کی تمام مخلوقات میں تفکر کیا تو ان لوگوں
کو جو ملک عدم میں جاچکے ہیں ان سے کہیں بہتر پایا جو کہ صحرائے
وجود میں موجود ہیں۔ اہل معرفت یہ فرماتے ہیں کہ عقلمند وہ شخص ہے
جو دس چیزوں کو دس چیزوں سے بدل لے۔ جزع و فزع کو
صبر سے اور نسیان کو یاد سے اور کفران نعمت کو شکر سے
اور نافرمانی کو طاعت سے۔ بخل کو سخاوت سے۔ شک کو یقین سے
اور ریا کو اخلاص سے اور معاصی پر اصرار کو توبہ سے اور جھوٹ کو
سچائی سے اور غفلت کو تفکر سے۔ عزیز من! اہل بصیرت
جس کو دیکھتے ہیں بہ نظر تفکر دیکھتے ہیں۔ سنو سنو! بیان
کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی عابد
ساٹھ سال تک اخلاص کے ساتھ عبادت کرتا تھا تو اس پر
ایک سفید بادل معلق ہو کر سایہ کئے رہتا تھا۔ ایک دفعہ
ایک عابد نے ساٹھ سال عبادت کی اور یہ سعادت
اسے حاصل نہ ہوئی دوسرے عابدوں کا اس پر گذر ہوا

بر سر او ابر سپید سایہ کردی وقتی
عابدی شصت سال عبادت کرد
و او را ایں سعادت نداوند عابدان
دیگر بروی گفتند کہ تو چگونہ عبادت کردہ
کہ ازیں سعادت محروم ماندہ گفت
من در مدت شصت سال ہیچ چیز
خلاف ایں راہ نکردہ ام مگر آنکہ
یکبار بی تفکر سوی آسمان نظر کردم
گفتند دریں راہ گناہی عظیم تر دگر
چہ خواہد بود اینہمہ از شومی آں نظر است

قطعہ

نخشبی فکر کارہا دارد
عاقلاں از بلا حذر نکنند
آں عزیزاں کہ چشم دل دارند
جز بفکرت بکس نظر نکنند

اس سے پوچھا کہ تو نے کس طرح عبادت کی کہ اس سعادت سے محروم رہ گیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ساٹھ سال کی مدت میں کوئی کام خلاف طریق نہیں کیا ہے مگر یہ کہ ایک مرتبہ میں نے آسمان کی طرف نظر کی جو کہ تفکر سے خالی تھی۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس راہ میں اس سے زبردست اور کون سا گناہ ہوگا؟ (تو نے الذین یتفکرون فی خلق السماوات والارض کے خلاف کام کیا) چنانچہ یہ محرومی اسی نظر (بے تفکر) کا اثر ہے۔

ترجمہ قطعہ

"اے نخشبی فکر سے بڑا کام بنا کرتا ہے عاقل لوگ
بلا سے بچنے کی زیادہ فکر نہیں کرتے (بس فکر کا اہتمام کرتے ہیں)
وہ اللہ والے جو کہ قلب کی آنکھ رکھتے ہیں جس چیز کو دیکھتے
ہیں تفکر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں"

سلک صد و پنجم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرب الناس الی اللہ تعالے یوم القیامۃ من طال حزنہ بزرگے را پرسیدند حزن چیست؟ گفت الحزن حمی القلب اذا کان لاجل

سلک نمبر ۱۰۵ (حزن و غم)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمام لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قریب تر بروز قیامت وہ شخص ہوگا جو دنیا میں طویل الحزن رہتا ہو (یعنی آخرت کا غم اس پر ہر وقت سوار رہتا ہو) ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا حضرت حزن کسے کہتے ہیں؟ فرمایا کہ حزن کو یہ سمجھو

الخلق وسرور القلب اذا کان لاجل
الخالق عزیزمن! روزی کہ از توانگران
سلب اندوہ کنند گویند الحمد للہ الذی
اذھب عنا الحزن و روزی کہ از
درویشاں سلب شادی کنند گویند
الحمد للہ الذی اعطانا الحزن ای بقیمت
در ای دو عالم نالہ درد را دکان راہ
محبت نیک قیمتی باشد ان اللہ یحب
کل قلب حزین، چنیں گویند راہی کہ
سالک با درد دریک روز قطع کند
سالک بیدرد دریک ماہ قطع کند
ودر ہر عصری یک اندوہگین باشد کہ
ہمہ عالم در پناہ درد او بگذرند بزرگی
گویند لمامات الفضیل ذھب الحزن
من الارض یکی از صفات حضرت
رسالت پناہ آنست کہ او متواصل
الحزن ودائم الفکر بودے۔ آری
وقتی دو کس منازعت می کردند یکی
میگفت من عرف اللہ تعالیٰ ذالت
احزانہ و دیگر میگفت من عرف اللہ تعالیٰ
طالت احزانہ۔ خواجہ سری سقطی را
جنید رحمہما اللہ وقت نزع بمروحہ باد
می کرد سری میگفت ای فرزند تو مرا

کہ وہ قلبی بخار ہے جب کہ مخلوق کے سبب سے
ہو اور دل کا سرور ہے جبکہ خالق کے لئے ہو۔
عزیزمن! جس دن کہ امیروں سے انکے رنج وغم کو دور
کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ شکر ہے اس ذات کا جس نے
ہم سے سارا غم دور کر دیا اور درویشوں کا یہ حال ہے کہ
جس روز ان سے مسرت اور خوشی کو دور کرکے غم دیتے ہیں تو
وہ کہتے ہیں کہ شکر ہے اس ذات کا جس نے کہ ہمیں حزن و
غم سے نوازا ہے مطلب یہ کہ طریق کی دکان اور محبت کی منڈی
میں نالۂ درد کی قیمت دونوں جہان سے بھی بڑھکر ہے
اسلئے کہ ارشاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قلب محزون (غمگین)
کو محبوب رکھتا ہے۔ اہل تجربت ایسا کہتے ہیں کہ جس راستے کو
سالک درد وغم کے ساتھ ایکدن میں طے کر لیتا ہے سالک بیدرد
اسکو ایک ماہ میں قطع کرتا ہے۔ چنانچہ ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی ایک
شخص ایسا غم واندوہ رکھنے والا ضرور موجود ہوتا ہے کہ سارا عالم
اسی کے درد کی پناہ میں زندگی گذارتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے
تھے کہ جب حضرت فضیلؒ کا انتقال ہو گیا تو دنیا سے حزن وغم ہی
کا گویا خاتمہ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں سے
ایک صفت یہ بھی تھی کہ آپ دائم الحزن والفکر (ہمیشہ ایک رنج
وفکر میں رہا کرتے تھے۔ ہاں بھائی سنو ایک مرتبہ دو شخصوں میں
باہم اختلاف ہوا ایک کہتا تھا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا
تو اسکا سارا رنج وغم دور ہو گیا۔ دوسرا کہتا تھا کہ نہیں بلکہ جس شخص نے
اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تو اسکا رنج وغم اور بڑھ گیا۔ حضرت خواجہ سری
سقطی کو بوقت نزع حضرت جنیدؒ پنکھا جھل رہے تھے حضرت سری سقطیؒ

بادمیکنی و در تنور سینۂ من آتش
اندوہ شوق افروختہ اند نمیدانی کہ
آتش از باد زیادہ گردد عزیز من
ہیچ اندوہی راحت آمیز تر از اندوہ
اہل محبت نیست بشنو بشنو یکی از
پیران طریقت می گوید وقتی دہ سال
آب گریستم و دہ سال خون گریستم
اکنون دہ سال دیگر است کہ می خندم

قطعہ ؎

نخشبی شادماں ز اندوہ است
دل حزین شادیٔ طلب نکند
آنچہ اندوہ کرد در دل من
در دلِ دیگری طرب نکند

سنے فرمایا کہ صاحبزادے تم مجھے پنکھا جھل رہے ہو تاکہ میری ظاہری گرمی
دور ہو جائے، لیکن میرے سینہ میں غم و اندوہ کی بھٹی سلگ رہی ہے اور
تم نہیں جانتے ہو کہ ہوا دینے سے آگ اور زیادہ بھڑکتی ہے عزیز من
کوئی مصیبت، اہل محبت کی مصیبت سے بڑھکر راحت آمیز بھی نہیں ہے
(مگر بڑا نہیں یہ درد کچھ بھلا بھی ہے) سنو سنو! پیران طریقت میں سے ایک
بزرگ فرماتے تھے کہ دس سال تک میں نے اپنی آنکھوں سے پانی
کے آنسو بہائے پھر اسکے بعد دس سال تک خون کے آنسو روئے
اب اس کے بعد دس سال ہو رہے ہیں کہ الحمد للہ ہنس رہا ہوں۔

ترجمہ قطعہ

"نخشبی بھی اپنے غم کیوجہ سے خوش ہے اور اسکا دل بس
اسی خوشی کا خواہاں ہے۔ میرے قلب پر یہ رنج و غم (خوشی و
مسرت کا) جو کام کر گذرتا ہے دوسروں کے دل میں (اتنی مسرت)
کسی نشاط والے کام سے بھی نہیں ہوتی۔"

سلک صد و ششم

توانگران عالم فقر گویند
چنیں دانم توانگری ہمیں درویشی
است و درویشی ہمیں توانگری ای
درویش زنہار گوہر درویشی خود را
بشبہ توانگری بدل نہ کنی کہ اگر توانگران
را درجۂ درویشاں مقرر شود صد بار
اطلس کسوت توانگری بژندہ و گلیم درویشی

سلک ۱۰۶ (فقیری امیری سے بہتر ہے)

عالم فقر کے جو امیر لوگ ہیں (یعنی بزرگان دین) انکا یہ فرمانا
ہے کہ ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ امیری بس اسی درویشی ہی کا نام
ہے (جس سے اہل اللہ متصف ہوتے ہیں) اور فقر و درویشی اسی امیری
کو کہا جاتا ہے (جو اہل دنیا کو حاصل ہوتی ہے) اے درویش سن
خبردار خبردار کبھی اپنی درویشی کو شبہ امیری کے ساتھ بھی نہ بدلنا
کیونکہ اگر امیروں کو درویشوں کی راحت کا صحیح حال معلوم ہو جائے
تو سو مرتبہ امیری کے اطلسی لباس کو درویش کی کمبلی سے بدلنا گوارا

فروختہ باشند توانگراں را از توانگری
چہار چیز رسد رنج تن و مشغولی دل
و نقصان دین و حساب قیامت و
درویشاں را نیز از درویشی چہار چیز
رسد آسائش تن و فراغت دل و
سلامتی دین و رستگاری قیامت
تا توانگران از گفت گوی منکر و نکیر
خلاص باشند درویش فی مقعد صدق
عند ملیک مقتدر رسیدہ باشد۔
بشنو بشنو! شبلی رحمۃ اللہ علیہ را
بعد از فوت در خواب دیدند گفتند
از سوال منکر و نکیر چہ گونہ خلاص یافتی
گفت ای بیخبراں چہ جای این سخن
است اگر آں ساعت شما آں جا
می بودید نظارہ می کردید کہ ایشاں
از پیش من چگونہ خلاص یافتند و
بیروں شدند چوں با من آغاز کردند
کہ خدای تو کیست گفتم ای فرشتگاں
مرا میگوئید کہ خدای تو کیست! خدای
من خدای است کہ شما را با ہمہ
ملائکہ پیش تخت پدر من سجدہ کنانیدہ
کہ اُسْجُدُوْا لِآدَمَ و من آں ساعت
در صلب پدر خویش با ہمہ برادران شما را

کرلیں (یعنی انکے ایک لباس کے بدلے اپنا موٹا لباس دیدیں کیونکہ)
امیروں کو امیری سے چار چیزیں (نقصان دہ) حاصل ہوتی ہیں تن بدن
کی تکلیف۔ قلب کی مشغولی۔ دین کا نقصان۔ قیامت کا حساب
اسی طرح سے درویشوں کو بھی درویشی سے چار چیزیں (نفع بخش)
حاصل ہوتی ہیں۔ بدن کی راحت۔ فراغت قلبی۔ دین کی سلامتی
اور قیامت میں چھٹکارا۔ کیونکہ جب تک امیر لوگ منکر و نکیر کے سوال
و جواب سے فراغت حاصل کریں درویش لوگ مقعد صدق (عمدہ
راحت فزا بیٹھنے کی جگہ) میں مَلِیک مقتدر (قدرت والے بادشاہ)
کے پاس پہونچ چکے ہوں گے۔ سنو سنو! حضرت شبلیؒ
کو لوگوں نے انکے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا دریافت
کیا حضرت منکر و نکیر کے سوال و جواب سے کیونکر خلاصی پائی انھوں
نے فرمایا کہ ارے او بے خبر! کیا پوچھتے ہو اگر تم اس موقع پر موجود
ہوتے تو دیکھتے کہ وہ لوگ خود میرے پاس سے کس طرح بچکر باہر گئے
ہوا یہ کہ جب ان لوگوں نے مجھ سے پوچھنا شروع کیا کہ "من ربک"
تمھارا رب کون ہے تو میں نے کہا کہ حضرت میرا رب وہی ہے جس نے
تم سے تمام ملائکہ کے ساتھ میرے باپ کو سجدہ کرایا تھا اور فرمایا
تھا کہ اُسْجُدُوْا لِآدَمَ (آدم کو سجدہ کرو) اور میں
اس وقت اپنے باپ کی پشت میں موجود تھا اور اپنے
سب بھائی بہنوں کے ساتھ تم لوگوں کا تماشا دیکھ رہا تھا
(یہ سنکر) ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ ہم کو انکے
پاس سے چلدینا چاہیئے کیونکہ ہم تو صرف ان سے
سوال کر رہے ہیں اور وہ تمام اولاد آدم کی طرف سے
جواب دے رہے ہیں۔

می دیدم گفتند ما را از پیش این باید
رفت کہ سوال از وی کنیم و او
جواب جملہ ذریات آدم می دہد۔ قطعہ
نخشبی فقر خوب تر ز غنا
مرد رہ را ہزار پیشانیست
چوں اسیری بہ از امیری شد
این نہ موری است این سلیمانیست

"اے نخشبی! فقر جو ہے وہ غنا
سے کہیں بہتر شے ہے۔ راہ طریق
کے چلنے والے کے سلئے ہزاروں
چیزیں مد مقابل آتی ہیں غرض جب
اسیری (یعنی فقیری) امیری سے
بہتر ٹھیری تو پھر یہ چیونٹی ہونا نہیں
ہے بلکہ سلیمان بننا ہے"

سلک صد و ہفتم

عاملان عمل صالح گویند
کارکنان عمل صالح چوں کاری کنند
آنرا ناکردہ انگارند حکی عن بعض
الصالحین الصادقین من اہل واسط
انہ صام سنین کثیرۃ وکان یفطر کل
یوم قبل غروب الشمس الا فی
رمضان و آں شنیدہ باشی
کہ وقتی ماہی گیری ماہی بگرفت
ماہی با او آغاز کرد کہ من مسبحم
مرا از تسبیح چرا مانع میشوی
ماہی دیگر با وی گفتن گرفت
اتمن علی اللہ بتسبیحک۔

سلک ۱۰۷ (نیکی پر نظر نہ ہونا)

عمل صالح کرنے والے حضرات کہتے ہیں کہ جو لوگ کہ
عمل صالح کرنے والے ہیں انکا طور یہ ہے کہ جب وہ
کوئی نیک عمل کرتے ہیں تو اسکو ناکردہ (نہ کیا ہوا) شمار کرتے ہیں
بیان کرتے ہیں کہ اہل واسط کے صالحین صادقین میں سے کسی
بزرگ نے چند سال مسلسل روزہ رکھا اور یہ کرتے تھے کہ
غروب سے ذرا پہلے ہر دن علاوہ رمضان کے افطار کر (کے اپنا
روزہ توڑ) دیتے تھے (تاکہ عجب نہ پیدا ہو)۔ اور وہ واقعہ تو تم نے
سنا ہی ہوگا کہ ایک مرتبہ کسی ماہی گیر نے ایک مچھلی پکڑی مچھلی نے
اس سے کہنا شروع کیا کہ (ارے ظالم) میں خدا کی تسبیح
پڑھا کرتی ہوں تو مجھے اس کام سے کیوں مانع ہوتا ہے یہ سنکر
دوسری مچھلی اندر سے بولی کہ یہ تو اللہ تعالیٰ پر اپنی تسبیح خوانی
کا احسان جتلانا ہوا۔ (اسلئے ایسا نہ کہو)

بشنو بشنو! حضرت رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وسلم در شب معراج
کہ روز بازار او بود چوں قدم در
عالم بالا نہاد فوجی از ملائکہ پیش آمدند
گفتند یا رسول اللہ ما را پندی بدہ
حضرت رسالتؐ فرمود بباید کہ یار دیگر
گستاخ وار مگوئید نحن نسبح بحمدک
و نقدس لک چنیں گوئید آں ملائکہ
از خجالت چناں سر در پیش افگندند
کہ تا قیامت ہمچناں سر افگندہ خواہند
بود قطعہ

نخشبی ذکر کار خویش مکن
یار منت نہندہ یار مدال
گر بخواہی کہ کار پیش رود
کار می کن و لیک کار مداں

سنو سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں
جو کہ روز روشن کے مشابہ تھی جب قدم عالم بالا میں رکھا تو
فرشتوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمیں کچھ نصیحت
فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو خبردار اب کبھی دوبارہ
گستاخی کے طور پر نہ کہنا کہ ہم تو آپ کی حمد کی
تسبیح پڑھتے ہیں اور آپ کی پاکی بیان کرتے
ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ یہ سنکر ان فرشتوں نے
شرم کی وجہ سے سر نیچا کر لیا اور اسی طرح سے
قیامت تک سرنگوں رہیں گے۔

ترجمۂ قطعہ

"اے نخشبی! اپنے کسی کئے ہوئے کام کا ذکر نہ کیا
کرو۔ جو دوست کا احسان رکھنے والا ہو اسکو دوست
نہ سمجھنا چاہیئے اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمھارا کام آگے بڑھے اور
مقبول ہو تو کام کرو اس طرح پر کہ اسکو کوئی کام نہ جانو"

سلک صد و ہشتم

ارباب معرفت گویند
اگر درویشی در خاطر گذراند در ہمہ
عالم کسی از من بد تر نیست او را
متکبر خوانند زیرا کہ معنیٔ ایں ہم دعوی
است سبحان اللہ طائفہ کہ ایشاں
مسکین و بیچارہ خود را خوانند

سلک ۱۰۸ (مذلتِ دعویٰ)

ارباب معرفت بیان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سالک درویش
اپنے دل میں یہ خیال لائے کہ تمام دنیا میں کوئی شخص اس سے بدتر
(برا) نہیں ہے (یعنی میں سب سے اچھا ہوں) تو ارباب
معرفت اسکو متکبر کہتے ہیں۔ اسلئے کہ اسکے اس قول میں دعوی
ٹپکتا ہے۔ سبحان اللہ! وہ گروہ جو کہ اپنے کو مسکین و بیچارہ
سمجھتا ہو وہ بھی جب اپنے آپ کو عتاب سے خالی نہیں

ایشاں از عتابی خالی نیند طبقہ کہ
کہ در دعوی نخوت و رعونت اند
حال ایشاں چگونہ شود بشنو بشنو
مجروح و ستہ وعصی آدم ربہ در
خوردن دانۂ گندم قصدی صحیح و عزمی
درست نداشت بنا برآنکہ از وقت
نہی وقت خوردن دانہ پانصد سال
برآمدہ بود کہ تا او نہی کردہ فراموش
ساختہ بود ولہٰذا قرآن در حق او
ایں نوید مید ہد فنسی و لم نجد لہ
عزما با اینہمہ معذور نداشتند
زیراکہ ناسی جائزۃ المواخذۃ است
اما ایں مواخذہ ازیں امت بدعای
صاحب امت دفع شدہ است
ربنا لاتواخذنا ان نسینا عزیزمن
آدم علیہ السلام بنسیان یکبار
ذلتی کرد باو چندیں عتاب شد
توکہ عمداً چندیں گناہ کبیرہ می کنی
نمیدانم کہ باتو چہ معاملہ خواہد گذشت
نخشبی حال توچہ خواہد شد
آدمی ہمدریں نمونہ بود
درمحلی کہ نیکواں ترسند
حال چوں توکسی چگونہ بود

سمجھتے تو وہ طبقہ جو کہ غرور و تکبر میں سرشار رہتا ہے
اسکا کیا انجام ہوگا۔ سنو سنو وعصی آدم ربہ
کے طعن سے مجروح یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی
نیت گیہوں کے دانہ کے کھانے سے بالقصد
مخالفت حکم الہٰی نہ تھی اس لئے کہ ممانعت کے
وقت سے لیکر کھانے کے وقت تک پانچسو سال
کا وقفہ گذر چکا تھا یہاں تک کہ وہ ممانعت
ذہن سے فراموش ہوچکی تھی اسی لئے تو
قرآن شریف میں انکے متعلق یہ صفائی بھی فرمائی گئی ہے کہ
فنسی ولم نجد لہ عزماً آدم بھول گئے تھے قصداً ایسا نہیں
کیا تھا تو دیکھو اس صورتِ حال کے باوجود اسکو معاف نہیں
کیا گیا اسلئے کہ نسیان والے سے بھی مواخذہ کرنا جائز ہے مگر یہ
مواخذۂ نسیاں اب اس امت سے صاحب امت صلی اللہ علیہ وسلم
کی دعا کی برکت سے اٹھا لیا گیا ہے کہ آپنے دعا فرمائی تھی کہ اے
ہمارے رب ہماری بھول چوک پر ہم سے مواخذہ نہ فرمائیے گا تو عزیز من
دیکھو جبکہ حضرت سیدنا آدمؑ سے اگرچہ وہ بھی بھولکر ایک لغزش ہوگئی
اور انکے ساتھ کیسا مواخذہ فرمایا گیا اور تم ہو کہ کتنے کتنے گناہ صغیرہ
نہیں کبیرہ نسیاناً نہیں قصداً کرتے رہتے ہو نہیں معلوم تمھارے
ساتھ کیا معاملہ پیش آئے گا (اللہ تعالیٰ ہی معاف فرمائے)

" اے نخشبی تیرا کیا حال ہوگا؟ حضرت آدمؑ کو
اس کے لئے نمونہ بنایا گیا ہے۔ پس جس مقام
میں کہ نیک لوگ بھی ڈرتے ہوں تجھ جیسے کا
اس مقام پر کیا حال ہوگا؟"

سلک صد و نہم

مسیح قدماں گوید اگر در مسجد باشی با حق باشی و اگر در کلیسا باشی با حق باش کسی کہ در کلیسا باشد و با او باشد بہتر از کسی کہ در مسجد باشد و بی او باشد، چنیں گوید وقتی در بنی اسرائیل چہار سال باراں نبارید و دعا کسی مستجاب نشد گفتند خداوندا چونست کہ دعای کسی مستجاب نمیشود پیغامبر آں عہد را خطاب رسانیدند ایں قوم کوچہا خود را پاک نمی کنند و ہمدراں راہ بمسجد می روند و مسجد را آلودہ می کنند ازاں سبب ادعیہ ایشاں را اثر نیست عزیز من! در امم سابق بعضی مرداں اگر در مسجد می رفتند مسجد را ملوث می کردند و دریں امت اگر بعضی در کلیسا می روند کلیسا را پاک می گردانند بشنو بشنو! روزی مریدے چند از مریدان خواجہ خیر نساج بہ نظارہ کلیسائی رفتند چوں از آنجا بیامدند شیخ فرمود از کلیسا چہ آوردہ اید گفتند

سلک نمبر ۱۰۹ (تاثیر اخلاص)

جو لوگ کہ مسیح قدم گذرے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ اگر مسجد میں رہو تو حق کے ساتھ رہو اور گرجے میں رہو تو حق کے ساتھ رہو، اب جو شخص کہ گرجے میں ہو اور حق کے ساتھ ہو (یعنی خدا کا ڈر اپنے اندر رکھتا ہو) وہ اس شخص سے (بظاہر) اچھا ہے جو کہ مسجد میں ہو اور خدا کے ساتھ نہ ہو (یعنی منافق ہو ریاکار اور دنیا دار ہو) بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایکمرتبہ چار سال تک بارش نہیں ہوئی اور کسی کی دعا بھی قبول نہیں ہوئی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا اللہ یہ کیا بات ہے کہ کسی کی بھی دعا قبول نہیں ہورہی ہے نبی وقت پر وحی آئی کہ یہ لوگ اپنے مکان کے باہری حصے اور گلیوں کو صاف نہیں کرتے (گندی رہتی ہیں) اور یہ لوگ اسی راستہ سے مسجد کو آتے جاتے ہیں اور مسجد کو بھی خراب و ناپاک کرتے ہیں اسلئے انکی دعائیں بے اثر ہیں۔ عزیز من! پہلی امتوں کا یہ حال تھا کہ بعض لوگ اگر مسجد میں بھی جاتے تھے تو اسکو ناپاک کر دیتے تھے اور اس امت کے بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اگر وہ گرجے کے اندر بھی داخل ہونگے تو اسکو بھی (کفر و شرک سے) پاک کر دیں گے۔ سنو سنو! ایکدن خواجہ خیر نساج کے چند مرید کسی گرجے کی سیر کو گئے جب وہاں سے واپس آئے تو شیخ نے دریافت کیا کہ گرجے سے کیا لیکر آئے ان لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت (دولت تو یہاں ملتی ہے) ہم گرجے سے کیا لیکر آتے۔ شیخ نے فرمایا آؤ میں تمھیں گرجا نا سکھلاؤں (یہ کہکر اپنے ساتھ سب کو گرجا لے گئے) جب

از کلیسا چہ تواں آورد شیخ گفت بیائید
تا من شمارا پیش کلیسا رفتن بیاموزم
چوں آنجا رسیدند دیدند آں قوم
صورت عیسیٰؑ و مریمؑ بر دیوار کلیسا
نقش کردہ اند و می پرستند شیخ
بانگ برآں صورت زد و گفت
أأنت قلت للناس اتخذونی و امی
الٰہین من دون اللہ در حال آں
صورتہا از دیوار کلیسا فرو ریختند و
از ہر ذرۂ ایشاں آواز می آمد لا واللہ
لا واللہ قطعہ

نخشبی خلق تا چہ سنگدل اند
آنکہ معبود خود ز سنگ کنند
گر بتاں را زباں بود ہر دم
با پرستندہ تا چہ جنگ کنند

وہاں پہونچے تو دیکھا کہ اس قوم نے حضرت عیسیٰؑ
اور حضرت مریمؑ کی تصویریں گرجے کی دیوار پر
بنا رکھی ہیں اور سب لوگ اسی کی پرستش کر رہے
ہیں۔ شیخ نے اس تصویر کو مخاطب کر کے زور سے
فرمایا کہ أأنت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین
من دون اللہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے
اور میری ماں کو اللہ کے ماسوا خدا بناؤ۔ اسی وقت
وہ تصویریں تو گرجے کی دیوار سے نیچے گر گئیں اور
وہاں کے ذرہ ذرہ سے آواز آئی کہ لا واللہ
لا واللہ یعنی بخدا نہیں بخدا نہیں۔

ترجمۂ قطعہ

"اے نخشبی یہ مخلوق بھی کتنی سنگدل ہے جو کہ اپنا معبود
پتھر کو قرار دیتی ہے اگر ان بتوں کے زبان ہوتی تو اپنے
پوجنے والوں سے ہر وقت خوب خوب جنگ کرتے (اور انکو کوستے) یعنی
خدا کا مدمقابل بننے میں انکو شرم آتی ہو اور نہ آئی تو بنانے والوں کو"

سلک صد و دہم

سالکان ملک طریقت و
مالکان مملکت حقیقت کہ از نفس
چناں بروں آمدہ اند کہ مار از پوست
چنیں گویند راہ حق راہی است
کہ در و بار رخت وجود قدم نتواں نہاد

سلک نمبر ۱۱ (لی مع اللہ وقت)

ملک طریقت کے سالک حضرات اور مملکت حقیقت
کے مالک صاحبان جو کہ نفس سے اس طرح سے نکل چکے ہوتے
ہیں جیسے سانپ اپنے کینچل سے نکل جاتا ہے وہ لوگ
یہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا راستہ ایسا راستہ ہے کہ اسمیں
اپنے وجود کے سامان کو لیکر قدم نہیں رکھنا چاہیئے

اللہ اللہ چہ مشکل راہی وطرفہ بارگاہی
کہ درو این کس را ہم این کس مزاحم
نماید بشنو بشنو! چوں حضرت
رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کہ این راہ
را جز او کسی بمنزل نرسانیدہ خود
فرمود لی مع اللہ وقت لا یسع فیہ
ملک مقرب جبرئیل علیہ السلام
شکستہ باطن شد باز فرمود خاطر جمع دار
ولا نبی مرسل واز این نبی مرسل
خود را خواست بنا برآنکہ در عہد
دولت او قفل ختم بر درجک نبوت
او نہادہ بودند و نبی مرسل و غیر مرسل
نماندہ ای جبرئیل اگر گویم مرا
با حضرت جلال احد وقتی است
کہ درو ملک نہ گنجد شکستہ مشو کہ آنجا
محمد نیز نمی گنجد بشنو بشنو! چوں
کمان کش قاب قوسین او ادنیٰ
از عالم قاب قوسین باز گشت
جبرئیل علیہ السلام می پرسید یا محمدؐ
ازاں عالم کہ می آئی درو چہ دیدی
او می گفت ای برادر چہ جای
این سوال است کہ محمد از محمد ہم
ہمی پرسید کہ چہ دیدی علم من

اللہ اللہ یہ کس قدر دشوار گذار راہ ہے اور کیسی عجیب بارگاہ
ہے کہ اسمیں ایسے طالب کیلئے بھی خود اس کی ذات (یعنی
اسکا نفس ہی) مزاحم ہوتی ہے۔ سنو سنو! جبکہ خود رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہی (کہ آپکے سوا اور کوئی اس راہ کو جیسا کہ اسکا حق ہے
طے کرکے منزل تک نہیں پہونچ سکا ہے) یہ فرمایا کہ میرے لئے
اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسمیں
کسی مقرب فرشتہ کی بھی گنجائش نہیں ہوتی تو حضرت جبرئیل
علیہ السلام یہ سنکر بہت ہی شکستہ دل ہوئے آپ نے یہ دیکھکر فرمایا
جبرئیل خاطر جمع رکھو اسوقت میں (الملک تو خیر ملک ہی ہے) کسی
نبیٔ مرسل کی بھی گنجائش نہیں ہوتی چنانچہ اس نبیٔ مرسل سے
مراد خود آپ کی اپنی ہی ذات شریفہ تھی کیونکہ آپکے
زمانۂ مبارک میں نبوت کا دروازہ بند ہو چکا تھا کسی
اور نبی کے ہونے کا احتمال ہی کیا تھا جو اس وقت میں موجود
ہوسکتا پس آپ نے مرسل اور غیر مرسل سب ہی کے اعتبار
سے نبوت کے ڈبہ پر قفل لگا رکھا تھا اور فرمایا کہ اے جبرئیل سنو
اگر میں نے یہ کہدیا کہ میرے لئے حضرت جلال احد کے ساتھ ایک
ایسا وقت بھی ہوتا ہے کہ اسمیں کسی فرشتے کی بھی گنجائش نہیں
ہوتی تو تم اسکی وجہ سے شکستہ خاطر نہ ہو کہ اس وقت میں
وہاں خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بھی گنجائش نہیں ہوتی (یعنی میں بھی
فانی فی اللہ ہوکر باقی باللہ ہو جاتا ہوں) سنو سنو! جب
قاب قوسین او ادنیٰ کی کمان کھینچنے والے (صلی اللہ علیہ وسلم)
عالم قاب قوسین (یعنی معراج) سے واپس تشریف لائے تو جبرئیل نے
آپ سے دریافت کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جس عالم سے واپس

علم و فہم من فہم . قطعہ

نخستی راز وصل دوست مپرس
بوالعجب عاشقی کہ وا گوید
آنکہ از خویش بیخبر باشد
خبر از دیگری کجا گوید

سلک صد و یازدہم

اہل قبول گویند التواضع قبول الحق من الحق للحق عزیز من اگر آدمی بداند کہ اول او چہ بود و آخر او چہ خواہد بود او نباشد مگر متواضع بزرگی را پرسیدند مرد متواضع کرا گویند گفت کہ او خود را و خاکی را کہ پی سپر خلق است یکساں داند آدمی مرد خاکی کسی است کہ میان او و میان خاک ہیچ بیگانگی نباشد و وقت نشستن و خاستن میان او و میان خاک جامہ واسطہ نگردد و لہذا بزرگی را پرسیدند درویش بچہ ماند گفت بزمین گفت از چہ وجہ گفت ہر چہ از نیک و بد برود جمع باشد وقد کان قوم من اصحاب الصفۃ

آئے ہیں وہاں کیا دیکھا؟ آپنے فرمایا کہ بھائی میرے اسکو کچھ نہ پوچھو کیونکہ محمد بھی محمد سے یہی پوچھتے ہیں کہ تم نے وہاں کیا دیکھا؟ جانا جس نے کہ جانا اور سمجھا جس نے کہ سمجھا —— "نخستی سے اسکے وصل یار کا حال نہ پوچھو وہ عاشق بھی عجیب عاشق ہے جو اسکو بیان کردے" بھلا جس شخص کو خود اپنی ہی خبر نہو وہ دوسرے کا حال کیا بیان کرسکتا ہے۔

سلک نمبر ١١١ ۔ (تواضع)

مقبولین کا یہ کہنا ہے کہ تواضع کہتے ہیں حق سے حق کو حق کیلئے قبول کرنا۔ عزیز من! اگر انسان یہ جان لے کہ اول درجہ اسکا کیا تھا اور آخر کیا ہوگا تو وہ یقیناً متواضع ہی ہو جائے گا ایک بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت مرد متواضع کسے کہتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ متواضع وہ شخص کہلاتا ہے جو خود اپنے کو اور اس خاک کو جو کہ تمام مخلوق کی اصل ہے برابر جانے۔ ہاں ہاں مرد خاکی تو در اصل وہی ہے کہ اسکے اور خاک کے درمیان کچھ بھی بُعد اور بیگانگی نہوئے۔ چنانچہ اٹھتے بیٹھتے وقت اسکے اور مٹی کے درمیان لباس کا بھی حجاب نہ ہو۔ اسی لئے کسی بزرگ سے جب لوگوں نے دریافت کیا کہ درویش کی مثال کیا ہے تو فرمایا کہ وہ زمین کی طرح ہوتا ہے۔ پوچھا گیا کس وجہ سے؟ فرمایا کہ جو کچھ بھی بھلا یا بُرا اس پر پیش آتا ہے وہ سبکا تحمل کرتی ہے (اور درویش بھی ایسا ہی ہوتا ہے) چنانچہ اصحاب صُفہ میں ایک جماعت ایسی تھی جو کہ اپنے اور زمین کے درمیان کسی چیز کے حائل ہونیکو پسند نہیں کرتی تھی۔

یکرہون ان یجعلوا بینہم وبین التراب
حائلا عزیزمن! طائفہ کہ امروز
ہمہ بر بساط منقش می نشینند نمیدانیم
ایشاں را فردا برکدام بساط خواہند نشاند
و فرقہ کہ اینجا ہمہ لباس ملون میپوشند
ہیچ معلوم نہ کہ حشر ایشاں با کدام
لباس خواہند پوشانید بشنو بشنو
بزرگی میگوید در بغداد مردی بود کہ
در زمستاں و تابستاں یک جامہ پوشیدے
او را گفتند چرا جامۂ دیگر نپوشی گفت
من پیش ازیں ہمچناں می کردم ناگہی
مرا بہشت در خواب نمودند گروہی
یارانِ خود را دیدم در مقامی رفیع
بر سر مائدہ نشستہ من برفتم و میان
ایشاں بنشستم فرشتگاں مرا از آنجا
دور کردند گفتم ایشاں یارانِ من اند
مرا از ایشاں چرا دور می کنید گفتند
میان تو و میان ایشاں فرقِ بسیار
است ہٰؤلاء اصحاب ثوب واحد
ولک قمیصان فانتبہتُ و نذرتُ
ان لا البس الا ثوبا واحدا عزیزمن
در عالم ظاہر ہر کہ یک جامہ بپوشد او
پوشیدہ شود و در عالم باطن و ہر کہ دو جامہ

عزیز من! جو لوگ کہ آج دنیا میں نرم و نقشین بستروں
پر بیٹھے ہوئے ہیں نہیں کہہ سکتا کہ کل (بروز قیامت)
انکو کس قسم کے بستر پر بٹھایا جائے گا اسی طرح سے جو
لوگ کہ آج رنگ برنگ کے زرق برق لباس زیب تن
کئے ہوئے ہیں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کل کو انکو کیسا لباس
پہنایا جائیگا۔ سنو سنو! ایک بزرگ فرماتے تھے کہ بغداد
میں ایک درویش تھا جو گرمی سردی ہر موسم میں بس ایک
ہی لباس پہنے رہتا تھا اس سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ
اپنا لباس تبدیل کیوں نہیں فرماتے انھوں نے فرمایا بھائی
پہلے میں بھی ایسا ہی کرتا تھا (یعنی لباس بدل لیا کرتا تھا)
لیکن ایک مرتبہ میں نے خواب میں جنت کو دیکھا اور یہ دیکھا
کہ میرے احباب خاص میں کی ایک جماعت ایک بلند
مقام پر ایک دسترخوان پر جمع ہے۔ میں بھی جاکر ان کے
ساتھ بیٹھ گیا، فرشتے آئے اور مجھے اٹھا دیا میں نے کہا ارے
یہ سب لوگ میرے احباب ہیں آپ مجھے ان سے علٰحدہ
کیوں کر رہے ہیں؟ انھوں نے کہا تم میں اور ان لوگوں میں
بڑا فرق ہے وہ یہ کہ وہ سب لوگ تو وہ ہیں جنھوں نے دنیا
میں زندگی صرف ایک کپڑے پر بسر کی ہے اور تمھارے پاس
تو دو قمیصیں ہیں (سردی کی الگ اور گرمی کی الگ) یہ منظر دیکھکر
میں بیدار ہو گیا اور اس دن سے طے کیا کہ اب سے صرف ایک ہی قمیص
ہمیشہ پہنونگا عزیز من عالم ظاہر میں تو جو ایک لباس
پہن لے وہ اسکی وجہ سے ستر پوش ہو جاتا ہے (یعنی لباس اسکا
ساتر بن جاتا ہے لیکن عالم باطن میں جو شخص دو لباس پہن لے

بپوشد او برہنہ گردد قطعہ

نخشبی زاں پیاز گندہ شدہ است
کہ وجودش ندارد از یک پوست
ہرکہ اورا دو پیرہن باشد
نزد اصحاب دیں برہنہ ہمو است

سلک صد و دوازدہم

بباید دانست کہ نفس بمثابہ بیماری است و آرزوی او بدو رسانیدن زہر قاتل است کہ ہیچ تریاق او نیست مگر ہوار او از و باز داشتن آری ہرکہ پای بر ہواہد او بباد رود جان خود را در سرہوا کند اکنون بداں کہ نفس بر سہ نوع است یکی را مطمئنہ گویند وھی التی اطمأنت بطاعۃ اللہ تعالیٰ ولا یطلب مخالفۃ امرہ و دوم را لوامہ گویند وھی التی تلوم صاحبھا علی معاصیہ و سوم را امارہ گویند وھی التی تامر بالسوء و تدعوا الی الھلاک عزیز من! سلامتی نفس در مخالفت او باشد و بلا او در متابعت او۔

تو وہ عریاں ہو جاتا ہے (یعنی اسکی دنیاداری عیاں ہو جاتی ہے)

"اے نخشبی یہ پیاز بدبودار اسی وجہ سے ہوئی کہ اسکی ذات کے اوپر ایک ہی پوست (یعنی ایک ہی لباس) نہیں ہے (بلکہ پوست بر پوست ہے) چنانچہ سمجھ لو کہ جس کے پاس دو پیرہن ہوں تو اہل طریق اسکو عریاں اور ننگا ہی سمجھتے ہیں

سلک نمبر ۱۱۲ (اقسام نفس)

جاننا چاہئے کہ نفس ایک بیمار کی طرح ہے چنانچہ اسکی خواہشات کو اسے دینا بمنزلہ سم قاتل ہے۔ اسکا علاج تو بجز اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ اسکی خواہشات کو اس سے روکا جائے ہاں جس شخص نے اپنے قدم کو خواہشات نفسانی ہی سے متمتع ہونے میں ڈال رکھا ہو وہ خاک میں ملے یا ہلاک ہو وہ جانے۔ اب یہ سمجھو کہ نفس کی تین قسمیں ہیں ایک کا نام نفس مطمئنہ ہے اور یہ وہ نفس ہے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت کرکے اپنے اندر اطمینان اور سکون حاصل کرے اور اللہ کی مخالفت اسکا شیوہ نہ رہ جائے۔ دوسری کا نام نفس لوامہ ہے یہ وہ نفس ہے جو اپنے صاحب کو اللہ تعالیٰ کی معصیت کرنے پر ملامت کرے اور تیسری کا نام نفس امارہ ہے یہ اسکو کہتے ہیں جو انسان کو برائیوں کا حکم کرے اور اسکو ہلاکت کی جانب بلائے۔ اے میرے عزیز! خوب سمجھ لو کہ نفس کی سلامتی اسکی مخالفت ہی میں ہے اور اسکی متابعت سراسر بلا و مصیبت ہے۔

بشنو بشنو! ابراہیم خواص می گوید
وقتی بر سر کوہی بودم آنجا انار بسیار بود
نفس مرا آرزوی انار بسیار کرد
دانہ ازاں برگرفتم در دہاں نہادم
ترش بود از دہاں بروں انداختم
بیشتر شدم مردی دیدم بانواع بلا
مبتلا و زنبور بسیار گرد او درآمدہ گفتم
السلام گفت و علیک السلام
یا ابراہیم۔ کیف عرفتنی گفت
من عرف اللہ تعالیٰ لایخفی منہ شئی
گفتم ای خواجہ ترا با حضرت ذوالجلال
اللہ تعالیٰ و تقدس حالی می بینم
چرا ازیں حضرت نمی خواہی تا ایں
زحمت زنبوراں از تو دفع گرداند
گفت ای ابراہیم نہ اہم با آں
حضرت حالی می بینم تو چرا نخواستی
تا آرزوی آں انار از تو دفع گرداند

قطعہ ۵

نخشبی سر ز حکم دوست متاب
کار نابالغاں است شور و خروش
ہیچ دانی کہ صدق چیست بحق
ارہ بر سر نہند و تو خاموش

سنو سنو! حضرت ابراہیم خواص رحمہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک پہاڑ کے اوپر تھا وہاں انار بہت لگے ہوئے تھے میرے نفس میں انار کھانے کی خواہش بہت شدت سے پیدا ہوئی چنانچہ ایک پھل میں نے انار کا توڑ لیا منہ میں رکھا تو بیحد کھٹا تھا فوراً تھوک دیا اور آگے چلدیا' ایک شخص کو دیکھا کہ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہے اور اسکے چاروں طرف مکھیاں لپٹ رہی ہیں اس کے پاس آیا اور میں نے اسکو سلام کیا۔ اس نے کہا وعلیکم السلام یا ابراہیم۔ میں نے کہا آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا؟ (حالانکہ کبھی کی دید و شنید نہیں رہی) اس نے کہا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا عارف ہوجاتا ہے پھر اس پر کوئی شے مخفی نہیں رہتی۔ میں نے عرض کیا حضرت آپکا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب تو ایسا دیکھ رہا ہوں پھر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں فرماتے کہ ان مصائب سے آپکو نجات دیدیں اور ان بھڑ اور مکھیوں سے آپ کا پیچھا چھوٹے۔ انھوں نے فرمایا کہ اے ابراہیم تمکو بھی تو حق تعالیٰ سے نسبت اور تعلق خاطر حاصل ہے تم نے (جب تمکو انار کی خواہش پیدا ہوئی تھی کیوں نہ انھیں سے درخواست کی کہ اس خواہش کو دفع فرما دیتے (اور غیر کا انار توڑنے سے تم بچ جاتے)۔

ترجمۂ قطعہ

"اے نخشبی دوست کے حکم سے منہ نہ موڑو (سختی سے گھبرا کر) چیخنا اور چلانا تو بچوں کا کام ہے جانتے ہو کہ حق تعالیٰ کے ساتھ صدق تعلق اور صدق محبت کسے کہتے ہیں؟ اسے کہتے ہیں کہ وہ تو تمھارے سر پر آرہ رکھیں اور تم زبان سے اُف تک نہ کرو"

سلک صد و سیزدہم

اگر کسی پرسد طائفہ کہ ایشان را
در بیجزی ہمہ چیز ہا مہیا شدہ و ایشان
در بینوائی ہمہ وقت با نوا گشتہ آن کدام
طائفہ اند باید گفت آں از طبقہ
درویشاں تو انگران باطن اند اہل
تحقیق غنا ظاہر را غنا نگویند اما
غنا باطن را غنا گویند۔ سئل
ارسطا طالیس من رجل یعرفہ ہو
غنی ام لا فقال اعلم ان لہ مالا
ولکنی لا اعلم اغنی ہو ام لا اتی لست
ادری کیفیۃ عملہ فی مالہ ای درویش تا ندانی
درویش کسی را گویند کہ او ہیچ چیز ندارد بلکہ
درویش کسی را گویند کہ او ہمہ چیز
دارد و بعضی از بادشاہان از درویشان
ہمچناں التماس کنند کہ بعضی از
درویشان از بادشاہاں التماس کنند
ازی قوت قناعت قوی است کہ
سلاطین بیش او حقیر اند بشنو بشنو
چنیں گویند وقتی یکی از بزرگان دید
کہ درویشی پای دراز کردہ بود و
وتنہ خود را بالای آں افگندہ

سلک ۱۱۳ (قناعت)

اگر کوئی پوچھے کہ اس گروہ کا کیا نام ہے جس کے افراد ایسے
ہوتے ہیں کہ عالم بیچیزی میں بھی ان کے پاس تمام اشیا مہیا
ہوتی ہیں (اور انھیں کسی چیز کی حاجت نہیں رہ جاتی) اور وہ
لوگ فقر و فاقہ میں بھی خوش و خرم اور توانا ہی رہتے ہیں اور ذرہ
برابر ضعف انکو نہیں ہوتا تو کہنا چاہیئے کہ وہ تو انگر صفت
درویشوں کا گروہ ہے۔ بات یہ ہے کہ اہل تحقیق غنا ظاہری
کو امیری نہیں کہتے بلکہ امیری انکے یہاں غنا باطن کا
نام ہے۔ ارسطا طالیس سے ایک شخص کی نسبت دریافت
کیا گیا جسکو کہ وہ پہچانتے تھے کہ جناب والا یہ شخص غنی ہے
یا نہیں ؟ اس نے یہ جواب دیا کہ مجھے یہ تو معلوم ہے کہ اسکے
پاس مال ہے باقی یہ نہیں بتلا سکتا کہ وہ غنی بھی ہے یا نہیں
اسلئے کہ مجھے اسکے مال میں اسکے طرز عمل کا علم نہیں ہے
ای درویش سن ! تو اس غلط فہمی میں نہ رہ کہ درویش اسکو کہتے ہیں
جسکے پاس مال نہو بلکہ درویش اسکو کہتے ہیں جو کچھ نہ ہونے پر بھی
گویا سب کچھ رکھتا ہو۔ بہت سے سلاطین کو دیکھا گیا ہے کہ درویشوں
اور فقرا دین سے انھوں نے اس طرح سے لجاجت اور
پستی کیساتھ اپنی حاجت کا سوال کیا ہے جس طرح سے کہ بعض
بعض درویش لوگ بادشاہوں سے درخواست کرتے ہیں۔ ہاں بھائی
قناعت میں اتنی بڑی قوت موجود ہے کہ سلاطین اسکے آگے ہیچ
ہیں۔ سنو سنو ! ایک مرتبہ بزرگوں میں سے کسی بزرگ نے دیکھا کہ
ایک درویش اپنے پیر پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے اور اس پر اپنی گدڑی رکھکر

پیوند می کرد ہمدراں حالت یکی
از خلفای آں دیار برای دیدن او
آمد او ہیچ از سر حال خود نگشت
و پای گرد نیاورد حاجبی کہ برابر
خلیفہ بود آغاز کرد کہ شیخ پای گرد آر
شیخ ہیچ نگفت و التفات نکرد
بار دوم گفت شیخ پای گرد آر گفت
ای خواجہ دیر است تا دست
گرد آوردہ ام اگر پای گرد نیارم
روا باشد قطعہ ؎

نخشبی دست پیش کس مکشا
نیست از غیر خواست گر دو ہست
ہر کہ از دست خویش گرد آورد
ہیچ کس را برو نباشد دست

اسے بھی رہا تھا اسی درمیان میں اس ملک کا خلیفۃ المسلمین اس درویش
سے ملاقات کو آگیا اسنے اپنی ہیئت میں کچھ تبدیلی نہ کی اور اپنے پیر
کو بھی نہ سمیٹا، بادشاہ کیساتھ جو دربان تھا اس نے کہا بھی کہ حضرت پیر
سمیٹ لیجئے شیخ نے اس پر بھی نہ کچھ کیا نہ کچھ کہا۔ اسنے پھر دوبارہ کہا
کہ درویش صاحب اپنے پیر تو سمیٹ لیجئے (بادشاہ سلامت
تشریف لائے ہیں) انھوں نے فرمایا اے جناب عرصہ ہوا کہ میں نے
اپنے ہاتھ سمیٹ لئے ہیں اسلئے اب اگر پیر نہ سمیٹوں تو روا ہے
(یعنی مجھے کسی مخلوق کے آگے دست دراز کرنا نہیں ہے تو پھر
کسی سے مجھے کیا اندیشہ ہے)

ترجمہ قطعہ

"اے نخشبی خبردار کسی مخلوق کے آگے کبھی ہاتھ نہ پھیلانا اور نہ ملی ہوئی
چیز کو نہ مانگنے کی وجہ سے گویا ملی ہی ہوئی سمجھو (کہ سوال کی ذلت سے تو
بچے جو کہ پانے کی عزت سے کم نہیں ہے) جس شخص نے اپنے ہاتھ کو سمیٹ لیا
اسکے اوپر کسی کی چاپ نہیں رہا کرتی (یعنی دباؤ اور قبضہ نہیں ہوتا)

سلک صد و چہاردہم

ارباب معرفت گویند خلق
بہ پنج بلای عظیم مبتلا است و
بی نظامی کار ایشاں ازاں خمس
است یکی از انہا حب شبع است
و منہ قساوۃ القلب و دوم حب
نوم است و فیہ نقصان العمر

سلک نمبر ۱۱۴ (طریق فنا کے دعویٰ کا نام ہے)

ارباب معرفت یہ فرماتے ہیں کہ مخلوق پانچ بڑی مصیبتوں میں
گرفتار ہے اور ان کے تمام کاموں میں بدنظمی کا یہی سبب ہے
ایک یہ کہ لوگوں کو خوب شکم سیر ہو کر کھانا پسند ہے اور اسکی وجہ سے
قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے (جسکا عیب ہونا ظاہر ہے)۔ دوسری
چیز یہ ہے کہ انکو سونے سے بہت زیادہ تعلق ہے حالانکہ اسکی وجہ
سے عمر کم ہو جاتی ہے (جسکا نقصان ظاہر ہے)۔ تیسری چیز یہ ہے کہ

سوم حب راحت است و فیہ
افلاس من العمل و چہارم حب
مال است و فیہ الحساب الشدید
والعذاب الشدید پنجم حب شہوات
است و فیہ ذہاب الثواب
و این پنجم از ہمہ عظیم تر است
بنا بر آنکہ مردم را ہیچ علتی فاحش تر
از خود پرستی نیست و ہیچ کفرانی
زشت تر از خود بینی نہ بشنو بشنو
صاحب کرامتی را گفتند شنیدہ ایم
کہ تو بر آب میروی گفت اگر
صد سال بر آب خواہم رفت بہتر
از خس نخواہم رفت و دیگری را گفتند
کہ تو در آتش می باشی گفت اگر ہمہ عمر
خواہم بود خوشتر از سمندر نخواہم بود
و آن مقام طائفہ است کہ ایشان را
اصلا در خود نظر نماندہ باشد و لہذا
صاحب مقاماتی را گویند انصاف
چیست؟ گفت آنکہ انصاف
دیگران از خود بدہد و انصاف
خویش از کسی نطلبد قطعہ
نخشبی کمتر از خسی است بدہر
منطق الطیر کم کسے داند

انکو راحت و آرام بہت پسند ہے اور اسکی وجہ سے انسان عمل
میں مفلس ہو جاتا ہے یعنی بالکل نکما اور بے مصرف ہو جاتا ہے۔
چوتھی چیز حب مال ہے اور اسکی وجہ سے قیامت میں اسکا حساب
اور عذاب لمبا اور سخت ہو جائیگا اور پانچویں چیز شہوات کی محبت
ہے یعنی خواہش نفس کی برآری جسکی وجہ سے یہ ثواب کی باتوں سے
محروم رہتا ہے اور یہ پانچویں چیز سب سے زیادہ اہم اور نقصان دہ ہے
اسلئے کہ انسان کے اندر کوئی مرض خود پرستی سے زیادہ فاحش
نہیں اور کوئی کفر کی قسم کی چیز خود بینی سے بڑھکر نہیں ہے اسی لئے
کہا گیا ہے ع۔ کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی۔
سنو سنو! ایک صاحب کرامت بزرگ سے لوگوں نے کہا
کہ حضرت سنا ہے آپ پانی پر چل لیتے ہیں فرمایا کہ اگر سو سال بھی
پانی پر چلوں تو ایک تنکے سے زیادہ درجہ نہ پا سکونگا اور اس سے
عمدہ نہ چل سکونگا۔ اسی طرح دوسرے کسی بزرگ سے لوگوں نے کہا
کہ حضرت سنا ہے آپ آگ پر بے تکلف چل لیتے ہیں فرمایا کہ اگر
تمام عمر آگ پر چلوں تو سمندر نامی آگ کے کیڑے سے بہتر اس میں
نہ چل سکونگا یہ مقام اس گروہ کا ہے کہ جنکی نظر اصلا اپنے پر نہو
اسی لئے ایک صاحب مقام سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت
"انصاف" کسے کہتے ہیں فرمایا کہ انصاف والا در اصل وہ ہے کہ
دوسروں کا حق انصاف کیساتھ اپنے سے ادا کردے اور اپنے لئے
حق اور انصاف کا کسی سے خواہش مند نہو
"یوں نخشبی دنیا میں خس سے بھی زیادہ حقیر ہے لیکن یہ بھی جان لو کہ منطق الطیر کا
جاننے والا بھی دنیا میں کوئی ہی کوئی ہوتا ہے (مراد منطق الطیر سے رموز معرفت ہیں
جن سے کم ہی لوگ واقف ہوتے ہیں اور الحمد للہ کہ نخشبی ان سے واقف ہے) پھر باوجود

آنکہ او در جہاں کسے باشد
خویشتن را کم از نسے داند

اس کمال کے بدولت کیسی ؛ بات یہ ہے کہ جو شخص اس دنیا میں کچھ ہوتا ہے وہ اپنے کو خس سے بھی کم ہی سمجھا کرتا ہے"

سلک صد و پانزدہم

سلک ۱۱۵ (ریاضت اور مجاہدہ)

اہل ریاضت گویند

الریاضۃ سد باب النوم والتبعد عن صحبۃ القوم وبعضی گویند الریاضۃ مداراۃ حکم الشریعۃ ومداواۃ سقم الطبیعۃ و اصل ریاضت گرسنگی است الجوع تہذیب الاولیاء و تعذیب الاشقیاء روزی ابراہیم ادہم راکہ ادہم نفس ہیچکس بہتر از و ریاضت ندارد دوستی مہمان برد و او میدانست کہ ابراہیم طعام اندک میخورد گفت مرا آرزومی آں میکند کہ تو طعام امروز بیشتر خوری ابراہیم گفت ای خواجہ تو کار خویش کردی اکنوں مرا ہم کار خویش می باید کرد علیک بتقریب الطعام وعلینا بتادیب الاجسام عزیز من! یکی از ثمرات شجرۂ ریاضت انجلائے باطن است

اہل ریاضت فرماتے ہیں کہ "ریاضت" نام ہے نوم (یعنی سونے کے دروازہ کو بند کردینے اور اپنے ابنائے جنس کی مصاحبت سے دوری اختیار کرنے کا۔ اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ "ریاضت" کہتے ہیں حکم شرع کو خوش آمدید کہنے کو اپنی طبیعت کی بیماریوں کا علاج کرنے کو۔ باقی ریاضت کی اصل جو ہے وہ فاقہ اور بھوک ہے عقلاء کا کہنا ہے کہ بھوک اولیاء کو سنوارنے والی شے ہے اور اشقیاء کیلئے موت اور سبب عذاب ہے ایک دن حضرت ابراہیم ادہم کو (وہ ابراہیم ادہم کہ کسی شخص نے اپنے فرس نفس کی ریاضت ان سے بہتر نہیں کی تھی) ان کو کوئی دوست انکا اپنے یہاں مہمان لے گیا اور اسکو یہ احساس ہوا کہ حضرت نے کھانا تو بہت ہی کم نوش فرمایا اسلئے عرض کیا کہ حضرت میری تو یہ دلی خواہش تھی کہ حضرت آج کچھ اور زیادہ کھانا تناول فرمالیتے (حضرت نے تو بہت ہی کم کھایا) ابراہیم ادہم نے فرمایا بھائی میرے تم نے تو اپنا کام کرلیا اب ہم کو بھی اپنا کام کرنا چاہیئے یعنی تمھارے ذمہ بحق میزبانی لازم تھا کہ عمدہ عمدہ کھانے مہمان کے قریب کرتے تم نے کیا اور ہمارے ذمہ یہ لازم ہے کہ اپنے جسم کی حفاظت کریں اور اسکو راہ مولا میں لگائیں غافل نہونے دیں وہ ہم نے کیا عزیز من! ریاضت کے ثمرات میں سے ایک بڑا ثمرہ باطن کا روشن ہوجانا بھی ہے

سبحان اللہ! این چہ انجلا است
کہ اہل ریاضت در سجنجل باطن دارند
تا ہر چہ ہست ایشاں را بعینہ در آئینۂ
دل متصور است بشنو بشنو اندر
آنچہ میان سکندر و دارا منازعت شد
شبی سکندر خواب دید گوئی با دارا
کشتی میگیرد دارا او را بر زمین انداختہ
است سکندر این خواب پیش یکے
از ریاضت کشاں بگفت او گفت
خاطر جمع دار کہ دارا زمین بتو خواہد داد

سبحان اللہ! وہ کیسی کیا روشنی اور قلعی ہے جو کہ اہل ریاضت
اپنے باطن کے آئینہ میں رکھتے ہیں جسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ جو بھی
واقعات دنیا میں ہوتے ہیں وہ انکے آئینہ دل میں متصور رہتے
ہیں۔ سنو سنو! جس زمانہ میں کہ سکندر اور دارا کی لڑائی ہو رہی
تھی سکندر نے خواب میں دیکھا کہ جیسے دارا سے کشتی لڑ رہا ہے
اور دارا نے اسکو زمین پر پٹک دیا۔ سکندر نے اپنے اس خواب
کو اسی طرح کے ایک اہل ریاضت کی خدمت میں پیش کیا انھوں
نے فرمایا کہ تم خاطر جمع رکھو (خواب بہت اچھا ہے اور اسکی تعبیر
یہ ہے کہ) دارا تم کو زمین دے دیگا یعنی تم ملک کے
مالک ہو جاؤ گے۔

قطعہ ۵

نخشبی غیب عالمی است دگر
غیب را ہست غیبہا روشن
ہر کہ او جوشن صفا پوشید
گرددش جملہ غیبہا روشن

ترجمہ قطعہ

نخشبی غیب ایک دوسرا ہی عالم ہوا کرتا ہے اس میں غیب کی حقیقت
روشن ہو جاتی ہے۔ پس جو شخص کہ صدق و صفا کے زیور سے
خود کو آراستہ کر لیتا ہے اس پر (بہت سے) امور غیبیہ منکشف
ہو جاتے ہیں (جسکی وجہ سے وہ صحیح ہی بات کہتا ہے)

سلک صد و شانزدہم

معماران رواق باطن گویند
خانہ چوں عمر خراب می شود خلق پیش
خود دیوار بر می آرند ای بعمارت
کاخ چوبیں پای در گل ماندہ مگر
تو این خبر نرسیدہ است کہ

سلک ۱۱۶ (بھلا آگ مٹی اینٹ گارے میں نہیں ٹھہرتی)

باطنی محلات کے جو حضرات معمار ہوتے ہیں انکا کہنا ہے
کہ انسان کی عمر کی طرح جب اسکا مکان بوسیدہ اور خراب ہوجاتا
ہے تو مخلوق یہ کرتی ہے کہ اسکے سامنے سے ایک آڑ کی دیوار
بنا لیتی ہے یعنی پختہ اور بلند مکان کی جگہ اب صرف لکڑی اور
مٹی گارے سے کام چلا لیتی ہے۔ شاید تم کو یہ خبر نہیں پہونچی کہ

ما وضع رسول اللہ علیہ السلام لبنا
علی لبن چنیں گویند چوں یکی خانہ
ابرارد بلند تراز بالا خویش ملائکہ
گویند الی این یا ملعون در اثر
آمدہ است کہ در آخر الزمان مردم
باشند کہ ایشاں خانۂ خود را
چناں نقش کنند گوئی بردیمانی است
نظر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی طریق
الشام الی صرح قد بنی بالجص و
والآجر فکبر و قال ماکنت اظن
ان یکون فی ہذہ الامۃ من یبنی
بنیان ہامان و فرعون بشنو بشنو
روزی مردی بر امام اعظم کہ
بانی مبانی حقیقت بود رفت و گفت
من مسجدی بنا کردہ ام و دلم این تمنا
می کند کہ قراضۂ زری از کسب تو
دراں مسجد خرج شود تا از برکت آں
وجہ خلق روی بدو آورد امام اعظم
بعد از تامل بسیار یک قراضۂ زر
بدو داد او برفت بعد از تامل زمانی
آں قراضہ باز آورد و گفت از برای
مصلحتی کہ این بردہ بودم آں بی این
برآمد امام اعظم تبسم کرد و آں قراضہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر کے سلسلہ میں اینٹ پر اینٹ
نہیں رکھی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی حیثیت
سے زیادہ مکان بناتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اسے ملعون یہ
پختہ تعمیر تیری آخر کتنے دنوں کام آویگی۔ حدیث شریف میں آیا ہے
کہ آخر زمانہ میں لوگ ایسے ہوں گے کہ وہ اپنے مکان کو نقش ونگار
کے ساتھ اس طرح منقش کریں گے جیسے یمنی چادر نقشین ہوتی
ہے۔ حضرت عمرؓ نے شام جاتے وقت راستہ میں ایک
مکان دیکھا جو کہ پختہ اینٹ اور چونے سے بنا ہوا تھا آپ نے
اسکو دیکھکر فرمایا اللہ اکبر! میرا گمان یہ نہیں تھا کہ اس امت
میں ایسے بھی لوگ ہیں جو ہامان اور فرعون کے مکان جیسا پر تکلف
مکان بنائیں گے۔ سنو سنو! ایک دن ایک شخص امام اعظم
(ابو حنیفہؒ) کے پاس جو کہ حقیقت کے بانی مبانی تھے آیا اور
کہا کہ میں نے ایک مسجد بنوائی ہے میرا دل یہ چاہتا ہے کہ آپکا
بھی ایک ٹکڑا سونا اس میں لگ جاتا تاکہ اسکی برکت سے مخلوق کی
توجہ اس مسجد کی جانب ہو جاتی۔ امام صاحبؒ نے تھوڑی دیر
غور و تامل کرنے کے بعد ایک ٹکڑا سونا پیش فرما دیا وہ لیکر چلا گیا
لیکن کچھ ہی مدت بعد وہ رقم واپس لایا اور عرض کیا کہ حضرت جس
ضرورت کے لئے حضرت سے یہ رقم لی تھی وہ پوری ہو گئی لہٰذا اب
یہ رقم فاضل ہے اسلئے واپس ہے۔ امام صاحبؒ نے تبسم فرمایا
اور وہ ٹکڑا سونے کا اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ حاضرین مجلس نے
عرض کیا کہ حضرت کیا وجہ ہوئی کہ دیتے وقت تو آپنے بڑے تامل کے
کے بعد دیا تھا اور لیتے وقت فوراً لے لیا اور چہرے پر بشاشت
کے آثار نمودار ہوئے۔ فرمایا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حلال کمائی

باز ستدن حاضراں گفتند چیست وقت
دادن ایں قراضه تامل بسیار کردی
و وقت باز ستدن فرحتی در تو ظاہر
گفت در خبر صحیح است که وجه حلال
در گل و خشت خرج نشود و وقت دادن
ازاں تامل کردم که چوں وجه من
حلال است در گل و خشت چگونه
خرج شود اگرچه مسجد است و وقت
باز ستدن ازاں خوش شدم که
که در حقیقت آں وجه حلال است
ازاں براں ہم صرف نه شد قطعه

نخشبی خانه بر زمیں چه کنی
نقد خود کس بخاک ره ندہد
آنکه ویرانی جہاں دید است
خشت بر خشت ہیچ گه ننہد

اینٹ گارے میں نہیں خرچ ہوا کرتی لہٰذا دیتے
وقت میں نے اسلئے تامل کے بعد دیا کہ مجھے خیال آیا)
کہ جب میری کمائی حلال کی ہے تو یہ کیونکر اینٹ
گارے میں خرچ ہوگی اگرچہ تعمیر مسجد ہی میں
کیوں نہ ہو، تو واپسی کے وقت مجھے یہ معلوم کر کے
خوشی ہوئی کہ الحمد للہ میری کمائی بالکل حلال
کی تھی اسی لئے گارے مٹی میں نہ لگ سکی۔

ترجمہ قطعہ

" اے نخشبی زمین پر اور دنیا میں گھر بنا کر
کیا کروگے اپنی آمدنی کو کوئی (سمجھدار)
انسان مٹی میں نہیں ملایا کرتا۔ جس شخص نے
کہ اس دنیا کی ویرانی کو سمجھ لیا تو وہ
اینٹ پر اینٹ کبھی نہیں رکھے گا
(یعنی تعمیر میں روپیہ برباد
نہ کرے گا)۔

سلک صد و ہفدہم

طلاب صادق گویند
طالب را باید که مطلوب را
بیواسطه دوست دارد
نه بواسطه۔

سلک ۱۱۷ (اخلاص و ایثار)

جو حضرات کہ طالب صادق گذرے ہیں وہ یہ فرماتے
ہیں کہ طالب کو چاہیئے کہ مطلوب (حقیقی) کو بلا کسی
واسطہ کے دوست رکھے اس سے محبت اور
دوستی بواسطہ نہ ہونی چاہیئے۔

آری کم ازیں مادح نمی باید بود
حکی انہ قیل لشاعر لم تمدح سلیمان
بن وہب بعد عزلہ عن الولایۃ قال
عزلہ اکرم من ولایۃ غیرہ وانا امدح کرمہ
لاعملہ وکرمہ معہ ولی ام عزل ــــ
ایہاالعزیز! اگر وقتی عمل خیری کنی ہم باید
کہ حال اجر طمع نداری کہ مہتر موسیٰؑ
مہتر خضر را پرسید برکت کدام فعل
ترا بر عالم غیب مطلع گردانید گفت
ہر عمل خیرے کہ بکردم از آں اجر طمع
نداشتم لاجرم معطی مطلق
حق تعالیٰ وتقدس چنداں
عطا داد کہ ہرگز در تحت حساب نیاید۔ ای
برادر ایں راہی است اگر دریں راہ کسی
عمل نکند بہتر از آں کہ عمل کند و اجر طمع دارد
واز عمل خود شرو طمع داشتن کار مردان
خود خواہ است۔ و مردان بر چہار صنف
اند یکی صنف ایشانند کہ ہم خود را نیک خواہ
اند و ہم دیگراں را و صنف دیگر ایشانند کہ
نہ خود را نیک خواہ اند و نہ دیگراں را و صنف
سوم ایشانند کہ خود را نیک خواہ اند و دیگراں
را نہ و صنف چہارم ایشانند کہ دیگراں را
نیک خواہ اند و خود را نہ و کار ہمیں صنف چہارم

ہاں بھائی دیکھو تو سہی محب مولیٰ کو اُس مادح سے تو کم نہ ہونا چاہیئے
بیان کرتے ہیں کہ کسی شاعر سے پوچھا گیا۔ کہ تم سلیمان بن وہب کی انکے
معزول ہوجانے کے بعد بھی کیوں مدح کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا
کہ انکی معزولی بھی دوسرے کے والی ہونے سے بہتر ہے میں تو
ان کے کرم کی تعریف کرتا تھا امارت اور ان کے عمل اور منصب
کی نہیں اور انکا ذاتی کرم تو بہرحال انکے ساتھ ہے وہ والی
رہیں یا معزول۔ عزیز من! اگر کسی وقت تم کوئی عمل خیر کرو
تو چاہیئے کہ اسی وقت اجر نہ چاہو۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کے کس فعل کی وجہ سے
آپ کو بہت سی مغیبات پر مطلع فرمایا گیا؟ فرمایا کہ جو عمل خیر کا میں نے
کبھی کیا اس پر اجر کی توقع نہیں رکھی، تو اسی کا انجام یہ ہوا کہ حق تعالیٰ
وتقدس نے بے حساب اجر اس پر مرحمت فرمایا۔ بھائی میرے یہ راستہ
ہی ایسا ہے کہ اگر اس راہ میں کوئی شخص عمل ہی نہ کرے تو وہ
اس سے کہیں بہتر ہے کہ عمل کرکے اس پر اجر کی امید لگائے۔
اور بات بھی یہی ہے کہ اپنے عمل پر اجر کی توقع رکھنا خود بینوں کا
کام ہے (جو اپنے عمل کو کچھ سمجھتے ہوں اور اسی پر انکی نظر ہو)
لوگوں کی چار قسمیں ہیں ایک تو وہ لوگ ہیں جو اپنے کو بھی اچھا
سمجھتے ہیں اور دوسروں کو بھی۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے
جو نہ خود کو اچھا سمجھتے ہیں نہ دوسروں کو۔ تیسری قسم ان لوگوں کی
ہے جو اپنے کو تو نیک سمجھتے ہیں دوسروں کو نہیں۔ اور چوتھی قسم
ان لوگوں کی ہے جو دوسروں کو اچھا سمجھتے ہیں اور اپنے کو نہیں
اور کام کے یہی لوگ ہیں۔ سنو سنو! ایک صحابی فرماتے ہیں
جنگ تبوک میں بہت سے حضرات پیاس کی وجہ سے جاں بلب تھے

بشنو بشنو! یکی از صحابہ میگوید کہ در عرب
تبوک بیشتر یاراں از تشنگی از پای در آمدہ
بودند و عم زادہ من ہمدریں میان بود من مطہرہ
پر آب میکردم و در طلب ایشاں شدم چو بر سر وقت
عم زادہ رسیدم گفتم آب خواہی خورد او بدیگری اشارت
کرد چوں بدو رفتم او بدیگری اشارت کرد
چوں براں سومی رسیدم او جاں دادہ بود
بر دومی رفتم او مردہ بود بر اولیں رفتم
او ہم رفتہ بود ۵

بخشی نیک خواہ خلقے باش
مثل ایں کار در جہاں کار یست
مرد ماں جملہ نیک خواہ خود تد
نیک خواہی مرد ماں کاریست

اور میرا ایک چچازاد بھائی بھی انھیں لوگوں میں سے تھا میں نے
گلاس میں پانی بھرا اور ان لوگوں کی تلاش میں نکلا (کہ سب کو
پانی پلاؤں) جب اپنے چچازاد بھائی کے پاس پہونچا اور
اس سے پوچھا کہ بھائی پانی چاہیئے اس نے دوسرے کیجانب
اشارہ کردیا کہ پہلے انکو پلا دیجئے، جب ان کے پاس پہنچا تو انھوں
نے تیسرے کی جانب اشارہ کردیا کہ پہلے انکو پلا دیجئے. جب
اس تیسرے کے پاس پہنچا تو وہ انتقال فرما چکے تھے پھر دوسرے
کے پاس آیا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے، پھر پہلے کے پاس لوٹا تو وہ
بھی جاں بحق تسلیم کر چکے تھے ۵

" اے بخشی سب مخلوق کے نیک خواہ بنو۔ اس جیسا کام
دنیا میں کام کہلائے جانے کا مستحق ہے. تمام انسانوں میں یہ بات
تو ہوتی ہے کہ وہ اپنے خیرخواہ ہوتے ہیں لیکن دوسرے لوگوں کا
خیرخواہ ہونا کام اگر ہے تو یہ ہے "۔

سلک صد و ہژدم

اہل معرفت گویند عجب باید داشت
از طائفہ کہ ایشاں را حضرت واہب المواہب
تعالیٰ و تقدس چیزی بخشیدہ باشد کہ
آں چیز ہزار بار بہ از بہشت است
وہی المعرفۃ و ایشاں بدنیا یک دم
مشغول گروند مرد ہوشیار کسی است کہ
خود را نہ مشغول دنیا دارد و نہ مشغول عقبی بلکہ

سلک نمبر ۱۱۸ (معرفت اور یادداشت عمل)

عارفوں کا کہنا ہے کہ قابل صد حسرت و افسوس اور باعث
ہزار تعجب ہیں وہ لوگ کہ حق تعالیٰ سبحانہٗ نے جنھیں ایسی دولت
سے نوازا ہے جو کہ فردوس بریں سے بھی ہزار درجہ بڑھکر ہے جسے
معرفت کہا جاتا ہے اور اسکے باوجود یہ لوگ ہمہ تن دنیا میں
مشغول ہو گئے ۔ بلاشبہ عقلمند اور ہوشیار انسان
وہی ہے جو کہ اپنے کو نہ تو دنیا میں مشغول کرے اور نہ آخرت
میں بلکہ خود کو مولیٰ تعالیٰ میں مشغول رکھے اور دنیا کا تو ذکر ہی

خود را مشغول حق وارد و اصلا ذکر دنیا
نہ کند اگرچہ بہ بدی است و آں شنیدہ باشی
کہ روزی درویشی از اہل ترک مذمت
دنیا بسیار می کرد تارک گفت چنیں دانم
کہ تو دنیا را دوست میداری درویش
گفت من دنیا را چندیں مذمت می کنم
من از دوستان او چگونہ باشم تارک گفت
شکنندہ کالا خریدار کالا باشد اگر تو دنیا را
دوست نداشتی ہرگز چندیں ذکر او
نکردی اگرچہ بدی است واز مثل
ایں کارہا احتراز کردن کار سالکان با علم
است واز علم ہمچناں کہ عمل کنند ثواب
نیز ہمچناں بیابند۔ بشنو بشنو امام محمد
را رحمہ اللہ ہمسایہ بود توانگر اما بخیل
روزے بر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ آمد و
گفت مرا حیلہ بیاموز کہ زکوٰۃ از من
ساقط شود ہرچند امام محمد بکوشید
کہ او را حیلہ تلقین کند میسر نشد آخر او را
حیلہ بیاموخت چوں او در خانہ آمد از
غایت فرحت سر اندازی میکرد و در صحن خانہ
گوسفند بود پیرزن او ہمچناں تصور کرد کہ میخواہد
با او سر زند حملہ کرد و سر بر سر خواجہ بزد کہ
کہ مغز سر او از راہ گوش بروں آمد ایں خبر

نہ کرے اگرچہ برائی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ تو تم نے سنا
ہی ہوگا کہ ایک مرتبہ ایک درویش کسی تارک دنیا شخص
کے سامنے دنیا کی بہت زیادہ مذمت بیان کر رہا تھا اس
تارک دنیا نے کہا مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ تو خود ایک دنیادار
شخص ہے۔ اس درویش نے کہا واہ میں تو دنیا کی اسقدر
مذمت بیان کر رہا ہوں اور میں ہی دنیا دار ہوں یہ کیسے ہو سکتا
ہے۔ اس تارک دنیا نے کہا کہ کسی چیز کا توڑنے والا اس کا
خریدنے والا ہی ہوا کرتا ہے (یعنی آج اگر تم نے اپنی کوئی چیز
توڑ دی ہے تو یقیناً کل کو تم ہی نے اسکو خریدا بھی ہوگا) اگر
تم دنیا کو دوست نہ رکھتے ہوتے تو اسکا اس قدر ذکر کبھی نہ کرتے
اگرچہ برائی ہی کے ساتھ سہی (من احب شیئاً اکثر ذکرہ) باقی
اس میں شک نہیں کہ اس جیسے کام سے بھی احتیاط برتنا انھیں
سالکوں کا کام ہے جو علم صحیح رکھتے ہیں اور ایسے علم پر جسکی وجہ
سے وہ عمل بھی کرلیں یقیناً ثواب بھی زیادہ ملے گا۔ سنو سنو
امام محمدؒ کا ایک پڑوسی تھا امیر مگر بخیل ایک دن وہ امام محمدؒ
کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے کوئی تدبیر ایسی بتلا دیجئے کہ میرے
ذمہ سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے، اور آپ کے سر ہی تو ہو گیا
امام محمد نے ہرچند کوشش کی کہ اسکو کوئی تدبیر بتلا دیں لیکن کچھ
سمجھ میں نہ آئی بالآخر اسے ایک حیلہ بتا کر چلتا کیا وہ بہت
خوش ہوا اور مارے خوشی کے جھومتا ہوا اپنے گھر آیا مکان کے
صحن میں بھیڑ بکریاں پلی تھیں اسکی بڑھیا نے اسکو اس طرح
خلاف معمول آتا دیکھکر خیال کیا کہ شاید کوئی بکرا یا مینڈھا ہے جو
سر ہلاتا ہوا آرہا ہے اور اب مجھے ٹکرانا ہی چاہتا ہے یہ خیال

با امام محمد رحمۃ اللہ علیہ رسانیدند فرمود آری کسی کہ زکواۃ چناں دہد ثواب چنیں یابد۔

قطعہ

نخشبی جاں زکس دریغ مدار
ہاں ز حکمش تو سر متاب باز
خوب رسمی است در جہاں کہ جزا
ہرچہ بدہی ہماں بیابے باز

کرکے اس نے بھی اس شخص کے سر پر اپنے سر سے زور سے ٹکر ماری ایسی کہ خواجہ کے سر کا بھیجا اس کے کانوں کے راستے سے بہہ گیا (اور وہ مرگیا) اسکی اطلاع امام محمدؒ کو بھی پہنچی فرمایا کہ ہاں بھائی جو شخص اس طرح سے زکواۃ دیتا ہے اسکا بدلہ بھی ملا کرتا ہے ؎

"اے نخشبی دیکھو یوں تو کسی مخلوق کے کام آجانے میں اپنی جان سے بھی دریغ نہ کرنا۔ باقی اسکے حکم سے خبردار خبردار ذرا بھی سرتابی نہ کرنا دنیا میں یہ خوب رسم جاری و ساری ہے کہ جیسا کرو ویسا ہی بدلہ فوراً مل جاتا ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے۔"

سلک صد و نوزدہم

توانگر باطنان گویند آنقدر تعلق کہ آدمی را با رزق است اگر با رزاق باشد او ہرگز گرسنہ نماند ابراہیمؒ ادہم چوں دید کہ فقر خود از چہار حد عالم برکشید و از مردم شنید ان گرفت بارہا گفتی ما در طلب فقر بروں آمدیم خود توانگری پیش آمد و اگر چند روز او را درویشی توانگر باطن در نظر نیامدی گفتی ہر چند میخواہم توانگری را بہ بینم درویشی پیش آید بزرگی میگوید وقتی در مسجد حرام جوانی

سلک نمبر ۱۱۹ (عظمت شان درویشی)

جو لوگ کہ باطن کے توانگر ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ جسقدر تعلق خاطر انسان کو روزی کے ساتھ ہے اگر روزی دینے والے کے ساتھ ہوتا تو وہ کبھی بھوکا نہ رہتا حضرت ابراہیم ادہمؒ نے جب اپنے فقر کا شہرہ اطراف عالم میں ظاہر فرمایا اور لوگوں کی زبان پر بھی اسکا چرچا سنا تو بارہا یہ فرمایا کہ میں تو فقیری کی تلاش میں باہر نکلا تھا امیری (یعنی شہرت) خود بخود میرے سامنے آگئی اور کچھ دنوں تک انکو کوئی ایسا درویش (جو انہیں کیطرح) توانگر باطن ہو نہ ملتا تو یوں فرماتے تھے کہ میں جب بھی کسی دنیوی توانگر سے ملتا ہوں مجھے باطنی فقیر اور محتاج ہی نظر آتا ہے (مطلب یہ کہ اللہ والوں ہی کو حقیقی توانگر سمجھتے تھے اور دنیوی امراء کو باطن کے لحاظ سے بالکل بھکاری جانتے تھے واللہ اعلم) ایک بزرگ فرماتے تھے کہ میں نے ایک جوان کو ایکبار مسجد حرام میں دیکھا کہ بالکل نحیف و خستہ حال تھا

دیدم زار و نزار جامۂ کہنہ پوشیدہ
اما باستغراق تمام مشغول کیسہ داشتم
باصد دینار پیش او بردم ہیچ التفات
نکرد چوں الحاح بسیار کردم گفت
یا شیخ ہذہ حالات لا ابیعہا بکل الآخرۃ
فکیف ابیعہا ببعض الدنیا آری
کسی کہ او را نظر بر خزائن بالا افتد
بنقد فانی کے التفات کند و کسی کہ
قرب بادشاہ حقیقی یافت مرامرائی
مجازی نمی گراید۔ عزیز من!
امرائی کہ بر فقرا رآیند سعادت
آں امرا باشد و فقرائی کہ بر در
امرا روند شقاوت آں فقرا بود
و بعضی از درویشاں از بادشاہاں
چناں احتراز نمایند کہ بعضے
از بادشاہاں از درویشاں
احتراز نمایند بشنو بشنو! وقتی
یکی از بادشاہاں بدیدن درویشی
رفت و دینارے چند برد درویش
آں دینار را قبول نکرد بادشاہ
گفت اگر دینار نمی ستانی از من
حاجتی بخواہ درویش گفت
حاجت من آنست کہ بار دیگر

پُرانے کپڑے پہنے تھا حق تعالیٰ کیجانب کامل دھیان رکھے ہوئے تھا اور بالکل مستغرق
تھا۔ میرے پاس تھیلی پیسوں کی موجود تھی اس میں سے سو دینار
نکالکر میں نے انکی خدمت میں پیش کرنا چاہا انھوں نے التفات
بھی نہیں کیا۔ جب میں نے بہت زیادہ اصرار کیا کہ حضرت اس
ناچیز ہدیہ کو قبول فرمالیجیے تو فرمایا کہ اے بزرگ محترم! میرے حالات
جو آپ نے دیکھے اور جن پر ترس کھاکر آپ کو یہ خیال پیدا ہوا
ہے یہ میرے وہ حالات ہیں کہ ساری آخرت کے بدلے میں بھی اسکو
بیچنے کے لئے تیار نہیں ہوں چہ جائیکہ اس تھوڑی سی دنیا کے
عوض میں اسکو بیچ دوں یہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں بھائی بات یہی ہے
کہ جسکی نظر خزائن بالا پر ہوتی ہے تو وہ نقد فانی کیجانب بھلا
کیونکر التفات کرسکتا ہے اور جس شخص نے شہنشاہ حقیقی کا
قرب حاصل کرلیا تو وہ بھلا مجازی امراء کے گرد کیوں بھٹکنے لگا۔
عزیز من! جو امراء کہ فقراء کے پاس آتے ہیں تو یہ انکی
سعادت کی علامت ہے۔ اور جو فقراء کہ امراء کے یہاں حاضر باشی
اختیار کرتے ہیں یہ انکی شقاوت ہے۔ چنانچہ بہت سے فقراء
امراء اور بادشاہوں سے اسی طرح احتراز کرتے ہیں جس طرح سے
کہ امراء و سلاطین فقراء سے احتراز کرتے ہیں۔ سنو سنو! ایک مرتبہ
ایک بادشاہ کسی درویش کی زیارت کو گیا اور چند دینار خدمت
میں پیش کئے درویش نے اسکو قبول نہیں کیا۔ بادشاہ نے
عرض کیا کہ حضرت اگر آپ مجھ سے دینار لینا پسند نہیں فرماتے تو
اپنی کوئی حاجت ہی بیان فرما دیجئے تاکہ میں اسکی بجا آوری کی
سعادت حاصل کروں۔ درویش نے کہا کہ میری حاجت اور
دلی خواہش آپ سے یہ ہے کہ اب دوبارہ یہاں تشریف آوری کی

مرا زحمت ندہی ۔ قطعہ

نخشبی فقر گنج بر گنج است
اہل نعمت ہمیشہ در رنج است
پای درویش بر دری نرود
فقر را پای بر سر گنج است

سلک صد و بستم

ای ہنر موسیٰ طور حقیقت در قولہ تعالیٰ فقولا لہ قولا لینا لنظر کن و بہ بین کہ کرم اکرم الاکرمین چہ اقتضا کردہ است بندہ کہ دعویٰ خدائی می کرد پیغمبران خود را بر در او می فرستد وایشاں را وصیت می کند کہ با او سخن نرم گویند این چیست؟ این ہمہ تعلق من در تست ۔ بشنو بشنو اگر وقتی از زبردستی چیزی معائنہ کنی کہ آں نزدیک تو محمود نباشد اورا بدوال سرزنش ادب نہ کنی بلکہ اورا بداں عیب بر ہیئتی متنبہ گردانی کہ ہر کہ بشنود آفریں بر خُلق حسن تو کند و دریں معنی حکایتی بشنو کہ بزرگی می گوید کہ من وقتی در مائدۂ متوکل

زحمت نہ فرمایئے گا ۔

۱۰ اے نخشبی فقر کو بس یوں سمجھو کہ خزانہ پر خزانہ ہے اور یہ اہل دولت تو ہمیشہ رنج وغم ہی میں رہتے ہیں۔ درویش (حقیقی) کا قدم کسی غیر کے در پر نہیں جایا کرتا (اور کیوں جائے) خود فقیری کا قدم خزانہ کے اوپر رکھا ہوا ہے (یعنی دولت اسکے قدموں کے تلے ہے پھر اسکے لئے وہ کہیں اور کیوں جائے)

سلک ۱۲۰ (خُلق حسن خدا کی دین ہے)

اے طورِ حقیقت کے بزرگ موسیٰ! حق تعالیٰ کے اس ارشاد پر کہ اے موسیٰ و ہارون تم دونوں فرعون سے نہایت ہی نرمی کے ساتھ کلام کرنا ۔ نظر کرو اور اکرم الاکرمین کے کرم کا مشاہدہ تو کرو کہ جس (نالائق) نے خدائی کا دعویٰ کیا ہو اس کے ہی دروازہ پر اپنے دو پیغمبروں کو بھیجا اور انکو نصیحت فرمائی کہ اسکے ساتھ نرم گفتگو کرنا یہ آخر کیا ہے؟ اے انسان سن! یہ سب میرے اس تعلق کا کرشمہ ہے جو مجھکو تجھ سے حاصل ۔ سنو سنو! اگر تم کسی وقت اپنے سے بڑے اور زبردست کی جانب سے کوئی ایسی بات دیکھو جو تم کو ناگوار ہو تو تم کو چاہیئے کہ اسکو سختی کے ساتھ اس پر تنبیہ نہ کرنا اور سختی کے ساتھ اسکو ادب نہ سکھانا بلکہ اسکو اس عیب پر اسطرح تنبیہ کرنا کہ جو شخص بھی تمھارا یہ طریقہ دیکھے تم کو آفریں کہے اور تمھارے حسن خلق کی تعریف کرے ۔ اس سلسلہ کی ایک حکایت سنو! ایک بزرگ فرماتے تھے کہ ایک بار میں خلیفہ متوکل کے دسترخوان پر جو کہ اعلیٰ درجہ کا واقعی متوکل تھا موجود تھا شوربے کا جو پیالہ کہ خلیفہ کے آگے آیا اسمیں ایک مکھی نظر آئی لوگوں نے

که خلیفه بس متوکل بود حاضر بودم کامنه
ناخورشی که پیش خلیفه بود در مگسی افتاد
آنرا بکشیدند دیگری یافتند آنرا کشیدند همچنین بار بار
می کشیدند و خلیفه همان ناخورش می خورد
چون مطبخی خواست که مائده بردارد خلیفه
فرمود می باید که بامداد هم برای ما همین
ناخورشی بپزی اما مگس ازان کمتر اندازی
که امروز انداختی و مثل این معامله چشم
نتوان داشت مگر از صاحب مکارم اخلاق
بشنو بشنو! اندرانچه عمر عبدالعزیز را زهر دادند
غلامی که آن حرکت کرده بود او را بخواند و گفت
این کار تو کردی گفت آری مرا فلان وزیر
اطماع کرد از وسوسه آن دیو مردم این کبیره
مرا ارتکاب کرده شد عمر گفت مرا این زهر
بغایت کار می آمده است من زیستنی
نیستم و این حکایت بهرکس رسیده است
نباید که بعد از من از سبب من ترا
بخشند پیش ازان که من مرده ام تو در گوشه شو قطعه

نخشبی خوی خوش کجا یابیم
طیب صندل بهرخسی ندهند
خلق نیکو سعادت ابدی است
این سعادت بهرکسی ندهند

اسکو نکال دیا پھر دوسری نظر آئی اسکو بھی نکالدیا گیا پھر اور نظر آئی
اسی طرح برابر نظر آتی رہی اور لوگ نکالتے رہے اور خلیفہ بھی بے تکلف
پیالہ سے سالن برابر رکھتا رہا۔ جب باورچی نے چاہا کہ دسترخوان
سامنے سے اٹھاکر لے جائے تو خلیفہ نے اس سے کہا کہ میاں
کل بھی ہمارے لئے ایسا ہی سالن پکانا لیکن اسمیں مکھیاں ذرا آج سے
کچھ کم ڈالنا۔ دیکھو اس جیسے معاملہ میں تحمل اور چشم پوشی سے
وہی شخص کام لے سکتا ہے جو نہایت کریم الخلق اور حلیم و
بُردبار ہو۔ سنو سنو! جس وقت کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز
کو لوگوں نے زہر دیا تو جس غلام نے یہ حرکت کی تھی آپ نے
اسکو بلایا اور فرمایا کہ تم نے یہ کام کیا ہے (یعنی زہر دیا ہے)
عرض کیا جی ہاں مجھے فلاں وزیر نے لالچ دی تھی (یا مجبور کیا
تھا) اس دیو پیکر کے خوف سے مجھ سے اس گناہ کبیرہ کا ارتکاب
ہوگیا۔ یہ سنکر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا بھائی مجھ میں اس
زہر نے اپنا پورا کام کردیا ہے اور اب میرے بچنے کی امید
نہیں ہے اور میرا یہ معاملہ لوگوں کو عنقریب معلوم ہی ہوجائے گا
ایسا نہو کہ میری محبت میں لوگ تجھکو مار ڈالیں لہذا میرے مرنے سے
پہلے تم بھاگ جاؤ اور کہیں روپوش ہوجاؤ ۵

"اے نخشبی افسوس اب ہم خوش اخلاقی کو کہاں تلاش کریں
صندل جیسی خوشبو خدا نے ہر لکڑی میں تو نہیں رکھی ہے خلق حسن
ایک دائمی سعادت ہے باقی یہ سعادت ہرکس وناکس کو
نہیں ملا کرتی۔ سچ ہے ۵

این سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سلک صد و بست و یکم

قیل ادب الخدمۃ اعز من الخدمۃ بزرگی میگوید منذ عشرین سنۃ ما مدت رجلی وقت جلوسی فی الخلوۃ رعایۃ حسن الادب مع اللہ تعالیٰ اگر عمل اندکی باشد ادب بسیار بگذرد اما اگر عمل بسیار و ادب اندک باشد نگذرد بزرگی را پرسیدند کہ مردی کہ ادب نیست او بچہ ماند گفت بخانہ آراستہ کردہ کہ درو ہیچکس نباشد و دیگری را پرسیدند درکسی کہ ادب نیست او چگونہ کسی است گفت ہو کصحف من ذہب فیہ الخل الحامض۔ ای برادر ادب و تواضع از ہمہ بہتر است و از بزرگاں بہتر شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ می فرماید کہ من با شیخ خود در سفر شام بودم فبعث بعض ابناء الدنیا طعاماً علے رؤس الاساری من الامر مجردونہم فے قیودہم فلما مدت السفرۃ والاساری ینتظرون الاوانی قال للخادم احضر الاساری حتی یقعدوا علی السفرۃ مع الفقراء فجاءبہم واقعدہم علے السفرۃ صفاً واحداً

سلک ۱۲۱ (ادب و تواضع)

کہا جاتا ہے کہ ادبِ خدمت، خدمت سے بھی زیادہ دشوار ہوتا ہے (اسی لئے کمیاب ہوتا ہے) ایک بزرگ فرماتے تھے کہ بیس سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ میں نے خلوت میں بیٹھے ہونے کے وقت میں بھی اپنے پیر نہیں پھیلائے محض اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ادب کا لحاظ کرتے ہوئے۔ عزیز من: اگر عمل تھوڑا سا بھی ہو اور ادب زیادہ ہو تو کام چل جائیگا لیکن اگر عمل تو زیادہ ہوا مگر ادب کم ہوا تو بات نہ بنے گی۔ کسی شخص سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت اگر کسی کے اندر ادب نہیں ہے تو اسکی کیسی مثال ہے؟ فرمایا کہ بالکل ایسی ہے کہ جیسے کسی گھر کو سجا رکھا ہو اور اسکے اندر کوئی رہنے والا نہ ہو ایک اور دوسرے بزرگ سے لوگوں نے یہی بات دریافت کی فرمایا کہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سونے کا پیالہ ہو اور اس میں بالکل کھٹا سرکہ رکھا ہو اے بھائی میرے ادب و تواضع سب ہی کی جانب سے پسندیدہ اور عمدہ شے ہے لیکن بڑوں اور اہل کمال سے خوب تر ہے۔ حضرت شیخ الشیوخ فرماتے تھے کہ میں ایک بار اپنے شیخ کے ساتھ شام کے سفر میں تھا تو کسی بیوپاری مالدار نے ہم لوگوں کیلئے کھانا بھیجا اسطرح سے کہ قیدیوں کے سر پر رکھکر خوان آیا اور وہ سب کے سب اپنی اپنی بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے چل رہے تھے۔ چنانچہ ہم لوگوں کے لئے دسترخوان بچھا اور وہ قیدی بھی ایک گوشہ میں بیٹھکر برتن خالی ہونے کا انتظار کرنے لگے تو شیخ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ان قیدیوں سے کہدو کہ آجائیں اور فقرا کے ساتھ دسترخوان پر شریک طعام ہو جائیں

وقام الشیخ عن سجادتہ ومشی الیہم
وقعد بینہم کالواحد منہم فاکل واکلوہا
وہذا من محض التواضع ۔ عزیز من
بزرگان باخلق پیوستہ ادب و
تواضع ہمچناں نگاہ داشتہ اند
وآنکہ وقتی نگاہ نداشتہ است
ہماں شنیدہ است کہ وقتی سکندر
از زاہدی بشنید۔ بشنو بشنو!
وقتی سکندر شہری را فتح کرد و
بعدہٗ پرسید دریں شہر عابدے
ہست او را بعابدی نشاں دادند
چوں سکندر برسر او رفت او را خفتہ
یافت سکندر او را بپائی بیدار کرد
چوں او بیدار شد مرد بزرگی را دید
برسر او ایستادہ۔ پرسید تو کیستی ؟
سکندر گفت من کسی ام کہ شہر شمارا
فتح کردہ ام عابد گفت از بادشاہاں
عجب نیست کہ شہر را فتح کنند
اما ایں عجب است کہ درویش
خفتہ را بپای بیدار کنند۔

قطعہ

نخشبی شاہ با عقیدہ نکو
ملک بے رفق ترک وتازی داں

چنانچہ وہ سب کے سب آئے اور دسترخوان پر ایک ہی صف
میں بیٹھ گئے اسکے بعد شیخ اپنی مسند پر سے اٹھے اور انکی جانب
چلے اور انھیں کے درمیان انکے ہی صف میں بیٹھ گئے جیسے کہ خود بھی
انھیں میں سے ایک ہوں اور کھانا شروع فرمایا پھر سب نے کھانا شروع
کردیا تو دیکھو یہ معاملہ شیخ کا خالص تواضع تھا۔ عزیز من! پہلے
زمانہ کے بزرگوں کے مخلوق کے ساتھ ادب وتواضع میں اسی قسم کے
معاملات ہوتے تھے اور وہ برابر اسکی رعایت کرتے تھے اور اگر کبھی کسی نے
توجہ نہ رکھی اور چوک گیا تو اسکو وہی سننا پڑا ہے جو کہ سکندر کو ایک بزرگ سے
بالآخر سننا پڑا۔ سنو سنو! ایکدفعہ سکندر نے ایک شہر فتح کیا اسکے بعد لوگوں
سے پوچھا کہ اس شہر میں کوئی عابد (بزرگ) بھی رہتے ہیں
لوگوں نے کسی بزرگ کا پتہ ونشان بتادیا۔ سکندر وہاں
گیا تو ان بزرگ کو سوتا ہوا پایا سکندر نے پاؤں
ٹھوکر مار کر ان کو جگایا وہ اٹھے تو دیکھا کہ کوئی
کھڑا ہے۔ دریافت فرمایا آپ کون ہیں؟ سکندر
نے جواب دیا کہ (آپ نے مجھے نہیں پہچانا) میں وہی
ہوں کہ جس نے آپ کے اس شہر کو فتح کرلیا ہے
اس عابد نے کہا کہ خیر کسی بادشاہ کی ذات سے اس پر
تو کوئی تعجب نہیں کہ کوئی شہر فتح کرلے (یہ تو ہوا ہی کرتا ہے)
ہاں یہ بات اس سے البتہ باعث تعجب ہے کہ کسی اللہ والے کو اپنے
پاؤں کی ٹھوکر سے بیدار کرے (اس تمیز سلیقے اور ادب
سے وہ کیونکر کورا رہا) ۔

۰ اے نخشبی جس بادشاہ کے اندر بزرگوں سے عقیدت ہو وہی اچھا ہے
اگر بادشاہ کے اندر سلیقہ نہیں ہے تو اسکو وحشی اور تاتاری سمجھو

بادشاہی گدا کشے نبود
بادشاہی گدا نوازی داں

بادشاہ گدا کش (فقیر کو مارنے والا) نہیں ہوا کرتا بلکہ وہ گدا نواز ہوا کرتا ہے یعنی درویش کی تعظیم کرتا ہے اور ادب برتتا ہے۔

سلک صد و بست دوم

مستمعان حاتم وش کہ گوشِ ہوش ایشاں از شنیدنِ ناشنیدنی اصم است چنیں گویند اگر سخن لائق شنیدن است سخنی است کہ درو ذکر خدای قدیر باشد تعالیٰ و تقدس۔ خواجہ علی سیاح گفتی مرا جز ایں تمنای نیست کہ تا من سخن حق میگویم کسی می شنود و یا کسے می گوید کہ من می شنوم عزیز من! اگر کسی در حق تو سخنی زشت گوید سالہا باید تا آں حرارت از دل تو بیروں رود جای کہ سخن باطل را در دل چندیں اثر بود باید کہ سخن حق را اثرہا باشد و سخن حق نتواں شنید مگر از بزرگانِ دیں۔ ای درویش جہد کن تا خود را در پناہ بزرگانِ دیں اندازی۔ خواجہ جمال موصلی کہ جمالِ چہرۂ حقیقت بود سالہا خون خورد انگاہ مقابل روضۂ

(سلک ۱۲۲ (تاثیر صحبت)

جو حضرات کہ حاتم اصم کے مانند سننے والے گذرے ہیں یعنی جنکے گوش ہوش نہ سننے والی باتوں کے سننے سے بہرے ہوتے ہیں وہ لوگ یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بات سننے کے قابل ہے تو وہی کہ جس کے اندر خدائے قادر مطلق تعالیٰ و تقدس کا ذکر ہو خواجہ علی سیاح فرماتے ہیں کہ مجھے تو بس یہی تمنا ہے کہ میں ذکر حق کروں اور کوئی سنے یا کوئی دوسرا کرے اور میں سنوں۔ عزیز من! اگر کوئی شخص تمھارے متعلق کوئی سخت بات کہدے تو سالہا سال درکار ہے کہ اسکی اذیت اور قلق تمھارے دل سے دور ہو (تو اسی سے سمجھو کہ) جب باطل اور غلط گفتگو کا اثر ایسا اور اتنا ہو جاتا ہے تو ضرور ہے کہ حق بات کا بھی قلب پر اثر ہو۔ باقی سخن حق (مفید اور کارآمد) بجز بزرگان دین کے اور کسی سے سننا ممکن ہی نہیں لہٰذا اے درویش کوشش کر کہ خود کو بزرگان دین کے قدموں میں ڈالدے (یعنی انکی صحبت میں رہ) - خواجہ جمال موصلیؒ جو کہ واقعی رخ حقیقت کے حسن تھے انھوں نے برسوں کی کوشش اور اپنا خون پسینہ ایک کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے سامنے ایک قبر کی جگہ حاصل کر لی اسکے

رسول علیہ السلام یک گور دار جای
یافت بعدہٗ وصیت کرد چوں گور من
برارند باید کہ بر گور بنویسند کلبہم باسط
ذراعیہ بالوصید ای من سگ
آں سگ کہ دنبال صاحب سعادتی
گیرد کہ صحبت نیک را اثر ہا بسیار است
چنیں گویند وقتی مالک دینار را
رحمۃ اللہ با راہبی معارضہ شد ہر یکی
میگفت من بر حقم اتفاق کردند کہ
ہر دو دست یکدیگر گرفتہ در آتش رویم
ہر کہ نسوزد او بر حق باشد ہمچناں کردند
ہر دو نہ سوختند مالک متالم ہشد و
با خود گفتن گرفت چوں او بر باطل
بود از چہ نہ سوخت در سر او فرو خواندند
کہ از برکت صحبت تو ای مالک وقتیکہ
او دست تو گرفتہ در آتش رود آتش
کہ باشد کہ با او گرم تواند شد عزیز من
اگر فردا گناہگاراں ہمہ عالم دامنِ
صاحب اقبالی گرفتہ در دوزخ روند
دوزخ بر ایشاں سرد گردد کہ بہشت
از دوزخ در عبرت افتد. ذوالنون
مصریؒ رحمۃ اللہ علیہ را پرسیدند
صحبت کہ اختیار باید کرد گفت صحبتِ

بعد وصیت کیا کہ جب مجھے دفن کر دیا جائے تو میری
لوحِ قبر پر یہ عبارت لکھدی جائے کہ وکلبہم باسط ذراعیہ بالوصید
(یعنی یہ انکا کتا ہے جو کہ اپنے بازو چوکھٹ پر پھیلائے ہوئے
ہے) مطلب یہ کہ میں بھی ایک کتا ہوں جس نے کہ ایک
صاحب سعادت کی صحبت اختیار کی ہے یہ اسلئے کہ نیک
صحبت میں بہت تاثیر ہوتی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک
دفعہ مالک بن دینار کی ایک راہب کے ساتھ کسی مسئلہ
میں کچھ گفتگو ہوگئی ہر ایک یہی کہتا تھا کہ میں حق پر ہوں
بالآخر اس پر اتفاق ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ
پکڑ کر کے آگ میں کود دیں جو شخص نہ جلے وہ حق پر سمجھا جائے
(اسکو مباہلہ کہتے ہیں) اسیطرح کیا گیا دونوں آگ میں کود ے
مگر کوئی بھی نہیں جلا۔ حضرت مالک بن دینارؒ کو بڑا صدمہ
ہوا اپنے دل میں سوچا کہ جب یہ شخص باطل پر تھا تو پھر کیوں نہیں
جلا۔ قلب اطہر پر الہام ہوا کہ اے مالکؒ ایسا تمھاری ہی صحبت
کی وجہ سے ہوا جس وقت کہ اس نے تمھارا ہاتھ پکڑا اور آگ
میں کودا تو آگ کی مجال تھی کہ تم سے اس اتصال کے
باوجود اسکو جلا دیتی؟ عزیز من! اگر کل بروز قیامت
تمام عالم کے گنہگار کسی صاحب اقبال کا دامن پکڑ کر
دوزخ میں کود جائیں تو دوزخ ان پر سرد پڑ جائے اور
ایسی برد و سلام بنجائے کہ جنت کو اس پر رشک آنے لگے
اور وہ عبرت حاصل کر کے شرمندہ ہوجائے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ
سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت کس کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے فرمایا
جو کسی معاملہ میں بھی میرا اور تیرا نکرے یعنی جس کے ساتھ

کسی کہ او را من و تو در میاں نباشد
بشنو بشنو! اگرچہ صحبت نیک
بغایت نیک است اما مرد چوں
بدرجہ کمال رسد نہ او صحبت کسی را
گزیند و نہ کسی را گذارد کہ صحبت او
گزیند محققاں گویند عزلت سالک
بہتر از صحبت خضر بود صلوات اللہ
و سلامہ علیہ عزیز من! ابوبکر ورّاق
مدتی آرزومند صحبت خضر بود صلوات
اللہ و سلامہ علیہ ہر روز بدیں نیت
در گورستان رفتی و در حالت
آمدن و رفتن قرآن خواندی روزی
خضر علیہ السلام را با او مصاحبت شد
یکجا حکایت کناں در گورستان رفتند
چوں بازگشتند خضرؑ فرمود مدتی آرزومند
خضر بودہ اینک من خضرم امروز با من
صحبت یافتی از خواندن قرآن بازماندے
عزیز من! جائی کہ صحبت خضر ہمچنیں
باشد صحبت دیگری چگونہ خوش بود قطعہ

نخشبی راہ دیں عجب راہی است
نشود جز بپای خود کوتاہ
گرچہ در راہ ہمرہی باید
مرد ایں رہ بری است از ہمراہ

من و تو کا امتیاز درمیان سے اُٹھ جائے۔ سنو سنو! صحبت
نیک اگرچہ بہت اچھی چیز ہے لیکن مرد کامل جب درجہ کمال
کو پہونچ جاتا ہے تو پھر نہ تو وہ کسی کی صحبت اختیار کرتا ہے
اور نہ کسی دوسرے کو موقع دیتا ہے کہ وہی اسکی صحبت
اختیار کرے اسلئے محققین نے فرمایا ہے کہ سالک کا تنہائی
میں رہنا خضر علیہ السلام کی صحبت میں ہونے سے بہتر ہے
عزیز من! سنو! ابوبکر وراق مدتوں سے اسکے مشتاق تھے
کہ کاش حضرت خضرؑ کی مصاحبت انکو حاصل ہو جاتی چنانچہ
اسی نیت سے ہر روز قبرستان جاتے تھے اور راستہ میں
آتے جاتے تلاوت قرآن کرتے جاتے تھے ایک دن
جاتے جاتے حضرت خضرؑ سے ملاقات ہو گئی پھر ان سے
بات کرتے ہوئے قبرستان پہونچے۔ جب واپس ہوئے
تو خضرؑ نے فرمایا کہ آپ ایک مدت سے خضر کی ملاقات
کے مشتاق تھے میں ہی خضر ہوں دیکھو آج میری
صحبت میں تم تھے تو قرآن کی تلاوت سے محروم رہ گئے
عزیز من! جب خضر علیہ السلام کی صحبت
ایسی ثابت ہوئی تو پھر کسی دوسرے کی
صحبت بھلا کیا سودمند ہو سکتی ہے۔

ترجمہ قطعہ

اے نخشبی دین کا راستہ بھی عجیب راستہ ہے سوائے
اپنے چلے ہوئے اور کسی طرح سے طے نہیں ہوتا۔ اگرچہ
ہر راستہ میں کوئی نہ کوئی رفیق سفر ہوتا ہے لیکن اس راہ
کا چلنے والا اسکو تنہا ہی طے کرتا ہے اسکو کسی ہمسفر کی حاجت نہیں ہے۔

سلک صد و بیست و سوم

بزرگاں گویند در طلب چیزی
چہ عمر صرف باید کرد کہ آں چیز را
ہمدریں جہاں باید گذاشت اگر
کسی عمر خود صرف کند باری در طلب
چیزی می کند کہ آں چیز را با خود دراں
جہاں تواند برد وقتی خواجہ شقیق بلخی
در گورستان می گذشت گفت اینجا
ہمہ دروغ گویاں خفتہ اند گفتند از چہ
وجہ گفت بداں وجہ کہ ایشاں در حال
حیات می گفتند ما مال داریم و اسپ
داریم و حشم داریم و حاشیہ داریم و باغ
داریم و بساتین داریم اگر از ایشاں
بودی آخر از میاں چندیں چیز
یک چیز با خود می بردند آری سکندر
وقت کوچ آخریں می گفت چوں
مرا در کفن آرید و از فنا بیروں کشیدہ برید
می باید کہ ہر دو دست من بیروں آرید
گفتند دریں زیر چہ سراست گفت
تا جہانیاں بدانند کہ وقت رفتن خالی
می رویم عزیز من دراں کوشش
کہ ازیں جہاں نفعی دراں جہاں

سلک ۱۲۳ (کار آمد مال کونسا ہے)

بزرگوں کا یہ فرمانا ہے کہ انسان بھلا اپنی عمر ایسی چیز
کی طلب میں کیا صرف کرے جس کو اسی دنیا میں چھوڑ کر
چلا جانا ہو۔ ہاں اگر عمر صرف ہی کرنی ہے تو ایسی چیزیں
تو صرف کرے جسکو اپنے ساتھ اُس جہان میں بھی لیجا سکے
ایک بار حضرت خواجہ شقیق بلخیؒ کا قبرستان میں
گذر ہوا فرمایا کہ یہ سب جھوٹے لوگ سو رہے ہیں۔ لوگوں
نے عرض کیا کہ کس وجہ سے (آپ نے ان سب کو
جھوٹا فرمایا) فرمایا کہ میں نے اس وجہ سے کہا
کہ یہ لوگ بحالت زندگی ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ
ہم مال رکھتے ہیں ہم گھوڑا رکھتے ہیں ہم حشم و غلام رکھتے ہیں
ہم باغ رکھتے ہیں کھیت و فارم رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ
اگر یہ سب انکی ہوتیں تو آخر کچھ تو ان میں سے اپنے
ساتھ لائے ہوتے۔ ہاں دیکھو سکندر کا جب
وقت آخر ہوا تو اس نے لوگوں سے کہا جب مجھے
کفن پہنا دینا اور میرا جنازہ محل سے باہر نکالنا تو میرے
دونوں ہاتھوں کو کفن سے باہر نکال دینا۔ لوگوں نے
دریافت کیا کہ اسمیں کیا راز ہے؟ کہا تاکہ دنیا والے
دیکھ لیں کہ اس عالم سے رخصت ہوتے وقت
میں خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔ عزیز من! اسبات کی
کوشش کرو کہ اس عالم سے اُس عالم کے لئے کچھ اپنے
نفع کا سامان ساتھ لیجاؤ۔ ایک دفعہ ایک بادشاہ نے

توانی برد وقتی بادشاہی درویشی را
گفت مرا پندی بدہ درویش گفت
تو مال خود را دوست میداری یا خصم خود
را گفت مال خود را گفت انگاہ چون است
کہ تو ہمہ مال خود اینجا می گذاری و ہمہ
خصمان خود با خود می بری انصاف
آن باشد کہ خصمان را ہم اینجا بگذاری
و ہم مال خود را با خود آنجا بری چنانچہ
آن وزیر کرد بشنو بشنو! وقتی وزیرے
بود بغایت منفق روزی بادشاہ
برو پیغام کرد کہ این چہ اضاعت
مال است کہ تو می کنی اگر تو مال را
دوست نمی داری مرا دہ تا حشم گیرم
وزیر گفت مال خود را شما دوست نمیدارید
کہ میخواہید کہ ہمہ درین عالم بگذارید اما
من مال خود را چنان دوست میدارم
کہ میخواہم ہمہ مال خود را با خود دران عالم
برم۔ قطعہ ؎

بخشی مال خویش با خود بر
نیست چیزی ہر آنچہ گوشہ تست
ہرچہ درویش را دہی امروز
در رہ گور و حشر توشہ تست

کسی درویش سے کہا کہ حضرت مجھے کچھ نصیحت فرمایئے
درویش نے کہا تم کو اپنے مال سے زیادہ محبت
ہے یا اپنے خصم (یعنی مقابل) سے کہا کہ اپنے مال
سے زیادہ محبت ہے۔ درویش نے فرمایا کہ بھلا
یہ بھی کوئی بات ہے کہ تو اپنا سب مال تو یہاں چھوڑ دے
اور اپنے ان سب خصوم (یعنی اہل حقوق) کو اپنے
ساتھ لیجائے، بات تو جب ہے کہ تو اپنے سارے
خصوم کو تو یہیں چھوڑ دے اور اپنے سب مال کو اپنے
ساتھ آخرت میں لے جائے جیسا کہ اس وزیر نے کیا تھا
سنو سنو! کسی زمانہ میں ایک وزیر تھا بہت زیادہ مال خرچ
کرنے والا بادشاہ نے اسکے پاس کہلا بھیجا کہ تم نے یہ کیا
مال کو برباد کرنے کا طور اختیار کر رکھا ہے۔ اگر تم کو مال
سے محبت نہیں یا اسکی ضرورت نہیں تو مجھے دیدو تاکہ میں
اپنی شان و شوکت میں مزید اضافہ کرلوں۔ وزیر نے کہا کہ
(مجھے کہتے ہیں) آپ ہی اپنے مال کو دوست نہیں رکھتے
کیونکہ چاہتے ہیں کہ وہ بس یہیں دنیا میں رہ جائے اور میں تو اپنے مال
سے اس قدر محبت کرتا ہوں کہ میری خواہش ہے کہ اسکو یہاں سے
اس عالم میں بھی اپنے ہمراہ لیجاؤں ؎

"اے بخشی اپنے مال کو اپنے ہمراہ لیکر جاؤ اور یہ سمجھ رکھو
کہ جو بھی تمہارے گوشہ خانہ میں جمع نظر آرہا ہے یہ سب تمہارا مال
نہیں ہے بلکہ جو کچھ کسی درویش و فقیر کو آج دیدوگے تو قبر کی راہ
اور آخرت کی منزل میں بس وہی تمہارے لئے توشہ ثابت ہوگا۔

سلک صد و بیست و چہارم

رہروان راہ طریقت کہ ہمہ
وقت پای در صراط مستقیم نہادہ اند
چنین گویند این راہ راہی است
کہ بجز ہلاک خود بمنزل نتوان رسید
علی محمد عطار کہ عطار بازار طریقت بود
می گوید روزی درویش را دیدم
بانواع بلا مبتلا بجز دآنکہ دیدم دل
من بر و بسوخت درویش بانگ
بر من زد وگفت یا مکلف ما دخولک
فیما بینی وبین ربی دعہ یعمل بی ماشاء
بعدہٗ آغاز کرد الٰہی بعزتک و
جلالک لو قطعتنی اربًا اربًا وصبت
علی البلاء صبًا صبًا ما زدت لک
الا شوقا وحبًا بشنو بشنو! چون
خلیل علیہ السلام گرما گرم سوئے آتش
نمرود رواں شد صدرنشین سدرہ
آغاز کرد یا خلیل اللہ ہل لک من
حاجۃ ابراہیم گفت اما الیک فلا و
اما الیہ فحسبی من سوالی علمہ بحالی ای
جبرئیل چیست کہ میان بندہ و میان
خداوند در می آئی تیغ عنی فان

سلک ۱۲۴ (اللہ تعالیٰ کی محبت کی لذت)

راہِ طریقت کے وہ چلنے والے کہ جنکا قدم ہمیشہ
صراط مستقیم ہی پر رہتا ہے فرماتے ہیں کہ بھائی یہ (راہ مولیٰ)
ایسا راستہ ہے کہ بجز خود کو ہلاک کئے ہوئے اس میں منزل تک
رسائی ناممکن ہے حضرت علی محمد عطارؒ جو کہ واقعی بازار طریقت
کے عطر فروش ہی تھے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے
ایک درویش کو دیکھا کہ نوع بہ نوع بلاؤں میں مبتلا تھا
اسکو دیکھتے ہی افسوس کے مارے میرا قلب جل اٹھا یعنی
بڑی ہی کوفت ہوئی۔ درویش نے چیخ کر مجھے پکارا اور کہا کہ اے مکلف
تجھکو میرے اور میرے رب کے درمیان کسی معاملہ میں دخل
دینے کو کس نے کہا ہے۔ چھوڑ اسکو (جا اپنا کام کر) اور میرا رب
میرے ساتھ جو معاملہ روا رکھے اسکو کرنے دے۔ اسکے بعد یہ
مناجات شروع کردی کہ اے الٰہی آپ کی عزت و جلال کی قسم
کھا کر کہتا ہوں کہ اگر آپ میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے بھی
کر ڈالیں اور بلاؤں اور مصیبتوں کا مسلسل نزول فرمادیں تب بھی
آپ کیجانب میرے شوق و محبت میں ذرہ برابر کمی ہونیوالی نہیں ہے بلکہ
انشاء اللہ کچھ زیادتی ہی ہوگی۔ سنو سنو! جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ
نمرود مردود کی گرما گرم آگ کیجانب روانہ ہوئے تو سدرۃ المنتہیٰ کے
کے صدرنشین (یعنی حضرت جبرئیل) نے عرض کیا کہ اے اللہ کے
خلیل کیا آپ کو کچھ ضرورت ہے؟ فرمایا ہے تو سہی لیکن تم سے نہیں اور
خدا سے بیشک ہے لیکن میرے حال سے انکی پوری پوری واقفیت نے
مجھے ان سے بھی سوال کرنے سے مستغنی کر رکھا ہے (سوال اس سے کیا جاتا ہے

حرّ ناری اشد من نار نمرود علیہ اللعنۃ
چنیں گویند سلطانی کہ آب و آتش
تحت امر سلطنت اوبند معاملہ کہ میان
ابراہیم و نمرود گذشت بشتری
آں خلق را نمود و ایں چیست
لیعلموا ان کل من احبہ لایضرہ شیئی
فی الدارین و یعلموا ان اہل المعرفۃ
فی النار اطیب عیشا و احسن
حالا و اشد سرورا مع اللہ
سبحانہ و تعالیٰ من اہل الجنۃ
فی الجنۃ سلطان العارفین می گوید
اگر فردا از اہل بہشت مشاہدہ بے کیف
محجوب دارند از اہل بہشت ہماں نالہ
آید کہ از اہل دوزخ۔ قطعہ ؎

نخشبی جاں عزیز از یاراں ست
گرچہ امروز خود گزیری نیست
بے جمال عزیز ہم نفساں
گرچہ خلد بریں ست چیزی نیست

جو مال در وہی ناواقف ہوتا ہے) اور فرمایا کہ اے جبرئیل تمھیں کیا پڑی ہے اگر تم خدا اور اسکے بندہ کے درمیانی معاملات میں دخل دیتے ہو جاؤ اپنا کام کرو اور یہ سمجھو کہ حق تعالیٰ کی محبت کی جو آگ میرے سینہ میں روشن ہے وہ نمرود مردود کی اس آگ سے کہیں زیادہ سخت ہے (لہٰذا جو اسکو برداشت کئے ہوا ہے آگے یہ کیا چیز ہے اول تو وہ آگ ہی اسکو فرو کردیگی) عارفین بیان کرتے ہیں کہ اس شہنشاہ نے کہ پانی اور آگ بھی جس کے تابع فرمان ہیں ابراہیم اور نمرود کے درمیان جو معاملہ فرمائے ہیں وہ سب مخلوق کے سامنے کھلم کھلا فرمائے ایسا کیوں ہوا (تنہائی میں بھی واقعات ہو سکتے تھے) فرماتے ہیں کہ ایسا اسلئے ہوا تاکہ دنیا والے جان لیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اسکو دونوں جہاں میں کوئی شے ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ اور تاکہ سب لوگ جان لیں کہ اہل معرفت جس آگ اور سوزش میں مبتلا ہوتے ہیں وہ نہایت ہی خوشگوار اور خوشحال اور بیحد سرور بخش ہوتی ہے اور ایسی لذت اللہ کی محبت میں انکو حاصل ہوتی ہے کہ اہل جنت کو بھی جنت میں نہ حاصل ہوگی۔ سلطان العارفین فرماتے ہیں جنت میں جنتیوں کو جو خوشی ہوگی (وہ مشاہدۂ بے کیف سے ہوگی) اگر اسکو اہل جنت سے روک لیں تو ان سے بھی ایسی ہی نالہ و فریاد نکلے گی جیسی کہ اہل دوزخ سے ؎

" اے نخشبی اپنی جان دوستوں سے بھی زیادہ پیاری ہوتی ہے اگرچہ آج خود کو ان سے جدا رکھنا بھی ممکن نہیں لیکن کل عالم آخرت میں بدون احباب کے جمال عزیز کے اگرچہ خلد بریں بھی ہو تو بے کار شے ہے "

سلک صد و بست پنجم

طائفہ کہ ایشاں دست از دنیا و عقبیٰ برداشتہ اند چنیں گویند

سلک نمبر ۱۲۵ (ترک ایذا)

جس جماعت نے کہ دنیا اور عقبیٰ دونوں سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہے وہ یہ کہتے ہیں

خواجہ ابو یزید بسطامی کہ سلطان عالم
معرفت بود وقتی شنید یکی قرآن
میخواند چوں بریں آیت رسید
منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الآخرۃ
ابو یزید بگریست و می گفت نزامن
اللہ شکایۃ علی عبیدہ کانہ یقول منکم
من رضی عنی بالدنیا و منکم من
رضی عنی بالعقبیٰ فاین من رضی
عنی لی۔ عزیز من! مرد کامل
کسی است کہ او از خدا ہم
بخدای گریزد و از وہم بدو راضی
گردد کسی کہ از خدای ہم بخدای
راضی شد نہ او وقتی از کسی رنجد
و نہ وقتی او کسی را رنجاند و در عالم
ہیچ کاری ازاں شنیع تر نیست کہ
کسی باطن کسی تفرقہ کند۔ ای برادر
اگر میخواہی باطن تو ہموارہ جمع باشد
باطن کسی تفرقہ مکن۔ بشنو بشنو!
وقتی شخصی درمی چند در زیر درختی
فرو بردہ بود آنرا کسی ببرد ہر چند
آں شخص بطلبید نیافت بخدمت
امام اعظم رفت رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ
و قصہ باز نمود امام اعظم فرمود تو امروز

خواجہ ابو یزید بسطامیؒ نے جو کہ عالم معرفت کے واقعی شاہ
ہی تھے ایک دن ایک شخص کو قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنا
جب وہ شخص اس آیت پر پہنچا کہ تم میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو
دنیا کا ارادہ کرتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں جنکی نیت آخرت کی
ہوتی ہے تو ابو یزیدؒ بہت روئے کہ یہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی
شکایت فرما رہے ہیں یعنی یہ فرما رہے ہیں کہ بعض تم میں سے ایسے
ہیں جو مجھ سے دنیا پا کر راضی ہوتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں جو عقبیٰ
کے ثواب حاصل ہو جانے پر خوش ہو جاتے ہیں تو ایسے لوگ
کہاں ہیں جو مجھے پا کر راضی ہوں۔ عزیز من! مرد کامل تو
وہی ہے جو خدا سے بس خدا ہی کو طلب کرے۔ اور جو شخص
خدا کے ملنے پر راضی ہو گیا تو پھر نہ وہ کسی سے رنج اٹھاتا ہے
اور نہ خود کسی کو رنج پہنچاتا ہے اس دنیا میں اس سے بڑھکر
نازیبا کوئی کام نہیں کہ کوئی شخص کسی کا دل دکھائے اور
اسکو باطنی انتشار میں مبتلا کرے۔ اے بھائی اگر تو چاہتا ہے
کہ تیرا باطن بالکلیہ درست رہے تو کسی کے باطن میں انتشار
نہ پیدا کرنا۔ سنو سنو! ایک مرتبہ ایک شخص نے کچھ روپئے
ایک درخت کے نیچے گاڑ رکھے تھے کوئی شخص اسکو نکالکر
لے گیا اس شخص نے بہت تلاش کیا نہ پایا امام اعظم ابوحنیفہؒ
کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا سارا قصہ بیان کیا
امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اچھا بھائی تم آج تو واپس جاؤ
میں تمھارے روپیوں کے ملنے کی کچھ تدبیر کرتا ہوں
اس کے بعد امام اعظم اس شہر کے طبیب کے
پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس درخت

بازگردکہ من تدبیر درم تو بکنم امام اعظم
برطبیب آں شہر رفت و گفت
بیخ آں فلاں درخت کدام زحمت
را کار آید گفت فلاں زحمت را گفت
دریں چند روز بیماری برتو آمدہ است
کہ تو اورا بداں بیخ اشارت کردہ
گفت آری چند روز شد آں فلاں
را گفتہ ام کہ بیخ آں درخت بخور
امام اعظم براں بیمار رفت و گفت
چگونہ گفت بغایت زحمت دارم
گفت اگر میخواہی ایں زحمت از تو
بکلی دفع شود تو خصم آں درم را
زحمتی مرساں درمی کہ از زیر آں
فلاں درخت بردہ بخصم باز دہ

قطعہ
تخشبی چند ذکرِ زحمتِ خود
خلق را ہیچ زحمتے مرساں
گر بخواہی کہ کہ زحمتت نرسد
ہیچ کس را تو زحمتے مرساں

کی جڑ کس مرض کی دوا ہے اس نے کہا کہ فلاں
مرض میں مفید ہے فرمایا کہ اچھا ان دنوں کوئی
مریض تو ایسا نہیں آیا کہ آپ نے اسی درخت
کی جڑ لانے کے لیئے اس سے کہا ہو۔ اس نے
کہا کہ ہاں چند دن ہوئے فلاں شخص
آیا تھا میں نے اسی کے استعمال کرنے کو اس
سے کہا تھا پھر امام اعظمؒ اس بیمار
کے گھر گئے اور خیریت مزاج دریافت فرمائی
اس نے کہا کہ حضرت بڑی تکلیف
میں مبتلا ہوں، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ
اگر تو چاہتا ہے کہ یہ مرض اور تکلیف تجھ سے
بالکلیہ دفع ہو جائے تو اپنے اس روپئے
والے خصم کے دل کو رنجیدہ نہ کر اور جو روپے کہ تم فلاں
درخت کی جڑ سے نکال کر لائے ہو جاؤ فوراً اس کو
واپس کرو۔

"اے تخشبی خود اپنی تکلیف کا کیا ذکر اسکو چھوڑ دو
اور یہ سمجھ لو کہ کسی مخلوق کو کبھی کچھ تکلیف نہ پہنچاؤ اور اگر
تم یہ چاہتے ہو کہ تم تکالیف سے محفوظ رہو تو (اسکا طریقہ یہ ہے کہ)
تم خود کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔

سلک صد و بیست و ششم

بباید دانست کہ زہد سہ حرف است

سلک ۱۲۶ (حسن خلق کا مقام)

جاننا چاہیئے کہ لفظ زہد کے اندر تین حرف ہیں

زے وہے و دال۔ ز سے
اشارت است بترک زلت۔
وہے اشارت بترکِ ہوا۔ و
دال اشارت بترک دنیا۔
سعادت مردی کہ او دنیا را
کہ ہمہ صفت زناں دار و مطلقہ
ثلاثہ گردانیدہ است۔ محمد اسود
گوید شبی از ہاتفی شنیدم کہ
عبد اللہ مبارک را بگو از عمر
تو یکسال بیش نماندہ است
چوں آں حکایت بعبد اللہ گفت
عبد اللہ می گریست و می گفت
مرا ہنوز یک سال در دنیا خواہند
داشت آری مرد چوں بدرجہ
کمال رسد خواہد در و دیوار تن را
برہم شکند و مرغ روح را از
قفص دنیا در عالم علوی برد کہ در
ہمہ عمر دعوی ریاضت کردن ہم
چیزے نیست و لہذا خواجہ ابوسعید
ابو الخیر قدس اللہ سرہ العزیز را
پرسیدند ریاضت چیست؟
گفت آنکہ کودکاں را گویند کہ
بینی پاک کنند عزیز من! اگر

زار۔ ہار اور دال چنانچہ زا سے اشارہ ہے
ترک زلت یعنی ترک معصیت کی جانب ہا سے اشارہ
ہے ترک ہوا یعنی ترک خواہشات کی جانب
اور دال سے اشارہ ہے ترک دنیا کی طرف
پس سعید وہ شخص ہے جو دنیا کو کہ اپنی تمام
صفات میں عورت ہی کی مانند ہے (عورت کی
طرح) تین طلاق دیدے۔ محمد اسودؒ فرماتے ہیں
کہ ایک شب ایک ہاتف کو میں نے کہتے ہوئے سنا
کہ عبد اللہ بن مبارک سے کہدو کہ تمھاری عمر سے بس
اب ایک ہی سال باقی رہ گیا ہے۔ جب اس
بات کو عبد اللہ بن مبارک سے کہا تو وہ بہت
روئے اور کہا افوہ ابھی مجھے ایک سال تک اور
دنیا میں رکھیں گے۔ ہاں بھائی! انسان جب
باطنی کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اسکی پوری کوشش
یہ ہوتی ہے کہ اپنے تن بدن کی دیوار کو توڑ تاڑ کر
رکھدے اور طائر روح کو دنیا کے اس قفص سے
رہا کر کے عالم بالا میں پہونچا دے کہ ساری عمر ریاضت
ہی کا دم بھرتے جانا کوئی چیز نہیں ہے اسی لئے
تو جب خواجہ ابوسعید ابو الخیرؒ سے لوگوں نے دریافت
کیا کہ حضرت ریاضت کسے کہتے ہیں تو فرمایا کہ یہی
کہ جسطرح سے بچوں سے کہا جاتا ہے کہ جاؤ ناک صاف
کرو (مطلب یہ کہ اسی طرح سے اپنے باطن کے نجاسات
اور گندگیوں کے دور کرنے کا نام ریاضت ہے)۔

سر عقبیٰ در سرداری سر بدنیا فرو میا
وسخن ایں سرگشتۂ سرسری مدان
کہ در عقبیٰ کسی سرتواند شد کہ اگرچہ
در دنیا سردادنی است بدہد و سر
بدنیا فرو نیارد منصور حلاج راکہ
سرایں درد سر جز او نبود بعد از
موت در خواب دیدند گوئی سر او
بریدہ اند و جامی در دست او
گفتند ایں چہ حال است ؟ گفت
دوست ہمہ جام بسر بریدگان میدہد
ای درویش اگر سر آں داری کہ
بایں سراں سروسینہ توانی زد سر سری
کہ داری از سر دور کن و سر خود را
پی سپر خلق اختیار کن و سر موئے
رعونت را در سر جای مدہ و سراسر
دریں معاملہ چناں باش کہ آں سر
عارفاں بود بشنو بشنو سلطان العارفین
یعنی ابو یزید بسطامی کہ بحر معرفت او
بسطام بود بیگاہ تری از گورستان
درخانہ می آمد یکی از پسران بسطام
کہ بہ بزرگ زادگی آں مقام منسوب بود
بیش در خود نشستہ رباب می زد
چوں آواز رباب در گوش خواجہ افتاد

عزیزمن! اگر تم آخرت کا سودا اپنے سر میں رکھتے
ہو تو دنیا کی آزمائشوں سے سر نہ اٹھا لینا یعنی ہمت
نہ ہارنا اور اس سرگشتہ (سر پھرے دیوانے) کی اس بات
کو سرسری نہ سمجھنا کہ یہ صحیح ہے کہ سفر عقبیٰ کا اسی وقت
طے کیا جا سکتا ہے جب ایسی حالت ہو جائے کہ
اگر دنیا میں اسکے لئے سر دھڑ کی بازی بھی لگانی پڑے
تو عذر نہ ہو اور دنیوی امتحان سے سر اور منہ نہ موڑے
دیکھو منصور حلاج کو کہ واقعی اس درد کے لائق بس
اسی کا سر تھا' مرنے کے بعد کسی نے انکو خواب میں
دیکھا یوں سمجھو کہ گویا سر کٹا ہوا ہے اور ایک ہاتھ میں
جام لئے ہوئے ہیں لوگوں نے ان سے پوچھا کہ حضرت
یہ آپ کا کیا حال ہے (کہ جام تو موجود ہے پھر جمجمہ کیوں کٹا
ہے) فرمایا کہ میرے دوست نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ
اپنی محبت کا جام بے سروں (یعنی سرفروشوں ہی) کو
دیگا۔ پس اے درویش اگر تجھکو بھی اس راہ کی طلب
ہے اور چاہتا ہے کہ اس اپنے سر کے ساتھ اُس
سروسینہ کا مقابلہ کرے تو کم از کم یہ کر کہ جو بھی خیال (غیر از یار)
رکھتا ہو اسکو اپنے سر سے نکالدے اور اپنے سر کو
مخلوق خدا کی خدمت اور حفاظت کے لئے
پیش کر دے اور بال برابر بھی رعونت اور انانیت کو
اپنے دل میں جگہ نہ دینا اور اس معاملہ یعنی راہ خدا میں ہو بہو
ویسے ہونا جیسا کہ عارفین کا طریقہ رہا ہے۔ سنو سنو!
سلطان العارفین یعنی ابو یزید بسطامی کہ جن کا بحر معرفت

جمجمہ: کھوپڑی ۱۲

گفت لاحول ولا قوۃ الا باللہ بزرگ زادہ را این سخن بغایت گراں نمود برخاست کاسۂ سر رباب بر کاسۂ سر خواجہ چناں زد کہ ہر دو کاسہ بشکست خواجہ سر پس نکرد و سر خود گرفت و ہمہ شب در تعہد سر خود بود چوں بامداد صوفی گرم رو آفتاب مصلای نور در ہوا فگند خواجہ خادم خانقاہ را گفت در شہر رباب بچند درم می فروشند گفت بچندیں درم گفت بدو چندیں درم بیار و در فلاں محلت بر فلاں بزرگ زادہ برو و از من معذرت کن و دوش از سبب سر من رباب تو بشکستہ است ایں بہار آں رباب است بدیں درم رباب دیگر بستاں و خود را خوش دار۔

قطعہ

نخشبی خلق خوش کجا یابند
چند باشی چناں سرافگندہ
تا توانی ز خوئے خوب گزیں
خلق خوش خلق را کند بندہ

بسطام (ایران کا ایک شہر) تھا سب سے الگ تھلگ ہو کر ایک مرتبہ قبرستان سے گھر واپس آرہے تھے بسطام کے بزرگ خاندان کے ایک فرزند اپنے آگے چنگ و رباب رکھے محو نشاط تھے، جب آواز دروازہ سے نکل کر خواجہ بسطامی کے کانوں تک پہنچی تو انھوں نے زور سے فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اس بزرگ زادہ کو یہ بات ناگوار گذری غصے میں اٹھا اور سارنگی کے موٹے والے حصہ سے شیخ کے سر پر اس زور سے مارا کہ سارنگی بھی ٹوٹی اور شیخ کا سر بھی پھوٹا خواجہ نے سر بھی پھیر کر (یعنی مڑ کر بھی) نہیں دیکھا بلکہ اپنا سر پکڑے ہوئے اپنے گھر چلے آئے اور رات بھر اسی کے مرہم پٹی میں گذاری۔ جب صبح کا صوفی تیز رفتار یعنی آفتاب نے اپنے نورانی مصلے کو ہوا میں بچھایا (یعنی جب صبح ہوئی) تو شیخ نے خانقاہ کے خادم سے فرمایا کہ یہاں شہر میں سارنگی کس قیمت پر ملا کرتی ہے اس نے کہا کہ اتنے میں ملتی ہے۔ اس سے فرمایا کہ تھیلی سے اتنے روپئے لاؤ اور فلاں محلہ میں چلے جاؤ وہاں جو بزرگ زادے رہتے ہیں اُن سے میری جانب سے معذرت کرنا اور کہنا کہ حضرت کل میرے سر سے ٹکرا کر آپکا رباب ٹوٹ گیا تھا یہ اسکی قیمت حاضر ہے ان روپیوں سے دوسرا نیا رباب خرید لیجئے اور اب مجھ سے راضی ہو جائیے

ترجمہ قطعہ

اے نخشبی لوگ بھلا حسن خلق کو آسانی کے ساتھ کہاں پاسکتے ہیں۔ تم اس کے لئے کب تک فکر مند رہو گے؟
بس جہانتک تم سے ہو سکے حسن خلق اختیار کرو اور یہ سمجھ لو کہ خوش اخلاقی ایسی شے ہے کہ مخلوق کو غلام بنا دیتی ہے

سلک صد و بیست و ہفتم

بباید دانست اگرچہ درویشاں
گویند خیر درویش دراں باشد کہ از
برائے دین ترک دنیا گیرد و اما
سلطان چہار بابش فقر میگوید لیس
خیرکم من ترک الدنیا للآخرۃ والآخرۃ
للدنیا و لکن خیرکم من اخذ من ہذہ
وہذہ ای نورستہ باغ زہادت زہد
نہ آنست کہ ہرچہ خورند حلال خورند
روزی درویشی را دیدند طعامی لذیذ
می خورد گفتند این چہ طعام لائق
زہد است درویش گفت ای خواجہ
ما در دنیا مہمانیم و مہمان را ہرچہ بدہند
باید خورد۔ چنیں گویند حسن بصری
رحمۃ اللہ علیہ کہ از سرتاپای ہمہ حسن
بود فرزدق را پرسید شنیدہ ام کہ
اطعمۂ چرب و شیریں نمی خوری گفت
آری عمداً نمیخورم گفت چرا نمیخوری
گفت ازاں کہ بشکر آں نتوانم رسید
حسن گفت تو وقتی آب سرد میخوری
گفت می خورم گفت بشکر آں میرسی
گفت نی گفت پس چرا طعام لذیذ

سلک ۱۲۷ (درویش کسے کہتے ہیں)

جاننا چاہیئے کہ اگرچہ درویشوں نے فرمایا ہے کہ
درویش کی خوبی اس شخص کے اندر موجود سمجھو جو کہ دین کی
خاطر دنیا ترک کر دے لیکن فقر کے چہار باب کے بادشاہ
کا یہ ارشاد ہے کہ وہ شخص تم میں سے بہتر نہیں ہے جو کہ
دنیا کو آخرت کیلئے ترک کر دے یا آخرت کو دنیا کی خاطر
چھوڑ دے بلکہ بہتر وہ شخص ہے جو اس میں سے کچھ حصہ
لے اور اس میں سے کچھ حصہ لے (یعنی دین اور دنیا دونوں
میں سے حصہ لے) اے باغ زہد کے سنئے پھل سن! زہد
اسکا نام نہیں ہے کہ وہ صرف حلال ہی روزی کھائے
اسلئے کہ دیکھو ایک دن ایک درویش کو لوگوں نے دیکھا
کہ لذیذ کھانے کھا رہا ہے لوگوں نے اعتراض کیا کہ زہد
کا دعویٰ اور ایسا عمدہ کھانا زہد میں اور اس میں کیا جوڑ
درویش نے کہا بھائی جان ہم لوگ تو اس دنیا میں
خدا تعالیٰ کے مہمان ہیں جو کچھ اوہر سے عطا ہو کھالینا
چاہیئے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری جو سراپا حسن
ہی تھے انھوں نے فرزدق سے پوچھا کہ اجی میں نے
تمھارے متعلق سنا ہے کہ تم مرغن اور شیریں کھانا نہیں کھایا
کرتے؟ اسنے کہا کہ آپنے صحیح سنا ہے میں نے قصداً انھیں
ترک کیا ہو' دریافت فرمایا کہ کیوں؟ فرزدق نے کہا اسلئے کہ اسکا
شکریہ ادا کرنے سے قاصر رہتا ہوں۔ حسن بصری نے پوچھا کہ
اچھا یہ بتاؤ' تم نے کبھی ٹھنڈا پانی بھی پیا ہے کہا جی ہاں

نیخوری بر وآں ہم بجور اے درویش
اگر وقتی بر مائدۂ توانگر حاضر شوی
از اطعمۂ لذیذ او اجتناب منمای
واگر در کلبۂ درویشی مہمان شوی
از نانِ بے نمک او ہم ننگ مکن
واو را بتازیانۂ بے نوائی مرنجاں
بشنو بشنو! وقتی درویشی توانگری
را مہمان خواند توانگر چوں در کلبۂ
بینوائی او نظر کرد روز دوم نقدی
برو فرستاد درویش آں را
باز برو فرستاد و می گفت سزای او
ازایں کہ ترا بر درویشیٔ خود محرم کند۔

قطعہ ؎

نخشبی سرِ فقر مخفی بہ
نوش خود زا ستم تونیش مکن
گرچہ سر دادنی تو خلق را
محرم سرِ فقر خویش مکن

بہت پیا ہے فرمایا اسکا شکوا ادا کرنے پر قادر ہو گئے تھے؟ کہا کہ
نہیں شکو تو اسکا کبھی نہیں ادا کر سکا فرمایا کہ بس تو پھر طعام لذیذ
نہ کھانے کی وجہ تو صحیح نہ رہی جاؤ میاں اسے بھی کھایا کرو
اے درویش سن! اگر تو کبھی کسی امیر کبیر کے دسترخوان پر نعم
پر پہنچ جائے تو اسکے اطعمۂ لذیذہ سے کبھی اجتناب نکر (بلکہ شکر کے
ساتھ کھالے) اور اگر کبھی کسی غریب کی جھونپڑی میں مہمان ہونا
پڑ جائے تو اسکی بے نمک کی روٹی کے کھانے سے بھی عار و
انکار نکر اور اسکو غربت اور مفلسی کا طعنہ دیکر تکلیف نہ پہنچاؤ ـــــ
سنو سنو! ایک دفعہ ایک درویش نے ایک رئیس کی دعوت کی
اور امیر جب اس غریب کے غریبخانہ میں داخل ہوا تو اسکی بوسیدگی اور
شکستگی کو دیکھا دوسرے دن کچھ رقم بھیجی اس نے وہ رقم تو واپس کر دی
اور یہ کہا کہ میرے لئے اس سے بڑھکر اور کیا سزا ہوگی کہ میں نے تجھ جیسے امیر کو
اپنی درویشی اور غربت پر مطلع کر دیا ؎

"اے نخشبی فقر وفاقہ کے بھید کا پوشیدہ ہی رکھنا بہتر ہے اور
یہ سمجھ لو کہ تمھارے لئے تریاق ہے آب حیات سے بھر ہوا ستم ہے کہ تم
اسکو دوسروں پر ظاہر کر کے اپنے حق میں اسکو بجائے تریاق نیش (زہر) بنالو
مخلوق کو اگر سر بھی دینا پڑ جائے تو دیدو مگر اسکو اپنے رازِ فقر کا راز دار نہ بناؤ

سلک صد و بیست و ہشتم

سلک ۱۲۸ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

شیرانِ بیشۂ بضاعت
گویند رسمی است کہ چوں سگِ شکاری
را دنبال صید رہا کنند از دور کنند

خزانۂ معرفت کے جنگل کے جو لوگ شیر ہیں وہ کہتے ہیں کہ دستور ہے
کہ جب شکاری کتے کو شکار کے پیچھے دوڑاتے ہیں تو دور ہی سے چھوڑتے
ہیں چنانچہ کتے کو شکار کے پیچھے بہت دوڑنا پڑتا ہے بخلاف چیتے کے

وسگ دنبال صید شکاری
بسیار دود بخلاف یوزکہ یوز
را درکمین گاہ صید دارند
یوز قصد شکاری یک بارو
یا دو بار بیش نکنند ودنبال
شکاری بسیار ندود مردم را
نیز باید کہ چوں سگ دنبال رزق
بسیار ندوند اگر چیزے از
پیش بر سد چوں یوز آں را
قبض کنند دیگر آنکہ چوں یوز
در شکار کاہلی کند سگ را
بیارند و پیش او بزنند تا یوز
بترسد مردم را ہم می باید کہ
انتباہ از حال دیگری گیرد السعید
من وعظ بغیرہ ای درویش
انتباہ اصحاب کہف اول
از گربہ بود آخر از سگ
وتو از آدمی ہم متنبہ نمی شوی
کے راست آید اگر مرد زیرکی
از درد دیگری دردمند
شود واز حال دیگرے
انتباہ گیر۔

کہ اس کو شکار کے کمین گاہ میں
کر دیتے ہیں (جہاں بیٹھکر وہ شکار
کی تاک میں رہتا ہے) چنانچہ
چیتا شکار کا ارادہ اور اس پر
حملہ ایک دفعہ یا دو دفعہ سے
زیادہ نہیں کرتا اور کسی شکار
کے پیچھے زیادہ بھاگتا دوڑتا بھی نہیں
بس اسی طرح سے انسان کو بھی چاہیئے
کہ روزی کے پیچھے کتے کی طرح نہ بھاگے
اگر کوئی چیز سامنے آجائے تو چیتے کی طرح
بس اسکو جھپٹ لے۔ اسی طرح سے شکاریوں کا
ایک دوسرا اصول یہ ہے کہ چیتا جب شکار کرنے میں کاہلی
کرتا ہے تو کتے کو اسکے سامنے خوب مارتے ہیں تاکہ
چیتا ڈرجائے اسی طرح سے لوگوں کو بھی چاہیئے کہ دوسروں
کے حال سے سبق حاصل کریں نیک بخت وہی ہے جو دوسروں
سے نصیحت حاصل کرے۔ اے درویش دیکھ اصحاب کہف
نے پہلے سبق ایک بلی سے لیا تھا پھر کتے سے لیا اور
تو ہے کہ انسان سے بھی سبق حاصل نہیں کرتا یہ بھلا کب
تیرے لئے مناسب ہے۔ اگر کوئی سمجھدار انسان
دوسرے کے درد سے دردمند ہونا چاہتا ہے
تو وہ دوسرے کے حال سے عبرت حاصل
کرتا ہے۔

بشنو بشنو! وقتی گرگی و روباہی
بخدمت شیری بودند و فضلہ کہ از شیر
باقی ماندی ایشاں روزگار بداں
گذرانیدندے وقتی شیر صید کرد
گرگ را گفت کہ این صید میان سہ
کس تقسیم کن گرگ آنرا سہ پرکالہ کرد
یکی پیش شیر نہاد و یکی پیش خود و یکی
پیش روباہ شیر چوں آں حال بدید
خندید و پنجہ بزد و سر گرگ را بپرانید
و روباہ را گفت ایں صید میانِ من
و تو قسمت کن روباہ ہمہ بگرفت و
پیش شیر نہاد شیر گفت ای روباہ
ایں ادب از کہ آموختی؟ گفت
از سر بریدن گرگ۔ قطعہ

نخشبی اعتبار عبرتِ تست
معتبر ہمچو تو جہاں گیرد
صاحب اعتبار اوست کہ او
عبرت از حال دیگراں گیرد

سنو سنو! ایک بھیڑیا اور ایک لومڑی شیر کے ساتھ
رہا کرتے تھے شیر کے کھانے کے بعد شکار سے جو کچھ بچ جاتا
اسی پر یہ دونوں بھی گذر بسر کرتے تھے ایک دفعہ شیر نے
شکار کیا اور بھیڑیئے سے کہا کہ اس شکار میں تین حصے
لگاؤ۔ اس نے اسکے تین ٹکڑے کرکے ایک حصہ شیر کے
سامنے رکھدیا اور ایک لومڑی کو دیدیا اور ایک اپنے لئے رکھا
شیر نے اپنے ساتھ جب یہ مساوات دیکھی تو غصہ کی ہنسی
ہنسا اور ایسا تھپڑ رسید کیا کہ بھیڑیئے کا سر ہی اڑ گیا
اور لومڑی سے کہا کہ اب اس میں میرا اور تیرا حصہ ہے
اب تو تقسیم کر۔ لومڑی نے یہ کیا کہ سب کا سب اٹھا کر
شیر کے سامنے پیش کر دیا کہ حضور نوش فرمائیں۔ شیر نے
کہا کہ اے لومڑی یہ ادب تو نے کس سے سیکھا؟
اس نے کہا کہ بھیڑیئے کے سر اڑا دیئے جانے سے۔

ترجمہ قطعہ

"اے نخشبی لوگوں کو تیرے ہی بیان عبرت کا اعتبار ہوتا ہے
تجھ جیسے کا بیان اعتبار کسی واقعہ سے سارا جہان پسند
کرتا ہے اور صاحب اعتبار وہ ہے جو دوسروں کے
حال سے عبرت اور نصیحت حاصل کرے"

سلک صد و بیست و نہم

عاکفان صومعۂ محبت و زائران کعبۂ
مودت چنیں گویند کہ یکی از علامات معرفت

سلک ۱۲۹ (محبت کے معنی)

جو لوگ کہ محبت کی مسجد میں اعتکاف کئے ہوئے ہیں
اور مودت کے کعبہ کی زیارت کرنے والے ہیں وہ یوں

محبت است لان من عرف احبہ ومن
احبہ الزم بابہ وقیل المحبۃ میل القلب
الی اللہ والی ما الیہ سمنون را پرسیدند
محبت چیست؟ گفت ماخلق اللہ تعالٰی
شیئاً الا والمحبۃ الطف منہ فکیف اعبّر
عما لا عبارۃ لہ دردمندان درد عشق گویند
المحبۃ علۃ فیہا راحۃ لا یباع بکل شفاء
عزیز من! طرفہ دردی باشد کہ
درو ہمہ دارو نامندرج ودرد ازو
بگرد مگر درمحبت صاحب آں درد
ازیں درد نخروشد ونقد درد خود را بہزار
دارو نفروشد وچشم از دیدن غیر دوست
چناں بندد کہ کوردلاں چناں تصور
کنند کہ او کور است قیل ان عمر بن
عبدالعزیز کان اذا خرج الی طریق
غمض عینیہ مخافۃ ان یری منکراً اندر
آنچہ شبلی محجوب شد کحالی بروی رفت
وگفت اگر بگوئی من چشم ترا معالجتی
بکنم شبلی کہ بینای عالم طریقت بود
بانگ بروی زد وگفت اے بطال
من بصد حیلہ یکبار چشم از دیدن غیر محجوب
فروبستہ ام تو میخواہی آنرا باز کشائی
بیا تا بمیل محبت دیدہ ترا کور کنم تا تو ہم

فرماتے ہیں کہ معرفت کی علامتوں میں سے ایک علامت محبت
ہے اسلئے کہ جس نے اسکو پہچان لیا وہ اسکا عارف ہوگیا اور
جو شخص عارف ہوگیا وہ ان کے در کا ملازم ہوگیا۔ کہا گیا ہے کہ
محبت اللہ تعالٰی کی جانب اور جو چیزیں کہ اللہ تعالٰی کی جانب
پہنچانے والی ہوں انکی جانب قلبی میلان ہونیکا نام ہے حضرت سمنون سے
لوگوں نے پوچھا کہ حضرت محبت کسے کہتے ہیں؟ فرمایا کہ اللہ تعالٰی
نے جتنی بھی اشیاء پیدا فرمائی ہیں ان سب سے زیادہ لطیف تر
چیز محبت ہے۔ پس جو چیز کہ الفاظ کے ذریعہ تعبیر کئے جانے سے
بالاتر ہو اسکو میں لفظوں میں کس طرح بیان کردوں۔ جو لوگ کہ
درد عشق کے دردمند ہیں وہ یوں فرماتے ہیں کہ محبت ایک
بیماری ہے جس میں ایسا لطف اور مزا ہے کہ شفاء کلی کے عوض
بھی اسکو بیچا نہیں جا سکتا۔ عزیز من! اس درد کا کیا پوچھنا
جسکے اندر تمامی دوا موجود ہو۔ محبت والے کو بھی تکلیف ہوتی ہے مگر
محبت اس درد والے کو اسکا شکوہ نہیں کرنے دیتی چنانچہ شخص اپنے
نقد درد کو ہزاروں دوا کے عوض بھی بدلنے پر کبھی راضی نہیں ہوگا
اور یہ لوگ غیر دوست کی جانب سے اپنی آنکھ اسطرح سے بند
کرلیتے ہیں کہ جو لوگ کہ کور باطن ہوتے ہیں وہ انکو اندھا سمجھتے ہیں
کہا گیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب راستہ پر چلتے تھے تو اپنی
آنکھیں بند کرلیتے تھے محض اس اندیشہ سے کہ کہیں کسی منکر پر نظر
نہ پڑجائے۔ اسی طرح سے جب حضرت شبلیؒ نابینا ہوئے تو ایک
معالج چشم کا آپکے پاس گذر ہوا اس نے کہا کہ اگر حکم ہو تو میں آپکی
آنکھ کا علاج کروں حضرت نے جو کہ (نابینا ہونے کے باوجود)
عالم طریقت کے بینا تھے اسے زور سے ڈانٹا اور کہا کہ اے بطال

بعد ازیں بطریق من ہیچکس را نہ بینی
مگر خدائے تعالیٰ و تقدس را
عزیز من! محبت خدا محبت
طاعت خدا باشد و اگر نہ ایں خاکی را
با آنچناں پاکی چہ محبت. بندہ چہ کند کہ
خداوند خود را دوست ندارد اما داں
بباید کوشید کہ خداوند بندہ را دوست
دارد بشنو بشنو! وقتی مردی
بر حضرت یوسف رفت صلوات اللہ
وسلامہ علیہ و گفت من ترا دوست
میدارم حضرت یوسف گفت من نمیخواہم
کہ مرا جز خدائے تعالیٰ کسی دوست
دارد فان ابی احبنی فطرحتنی اخوتی
فی الجب ان امرأۃ العزیز احبتنی
فالقتنی خدامہا فی السجن ۔ قطعہ

نخشبی دوستی حق را باش
کہ درو نیست جز ہمہ نعمت
خلق را بہر چہ داری دوست
نیست ایں دوستی مگر زحمت

میں نے صدہا حیلہ کرکے اب جاکر کہیں غیر محبوب کے دیکھنے سے امن پایا
ہے یعنی آنکھ بند کی ہے اور تو یہ چاہتا ہے کہ اسکو پھر کھول دے یہاں
میرے پاس آ تاکہ محبت کی سلائی سے تیری آنکھ کو پھوڑ دوں تاکہ
اسکے بعد تو بھی میری طرح سے کسی شخص کو نہ دیکھ سکے بجز حق تعالےٰ
و تقدس کے۔ عزیز من! خدا تعالیٰ کی محبت سے مراد خدا تعالیٰ
کی طاعت کی محبت ہے ورنہ اس خاکی سے اللہ تعالیٰ کی اس پاکی
کے ساتھ جو اسے حاصل ہے اللہ تعالےٰ کی کیا محبت ہو سکتی ہے، اور بندہ
اللہ تعالیٰ سے محبت نہ کریگا تو کیا کریگا (وہ تو ناگزیر ہے) ہاں اسکو کوشش
اسبات کی کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اسکو دوست بنالے۔ سنو سنو ایکدفعہ
ایک شخص حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گیا اور اسنے کہا کہ میں آپسے
محبت کرتا ہوں حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ بھائی معاف کرو میں نہیں
چاہتا کہ مجھے سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسرا دوست رکھے اسلئے کہ میرے
والد محترم نے مجھ سے محبت کی نتیجہ یہ ہوا کہ بھائیوں نے مجھے کنوئیں میں
ڈالا اسیطرح سے عزیز کی بیوی نے مجھ سے محبت کی تو اسکے خدام نے
مجھے جیل میں ڈلوایا۔

" اے نخشبی بس حق تعالیٰ کے دوست اور محب بنو کہ اسکے
اندر بس نفع ہی نفع ہے. مخلوق سے خواہ مخواہ کیلئے کیوں دل لگاتے
ہو ان کی دوستی تمھارے حق میں سراسر زحمت ہی ثابت
ہو گی۔

سلک صد و سی ام

قیل لایجوز فی دور الفلک

سلک نمبر ۱۳۰ (غم عشق ہر ایک کو نہیں ملا کرتا)

کہا گیا ہے کہ نہ اس دور فلکی میں اور نہ طبائع کی ترکیب

ولا فی ترکیب الطبائع ولا فی القیاس
ولا فی الوہم ولا فی الممکن ولا فی الواجب
ان یکون محب ولیس لمحبوب الیہ
سبیل ای عاشق محبت از چوب
باید آموخت کہ اگر ارہ بر سرش
رانند چوں زکریاؑ سر نخارد واگر در
آتش اندازندش چوں ابراہیمؑ دم نزند
چنیں گویند کہ پیش ازاں کہ در مسجد
رسول علیہ السلام منبر برآرند حضرت
رسالت چوں خطبہ کردی متصل ستون
شدی آں روز کہ منبر برآوردند پیغامبر
صلی اللہ علیہ بالا رمنبر رفت از شوقِ
پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم آں ستون
چناں در نالہ شد کہ ہمہ حاضران از نالہٗ
او در نالہ شدند انس می گوید من دراں
جمع حاضر بودم تا آنکہ پیغامبرؐ خطبہ میکرد
آں ستون می نالید چوں پیغمبر علیہ السلام
از منبر فرود آمد آں ستون را در کنار
گرفت انگاہ از نالیدن بایستاد بشنو بشنو
خاک حبشہ را فرو بیختند ذرہ درد برآمد
وخاک روم را فرو بیختند ذرۂ عشق برآمد
وخاک فارس را فرو بیختند ذرۂ سوز برآمد
ازاں ذرۂ درد بلال را آفریدند و

ہیں، نہ قیاس وعقل میں نہ گمان ووہم میں نہ ممکنات میں نہ واجب
میں کسی رو سے یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی محب صادق ہو اور
محبوب کا اسکی جانب میلان نہو (عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد)
اے مدعی عشق تو عشق کا سبق لکڑی سے لے۔ دیکھ اسکے سر پہ
آرہ بھی رکھتے ہیں جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے ساتھ معاملہ
پیش آیا تو اس سے سر نہیں ہٹاتی اسی طرح سے اگر اسکو آگ میں
ڈالتے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ واقعہ پیش آیا۔
تو دم نہیں مارتی۔ بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی میں منبر بننے
سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت خطبہ ایک کھجور کے
ستون سے سہارا لگا لیا کرتے تھے، جس دن کہ لوگ منبر بنا کر
لائے اور اسکو مسجد میں رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خطبہ دینے کے لئے منبر پر تشریف لے گئے تو وہ ستون اپنی غایت
محبت اور شوق کیوجہ سے (آپؐ سے فراق کو نہ برداشت کرسکے)
اس زور سے رویا کہ تمام حاضرین اس کی وجہ سے رونے لگے
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں اس مجمع میں موجود تھا دیکھا کہ جبتک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرماتے رہے وہ ستون روتا ہی رہا
جب آپ منبر سے نیچے اترے تو اس ستون کو اپنے سینہ سے لگایا
اسکے بعد تب اسکا رونا آہستہ آہستہ ختم ہوا۔ سنو سنو! حبشہ کی خاک
چھانی اس سے درد کا ذرہ پیدا ہوا اور روم کی خاک
ڈالی اس سے عشق کا ذرہ پیدا ہوا اور فارس کی خاک پھیلائی
اس سے سوز کا ذرہ پیدا ہوا انھیں ذرات سے بلال حبشیؓ کا درد
صہیبؓ رومی کا عشق اور سلمان فارسیؓ کے سوز کو پیدا کیا اور
پھر چار سو عالم میں یہ اعلان کرادیا کہ بلالؓ سید حبشہ ہیں، صہیبؓ

ازاں ذرۂ عشق صہیب را وازاں
ذرہ سوز سلمان را وایں نداو چہار عالم
در دادند بلال سید الحبشہ صہیب
سید الروم و سلمان سید الفارس
نمی دانم سحرہ فرعون از کدام درد در آمدند
تا ماہم دراں درد در آئیم بلال و بلال
چہ کردند تا ما ہم ہماں کنیم اما آنچہ
ایشاں کردند مگر ہم ایشاں تواند کرد
خلوت یحییٰؑ آں روز بود کہ اورا
در آتش انداختند و خلوت زکریاؑ
آں روز بود کہ او در کشاکش ارّہ
بود و آں ارّہ برفرق آں ثابت قدم
نہادند کسی از و پرسید ایں ساعت
چہ میخواہی گفت میخواہم کہ نیمی
از من در مشرق آویزند و نیمی در
در مغرب تا جہانیاں بدانند راہی
کہ ما قدم نہادہ ایم چنیں خونخوار راہی ست
کہ با وجود خود قدم نتواں نہاد قطعہ
نخشبی را وجودکی بودہ است
اندہ دلبراں بلاکش کرد
عشق در من نشانِ من نگذاشت
بس وجودی کہ وجد خاکش کرد

سید روم ہیں اور سلمان سید فارس ہیں (ہائے افسوس میں نہ جان سکا
کہ فرعون کے جادوگروں کو کس درد سے پیدا فرمایا تھا کہ سولی پر
چڑھا دینے کی دھمکی سنی پھر بھی محبت حق پر ثابت قدم رہے)
تاکہ ہم بھی وہی درد اپنے اندر پیدا کرلیں) اور (صد حیف کہ)
ہم یہ بھی نہ جان سکے کہ بلالؓ اور بلالؓ نے کونسا عمل کیا تھا (جو
اس درد سے نوازے گئے) تاکہ ہم بھی وہی عمل کرتے مگر انھوں نے
جو عمل کیا تھا شاید کہ وہی حضرات اسکے اہل تھے (ان حضرات
کے خلوص کا کیا کہنا بس یہ سمجھو کہ) حضرت یحییٰ علیہ السلام کی
خلوت اور معیت بحق تعالیٰ کا وہی دن تھا کہ جسدن ان کو
آگ میں ڈالا گیا تھا اسی طرح سے حضرت زکریا علیہ السلام
کی خلوت اور وصال محبوب کی وہی گھڑی تھی جسمیں کہ انکے
سر پر آرہ چلایا گیا تھا اور وہ بالکل ثابت قدم رہے چنانچہ
کسی نے ان سے اسی حال میں پوچھا کہ اسوقت آپ کیا چاہتے ہیں
کچھ خواہش ہو تو فرمائیے فرمایا کہ بس یہ چاہتا ہوں کہ میرے دو ٹکڑے
کرکے ایک آدھا مشرق میں اور دوسرا آدھا مغرب میں لٹکادیا
جائے تاکہ دنیا والے یہ جان لیں کہ ہم نے جس راہ میں قدم رکھا ہے وہ ایسی
جان لیوا ہے کہ اپنے وجود کو صحیح و سالم رکھکر اس راہ میں قدم نہیں رکھا
جاسکتا (یہ متاع جان جاناں ہے جو کہ اسطرح سے جان دیکر بھی سستی ہے اللہ اکبر)
۰ ایک تو نخشبی کا وجود ہی حقیر اور نحیف سا تھا پھر دلبروں کے
غم عشق اور رنج نے اسکو مصائب جھیلنے کا عادی بنا دیا ہے عشق نے
میرے اندر کچھ نشان تک باقی نہ رکھا رہا سہا ایک وجود تھا عشق نے
اسکو بھی خاک میں ملا کر رکھدیا"۔

سلک صد وسی ویکم

اطبار حاذق یعنی فقرار صادق
کہ علت فسق را مداواۃ ایشاں توانند کرد
چنیں گویند کہ العالم طبیب الدین
والدراہم داؤہ فاذاکان الطبیب
یجر الدراہم الی نفسہ فکیف یداوی غیرہ
اے برادر اول دیناری کہ در جہاں
مُہر بزند ابلیس آنرا بوسید و برچشم
نہاد و می گفت ای دینار تا از سبب
دوستی تو چند کس دوست من خواہند شد
عزیز من ! چوں فقرار در امور دین
ہمہ وقت اقتدا العلمار می کنند
در ترک دنیا علمار را بباید کہ اقتدار
بفقرار کنند فقیہ ابو اللیث میگوید
چوں علمار بجمع کردن مال حلال مشغول
گردند عوام خلق در شبہ افتند یعنی
شبہ خوار شوند و چوں علمار شبہ خوار گردند
عوام خلق حرام خوار گردند و چوں علمار
حرام خوار گردند عوام خلق کافر شوند
نعوذ باللہ من ذلک عزیز من عالم
می باید کہ درویش باشد و درویش
می باید کہ عالم بود و عالم کہ در و چاشنی

سلک ۱۳۱ (علم ظاہر تحصیل باطن پر مقدم ہے)

وہ حضرات جو کہ طبیب حاذق ہیں یعنی جنہیں فقرار صادق بھی
کہا جاتا ہے اور فسق اور امراض باطن کا علاج دراصل وہی لوگ
کر بھی سکتے ہیں انکا یہ کہنا ہے کہ عالم دینی طبیب ہے اور روپیہ
پیسہ یعنی مال دین کے حق میں بیماری ہے تو اگر طبیب ہی مال
سمیٹنا شروع کر دیگا (یعنی مریض ہو جائیگا) تو دوسروں کا علاج
کیا کریگا۔ ارے بھائی سنو! سب سے پہلے دینار یعنی اشرفی
پر جب مہر شاہی چھاپ کر اسکو سکہ بنایا گیا تو ابلیس نے اسکو
بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور کہا کہ اے دینار تجھ سے
محبت کرکے نجانے کتنے لوگ میرے دوست ہو جائیں گے۔
عزیز من! جبکہ فقرار یعنی اہل باطن تمام دینی امور میں علمار
کی اقتدا کرتے ہیں تو علمار کو بھی چاہیئے کہ ترک دنیا کے باب میں فقرار کا اتباع کریں
فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ جب علمار حلال مال کے
جمع کرنے میں مشغول ہو جائیں گے تو عام مخلوق مشتبہات میں
مبتلا ہو جائیگی یعنی مشتبہ مال بے تکلف کھانے لگے گی اور جب
علمار مشتبہ مال کھانے لگیں گے تو عوام الناس حرام کے کھانے والے
ہو جائیں گے اور جب علما حرام سے پرہیز نکریں گے تو عوام تو معاذ اللہ
کافر ہی ہو جائیں گے (یعنی حرام کو حلال سمجھنے لگیں گے اور
یہ کفر ہے) عزیز من! عالم کو چاہیئے کہ وہ صوفی اور
درویش بھی ہو (یعنی اہل باطن) اسی طرح درویش کو
چاہیئے کہ وہ ظاہری علم شریعت سے بھی واقف ہو (یعنی عالم ہو)
چنانچہ جن عالم میں فقر و تصوف کی چاشنی نہیں ہے اسکو ایک

فقر نیست سببی است ضاری و درویش کہ درو حلاوت علم نیست عامی است در بیکاری چنیں گویند وقتی بزرجمہر کہ کوکب فلک دقائق بود درویشی را دید کہ او بغایت جاہل بود گفتن گرفت مسکین ایں شخص نہ از سبب فقر دنیا رخود را اصلاح میتواند و نہ از سبب جہل عقبیٰ خود را سرو پا میتواند کرد یعنی فساد دنیا، او از سبب فقر او ست و فساد آخرت او از سبب جہل او بشنو بشنو! چنیں گویند وقتی دو برادر بودند یکی را ہوس علم و دوم را ہوس زہد بود آں متعلم ہر بار او را گفتی اول چیزی بخواں بعد ازاں بدیں کار مشغول شو کہ زاہد بیعلم بغایت شنیع و سمیج باشد او ایں سخن نشنید تا کار بجائی رسید کہ ترک عمرانات گرفت و بر قلہ کوہی ساکن شد و آنجا عبادت کردن گرفت چوں ایں متعلم عالم شد و بانواع علوم حاوی گشت گفت اکنوں بروم آں برادر را بہ بینم کہ کار خود را تا کجا رسانید

خونخوار درندہ جانو، اور جس درویش میں علم کی حلاوت نہیں ہے اسکو ایک جہل عامی سمجھو۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بزرجمہر نے جو کہ آسمان دقائق کا ایک درخشندہ ستارہ تھا ایک درویش کو دیکھا جو کہ فقیر ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کا جاہل بھی تھا اس حال میں اسکو دیکھکر اس نے کہا کہ یہ مسکین شخص نہ تو فقیر اور غریب ہونے کی وجہ سے اپنی دنیا ہی درست کر سکتا ہے اور نہ اپنی جہالت کی وجہ سے اپنی آخرت ہی کا معاملہ درست کر سکتا ہے مطلب یہ کہ اسکی دنیا جو فاسد ہوئی وہ فقر کی وجہ سے اور عقبیٰ جو برباد ہوئی وہ اسکے جہل کی بدولت۔ سنو سنو! بیان کرتے ہیں کہ ایک جگہ دو بھائی تھے ایک کو تحصیل علم کی خواہش ہوئی دوسرے کو زہد کا خیال پیدا ہوا۔ علم حاصل کرنے والا برابر اپنے دوسرے بھائی سے کہتا تھا کہ بھائی پہلے کچھ علم حاصل کرلو پھر اسکے بعد اس کام میں لگنا کیونکہ صوفی جو علم نہ رکھتا ہو وہ بہت ہی برا ہے اور ایسا تصوف بالکل بدمزہ ہے۔ لیکن اس نے اس نصیحت کی جانب کان بھی نہیں لگایا یہانتک کہ انجام کار یہ ہوا کہ اس نے بستی کو چھوڑ کر پہاڑ کی چوٹی پر قیام اختیار کیا اور وہیں رہ کر عبادت کرنا شروع کیا۔ ادھر یہ بھائی پڑھکر دین کا عالم اور مختلف علوم و فنون پر حاوی ہو گیا۔ خیال کیا کہ جاؤں اپنے اس بھائی کو دیکھوں کہ اس کا معاملہ کہاں تک پہنچا ہے جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو اسکو دیکھا کہ بالکل لاغر اور نحیف ہو گیا ہے اور نماز پڑھ رہا ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اس نے آگے بڑھکر اس سے سلام اور مصافحہ کیا۔ غایت قربت کی وجہ سے اس عالم کے دماغ میں بہت ہی کریہہ بدبو پہونچی اس نے

چوں بر سرآں قلہ رسید جائی دید در
غایت نزاہت او بہ نماز مشغول
گشتہ چوں از نماز فارغ شد و شرط
مصافحہ بجا آورد بوی زشت در
دماغ آں متعلم رسید گفت درچنیں
جائے ایں بوئے زشت از کجا
می آید او گفت از من می آید گفت
بر تو اینچنیں بوئے چکند گفت چند
روز شد کہ بوئے در غایت خوش
بمشام من رسید گفتم چوں من
بقہر تن در ریاضت نفس
مشغولم ایں چنیں بوئے
در دماغ من چکند از نجاست
دو پلیتہ کردم و در دو بینی نہادیم
متعلم گفت ای برادر من نمیگفتم
کہ چیزے بخواں با نیم سیر نجاست
نماز گزاردن کے روا باشد۔

قطعہ

نخشبی فقر با علوم نکو
شہد بیمنفعت ہمہ زہر است
آنچہ در آدمی بکار آید
فقر با علم و علم با فقر است

پوچھا کہ اس جیسی جگہ میں ایسی بدبو کہاں سے آرہی ہے؟
اس نے کہا میرے ہی اندر سے آتی ہوگی، عالم نے
کہا اے بھائی! آپ کے اندر بو کا کیا کام؟ کہا کہ
کہ چند دنوں سے نہایت عمدہ خوشبو (پہاڑ
کے پھولوں کی) میری ناک میں آرہی ہے تو
میں نے سوچا کہ میں تو بدنی مجاہدہ میں ہوں اور
یہاں یہ حال ہے کہ ایسی نفیس خوشبو میرے دماغ
میں آرہی ہے اسلئے نجاست کی دو بتیاں بنا کر
ناک میں رکھ لی ہیں۔ عالم نے کہا کہ بھائی جان
میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ پہلے کچھ علم دین حاصل
کر لیجئے پھر اس کام میں لگئے بھلا بتلائیے کہ اس
آدھ سیر نجاست کے ساتھ ساتھ نماز ہی کب
صحیح ہوتی ہے۔ (بس آپ کی یہ ساری عبادت
بیکار رہی)۔

"اے نخشبی فقیری اور تصوف بھی علوم کے ساتھ ساتھ
عمدہ چیز ہے دیکھو شہد میں اگر کچھ نفع نہ ہو تو زہر کے برابر ہے
انسان کے لئے جو کارآمد چیز ہے وہ یہ کہ تصوف کے
ساتھ ساتھ ظاہر شریعت کا بھی علم ہو اور ظاہری علم اگر کسیکو
حاصل ہو تو باطنی اخلاق بھی اسکے درست ہوں (جو کہ
حاصلِ تصوف ہے مطلب یہ کہ انسان کو ظاہر و باطن کا جامع
ہونا چاہیئے ورنہ تو بقول امام مالکؒ یا تو وہ زاہد خشک ہو جائیگا
یا پھیکا پھاکا ملا رہے گا محقق نہ ہوگا)۔

سلک صدو سی و دوم

حکی عن اللہ تعالیٰ قال فی
بعض الکتب عبدی افعل ساعۃً واحدۃً
ما اریدُ حتی افعل فی الابد ما ترید۔
عزیز من! اکرام تجارت خواہد بود
ازیں بہ نرخ ترکہ کسی بیک ساعت سعادت
ابدی کسب کند اما کاسب ایں کسب
کجا ساکنانِ ایں عالم دنیا طرفہ قومی
اند خدا وند را رزاق دانند و اعتماد بر
کیسۂ خود کنند و خود را بندہ دانند و کار
آزاداں کنند در جہاں حریت است
یا عبودیت؟ عبودیت بتعریف محتاج
نیست بندگان دانند کہ بندگی چہ باشد
اما بشنو کہ حریت چیست۔ قیل الحریۃ
الاعراض عن الکل والاقبال علی من
لہ الکل حسین منصور می گوید ہر بندہ کہ
مقامات عبودیت را بکلی طی کند او را
احرار خوانند ذلک مقام الانبیاء والصدیقین
جنید را پرسیدند رحمہ اللہ اگر بر سالک
از دنیا آں مقدار ماندہ باشد کہ مص
حصاۃ کنند او را حر گویند قال المکاتب
عبد ما بقی علیہ درہم بزرگی میگوید من

سلک ع۱۳۲ (حریت کسے کہتے ہیں؟)

بعض کتب سماویہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ بات نقل
کی گئی ہے (یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ) اسے میرے بندے
ایک گھڑی کے لئے تو وہ کام کر لے جو میں تجھ سے چاہتا ہوں تاکہ میں
ہمیشہ ہمیش وہ کام کرتا رہوں جو تو چاہتا ہے۔ عزیز من! خود دیکھ لو
کہ اب اس سے بڑھکر سودمند اور کونسی تجارت ہوگی کہ آدمی ایک ساعت کام
کر کے سعادت ابدی حاصل کر لے۔ لیکن افسوس کہ اس کام کے
کرنے والے نایاب ہیں۔ اس دنیا کے رہنے والے بھی عجیب قسم کے
ہیں کہ خدا تعالیٰ کو رزاق سمجھتے ہیں مگر اعتماد اپنی تھیلی پر اور اپنی جیب
پر کرتے ہیں۔ اسی طرح سے اپنے کو خدا کا بندہ کہتے ہیں مگر کام ایسا کرتے
ہیں جیسے آزاد اور خود سر لوگ کیا کرتے ہیں۔ (تم سے پوچھتا ہوں کہ) دنیا
میں آدمی آزادی کیلئے آیا ہے یا کسی کا غلام بننے کیلئے۔ اور عبودیت تو
محتاج تعریف نہیں ہے ہر غلام جانتا ہے کہ بندگی کسے کہتے ہیں اسلئے
اب صرف یہ جانو کہ حریت کسے کہتے ہیں؟ کہا گیا ہے کہ حریت نام ہے
اسکا کہ آدمی سب چیز سے اعراض کر کے اس ذات کی جانب متوجہ ہو جائے جسکا
سب کچھ ہے (حریت تصوف کی ایک اصطلاح بھی ہے یہ اسی حریت
کی تعریف ہے) حسین منصور کہتے ہیں کہ ہر وہ بندہ جو کہ مقامات عبودیت
کو کلی طور پر طے کرے اسکو حر کہتے ہیں اور یہ انبیاء اور صدیقین کا مقام ہے
حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ اگر کسی سالک کے پاس دنیا صرف اتنی
مقدار میں موجود ہو کہ وہ کنکر کا شوربا بنا کر اسکو صرف ہڈی کی طرح چوسے تو
اسکو حر کہیں گے کہ نہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ فقہ کا مسئلہ تو یہ ہے کہ مکاتب
(جسے آزادی کیلئے اپنی قیمت مالک کو ادا کر دینا لازم ہوتا ہے) غلام ہی

كان فی الدنيا حرًّا من الدنيا فهو فی الآخرة
حرٌّ من الجنة ـ عزیز من! کسی کہ طریق
عبودیت را کما حقہ سلوک داشت
حرِّ حقیقی ہمو است قال الحسن من
اراد الحریۃ فلیصل العبودیۃ اندر آنچہ
زلیخا از عشق یوسفؑ ضعیف و نحیف
و بی جمال و کمال شدہ روزی بر رہگذر
یوسفؑ نشستہ بود دبدبۂ یوسف بر آمد
[illegible] چون دبدبہ معاینہ کرد دورباش
آہ از دود باد خانہ جگر بر کشیدن گرفت
و گفت آری تقوی از انہا است کہ
عبید را احرار کنند و ہوائی نفس
از انہا است کہ احرار را عبید گردانیدند
ای برادر! ترا از برای بندگی آفریدہ اند
تو بستم دعوی خواجگی می کنی کی راست آید
بشنو بشنو! روزی بشر حافی پیش
در خانہ می گذشت دراں غوغائی شنید
پرسید در خانہ چہ می شود گفتند خصم این خانہ
شراب می خورد در بزد کنیزکی برون آمد
پرسید خصم این خانہ بندہ است و یا
حر؟ گفت حر، گفت راست
می گوئی اگر او بندہ بودی کار بندگان
کردی ـ قطعہ

رہتا ہے جب تک اسکے ذمہ ایک بھی درہم باقی رہ جاتا ہے۔ ایک
بزرگ فرماتے تھے کہ جو شخص دنیا میں دنیا سے حُر ہوگا (یعنی بے نیاز و
لاپروا) وہ آخرت میں بھی جنت سے حر ہوگا۔ عزیز من! جس شخص نے کہ
عبودیت کا طریق طے کیا حقیقۃً حر وہی شخص ہے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں
کہ جو شخص حریت کا مقام حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسکو چاہیئے کہ عبودیت کی
راہ چلے اور اس سے رشتہ جوڑے۔ دیکھو زلیخا جب یوسفؑ کے عشق کی وجہ سے
بالکل ضعیف و نحیف اور جمال و کمال سے بالکل عاری ہوگئیں تو ایکدن
یوسفؑ کی رہگذر میں جا بیٹھیں یوسفؑ کی سواری شاہی تزک و احتشام کے ساتھ
نکلی زلیخا نے جب انکا دبدبہ اور ایسی شان و شوکت دیکھی تو پیچھے ہٹ گئیں اور اپنے
دھواں نکالنے والے دل سے ایک آہ کھینچی اور کہا کہ ہائے افسوس! سچ ہے تقوی
ہے ہی ایسی چیز کہ غلاموں کو احرار (بادشاہ و آزاد) بنا دے اور ہوائے نفس
ایسی لعنت ہو کہ احرار کو بھی غلام بنا ڈالے (مطلب یہ کہ انکا یہ حال انکے تقوی
کا صلہ ہے اور میری یہ ذلت میری نفسانی خواہش کا نتیجہ ہے)۔ بھائی میرے!
تمکو بندگی کیلئے پیدا کیا گیا ہے تم ناحق خواجگی (بادشاہ اور آزاد) ہونے کا
دم بھرتے ہو۔ یہ بھلا تمھارے لئے کب زیبا ہے۔ سنو سنو! ایک دن
حضرت بشر حافی ایک گھر کے سامنے سے گذر رہے تھے کہ اسکے اندر سے
شور سنائی دیا دریافت فرمایا کہ اس گھر میں شور کیسا ہو رہا ہے لوگوں نے عرض کیا
کہ گھر والا شرابی ہے شراب کے نشہ میں ہے آپنے دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ایک
باندی نکلی آپنے اس سے دریافت کیا کہ اس گھر کا مالک غلام ہے یا آقا (آزاد) ہے
اس نے کہا کہ حر ہے فرمایا تو ٹھیک کہتی ہے بس بس یہی بات ہے اگر وہ بندہ
ہوتا تو بندوں جیسا کام کرتا (اور خدا کا جو بندہ ہو وہ شراب کیسے
پی سکتا ہے)۔

ترجمہ قطعہ

نخشبی ہمچو بندگاں می باش
ورنہ آفاق بر تو خندہ کند
کار احرار کار احرار است
بندہ باید کہ کار بندہ کند

"اے نخشبی تم تو بس غلاموں کی طرح سے رہو ورنہ سمجھ لو کہ اس شرابی کی طرح) مخلوق تم پر ہنسے گی. باقی یہ صحیح ہے کہ آزادانہ امور کی ادائیگی احرار ہی کا کام ہے غلاموں کو تو بندوں کا سا کام (یعنی بندگی) ہی کرنی چاہیئے۔

سلک صد و سی و سوم

اہل فکرت کہ از تفکر و اندیش امور عالم علوی و سفلی معلوم و مفہوم ایشان است چنیں گویند کہ تفکر بدرجہ از عبادت بالاتر است بنا بر آنکہ در بہشت از مومناں عبادت منقطع خواہد شد اما تفکر نہ و ماکان علی الدوام فہو اصل مثل التوحید والمعرفۃ و فکرت بر پنج وجہ است فکرۃ فی آیات اللہ تعالیٰ یتولد منہا المعرفۃ و فی آلار اللہ تعالےٰ یتولد منہا المحبۃ و فکرۃ فی وعد اللہ تعالےٰ یتولد منہا الرغبۃ و فکرۃ فی وعید اللہ تعالیٰ یتولد منہا الرہبۃ و فکرۃ فی جفار النفوس یتولد منہا الحیاء عزیز من تفکر در خلق جایز است اما در خالق نہ اگر کسی خواہد ہمہ وقت سنی ماند باید کہ پیوستہ در اندیشہ اثبات عبودیت

سلک ۱۳۳ (فضیلت تفکر)

(جو حضرات کہ اہل فکر ہیں اور اسی تفکر کرتے رہنے کی وجہ سے یہ لوگ دُور اندیش بھی ہو جاتے ہیں چنانچہ آسمان و زمین کی بہت سی باتیں یہ حضرات سمجھ لیتے ہیں اور وہ انکو معلوم رہتی ہیں. ان حضرات کا کہنا ہے کہ تفکر عبادت سے بڑھی ہوئی چیز ہے اسلئے کہ جنت میں مومنین سے عبادات تو ساقط ہو جائیگی لیکن تفکر وہاں بھی باقی رہیگا اور جب چیز میں دوام کی شان ہو تو سمجھو کہ یہی اصل چیز ہے جیسے توحید اور معرفت (کہ یہ کسی وقت بھی انسان سے ساقط نہیں ہوتی رہی عبادت تو وہ عذر سے ساقط ہو جاتی ہے) (پھر یہ سمجھو کہ فکر کی پانچ قسمیں ہیں، ایک فکر فی آیات اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات میں تفکر کرنا اس سے معرفت پیدا ہوتی ہے۔(دوسری قسم) فکر فی الآلاء اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں فکر کرنا اس سے محبت پیدا ہوتی ہے (تیسری قسم) فکر فی وعد اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں فکر کرنا اس سے آخرت کی جانب رغبت اور شوق پیدا ہوتا ہے (اور چوتھی قسم) فکر فی وعید اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی وعیدوں اور دھمکیوں سزاؤں میں تفکر کرنا ہے اس سے خوف پیدا ہوتا ہے (پانچویں قسم) اپنے نفوس کی کوتاہیوں اور رفاہیوں میں فکر کرنا یعنی یہ سمجھنا کہ ادھر سے ایسے گناہ پیہم ادھر سے وہ دمبدم عنایت) اس سے حیا پیدا ہوتی ہے۔ عزیز من! یہ تفکر مخلوقات میں تو جائز ہے (چنانچہ یتفکرون فی خلق السموات والارض نص ہی ہے) لیکن

باشد نه در اندیشهٔ اثبات ربوبیت
بشنو بشنو! چنیں گویند وقتی مولانا
فخر الدین رازیؒ در سفری از اسفار خویش
در جوار زالی فرود آمد زال رستم معرکہ معرفت
بود چوں غوغای او بشنید یکی از مریدان
خود را گفت برو سلام من ایں بزرگ را
برساں و بگو تو خدا تعالیٰ را شناختی و یا نہ
ہنوز چوں مرید آں پیغام درست بمولانا
نہ رسانیدہ بود کہ مولانا تبسم کرد و گفت
برو او را بگوی ہا من کہ چندیں کتاب
در اثبات وحدانیت خدای نبشتہ ام
تو مرا چگونہ میگوئی کہ خدای را شناختی
و یا نہ ہنوز چوں ایں سخن بزال نرسیدہ بود
گفت برو او را بگوی من نمی گویم کہ خدا ئے
را نشناختہ، چہ گوئی پیش ازاں کہ تو چندیں
کتاب در اثبات وحدانیۃ او نوشتہ
بودی وحدانیت او ثابت نہ بود از
برای ایں مہم قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ بسندہ است
برو بکاری بہتر ازیں مشغول شو۔ قطعہ

نخشبی سر وحدتش کہ رسد
چہ سہا درمیان مہ گوید
مشرک از سر وحدتش پرسد
وحدہ لا شریک لہ گوید

ذات خالق میں جائز نہیں ہے پس اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اپنے تمام اوقات
کو یاد خدا میں روشن رکھے تو اسکو چاہیئے کہ اثبات عبودیت میں غور و فکر رکھے یعنی
یہ کہ اس نے حق بندگی کیا ادا کیا۔ ربوبیۃ کے اثبات یعنی اسکی ذات کے تفکر
میں نہ پڑے۔ سنو سنو! لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایکمرتبہ مولانا امام فخر الدین رازیؒ
اپنے کسی سفر میں ایک بوڑھیا کے پڑوس میں ٹھیرے وہ زال کیا تھی معرکہ معرفت کی
گویا رستم تھی جب اسنے امام رازی کی آمد آمد کا شور سنا تو اپنے خدام میں سے ایک سے کہا
جاؤ یہ بزرگ جو آئے ہیں ان سے میرا سلام کہو اور یہ دریافت کرو کہ آپ اللہ تعالےٰ
کو پہچانتے ہیں یا نہیں؟ ابھی اس خادم نے پوری بات بھی امام سے نہ کہی تھی کہ مولانا
ہنسے اور فرمایا کہ جاؤ اور بڑی بی سے کہو کہ ارے میں نے تو فلاں فلاں کتاب
خدا تعالیٰ کی وحدانیت کے اثبات میں لکھدی ہے آپ مجھ ہی سے فرما رہی ہیں کہ
خدا کو پہچانتے ہو یا نہیں۔ ابھی یہ بات (بذریعۂ قاصد) اس بڑھیا تک نہ پہونچی
تھی (معلوم ہوتا ہے بوجہ قرب کے ایک دوسرے کی گفتگو براہ راست بھی سنی جا سکتی تھی
اسلیئے) اس نے کہا کہ جاؤ مولانا سے عرض کرو کہ حضرت میرا مطلب اس سے
یہ نہیں تھا کہ آپنے خدا کو پہچانا نہیں بلکہ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس کے متعلق
کیا فرماتے ہیں کہ ان موٹی موٹی کتابوں کی تصنیف سے پہلے کیا اللہ تعالےٰ
کی وحدانیت ثابت نہ تھی؟ اور دنیا میں کوئی خدا کو پہچانتا نہ تھا (پھر
یہ فعل عبث کیا؟) ارے اس مقصد کیلئے تو "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" یعنی آپ
فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے۔ یہی کافی ہے مزید کسی دلیل کی حاجت ہی نہیں ہے
لہٰذا تشریف لیجائیے اور اس سے بہتر اور اہم کسی مشغلہ میں لگیئے۔
" اے نخشبی اللہ تعالیٰ کی وحدت کی حقیقت کو کون پہونچ سکا ہے
سہا (ایک چھوٹے تارے کا نام ہے) وہ بھلا چاند کے بارے میں کیا لب کشائی
کرسکتا ہے۔ کوئی مشرک اگر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارمیں تم سے سوال کرے
اور اسکی تحقیق چاہے تو آخر کار اسے "اللہ وحدہ لا شریک ہے" یہی کہنا پڑے گا۔

سلک صدوسی وچہارم

کلہ داران دار الملک فقر
چنیں گویند کلاہی کہ درویشان برسر
نہند بر دو نوع ست یکی را لاطیہ
گویند و دوم را ناشزہ خوانند لاطیہ
کلاہی باشد کہ با سر متصل باشد وناشزہ
کلاہی باشد کہ از سر قدری بلند تر بود
وتاجدار لولاک صلی اللہ علیہ وعلی آلہ
وسلم کلاہ لاطیہ بر سر نہادہ است
نہ ناشزہ۔ اہل ترک کہ کلاہ چہار ترکی
ایشان از ترک الدنیا راس عبادۃ
مرکب ست چنیں گویند از کسی چیزی
نباید خواست و بر خود ہم چیزے
نباید داشت تا دیگری از و نخواہد
و وقت او را ہما نقدر از مشغول ندارد
ہم ایشاں گویند الدنیا سوق المسافرین
فلیس للعاقل ان یشتری منہا
فوق الکفاف و نزدیک بعضی از ترک
نہ ہمیں ترک درم و دینار مراد ست
بلکہ از ترک ہر چہ غیر از خدا ست ترک او
مراد ست ای برادر زنہار ترا ایں
وہم زحمت ندہد کہ اگر من ترک ہمہ عالم

سلک ۱۳۴ (زہد یعنی ترک دنیا کسے کہتے ہیں)

وہ حضرات جو کہ اپنے سر پر مملکت فقر کا تاج رکھتے ہیں یوں
فرماتے ہیں کہ جو کلاہ درویش لوگ اپنے سر پر رکھتے ہیں وہ دو قسم کی ہوتی
ہے ایک کا نام لاطیہ ہوتا ہے اور دوسری کا ناشزہ۔ لاطیہ اس
ٹوپی کو کہتے ہیں جو کہ سر سے چپکی ہوئی ہو اور ناشزہ اسکو کہتے ہیں جو
سر سے قدرے بلند ہو اور تاجدار لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے سر مبارک پر کلاہ لاطیہ ہی استعمال فرمائی ہے ناشزہ
نہیں پہنی۔ یہ اہل زہد کہ جنکی چہار گوشہ کی ٹوپی ان
چار لفظوں یعنی ترکُ الدُّنیا راسُ العبادۃ
کی جانب مشعر ہو کر گویا ان ہی سے مرکب ہے
(یہ حضرات) یوں فرماتے ہیں کہ کسی سے کوئی چیز
مانگنا نہیں چاہیئے اسی طرح سے اپنے پاس بھی کچھ نہ رکھنا
چاہیئے کہ دوسروں کو اس سے مانگنے کا
موقع ملے۔ اور مال نہ ہوگا تو اسکا اتنا وقت بھی مشغولی
سے بچا رہے گا۔ نیز انھیں حضرات کا کہنا ہے کہ دنیا تو مسافروں کا
بازار ہے لہذا عاقل کو نہیں چاہیئے کہ سفر میں ضرورت سے زائد سامان
خرید کر اپنا بوجھ زیادہ کرلے۔ اور بہت سے حضرات یہ فرماتے ہیں کہ
ترک دنیا سے مراد صرف روپیہ پیسہ ہی کا ترک نہیں ہے بلکہ اس سے
ماسوی اللہ کا ترک مراد ہے۔ اے بھائی دیکھو خبردار کبھی تمہارے
وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ آنی چاہیئے کہ اگر ہم دنیا کی سب چیزوں
کو ترک کردیں گے تو ساری دنیا بھی ہمیں چھوڑ دیگی (اور پھر ظاہر ہے
کہ ہم پریشانی میں پڑ جاویں گے) ایسا ہوگا نہیں کیونکہ جو شخص محض

گیرم ہمہ عالم ترک من گیرو ہر کہ از برائے خدا
ترک خلق گیرد خلق ہرگز ترک او نہ گیرد۔
بشنو بشنو! بزرگی می گوید در بیابانے
شبانی را دیدم کہ نماز می گزارد و گرگ
گوسفنداں او را نگاہ میداشت گفتم گرگ
با گوسفند کی باز صلح کرد گفت لما صلح
الراعی مع الرب صلح الذئب مع الغنم

قطعہ۔

نخشبی گریہ ساز پیشۂ خود
تاجہاں زیر خندۂ تو بود
گر تو در بندگی نکو باشی
ہمہ آفاق بندۂ تو بود

اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق کو ترک کرتا ہے تو مخلوق اس کو
کبھی ترک نہیں کیا کرتی (بلکہ اسکی اور گرویدہ ہوجاتی ہے)
سنو سنو! ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک جنگل میں ایک
جوان کو میں نے دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور اسکی بھیڑ بکریوں
کی نگرانی ایک بھیڑیا کر رہا ہے، میں نے کہا کہ ارے واہ یہ بکریوں
اور بھیڑیے میں صلح کب سے ہوگئی؟ اس جوان نے کہا کہ جب سے
چرواہے نے اپنے مالک حقیقی سے صلح کرلی ہے تو بھیڑیے نے
بھی اسکی بکریوں سے صلح کرلی ہے

"اے نخشبی اپنا پیشہ (اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت میں) بس رونے
کو بناؤ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام دنیا تمھاری ہنسی کے سایے میں
زندگی گذارے گی۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی بندگی میں نیک اور مخلص
ہوجاؤ تو دیکھو کہ سارا عالم تمھارا زرخرید غلام بنجائیگا۔

سلک صد و سی و پنجم

شیران بیشۂ تجربہ گویند
قاعدہ است کہ سگ در وقت رفتن
در چپ و راست بسیار نگرد اما شیر
در راہ سر افگندہ رود و نظر در چپ و
راست نکند امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ
کہ شیر بیشۂ دین بود ہر وقت کہ در مسجد
در آمدی سر فرو افگندہ و پشت دوتا کردہ
آمدی وقتی او را یکی پرسید تو کہ بر پشت

سلک ۱۳۵ (خشیت خداوندی)

تجربہ کے جنگل کے جو حضرات کہ شیر گذرے ہیں وہ یہ
فرماتے ہیں کہ دیکھو دستور ہے کہ کتا چلتے وقت اپنے داہنے
بائیں (یعنی ادھر ادھر) دیکھتا ہی رہتا ہے لیکن شیر اپنا سر
جھکائے ہوئے بغیر داہنے بائیں التفات کئے سیدھا گذرجاتا
ہے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو کہ بیشۂ دین کے
ایک شیر ہی تھے جس وقت مسجد تشریف لاتے تھے تو سر کو جھکائے
ہوئے اور پشت کو دُہری کیے ہوئے آتے تھے۔ ایک مرتبہ
آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کی پیٹھ پر کچھ بوجھ تو ہوتا نہیں

ہیچ باری نداری بپشت دو توکردہ چرا
می آئی گفت کدام بار ازاں گراں تر
کہ از حمل آں آسمان وزمین وجبال
اباکردہ اند وما تحمل کردہ وحملہا الانسان
الآیۃ آری تجبر نشان مخنثان راہ دین
است نہ علامت مردان راہ یقین وقتی
عبداللہ مرزوق را درمکہ دیدند گفتند
اراکبا جئت ام راجلا گفت ما حق العبد
العاصی الہارب ان یرجع الی باب
مولاہ راکبا لو امکننی لجئت علی راسی
عزیزمن! اگر کسی خواہد کہ قدم
دریں راہ نہد اینک چنیں نہد کہ ایں
جواں مردان دیں نہادہ اند وایں
قاعدہ مسلم نشود تاکسی خانۂ دل را
از محبت دنیا وتمتع او بکلی خالی نگرداند
ای درویش! ابلیس از دوستئ دنیا
بہشت بباد داد وتو دل از دوستئ دنیا
کندہ و خالی نکردہ میخواہی در بہشت
روی کی راست آید آدم علیہ السلام
در بہشت گناہ کرد در دنیا بگریست
وتو در دنیا گناہ میکنی نمی گریی مگر در بہشت
خواہی گریست ہیچ معلوم نیست کہ
کہ برکدام عملی تکیہ کردہ کہ ایں ہمہ

پھر یہ آپ جھکے جھکے کیوں چلتے ہیں فرمایا کہ اے بھائی اس بوجھ بڑھکر
اور کون سا بوجھ ہوگا جس کے اٹھانے سے آسمان زمین اور پہاڑ نے
انکار کردیا اور ہم نے اسکو اٹھایا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وحملہا الانسان)
ہاں بھائی غرور وتکبر کی راہ چلنا ان لوگوں کا کام ہے جو کہ دین
کے مخنث ہیں نہ کہ مردانِ یقین کا طریقہ۔ ایک مرتبہ عبداللہ مرزوق
کو لوگوں نے مکہ شریف میں دیکھا (دستور زمانہ کے مطابق) پوچھ
پڑے کہ حضرت کس طرح تشریف لانا ہوا سواری سے یا (قافلہ کے
ساتھ) پیدل؟ انھوں نے فرمایا کہ بھائی ایک غلام عاصی بھگوڑے
کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے مالک کے در تک سوار ہوکر آئے
اگر ممکن ہوتا تو میں تو سر کے بل آتا۔ عزیز من سنو! اگر کوئی شخص
چاہتا ہے کہ اس راہ میں قدم رکھے تو چاہیئے کہ ایسا تو رکھے جیسا کہ
ان مردان خدا نے رکھا تھا لیکن ایسا اسوقت تک ممکن نہیں ہوسکتا جبتک
کہ کوئی شخص دنیا کی محبت سے اور اس کے ساتھ نفع اٹھانے سے
خود کو بالکلیہ خالی نہ کرلے۔ اے درویش دیکھ شیطان نے دنیا کی
دوستی (اور محبت) ہی کی وجہ سے جنت کو کھودیا اور تم نے دنیا
کی محبت سے اپنے دل کو خالی نہیں کیا ہے اور چاہتے ہو کہ
جنت تمکو مل جائے بھلا ایسا کیونکر ممکن ہے۔ آدم علیہ السلام
سے جنت میں خلاف منشار الٰہی کام ہوگیا تھا دنیا میں آکر انھیں
رونا پڑا اور تم دنیا میں گناہ کررہے ہو اور تمکو یہاں رونا نہیں آتا
تو سمجھ لو کہ اگر یہاں نہیں روؤ گے تو آخرت میں تمکو رونا پڑے گا۔
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کو اپنے کس عمل پر ناز اور تکیہ ہے۔
کہ اسکی وجہ سے تم مغفرت کی امید لگائے بیٹھے ہو؟ اور اے
سعادت کی علامت تو یہ ہے کہ طاعت کریں اور خدا سے

امید مغفرت داری علامت سعادت
آنست کہ طاعت کند و بترسد یعنی
خواہد آمرزید یا نہ و علامت شقاوت
آنست کہ معصیت کند و امید دارند کہ
عاقبت خواہد بخشید۔ بشنو بشنو! بایزید
قدس اللہ سرہ العزیز ہر بار کہ سلام نماز
بدادی ہر دو دست بر روی نہادی
گفتند این چیست گفت می ترسم
نباید کہ این نماز من بر روی من باز زنند
ای درویش! مردان کارہا چنیں کردہ اند
و خود را ہمہ وقت در نظر خود و نظر خلق
خوار داشتہ اند۔ قطعہ

نخشبی عز خلق چیزے نیست
حال معلوم از تمیز شود
ہر کہ نزدیک خلق خوار زید
نزد خالق ہمو عزیز شود

ڈریں یعنی یہ کہ خدا معلوم بخشش بھی ہوگی یا نہیں۔ اور شقاوت
کی علامت یہ ہے کہ لوگ گناہ کریں اور امید لگائے
بیٹھے رہیں کہ ہماری مغفرت ہو جائے گی۔ سنو سنو!
حضرت بایزید قدس اللہ سرہ العزیز جب جب
نماز پڑھکر سلام پھیرتے تھے تو فوراً اپنے دونوں
ہاتھ اپنے چہرہ پر رکھ لیتے تھے (یعنی منہ ڈھانک لیتے تھے)
لوگوں نے پوچھا حضرت یہ کیا ہے (آپ ایسا کیوں کرتے
ہیں) فرمایا کہ بھائی! ڈرتا ہوں کہ ایسا نہو کہ یہ نماز
جو پڑھی ہے (مقبول نہونے کی وجہ سے) الٹی میرے منہ پر
ماردی جائے۔ اے فقیری کا دم بھرنے والے دیکھ!
اللہ والوں نے ایسا کام کیا ہے اور خود کو ہمہ وقت اپنی نظر میں اور مخلوق
کی نگاہ میں ذلیل و خوار رکھا ہے (تب کوئی مرتبہ پایا ہے) ؎
"اے نخشبی مخلوقات کا عزت کرنا اور ماننا یہ کچھ نہیں ہے۔
سکہ کا کھرا ہونا پرکھ سے معلوم ہوتا ہے۔ جس شخص نے مخلوق
کی نظروں سے خود کو گرا لیا تو سمجھ لو کہ خالق کی نظروں میں
وہی مقبول ہے۔

سلک صد و سی و ششم

ائمہ حقیقت گویند
بندہ چنانچہ باقوال
بندہ است می باید کہ
بافعال ہم بندہ باشد۔

سلک ۱۳۶ (عاجزی اور مسکنت کلید کامیابی ہے)

جو حضرات کہ حقیقت کے امام ہیں انکا کہنا ہے
کہ انسان جس طرح سے زبان سے اپنے کو بندہ
کہتا ہے تو چاہیئے کہ وہ از روئے افعال بھی
بندہ ہو جائے۔

وقتی طائفہ یحییٰ معاذ را گفتند ما را پندی بدہ گفت کونوا عبیدا ای بافعالکم کما کنتم عبیدا باقوالکم آری چناں باش کہ بنمای وچناں مباش کہ نمای وچنین بودن وچنیں کاری است بس عظیم وقتی حسن بصریؒ یکی از یاران خود را گفت تو چرا خلق را نصیحت نکنی؟ گفت انی اخاف ان اقول مالا افعل حسن گفت یرحمک اللہ وانما نفعل مانقول عزیزمن طائفہ کہ قول ایشاں موافق فعل باشد کم باشند اما طبقہ کہ فعل ایشاں مخالف قول ایشاں است بسیار اند حکمارگویند کان الناس علی اربعۃ فرق الفرقۃ الاولی کانوا یفعلون ولا یقولون ثم صاروا یقولون ولا یفعلون ثم لا یقولون ولا یفعلون ای برادر از گفتن و ناگفتن کاری پیش نرود کاری باید کرد اگر از کارہای نیک ہم نمی توانی کرد باری

ایک دفعہ ایک جماعت نے حضرت یحییٰ معاذؒ سے درخواست کی کہ ہمیں کچھ نصیحت فرمائیے۔ فرمایا کہ بس تم سب اپنے افعال سے بھی بندے بن جاؤ جیسے کہ زبان سے بنے ہوئے ہو۔ ہاں بھائی ویسے ہی بنو جیساکہ اپنے کو ظاہر کر رہے ہو اور ویسے نہ بنو جیساکہ تمھارا ظاہر نہیں ہے (کہ یہ اختلاف ظاہر و باطن نفاق کہلاتا ہے جو اخلاص کے منافی ہے) باقی ایسا ہونا اور ایسا اپنے کو کر لینا بڑا ہی دشوار کام ہے۔ ایک دفعہ حضرت حسن بصریؒ نے اپنے دوستوں میں سے کسی سے کہا کہ تم مخلوق کو نصیحت کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے جواب دیا کہ حضرت مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں زبان سے ایسی بات دوسروں کو کہوں جو خود نہیں کرتا حضرت حسن نے یہ سنکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے (تمھارا یہ خیال بہت خوب ہے) ہم لوگ تو وہی کرتے ہیں جو اپنی زبان سے کہتے ہیں۔ عزیز من! ایسے لوگ کہ جنکا قول ان کے فعل کے موافق ہو بہت نادر ہیں ہاں ایسے لوگ کہ جن کے افعال انکے اقوال کے خلاف ہوتے ہوں بہت ہیں۔ حکمار بیان کرتے ہیں کہ لوگ چار قسم کے ہوئے ہیں ایک تو وہ طبقہ تھا جو کرتے تھے اور کہتے نہیں تھے۔ پھر اسکے بعد بدلے تو کہنے لگے اور خود کرنا چھوڑ دیا اور پھر تغیر ہوا تو کہنا بھی چھوڑ دیا اور کرنا بھی ترک کر دیا[ف] ۔ بھائی میرے! کہنے نہ کہنے سے کچھ بھی کشود کار نہیں ہوا کرتا کام کرنا چاہیے کام۔ اگر تم نیک کام کر نہیں سکتے تو اسکا کہنا بھی

ف ۔ مترجم عرض کرتا ہے کہ یہ تو تین ہی قسم ہوئی پس ہو سکتا ہے کہ پہلی شق کاتب وغیرہ کی غلطی سے رہ گئی ہو یعنی ایک طبقہ وہ تھا جو کرتا بھی تھا اور کہتا بھی تھا اور دوسرا وہ جو کرتا تھا اور کہتا نہیں تھا الخ ۔ لطف یہ ہے کہ کتاب کے حاشیہ میں عربی کا جو ترجمہ فارسی میں کیا ہے اسمیں محشی بھی الجھ گئے ہیں اور ایک شق کو مکرر رکھکر چار بنا دیا ہے۔

گفتن ہم بگذارد در عہد دولت رسول اللہ علیہ السلام مردے پسری داشت بغایت فاسق آن پسر وفات یافت پدر بر وے نماز نگذارد نقیل لہ لم ترکت الصلوٰۃ علی ابنک قال انہ ابن سوء نقیل لہ قد صلی علیہ من ہو خیر منک یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ملائکۃ السماء قال لم قیل لانہ کان فی شرب الخمر یوماً سمع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدم من سفرہ سالماً ففرح بذلک فغفر اللہ تعالیٰ لہ بتلک الفرحۃ آری حضرت واہب المواہب تعالیٰ و تقدس باندک پذیری معروف است و بہ بسیار بخشی موصوف اگر امروز یک سجدہ تو قبول افتادہ است فردا سر تو کہ برارد بشنو بشنو زبیدہ را بعد فوت در خواب دیدند گفتند با تو چہ معاملہ گذشت گفت مرا بیامرزید ند گفتند بکدام طاعت گفت وقتی بر پشت فیل سوار شدہ می رفتم و قرآن میخواندم چوں بآیت سجدہ رسیدم خواستم

چھوڑدو (کیونکہ اسکا سخت وبال پڑتا ہے، دیکھو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں ایک شخص کا لڑکا حد درجہ فاسق و فاجر تھا اس لڑکے کا انتقال ہوگیا باپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اس سے دریافت کیا گیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اپنے لڑکے کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی؟ اس نے کہا وہ برا لڑکا تھا کسی نے اس سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ تم سے بڑھکر متقی ہیں اسی طرح سے آسمان کے فرشتے ان سب نے تو اسکے جنازہ کی نماز پڑھی ہے۔ اس نے پوچھا تم کو معلوم ہو تو بتلاؤ کہ ان حضرات نے کیوں پڑھی؟ کسی نے کہا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے اور یہ شراب پیے ہوئے مست تھا جب سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر سے صحیح وسالم واپس لوٹ آئے تو اس پر بہت خوش ہوا (خدا کا شکر ادا کیا) پس اللہ تعالیٰ نے اسکی اسی خوشی کے سبب سے اسکو بخش دیا۔ ہاں بھائی ہاں تعجب کیا کرتے ہو اللہ تعالیٰ جو کہ واہب العطیات ہیں وہ اندک پذیری (یعنی تھوڑے عمل کو قبول کر لینے) میں مشہور ہیں اور اسکا بیش از بیش صلہ عطا فرمانے والے ہیں اگر آج تمہارا ایک سجدہ قبول ہوجائے تو تم سربلند ہو کل کو تمہارا سر کون نیچا کر سکتا ہے۔ سنو سنو! زبیدہ کو لوگوں نے اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ لوگوں نے پھر پوچھا کہ کس عمل کی وجہ سے؟ (سمجھے تھے کہ شاید نہر زبیدہ بنوانے کی وجہ سے ایسا ہوا ہوگا) زبیدہ نے کہا کہ ایک دن میں ہاتھی پر

بہانجا سجدہ کنم نقیبان
حضرت الٰہی بانگ برمن زد
کہ اے ضعیفہ چوں تو کسے
آن درگاہ را بر پشت پیل
سجدہ کند اگرچہ سجدہ سہو بود
از من قبول افتاد و سبب
مغفرت شد۔

سوار ہو کر قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے جا رہی تھی سجدہ کی آیت آگئی تو میں نے چاہا کہ سواری ہی پر بیٹھے بیٹھے اس پر سجدہ کروں کہ اتنے میں حق تعالیٰ کے مخصوص فرشتوں نے آواز دی کہ ارے او اللہ کی بندی تجھ جیسی ولیہ! اللہ تعالیٰ کی ذات عالیہ کا سجدہ سواری پر کر رہی ہے؟ تجھ جیسے کے لئے تو نفل نماز کا سجدۂ سہو بھی کرنا اس پر مناسب نہیں میں نے یہ سنکر مرضی الٰہی کو قبول کرلیا (یعنی سواری سے نیچے اتر کر سجدۂ تلاوت کیا) بس یہی میری مغفرت کا سبب بن گیا۔

قطعہ

بخشی عجز ساز پیشہ خود
شاہ بازاں بہ پر پرند ہمہ
زاں سوی کائنات ہر ہمہ وقت
عجز و بیچارگی خرند ہمہ

"اے بخشی عاجزی اور خاکساری کو اپنا پیشہ بناؤ دیکھو شاہباز (شہباز) شاہ سے تعلق کی وجہ سے اپنے پروں سے کتنا اونچا اڑتا ہے۔ اسی لئے تو یہ اللہ والے تمام کائنات سے ہر وقت عجز و بیچارگی ہی کا سودا کیا کرتے ہیں کہ خدا کے مقرب ہیں

سلک صد و سی و ہفتم

"قال سہیل بن عبد اللہ لما خلق اللہ تعالیٰ الدنیا جعل فی الجوع العلم والحکمۃ وجعل فی الشبع الجہل والمعصیۃ ای ثمرۂ شجرۂ فطرت ثمرہ جوع ہمہ رحمانی است ونتیجہ شبع ہمہ شیطانی است سعادتے چوں علم و حکمت در گرسنگی مدرج کردہ اند

سلک ۱۳۷ (طریق میں قلت طعام کا مقام)

سہیل بن عبد اللہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا تو جوع یعنی بھوک (اور خلو معدہ) کے ساتھ علم و حکمت کا رشتہ جوڑا اور شکم سیری کے ساتھ جہل اور معصیت کا۔ یعنی فطرت اور قدرت کے درخت کا پھل گویا جوع کا پھل سب کا سب رحمانی ہے اور شبع یعنی پری شکم کا انجام سارا کا سارا شیطانی ہے۔ دیکھو نا کہ علم و حکمت جیسی سعادتوں کو تو بھوک میں ودیعت فرما دیا ہے اور جہل و معصیۃ جیسی شقاوت کو سیری اور شکم پُری میں چھپا دیا ہے۔ محمد حسین نامی ایک بزرگ

دشقادستے چوں جہل و معصیۃ در سیری تعبیہ گردانیدہ محمد حسین گفتی الدنیا یوم ولنا فیہا صوم یعنی مارا از دنیا ہیچ نصیبے نیست خود نصیب کامل کسے را باشد کہ اورا از دنیا نصیبی نباشد شبلی رحمۃ اللہ علیہ در اول حال قباپوش بود چو قبا با گلیم بدل کرد چہار صد ہزار اشرفی در دجلہ انداخت گفتند این چہ کردی گفت خاک با آب اولیٰ تر گفتند چرا بکسی ندادی گفت چیزے کہ بر خود روا نداری بر دیگراں ہم روا نباید داشت کہ از قاعدۂ انصاف خارج باشد کہ من حجاب از دل خود بردارم و بر دل دیگراں از مسلمانان نہم اگر این نیکو بودی ہم من بروں نینداختمے آری کسی را کہ خصم چوں ملک الموت در قفا باشد اگر او خود را باشغال دنیاوی مشغول کند از ہمہ ناداں ہمو باشد سلطانِ تختِ خلافت گفتے صلوات اللہ وسلامہ علیہ دنیا بے ملک الموت دانگی نیرزد گفتند چرا گفت لانہ یوصل الحبیب الی الحبیب اما بندہ نخشبی گوید دنیا با ملک الموت دانگی نیرزد اگر گوید چرا باید گفت چوں بباید مرد و ہر چہ ہست بباید گذاشت اگر چہ ہمہ دنیا بدانگی بفروشند

ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ساری دنیا ایک دن کے برابر ہے جس میں کہ ہمارا حصہ روزہ رکھنا ہے مطلب یہ کہ دنیا میں ہمارا کچھ حصہ نہیں ہے اور حقیقت تو یہی ہے کہ دنیا سے حصۂ وافر اسی کو ملا ہے جس نے ظاہراً اس سے اپنے لئے کوئی حصہ نہیں لیا ہے حضرت شبلی ابتدا میں قباپوش تھے (یعنی امیر و کبیر خوش پوشاک شخص تھے) جب انھوں نے اپنی قبا کو کملی سے بدلا تو ایک لاکھ اشرفی دریائے دجلہ میں جاکر ڈال دیا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ آپ نے کیا کیا؟ فرمایا کہ مٹی کے لئے پانی ہی زیادہ مناسب ہے (یعنی دنیا مٹی کے برابر ہے اسلئے اسکو پانی میں ملا دیا) لوگوں نے کہا کسی غریب کو کیوں نہ دیدیا؟ فرمایا کہ جس چیز کو اپنے لئے انسان نہ پسند کرے اسکو دوسروں کے لئے بھی روا نہ رکھنا چاہیئے کہ ایسا کرنا خلاف انصاف ہے کہ میں اپنے قلب سے تو حجاب (دنیا) ہٹادوں اور اسکو دوسرے مسلمانوں پر ڈال دوں اگر یہ کام بھلا ہوتا تو میں اسے خود ہی نہ رکھ لئے ہوتا دریا بُرد کیوں کرتا۔ اور واقعی سچی بات تو یہی ہے کہ جس انسان کا مقابل ملک الموت جیسا اسکے پیچھے لگا ہوا ہو پھر بھی وہ (اپنے حسن انجام کی فکر نہ کرے بلکہ) دنیاوی مشاغل ہی میں گھرا رہے تو اس سے بڑھکر احمق اور نادان اور کون ہو سکتا ہے۔ شاہِ تختِ خلافتِ الٰہیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ملک الموت کے بغیر ساری دنیا ایک کوڑی کو بھی مہنگی تھی۔ لوگوں نے عرض کیا وہ کیوں؟ فرمایا کہ (مومن کے محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں اور) ملک الموت ہی موت کے واسطہ سے ایک حبیب کو دوسرے حبیب سے ملاتے ہیں۔ بندہ نخشبی (بھی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی برکت سے یہ

ناداں کسی باشد کہ خریداری او کند
ای کہ از مرگ چناں فراموش کردہ گوئی
ہمیں دیگراں خواہند مرد بشنو بشنو!
وقتی بقالی نزدیک دروازہ دکان داشت
ہمہ وقت کوزہ موجود داشتے
ہر بار کہ ازاں دروازہ جنازہ
بروں بردندے او خستہ
دراں کوزہ انداختی بعد
از ماہے بشمردی کہ چند
شدند گفتی دریں ماہ چندیں
کس در کوزہ شدند اتفاقاً
او ہم بمرد بعد از مدتے
دوستی از دوستان او
آنجا رسید و او را ندید پرسید
بقالی کہ دریں دکان نشستی
چہ شد گفتند او ہم
در کوزہ شد۔

قطعہ

نخشبی مرگ داروی ست کزو
گر سلیمانست ہمچو مور شود
ہیچکس را ز مرگ نیست گریز
گورکن ہم شبے بگور شود

کہتا ہے (کہ اسکو چاہو تو یوں بھی کہہ لو) کہ ملک الموت کے ہوتے ہوئے یہ بھی دنیا کوڑی کے برابر نہیں ہے اگر کوئی کہے کہ کیوں؟ تو اس سے کہا جائیگا کہ دیکھو جب ایک نہ ایک دن مرنا ہے اور سارا اثاثہ چھوڑ جانا ہے تو اگر کوئی شخص ایک کوڑی میں بھی اسکو فروخت کرنا چاہے تو شاید کوئی لینے کو تیار نہ ہو۔ کیونکہ اس کا یہ انجام اور حشر دیکھکر خود اسی میں مبتلا ہونے والا خریدار کوئی احمق ہی ہوسکتا ہے (موت لذتوں کو توڑنے والی چیز ہے) اے انسان تو موت کو ایسا فراموش کر بیٹھا ہے کہ گویا یہ موت اور سب لوگوں کیلئے ہے اور تجھے مرنا ہی نہیں ہے۔ سنو سنو! کسی زمانہ میں ایک بنیا تھا شہر پناہ کے پھاٹک کے پاس ہی اسکی دوکان تھی وہ اپنے پاس ہر وقت ایک خالی برتن رکھے رہتا تھا اور جب ادھر سے کوئی جنازہ گذرتا تو کوئی چیز (کنکر پتھر وغیرہ میں سے) ایک عدد اس میں ڈال دیتا تھا اور ایک مہینہ کے بعد اس کو گنتا تھا اور لوگوں سے (بطور مذاق کے) کہتا تھا کہ اس مہینہ میں اتنے لوگ اس برتن میں گئے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ خود بھی مرگیا اسکے دوستوں میں سے کوئی دوست ادھر سے گذرا اسکو نہ دیکھکر دریافت کیا کہ وہ بنیا جو اس دوکان پر بیٹھتا تھا کہاں ہے لوگوں نے جواب دیا کہ وہ بھی اسی برتن میں چلا گیا ہے

"اے نخشبی! یہ موت بھی ایسی دوا ہے کہ اسکے سامنے سلیمان بھی ہوں تو مانند چیونٹی کے بے بس ہیں کسی کو موت سے مفر اور چارہ نہیں ہے حتیٰ کہ قبر کا کھودنے والا بھی ایک دن قبر کے اندر جائیگا۔

سلک صدوسی و ہشتم

شہنشاہان تخت ریاضت کہ
نفس خود را ہمہ وقت در شکنجہ ریاضت
داشتہ اند چنیں گویند بندۂ خائف
کسی باشد کہ از نفس خود بیش از ال
ترسد کہ از ابلیس زیرا کہ ابلیس از بندہ
منفصل است و نفس بندہ با بندہ
متصل و عقلاء از خصم قریب بیش از آں
ترسند کہ از خصم بعید و لہٰذا چوں
ملوک کسی را خواہند کہ ہلاک گردانند
آنکہ بدو قریب تراست ہمت اول
بر ہلاک او گمارند عزیز من! تیر کید نفس
جز سپر عنایت لم یزلی دفع نتواں کرد
بشنو بشنو! احمد خواجہ خضرویہ میگوید
بعد از انکہ من نفس خود را در تحت
امر کردہ بودم و بشکنجہ ریاضت
سر و پای اورا کوفتہ گردانیدہ روزی
نشاط غزوی در وی افتادہ گفتم
ای نفس ہرگز از تو رغبتی دریں کار
نیامدی ترا زیرایں کیدی خواہد بود مگر
کید تو آنست کہ من ترا ہمہ وقت در شکنجہ
داشتہ ام ہمہ روز روزہ میدارم میخواہی

سلک ۱۳۸ (نفس کا کید خفی ہوتا ہے)

تخت ریاضت و مجاہدہ کے جو شہنشاہ گذرے ہیں جنھوں نے
کہ اپنے آپ کو تمام وقت ریاضت کے شکنجہ میں جکڑ کر رکھا
ہے وہ یہ فرماتے ہیں کہ دراصل خوف کرنے والا انسان
وہ ہے جو کہ اپنے نفس سے ابلیس سے بھی زیادہ ڈرے
اسلئے کہ ابلیس تو پھر بھی انسان سے الگ ایک ذات
ہے اور انسان کا نفس تو اس سے بالکل ملا ہوا اور
قریب ہے۔ اور عقلمند لوگ قریبی دشمن سے کہیں زیادہ
ڈرتے ہیں بمقابلہ دور کے دشمن کے اسی لئے جب
سلاطین کسی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو جو اس سے زیادہ
قریب ہوتا ہے پہلے اسکو ہلاک کرتے ہیں۔ عزیز من! کید نفس کے
تیر کو بجز حق تعالیٰ کی ازلی عنایت کے سپر کے کسی اور شے سے
روکا نہیں جا سکتا۔ سنو سنو! احمد خواجہ خضرویہ فرماتے ہیں
کہ اسکے بعد کہ میں نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے اوامر کا ہر طرح
سے پابند بنا لیا تھا اور ریاضت کے شکنجہ میں سر سے لیکر پاؤں
تک اسکو اچھی طرح کوٹ ڈالا تھا ایک دن جہاد کی شرکت کا خیال
غایت شوق کے درجہ میں اسکو پیدا ہوا میں نے اس سے کہا کہ اے
نفس جہاد کوئی کھیل نہیں ہے اس میں تیری رغبت اور شوق سب
معلوم ہے اس خیال کے اندر تیری کوئی چال ہوگی اور وہ یہی کہ
ہر وقت تجھکو شکنجہ میں جکڑے ہوا ہوں ہر دن روزہ رکھتا ہوں لہٰذا
تو یہ چاہتا ہے کہ سفر کی رخصت سے فائدہ اٹھا کر روزہ ہی کو کھا
جائے اور سفر کو اپنا طریقہ بنا کر روزہ سے بے نیاز ہو جائے۔ نفس

که بحکم شرع رخصت روزه نخوری و رخصت
سفر را دستوری خودسازی نفس گفت که
با خود امروز عهد کرده ام که هیچ روزه نخوردم
و بحکم سفر و حضر یکے دارم گفتم بهر روز در حضر
چهار صد رکعت نماز میگذاری گفت در
سفر هم بگذارم گفتم چون از گوشه برون آئی
با خلق انس گیری و ریاضت چندین گاه
چرا باطل کنی گفت با خلق انس نگیرم
چون از جوابهای نفس عاجز شدم گفتم
خداوندا این نفس را در زیر این چه غرض
است در سر نفس زود خواند غرض از
از رفتن خود با صاحب خود در میان نه
نفس گفت ای احمد این همه که تو
بر شمردی غرض من از ینها
نیست اما غرض من آنست که
تو مرا هر بار بخنجر نامرادی کشتی
اگر مرا بغزوه بری تواند بود که هم
یکبار کشته شوم قطعه

نخشبی شد خراب و هیچ نکرد
خانهٔ نفس خویش را هاله
دیگران گرز نفس ناله کنند
نفس او میکند از و ناله

نے کہا کہ آپ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ کوئی روزہ نہیں چھوڑوں گا
اور سفر و حضر میں اس بارے میں یکساں معمول رکھونگا۔ میں نے کہا
کہ اچھا روزانہ چار سو رکعات نماز پڑھتا ہوں تو شاید اس سے
بچنا چاہتا ہوگا؟ اس نے کہا کہ وعدہ کرتا ہوں کہ سفر میں بھی
اسی طرح سے پڑھا کرونگا۔ میں نے کہا کہ میاں گوشہ نشینی سے
نکلوگے تو مخلوق سے انس ہو جائے گا (اور اسی قدر خدا سے دور
ہو جاؤگے لہٰذا) اپنی اتنے دنوں کی ریاضت و مجاہدہ کو کیوں
ضایع کرتے ہو، اس نے کہا نہیں میں کسی مخلوق سے دوستی نہیں
کروں گا (اور اختلاط ناس سے اسی طرح پرہیز کروں گا) جب
اسکے جوابات سن کر میں عاجز ہوگیا تو حق تعالےٰ سے میں نے
عرض کیا کہ یا اللہ! اب تو ہی بتلادے کہ آخر میرے نفس کی غرض
اس سے کیا ہے؟ میں تو اسکے سمجھنے سے عاجز ہوگیا۔ اسی وقت
الہام ہوا کہ اپنے اسی ساتھی سے جہاد میں جانے کی وجہ دریافت
کرو۔ (میں نے پوچھا) تو نفس نے کہا کہ اے احمد یہ تمام چیزیں
جو تم نے بیان کی ہیں میری مراد نہیں ہیں بلکہ میری غرض یہ ہے کہ
یہ تم مجاہدہ کر کر کے مجھے جو برابر نامراد کرتے رہتے ہو اور میں ہزار بار
ایک دن میں مرتا ہوں (یہ مجھ پر شاق ہے) اگر کسی جہاد میں چلا جاؤں
تو ایک ہی دفعہ میں قصہ پاک ہو جائے بار بار تو نہ مرنا پڑے گا ؎
نخشبی تباہ و برباد ہوگیا اور اس نے کچھ کام نہیں کیا بلکہ اپنے خانۂ نفس کا
ایک دائرہ ہو کر رہ گیا یعنی اسی کا چکر لگاتا رہا اور اسکو ہر طرف سے گھیر لیا
اسی لئے اور دوسرے لوگ تو اپنے اپنے نفس کا شکوہ اور اس سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں
لیکن نخشبی کا نفس خود نخشبی کا شاکی ہے کہ اس نے اسے سنوارا کیوں نہیں گنوا کیوں دیا

سلک صد و سی و نہم

بباید دانست کہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ
قبلۂ تابعین و قدوہ اربعین و آفتاب نہان
و نفس رحمان بود کرات خواجہ ثقلین روی
سوی سمت اویس کردی و گفتی انی
لاجد نفس الرحمان من جانب الیمن و در
خبر است کہ فردای قیامت حضرت صمدیت
ہفتاد ہزار فرشتہ گوناگوں بر صورت اویس
در وجود آرد تا اویس در میان ایشان شدہ
در عرصات در آید این چیست اویس
در دنیا مارا در مرقع بنوائی پرستیدہ
است و او آنجا جز ما کسی نشناختہ است
امروز باید کہ او را کسی جز ما نشناسد
چنان گویند فردا خواجہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
از کوشک خود بروں آیند چنانکہ کسی
مر کسی را طلب کند و او را بطلبد
خطاب الٰہی آید کرا می طلبی گوید
اویس را خطاب آید او را در دنیا
ندیدی اینجا ہم نمی بینی گوید الٰہی
او کجاست فرمان آید فی مقعد
صدق عند ملیک مقتدر۔

سلک ۱۳۹ (حالات اویس قرنیؒ)

جاننا چاہئے کہ حضرت اویس قرنی جو کہ قبلۂ تابعین اور پیشوائے
اربعین تھے باطن کے آفتاب تھے اور رحمان کی روح تھے۔ بارہا
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دیار کی جانب چہرۂ مبارک
کرکے فرمایا کہ مجھے رحمان کی خوشبو یمن کی جانب سے آرہی
ہے۔ اور حدیث میں بھی ہے کہ کل کو بروز قیامت حق تعالےٰ
ستر ہزار مختلف مخفی قسم کے فرشتوں کو حضرت اویس قرنیؒ
کی صورت میں پیدا فرمائیں گے تاکہ حضرت اویس ان سب
کے جھرمٹ میں مخفی ہو کر میدان قیامت میں آویں۔ جانتے
ہو ایسا کیوں ہوگا؟ اس لئے ہوگا کہ حق تعالےٰ فرمائیں گے
کہ اویس نے بھی تنہائی اور بےنوائی کی حالت میں ہماری عبادت
کی تھی اور وحدت پرستی کا ایسا ثبوت دیا تھا کہ دنیا میں
وہ سوا میرے گویا کسی کو جانتے پہچانتے ہی نہ تھے (اس لئے آج یہاں
انکو بھی بجز میرے اور کوئی نہ جان سکے گا) بیان کرتے ہیں کہ کل
بروز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے محل یعنی جائے قیام
سے باہر تشریف لائیں گے جیسے کوئی کسی کو تلاش کر رہا ہو
اور اس سے ملنا چاہتا ہو۔ حق تعالےٰ کے یہاں سے
آواز آئیگی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کسکو تلاش کر رہے ہو
آپ عرض کریں گے کہ اویس کو حکم ہوگا کہ تم نے انکو دنیا
میں تو دیکھا نہیں تھا یہاں بھی نہ دیکھو گے آپ عرض کریں گے کہ
پروردگار وہ ہیں کہاں؟ حکم ہوگا کہ ایک عمدہ جگہ میں قدرت والے
بادشاہ کے پاس ہیں۔

گوید چو نسبت که او مرا نمی خواهد که ببیند
فرمان رسد محمدا از برای ما ترا نه بیند
کسی که ما را دید ترا چه بیند دیدن تو
بی ما چه سود دارد و دیدن ما بی تو
چه زیان دارد نقل است چون
حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ازیں عالم وراں عالم خیمہ زند پرسیدند
یا رسول اللہ مرقعۂ تو بعد از تو
بکہ بدہند فرمود اویس را
بعد از مدتے فاروق رضہ
و مرتضیٰ رضہ بطلب او بیرون آمدند
نشان او می پرسیدند گفتند۔
او شتربانے است که شتراں را
می چراند وبشیر آں که ماند ہیچ وقت
در آبادانی نیاید بطلب او بسیار
در صحرا بگردیدند او را بصحرا سئے
یافتند مرقعہ رسول علیہ السلام بدو
دادند و گفتند که فرمان پیغمبر ما
علیہ السلام ہمچنیں است که ایں را
بپوش و وقت پوشیدن ایں
مرقعہ باید که امت مرا فراموش
نکنی مرقعہ بستد و در گوشہ رفت
و میگفت ای خداوندا ایں مرقعہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں گے کہ کیسے ہوا کہ انکو آخر مجھے دیکھنے
کی جستجو نہ ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ اے محمد! مجھے پالینے کے بعد تمھیں دیکھنے
کی آرزو نہ رہی جو شخص مجھے دیکھ لے وہ تمھیں کیا دیکھے۔ اسلئے
کہ صرف تمکو دیکھ لینا بدون میرے کیا سود مند ہوگا (آخر ابوجہل
اور ابولہب نے بھی تمکو دیکھا تھا) اور ہمیں دیکھ لینا بدون تمکو
دیکھنے کے کیا نقصان دہ (جیسے اویسؓ نے مجھکو دیکھا اور آپکو
نہیں دیکھا)۔ منقول ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا اس عالم فانی سے اس عالم جاودانی میں تشریف لیجانے کا
وقت قریب ہوا تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ
علیہ وسلم) آپ کا جبہ شریف آپ کے بعد کسے دیا جائے؟ آپؐ
نے فرمایا کہ اویس قرنی کو دیدیا جائے۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت
عمر فاروقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ انکی تلاش میں نکلے لوگوں سے
انکا پتہ نشان پوچھا لوگوں نے کہا ہاں ہاں اس نام کا ایک شخص
ہے جو جنگل میں اونٹ چراتا ہے اور اسی کے دودھ پر گذر
بسر کرتا ہے اور کبھی وقت بستی میں نہیں آتا۔ چنانچہ یہ حضرات
انکی تلاش میں جنگل جنگل پھرے بالآخر ایک جگہ انھیں پالیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ شریف ان کو دیا اور کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے کہ آپ اسکو زیب تن
فرمالیں اور یہ فرمایا ہے کہ اسکے پہنتے وقت آپ اُس (خاص) بات
کو نہ بھولیئے گا حضرت اویسؓ جبہ لیکر ایک گوشہ میں چلے گئے اور یہ
دعا کی کہ یا اللہ میں اس جبہ کو پہن نہیں سکتا جبتک کہ آپ
تمام امت محمدیہ کو بخش دینے کا مجھسے وعدہ نہ فرمالیں الہام
ہوا کہ سب کو تو نہیں ہاں بعض کی بخشش کی سفارش کی تم کو

نپوشم تا امت محمدؐ تمام بمن بخشی در سراو
فرو خواند کہ بعض را بتو بخشیدم گفت
نی تمام میخواہم او ہمدریں گفتگو بود کہ
عمر و علی رضی اللہ عنہما نزدیک او
رفتند کہ دریں گوشہ چہ می کند چوں ایشاں
را بدید گفت افسوس کہ تعجیل کردید و مرا
از وقت من بے وقت گردانیدید و گرنہ
من ایں مرقع نپوشیدمی تا تمام امت
رسول علیہ السلام بمن نداوندی بچوں
امیر المومنین عمرؓ بچشم باطن عظمت درجہ او
دید بگفت کسی باشد کہ ایں خلافت
از من رایگان بستاند بعدہٗ عمرؓ فرمود ای ویس
چرا درعرب نیامدی و رسول علیہ السلام را
ندیدی گفت شما دیدہ اید گفت ما ہمہ وقت
دراں حضرت بودیم گفت شما ندیدہ بودید
کہ دندان مبارک رسول علیہ السلام خستہ
شدہ بود گفتند دیدہ بودیم پس گفت
چرا دندان خود را سالم ماندید بعد ازاں
دندان خود را نمود کہ ہر سی و دو دنداں
او شکستہ بود بسبب آنکہ موافقت
رسول علیہ السلام کہ بداں دنداں کہ
شکستہ است دریں داخل بود پس
عمرؓ گفت مرا دعای بکن گفت

اجازت دیتا ہوں تمھارے کہنے سے انکو بخش دونگا. حضرت
اویس نے عرض کیا کہ نہیں میں تو سب کو بغیر بخشوائے ہوئے
اسکو نہیں پہنوں گا ادہر یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ یہ دونوں
حضرات بھی خلوت خانہ میں چلے گئے تاکہ دیکھیں کہ اتنی دیر
سے اندر کیا کر رہے ہیں جب حضرت اویسؓ نے انکو دیکھا تو
فرمایا کہ افسوس آپ لوگوں نے جلدی کر دی اور مجھے اپنے
مخصوص وقت اور حال سے بے حال کر دیا ورنہ میں نے تو
طے کرلیا تھا کہ اس جبہ کو اسوقت تک نہیں پہنوں گا جب تک
تمام امت کی بخشش کا پروانہ نہ مل جائے گا (مگر حق تعالیٰ
سے میری عرض معروض ہو ہی رہی تھی کہ آپ لوگ آگئے) جب
امیر المومنین حضرت عمرؓ نے چشم باطن سے انکا یہ درجہ اور مقام
دیکھا تو فرمایا کہ ارے بھائی کوئی شخص مجھ سے یہ خلافت مفت
لے لے (تاکہ میں بھی انکی طرح فارغ ہو کر حب مولیٰ کے طریق
میں لگوں) اسکے بعد حضرت عمر نے فرمایا کہ حضرت آپ
یمن سے ہمارے یہاں کیوں نہیں تشریف لائے اور آپنے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی کیوں نہیں فرمائی؟
کہا آپ لوگوں نے تو سرکارؐ کی زیارت کی تھی کہا ہاں ہم لوگ
تو دن رات آپ کی خدمت ہی میں رہا کرتے تھے کہا کیا تم
لوگوں نے نہیں دیکھا کہ آپ کے دندان مبارک شہید ہو گئے
تھے. ان لوگوں نے کہا کہ ہاں دیکھا کیوں نہیں تھا' اس پر
آپ نے فرمایا کہ اپنی آنکھوں سے آپؐ کے دانت کے شہید
ہونے کو دیکھنے کے بعد پھر تم لوگوں نے اپنے دانت بھی کیوں
نہ توڑ لئے اس کے بعد انھوں نے اپنے دانت دکھلائے

ہر روز در تشہد اللہم اغفرلی وللمؤمنین
می گویم دریں دعا ر داخلی چوں
زمانے بگذشت مرقع پوشید
وایشاں را معذرت کرد کہ زحمت
دیدید باز گردید آمدن قیامت
نزدیک است من بساختن
زاد آں مشغولم چنیں گویند
ہیچ وقت او شب نخفت یک
شب گفتی ہذہ لیلۃ القیام
و شب دیگر گفتی ہذہ لیلۃ
الرکوع شب دیگر گفتی ہذہ
لیلۃ السجود وقتے اورا گفتند
اے اویس شبہا بدیں درازی بریک
حال بسر می توانی برد گفت
در سجدہ سبحان ربی الاعلیٰ
بسیار گفتن سنت است
من یک بار نمی توانم گفتن کہ
ہماں ساعت روز می شود
وقتی اورا پرسیدند چگونہ
اوقات خود را می گذرانی گفت
بامداد کہ برمی خیزم ندانم کہ شبانگاہ
خواہم زیست یا نہ چوں شب
درآید ندانم کہ بامداد خواہم زیست

کہ سب کے سب ٹوٹے ہوئے تھے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی موافقت ہو جائے آپ کے ٹوٹے ہوئے دانت میں بھی
(متعین طور پر معلوم نہ تھا کہ کون سا دانت ٹوٹا تھا اسلئے سب ہی
توڑ لئے تھے کہ اس میں وہ بھی آگیا) اسکے بعد حضرت عمرؓ نے
عرض کیا کہ میرے لئے دعا کر دیجئے فرمایا کہ ہر دن تشہد میں
(کئی بار) دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ مجھے بخشدے اور سب
مومنین کو بخشدے آپ بھی اسی دعا میں آ گئے۔ پھر تھوڑی دیر
کے بعد آپ نے وہ جبہ پہن لیا اور ان دونوں حضرات سے
کہا کہ آپ لوگوں کو بڑی زحمت ہوئی اب آپ لوگ تشریف
لیجائیے قیامت آنیوالی ہے مجھے اس دن کے لئے توشہ
جمع کرنا ہے اور اپنا کام کرنا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرت
اویس قرنی کسی رات سوتے نہ تھے۔ ایک شب یہ کہتے تھے
کہ آج قیام کی رات ہے (پس ساری رات قیام ہی کئے
رہتے) دوسری رات کو کہتے کہ آج کی رات رکوع کی رات
ہے (اور ساری رات رکوع میں رہتے) پھر اگلی شب کہتے
کہ آج سجدہ کی رات ہے (اور ساری رات سجدہ ہی میں گذار دیتے)
ایک دفعہ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اے اویس! رات
اتنی لمبی ہوتی ہے ساری رات ایک ہی حال پر آپ کیسے
گذار دیتے ہیں کہا ارے سجدہ میں تو سبحان اللہ متعدد بار یعنی
کم از کم تین بار کہنا سنت ہے اور میں تو ایک دفعہ بھی نہیں
کہہ پاتا کہ صبح ہو جاتی ہے۔ پھر لوگوں نے ان سے دریافت
کیا کہ آپ اپنے اوقات کس طرح گذارتے ہیں؟ فرمایا کہ جب
صبح سو کر اٹھتا ہوں تو نہیں جانتا کہ شام تک زندہ رہونگا یا

یا نہ ہم او گفتی السلامۃ فی الوحدۃ
وازیں تنہائی مرا د آنست کہ
در خدمت فرد باید بود و وحدت
آں باشد کہ خیال غیری را مدخل
نباشد ہم او گفتی طلبت الرفعۃ
فوجدتہ فی التواضع و طلبت
الریاسۃ فوجدتہ فی النصیحۃ و
طلبت المروۃ فوجدتہ فی الصدق
وطلبت الفرح فوجدتہ فی الفقر و
طلبت النسیۃ فوجدتہ فی التقوی
وطلبت الرزق فوجدتہ فی القناعۃ
وطلبت الراحۃ فوجدتہ فی الزہد
چنیں گویند چوں ازیں عالم دراں عالم
رفتن او را نزدیک آمد در غزوی با امیر المومنین
علی رضی اللہ عنہ موافقت کرد ہمانجا درجہ
شہادت یافت عاش وحیدا و مات فریدا و
شہیدا و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
واللہ ذو الفضل العظیم

قطعہ

نخشبی دولتی ست تنہائی
تا چہ دولت کہ مرد تنہا برد
ہر کہ تنہا بزیست باحق زیست
وانکہ باحق نزیست تنہا مرد

نہیں اسی طرح سے جب رات آتی ہے تو نہیں سمجھتا کہ صبح
بھی کر سکوں گا یا نہیں۔ یہی حضرت اویسؓ فرماتے تھے
کہ سلامتی تو بس تنہائی میں ہے اور اس تنہائی سے مراد یہ کہ
صرف ایک ذات وحدہٗ لاشریک کی خدمت میں رہے اور
وحدت کے معنی یہ ہیں کہ کسی دوسرے کے خیال کا دخل
تک نہو۔ نیز انھیں کا مقولہ ہے کہ میں نے بلندی چاہی
تو اسکو تواضع میں پایا اور سیاست کا خواہاں ہوا تو اسکو
نصیحت اور خیرخواہی میں پایا اور مروۃ کا طالب ہوا تو
اسکو صدق میں پایا اور کشائش اور وسعت کو چاہا تو اسکو
فقر میں پایا اور میں نے قرض مل جانے کو چاہا تو اسکو تقویٰ
میں پایا اور میں نے روزی طلب کی تو اسکو قناعت میں
پایا اور میں نے راحت وآرام چاہا تو اسکو زہد میں پایا۔ لوگ
بیان کرتے ہیں کہ آپ کے اس عالم سے اس عالم میں منتقل
ہونے کا وقت قریب ہوا تو حضرت علیؓ کے ہمراہ آپ ایک غزوہ
میں گئے ہوئے تھے اسی میں آپ کی شہادت ہوگئی ساری
زندگی تنہائی میں گذاری اور غریب الوطن مسافر ہوکر انتقال
فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں شہادت نصیب کی اور یہ اللہ تعالیٰ
کا فضل وکرم ہے جسے وہ چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے اور
اللہ تعالیٰ ہیں بڑے فضل والے ۔

"اے نخشبی یہ تنہائی بھی کوئی کم دولت نہیں ہے سبحان اللہ کیا عظیم
دولت ہے جسکو گوشہ نشین انسان حاصل کرلیتا ہے بات یہ ہے کہ جو شخص تنہا
زندگی گذارتا ہے وہ حق تعالیٰ کیساتھ ہوتا ہے اور جو حق تعالیٰ کے ساتھ نہ زندگی
گذارے وہ درحقیقت تنہا مرتا ہے (کیونکہ وہ تو سب کچھ ہے اور وہی نہیں تو کچھ نہیں)

سلک صد و چہلم

بباید دانست کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کعبۂ عمل و علم و قبلۂ ورع و حلم بود مناقب او بسیار ست مادرِ او از موالی ام سلمہ رضی اللہ عنہا بود چوں مادرِ او بکاری مشغول شدی حسن گریستن گرفتی ام سلمہؓ جامۂ شیر خود در دہن او نہادی قطرۂ چند از شیر فرود آمدی حسن او را بمکیدی ہر چہ در حسنؒ بود از برکت آں شیر بود چوں در دنیا آمد او را بپیش عمر رضی اللہ عنہ بردند فرمود سموہ حسنًا فانہ حسن الوجہ و ارادت او با امیر المومنین علی بود رضی اللہ عنہ و خرقہ از و داشت و او در ابتدا رحال گوہر فروشی کردی و لہٰذا او را حسن لولوی ہم گفتندی بعدہٗ ترک تجارت گرفت و در شہر بصرہ ساکن شد و کار ریاضت و مجاہدہ بجای رسانید کہ در حیز تقریر نیاید ہر ہفتہ یکبار تذکیر کردی چوں بالا منبر رفتی اگر رابعہؒ را ندیدی باز فرود آمدی اگر او را گفتند ے چندیں ہزار مرد آنجا حاضر اند اگر پیرہ زنی نیست گو مباش تو بالا منبر آی و وعظی گوی او جواب گفتی شربتی کہ ما از برای

سلک ۱۴۰ (حالات حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ)

جاننا چاہیئے کہ حضرت حسن بصری علم و عمل کے کعبہ اور حلم و ورع کے قبلہ تھے ان کے مناقب بہت ہیں انکی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی باندی تھیں (جو انھیں کے گھر میں رہا ہی کرتی تھیں) جب انکی والدہ گھر کے کام کاج میں مشغول ہو جاتیں اور حضرت حسنؒ روتے ہوتے تو کبھی کبھی حضرت ام سلمہؓ انکو اپنی گود میں لے لیتیں اور اپنا پستان انکے منھ میں دیدیتیں چند قطرے دودھ کے آپ کے حلق میں چلے جاتے۔ چنانچہ حضرت حسنؒ میں جو بھی کمال تھا وہ اسی دودھ کی برکت تھی آپ جب پیدا ہوئے تو لوگ انکو (دعا کے لئے) حضرت عمرؓ کے پاس لے گئے آپنے فرمایا کہ اجی یہ ماشاء اللہ بہت حسین ہیں انکا نام حسن رکھو۔ آپ کو ارادت امیر المومنین حضرت علیؓ سے تھی، حضرت علیؓ ہی سے آپ کو اجازت و خلافت ملی شروع شروع میں آپ جواہرات کے تاجر تھے اسلئے حسن لولوی (موتی والے حسن) کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ اسکے بعد تجارت ترک کر کے بصرہ میں سکونت پذیر ہو گئے (اور حسن بصری کہلائے) اور وہیں ریاضت و مجاہدہ اور کار باطن میں لگے اور اسقدر محنت کی جو بیان سے باہر ہے۔ ہفتہ میں ایک بار آپ وعظ فرماتے تھے، جب ممبر پر تشریف لیجاتے تو اگر حاضرین میں سے حضرت رابعہ بصریہ کو نہ دیکھتے تو فوراً ممبر پر سے اتر آتے تھے اگر لوگ کہتے کہ حضرت اتنے ہزار سامعین تو موجود ہیں اگر ایک بڑی بی نہیں ہیں تو نہ سہی آپ ممبر پر تشریف لائیے

و صلۂ پیلاں ساختہ ایم در حلق موراں
نتوانیم ریخت چوں مجلس گرم شدی گفتی
یا سیدۃ ہذہ من جمرات قلبک وقتی او تذکیر
می کرد طائفۂ بخاستند گفتند کہ ای خواجہ
دلہای ما خفتہ است سخن تو در دلہای ما
اثر نمی کند فرمود کاش کہ خفتہ بودی
کہ خفتہ را امید بیداری ست اما
دلہای شما مردہ است کہ اصلا
در ایشاں امید بیداری نیست وقتی
او را پرسیدند مومن با مومن حسد
کند گفت قصۂ برادران یوسف ع را
ہمیں ساعت فراموش کردید روزی
مردی را دید می گریست گفت چرا
می گریی گفت در مجلس سعد قرطبی
بودم او می گفت فردا مردی باشد
کہ از شومی گناہ خویش چند سال
در دوزخ ماند بعدہ بروں آید حسن گفت
کاشکہ حسن از انہا بودی کہ باری
بعد از چند گاہ امید وار خلاص
بودی نقل است ہر بار کہ حسن
دعا کردی حبیب عجمی دامن فراز
کردی و آمین بہ نیاز گفتی و بایاراں
گفتی حقیقۃ دعای او مستجاب خواہد شد

آنے وعظ فرمائیے تو جواب میں آپ فرماتے کہ جو شربت کہ
کہ میں نے ہاتھی کے معدہ اور استعداد کے مطابق بنایا ہے اسکو
چیونٹی کے سینہ میں بھلا کیسے ڈال دوں (مطلب یہ کہ باطنی استعداد
اور فہم کلام اور قدر سخن میں حضرت رابعہ کا مقام بہت اونچا تھا)
پس جب انکے ہوتے ہوئے مجلس تذکیر گرم ہوتی (یعنی مضامین
عالیہ بیان ہو جاتے) تو فرماتے اے سیدہ یہ سب آپ ہی کے
سوختہ جگری کے انگارے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ وعظ فرما رہے
تھے ایک گروہ درمیان سے اٹھ گیا اور کہا کہ حضرت ہم لوگوں
کے قلوب سوئے ہوئے ہیں آپکی گفتگو کا ہم پر کچھ اثر نہیں ہو رہا ہے
آپ نے فرمایا ارے بہت اچھا ہوتا اور بسا غنیمت تھا کہ
تمہارا دل سویا ہی ہوتا کہ سونے والا تو اٹھ بھی جاتا ہے لیکن
وہ تو سویا ہوا نہیں ہے مرا ہوا ہے کہ اب اسکے جاگنے کی کوئی
امید نہیں۔ ایکمرتبہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا ایک
مومن کو دوسرے مومن سے حسد ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ آپ لوگوں کو
حضرت یوسفؑ اور انکے بھائیوں کا قصہ یاد نہیں ہے کیا؟ ایکدن
ایک شخص کو دیکھا کہ رو رہا ہے فرمایا کیوں رو رہے ہو اس نے کہا کہ
حضرت سعد قرطبی کے مجلس وعظ میں حاضر تھا انھوں نے فرمایا
کہ کل بروز قیامت ایک شخص ایسا ہوگا کہ اپنے گناہوں کی نحوست
کی وجہ سے چند سال دوزخ میں رہکر تب اس سے باہر لایا جائیگا
(یہی سنکر میں رویا) حضرت حسنؓ نے فرمایا اے کاش حسن بھی اس
جماعت میں سے ہوتا کہ کچھ مدت بعد ہی سہی دوزخ سے رہائی کی
امید تو ہو جاتی۔ بیان کیا گیا ہے کہ آپ جب جب بھی دعا کرتے
تو حضرت حبیب عجمی اپنا دامن پھیلا کر بڑے ہی نیاز و خلوص

چنیں گویند وقتی ابوبکر عمر مقری کودکان را تعلیم قرآن می کردے جانب کودکی بنظر خیانت می نگریست درحال ازالف الحمد تاسین من الجنۃ والناس قرآن را از دل او محجوب گردانیدند بخدمت حضرت حسن بصری رفت وواقعۂ خود باز گفت حسن لغایت متامل شد وگفت شہباز سعادت از ساعد وقت تو پریدہ است باز گردانیدن آن مقدور حسن نیست ولیکن ترا استدلال میکنم بکسی کہ از برکت دعای او باز گردد و بدست تو آید وآن خواجہ خفیف است ابوبکر عمر ازانجا بروں آمد اول درکعبہ رفت وزیارت خانہ کعبہ بگذارد واورا شفیع آورد آنگاہ بر خواجہ خفیف رفت وماجرائی خود تقریر کرد خواجہ خفیف نیز متامل شد بعد از زمانی گوشۂ چشم جانب آسمان کردہ نگریست درزمان ضیائی دردرونۂ ابو عمر ظاہر شد وحفظی کہ بود برقرار اصلی باز آمد بعدہٗ پرسید ترا برمن کہ فرستادہ است گفت حسن بصری خفیف گفت درشہری

کے ساتھ آمین کہتے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ لوگو انکی دعا مقبول ہے۔ اسی طرح سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوبکر عمر مقری بچوں کو قرآن پڑھا رہے تھے ایک لڑکے کی جانب خیانت (یعنی شہوت) کی نظر سے دیکھا اسی وقت الحمد کے الف سے لیکر مِنَ الجِنَّۃِ وَالنَّاس کی سین تک کا قرآن انکے قلب سے یک لخت ختم ہوگیا سب بھول گئے فوراً حضرت حسن بصریؒ کے پاس پہنچے اور اپنا واقعہ بیان کیا۔ حضرت حسن بہت زیادہ فکرمند ہوئے اور افسوس کیا اور فرمایا کہ سعادت کا شہباز تمھارے وقت کی کلائی سے اڑگیا ہے جسے واپس لانا حسن کے امکان سے باہر ہے لیکن ہاں تمکو ایک بزرگ کا پتہ بتائے دیتا ہوں شاید کہ انکی دعا کی برکت سے وہ پھر لوٹ آئے اور تمھارے ہاتھ لگ جائے اور ان بزرگ کا نام خواجہ خفیف ہے۔ چنانچہ ابوبکر عمر وہاں سے آکر پہلے مکہ شریف گئے اور خانۂ کعبہ کی زیارت وطواف کرکے اسکو شفیع بنایا پھر خواجہ خفیف کے پاس گئے اور آپ بیتی سنائی خواجہ خفیف بھی فکرمند ہوئے، تھوڑی دیر سرنگوں رہے پھر اسکے بعد اپنے گوشۂ چشم کو آسمان کی جانب اٹھایا اسی وقت ابوبکر عمر کے باطن میں ایک روشنی ظاہر ہوئی اور انکی یادداشت درست ہوگئی حفظ قرآن واپس آگیا۔ اس کے بعد انھوں نے پوچھا کہ تم کو میرے پاس کس نے بھیجا ہے؟ انھوں نے کہا کہ حضرت حسن بصری نے۔ حضرت خفیف نے کہا خوب جس شہر میں کہ حسن بصری جیسا انسان موجود ہو وہاں سے کوئی اتنی دور دراز کی راہ طے کرکے خفیف کے پاس آنے کی زحمت اٹھائے؟ بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری کا ایک پڑوسی تھا جو کہ آتش پرست

کہ مردی چوں او باشد چندیں راہ بر خفیف آیند۔ چنیں گویند حسنؒ را ہمسایہ بود آتش پرست شمعون نام حسنؒ وقت نزع بر بالین او رفت وگفت ای شمعون مسلمان شو گفت ہشتاد سال آتش پرستیدہ ام اگر ضمان میشوی و خط نویسی کہ خداوند تعالیٰ و تقدس مرا بیامرزد و در بہشت برد مسلمان شوم حسن گفت ہمچنیں کردم و خطی نبشت و بدو نمودہ سپرد شمعون وصیت کرد وگفت کہ ایں خط میباید کہ بامن در گور نہند خط در دست گرفت و کلمہ طیب گفت و مسلمان شد چوں شمعون ازیں عالم دراں عالم رفت و چوں او را در خاک نہادند حسن بغایت متامل شد کہ ایں چہ فضولی بود کہ من کردم باری مرا در بہشت خواہند فرستاد کہ ضمان دیگری شدم شب آں شمعون را در خواب دید گوئی آں خط در دست گرفتہ در صدر بہشت می خرامید پرسید ای شمعون چگونہ گفت ہمچنانکہ می بینی حق تعالیٰ مرا بیامرزید و کردہ وگفتہ مرا بداں کلمہ کہ بگفتم بمن بخشید تو باری از ضمانت خلاص یافتی اکنوں ایں خط خود باز بستاں کہ مرا بدیں احتیاجی نیست حسنؒ از خواب بیدار شد آں خط بعینہ در دست خود یافت۔

تھا اسکا نام شمعون تھا اسکے نزع کا وقت تھا حسن بصریؒ اسکے سرہانے پہنچے اور اس سے کہا کہ اے شمعون مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے کہ ارے میاں ستر سال تک میں نے آگ کی پرستش کی ہے اگر ذمہ داری لیجئے اور تحریر لکھدیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایمان لانے کی وجہ سے بخشدیگا اور جنت میں داخل کردیگا تو میں مسلمان ہو جاؤں۔ حضرت حسن نے فرمایا شرط منظور ہے اور ایک تحریر شمعون کو لکھکر دیدی اس نے اپنے لوگوں کو وصیت کی کہ اس تحریر کو میرے ہمراہ میرے قبر میں رکھدیا جائے۔ اس نے خط کو ہاتھ میں لیکر کلمۂ طیبہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا۔ جب اسکا انتقال ہو گیا اور اسکو تہ خاک کردیا گیا تو حضرت حسن کو بڑی فکر دامنگیر ہوئی کہ لاحول ولاقوۃ یہ مجھ سے کیا لغویت ہو گئی کہ میں نے اسکے نجات کی ذمہ داری لے لی۔ اسے میرا ہی کون سا جنت میں جانا یقینی ہو چکا تھا کہ میں نے دوسرے کی ضمانت لے لی یہ تو برا ہوا شب میں شمعون کو خواب میں دیکھا کہ وہی خط ہاتھ میں لئے ہوئے ناز کے ساتھ جنت کے وسط میں گھوم رہے ہیں۔ اسی الجھن میں تھے کہ حسنؒ نے اس سے پوچھا کہ شمعون کہو کیا حال ہے؟ کہا جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں حق تعالیٰ نے مجھے بخشدیا میرے تمام اقوال و افعال سابقہ کو اسی کلمہ کی برکت سے معاف فرمادیا۔ جائیے اب آپ بھی اپنی ذمہ داری سے چھٹکارا پاگئے۔ اور یہ لیجئے اپنی تحریر واپس لے لیجئے اب مجھے اسکی کیا ضرورت ہے اس کے بعد حضرت حسنؒ کی آنکھ کھل گئی تو اس خط کو اپنے ہاتھ میں موجود پایا۔

نخشبی از خدا مشو نومید
اہل دل خود ہمیشہ دل شاد ند
کہ بصدق در وں نزد آں در
کہ بر و قفل بستہ بکشا دند

"اے نخشبی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہیں ہونا چاہیئے جو لوگ کہ اللہ والے ہیں وہ ہمیشہ شاداں و فرحاں رہتے ہیں جس شخص نے اپنے باطنی صدق کے ساتھ اسکے دروازے کو کھٹکھٹایا ہے تو اسکے لئے اسکا بند قفل ضرور کھولدیا گیا ہے"

سلک صد و چہل و یکم

سلک ۱۴۱ (واقعات حضرت ابراہیم ادہمؒ)

بباید دانست کہ ابراہیم ادہم کہ سلطان دنیا و دین و سیمرغ کوہ یقین بود در ابتدا رحال عالم در تحت ضبط سلطنت خود داشت وقتی او بر سریر مملکت خود بود مردے باہیبت در خانۂ او آمد ابراہیم گفت کجا؟ گفت درین سرائے فرود خواہم آمد گفت ای خواجہ این سرائے نیست این خانۂ من است گفت پیش از تو درین خانہ کسی بود؟ گفت بود گفت نشان سرای ہمیں باشد کہ یکی درآید و دیگرے برود، موجب انتباہ ہمیں سخن شد. بنشست او در خانہ نشست. ابراہیمؒ میگوید پانزدہ سال محنت کشیدم انگاہ در سر من فرو خواندند کن عبیداً فاستریحت یعنی فاستقم کما امرت چنیں گویند روزی ابراہیمؒ درویشی را دید کہ او

جاننا چاہیئے کہ حضرت ابراہیم ادہمؒ جو کہ دین و دنیا کے بادشاہ تھے اور کوہ یقین کے سیمرغ تھے اپنے ابتدائی دور میں ایک بڑی سلطنت کے مالک تھے اور ایک عالم انکا زیر نگین تھا، ایک مرتبہ اپنے تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے محل کے اندر ایک ہیبتناک شخص آگیا اور اندر گھستا چلا گیا آپ نے فرمایا کہاں کہاں ؟ اس نے کہا اسی سرائے (ہوٹل) میں میں بھی قیام کرونگا. حضرت نے فرمایا کہ بھائی یہ کوئی ہوٹل نہیں ہے یہ تو میرا گھر ہے. اس نووارد نے کہا کہ کیا آپ یہاں ہمیشہ سے ہیں یا آپ سے پہلے بھی اس میں کوئی رہتا تھا؟ فرمایا ہاں دوسرے لوگ تھے، کہا بس سرائے کی نشانی یہی ہے کہ ایک آتا ہے ایک جاتا ہے. یہی بات آپکے انتباہ کا سبب بنی اسکے بعد حضرت ابراہیم خانہ نشین ہو گئے اور ریاضت و مجاہدہ میں لگ گئے فرماتے تھے کہ پندرہ سال تک میں نے مجاہدہ کیا اسکے بعد مجھے الہام ہوا کہ ابراہیم میرے بندے ہو جاؤ راحت پا جاؤ گے.

از درویشی برخود می نالید فرمود
مگر تو درویشی را رایگاں یافته
که ازو می نالی! گفت ای خواجه!
درویشی به بها هم ستانند؟ گفت
آری من بملک بلخ خریده ام اما چوں
به نیکو بنگریستم بیش ازاں می ارزد
هم او گفتی دریں راه کامل کسی است
که اگر هر دو عالم بدو دهند خوش
نشود و اگر باز ستانند اندوه ناک
نگردد و بهیچ مدح وستائش غره
نشود۔ چند بار ابراهیم در حج
رفت بهیچ وقت آب زمزم نخوردی
گفتند دریں زیر چه سر ست؟
گفت و چه رسن و دلو از خزانهٔ
سلاطین است و دربیت المال
ایشاں شبهتی ست وآں وجه از
وجه نیست۔ وقتی اورا پرسیدند
پیشهٔ تو چیست؟ گفت نمی دانید
که کارکنانِ خدائی به پیشه محتاج نباشند
روزی یکی او را گفت ای بخیل!
ای خواجه کسی که ملکی همچو توئی
را بخشد او را بخیل نتواں گفت
وقتی طائفه نشسته بودند ابراهیمؒ

یعنی جس بات کا تم کو حکم دیا گیا ہے (یعنی اوامر شرع)
ان پر مستقیم ہو جاؤ۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت
ابراہیم ادہمؒ نے ایک درویش کو دیکھا کہ اپنی غربت
اور فقرو فاقہ کی شکایت کر رہا ہے، حضرتؒ نے فرمایا
شاید تمکو درویشی مفت ہی مل گئی ہے کہ اسکی قدر نہیں
ہے اور یہ سب شکوہ و شکایت ہے۔ اس نے کہا
جناب من! کیا فقرو فاقہ کو بھی روپیہ پیسہ کے ذریعہ خریدا
جاتا ہے؟ فرمایا ہاں ہاں مجھے دیکھو نا کہ سارا ملک بلخ
دیکر اسکو خریدا ہے۔ اور سچ جو پوچھو تو اس اتنے میں بھی
یہ سودا سستا ہی تھا۔ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ
اس راہ باطن میں کامل وہ ہے کہ اگر دونوں عالم اسکو
دیدیا جائے تب بھی اسکو کچھ خوشی نہو اور اگر اسکو اس سے
چھین لیں تو رنجیدہ نہو کسی کی مدح و ستائش پر اترائے
نہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے کئی
حج کئے لیکن آب زمزم نہ پیا لوگوں نے دریافت کیا
کہ حضرت اسکی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ اس پر جو رستی اور
ڈول پڑا ہے وہ شاہی خزانہ سے خریدا ہوا ہے اور انکا
بیت المال مشتبہ ہے اس لئے یہ صحیح مصرف سے حاصل نہیں
ہوا ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ
آپ کا پیشہ کیا ہے (یعنی آپ کھاتے کہاں سے ہیں؟
اہل دنیا کو اسکی بڑی فکر ہر زمانہ میں رہی ہے) فرمایا کہ
نہیں جانتے ہو جو اللہ تعالیٰ کے کارخانہ کے مزدور ہوتے
ہیں انکو کسی دنیوی پیشہ کی حاجت نہیں ہوا کرتی۔ ایک دن

میان ایشان درآمد گفتند
ای خواجہ باز گرد کہ از تو بوی دنیا
می آید۔ سبحان اللہ جائی کہ با تارکی
چوں ابراہیمؒ ایں سخن گویند
با دیگراں چہ خواہند گفت؟
وقتی او را پرسیدند اگر یکی چیزی
ندارد و گرسنہ است چہ کند
گفت صبر کند گفت اگر بمیرد؟
گفت دیت بر کشندہ باشد
روزی ابراہیمؒ قصد حمامی کرد
و چوں چیزی بدست نداشت
در حمام او را بگذاشتند میگفت
امروز ار شما دست تہی را در خانہ شیطان
راہ نمی دہند فردا در خانہ رحمٰن بیچگونہ
راہ خواہند داد۔ روزی یکی
او را برنجانید او را دعا کرد
او گفت بیچگونہ است من آنچناں
کنم تو ایں چنیں مکافات بجا می آری
ابراہیم گفت من آں ساعت
از سبب تو مستوجب بہشت
شدم نخواستم کہ تو از سبب من
مستحق دوزخ شوی۔ آوردہ اند
روزی ابراہیمؒ بسر وقت مستی

کسی نے حضرت ابراہیم کو اے بخیل! کہکر پکارا فرمایا کہ جو شخص
اپنا ملک تجھ جیسے شخص کو بخشدے اسکو تو بخیل نہ کہنا چاہیئے
ایک دن ایک جماعت صوفیہ کی موجود تھی حضرت ابراہیمؒ
بھی ان لوگوں کے درمیان آبیٹھے ان لوگوں نے کہا کہ
جناب من! آپ ہمارے درمیان سے اُٹھ جائیے آپکے
اندر دنیا کی بُو آتی ہے، اے سبحان اللہ! دیکھو جس زمانہ
میں ابراہیم ادہم جیسے تارک دنیا کے متعلق یہ بات کہی
جارہی ہے تو اور دوسروں کو تو وہ لوگ کیا کہتے ہوں گے
اسی سے سمجھ لو۔ ایک دفعہ آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ اگر
کسی کے پاس کوئی چیز کھانے کو نہیں ہے تو کیا کرے؟
فرمایا کہ صبر کرے۔ کہا کہ اگر اسکی وجہ سے مرجاوے تب؟
فرمایا کہ پھر فکر کیا ہے اسکی دِیت (خونبہا) مارنے والے
کے ذمہ ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے حمام جانا چاہا (غسل وغیرہ
کے لئے) پاس پیسہ نہ تھا اسلئے ملازمین نے اندر نہیں جانے
دیا (عارف تو تھے ہی) فرمایا کہ ہائے افسوس آج کے
دن تم لوگ خالی ہاتھ والے کو شیطان کے گھر میں بھی
[حمام ۲]
نہیں جانے دیتے ہو تو کل کو کسی تہی دست کو
رحمان کے گھر میں کون داخل ہونے دیگا۔ ایک دن
[جنت ۱۲]
کسی شخص نے آپ کو کچھ ایذا پہونچائی آپ نے اسکے
لئے دعا فرمادی اس نے پوچھا کہ یہ کیسے کہ میں نے تو
آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا اور آپ نے اسکا یہ بدلہ دیا
حضرت ابراہیم ادہم نے فرمایا کہ میں اسوقت تمھاری وجہ
سے مستحق جنت ہوا تو یہ نہ چاہا کہ تو میری وجہ سے مستحق دوزخ

بگذشت وہاں او آلودہ دید آب
بیاورد و دہان او بشست و
میگفت در دہنی کہ نام حق گذشتہ باشد
او را آلودہ نتواں گذاشت
چوں مست ہوشیار شد او را
ازاں حال اطلاع دادند درزمان
توبہ کرد ابراہیم را در خواب نمودند
اگر تو دہان او را از آلودگی ظاہر
شستی ما بموافقت تو دل او را
از آلودگی باطن شستیم۔ وقتے
ابراہیم بر سر کوہی نشستہ بود کسی
او را پرسید مرد کامل کرا گویند
گفت کسی را کہ اگر او کوہ را
بگوید بروا کوہ رواں شود
در حال کوہ در جنبش آمد
وخواست تا رواں شود
ابراہیم تبسم کرد و گفت
اے کوہ جمع باش من ترا
نمی گویم قطعہ

نخشبی نرم کن دل سنگیں
آنچہ نرم است زود گرم شود
ہر کہ او کوہ دل چو موم کند
کہ بہ پیشش چو موم نرم شود

ہو جائے (اسلئے یہی بدل صحیح تھا) بیان کیا جاتا ہے کہ
ایک مرتبہ حضرت ابراہیم کا گذر ایک شخص کے پاس سے ہوا
جو شراب پئے مست پڑا تھا اسکے منہ میں شراب لگی دیکھی
اسکا منہ دھونے لگے اور کہنے لگے کہ توبہ توبہ جس منہ نے
خدا کا نام لیا ہو اسکا شراب سے آلودہ ہونا مناسب
نہیں ہے، جب اس مست کو ہوش آیا تو لوگوں نے
اس واقعہ کی اطلاع دی اس نے فوراً اپنے معاصی
سے توبہ کر لی ادھر حضرت ابراہیمؒ نے خواب میں حق تعالےٰ
کو دیکھا کہ فرمارہے ہیں کہ ابراہیم! اگر تم نے میری حرمت
میں اسکے منہ کو ظاہری آلودگی سے پاک کیا تو میں نے
تمہاری خاطر اسکے قلب کو بھی باطنی آلودگی سے دھوکر
پاک کر دیا۔ ایک دفعہ حضرت ابراہیم ادہم ایک پہاڑ پر
بیٹھے ہوئے تھے کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ مرد کامل کسے
کہتے ہیں؟ فرمایا کہ اس کو کہتے ہیں کہ اگر وہ اس پہاڑ کو
کہدے کہ جاؤ ہٹو یہاں سے تو پہاڑ ٹل جائے۔
اسی وقت اس پہاڑ میں حرکت ہوئی اور اس نے چلنے کا
ارادہ کیا، حضرت ابراہیم ہنسے اور فرمایا کہ اے پہاڑ!
ٹھیر میں تجھے جانے کو تھوڑا ہی کہہ رہا ہوں (میں نے تو
ایک مثال بیان کی تھی)

"اے نخشبی تم اپنے سخت دل کو ذرا نرم کرو اس لئے کہ
جو چیز کہ نرم ہو جاتی ہے وہ گرم بھی جلد ہو جایا کرتی ہے جس شخص نے
کہ اپنے پتھر جیسے دل کو مانند موم کے نرم کر لیا تو اسکے آگے
پہاڑ بھی مانند موم کے نرم (یعنی مسخر) ہو جایا کرتا ہے"

سلک صد و چہل و دوم

بباید دانست کہ خواجہ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سلطان العارفین و برہان المجتہدین بود مآثر و مناقب او بسیار ست چنانکہ یک روز جنیدؒ میگفت ابو یزید میان ما ہمان شرف دارد کہ جبرئیل میان ملائکہ ہم او گفتی نہایت کار جملہ روندگان راہ توحید بدایت کار ابو یزید ست چنین گویند در آنچہ ابو یزید در شکم مادر بود تا مادر او لقمۂ شبہ خوردی او در آن وقت در شکم بطپیدن آمدی تا مادر او آں لقمہ را مراجعت نکردی ساکن نہ شدے چنیں گویند از خانۂ او تا مسجد چہل گام بود از سبب حرمت مسجد گاہی در خانہ آب دہن بداں جانب نینداختی ہر گاہ کہ در مسجد آمدی بایستادی و یک لمحہ بگریستی اگر گفتندی ایں چہ میکنی گفتی من خود را چون زن مستحاضہ می بینم می ترسم اگر درون بروم مسجد آلودہ گردد چنیں گویند کہ وقتی ابو یزید در کوچہ رفت

سلک ۱۴۲ (حالات حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ)

جاننا چاہیئے کہ خواجہ ابو یزید بسطامی سلطان العارفین اور برہان المجتہدین تھے ان کے بھی مناقب اور آثر بہت ہیں۔ چنانچہ حضرت جنیدؒ ایک دن فرمانے لگے کہ ہماری جماعت (صوفیہ) کے درمیان ابو یزید کو گویا وہی شرف اور مرتبہ حاصل ہے جو کہ فرشتوں میں حضرت جبرئیل کو حاصل ہے۔ نیز حضرت جنیدؒ ہی کا ارشاد ہے کہ راہِ توحید کے سالکین کی جہاں پر انتہا ہوتی ہے ابو یزید بسطامی کی وہاں سے ابتدا ہوتی ہے بیان کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت ابو یزید بسطامی شکم مادر میں تھے انکی والدہ نے کوئی لقمہ مشتبہ طعام کا کھایا اسی وقت حضرت پیٹ میں تڑپنے لگے اور جبتک کہ والدہ نے اسکو قے نہیں کر دیا آپ کو سکون نہیں ہوا اسی طرح سے بیان کرتے ہیں کہ آپ کے مکان سے مسجد کا فاصلہ چالیس قدم کا تھا لیکن مسجد کے احترام میں آپ اپنے گھر کے اندر بھی اس طرف منہ کر کے تھوکتے نہیں تھے نیز آپ جب مسجد میں تشریف لیجاتے تھے تو باہر تھوڑی دیر کھڑے ہو کر روتے تھے تب اندر جاتے تھے لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت ایسا کیوں کرتے ہیں فرمایا کہ بھائی میری مثال مستحاضہ عورت کی سی ہے (جو کہ نجاست سے آلودہ اور ناپاک ہوتی ہے) اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مسجد میرے جانے کی وجہ سے بھی

سگی او را پیش آمده راه بسگ ایثار کرد
گفتند ایں چه بوده است گفت ایں
سگ بزبان حال با من می گفت
در ازل از من چه نقصان در وجود آمده بود
واز تو چه توفیر حاصل شده که پوستین
سگے در بر من کشیدند و خلعت
بایزیدی در بر تو افگندند شکرانهٔ ایں
راه بدو ایثار کردم چنیں گویند
روزی خواجه ابویزید در راهی میرفت
سگے او را پیش آمد خواجه دامن خود
از وچید سگ گفت ای خواجه
اگر من خشکم در من هیچ خللی نیست
واگر ترم میان من و تو بهفت آب
صلح می گردد اما اگر تو ایں دامن
از سر رعونت چیدهٔ اگر تو خود را
در هفت دریا بشوئی پاک نشوی
خواجه ایں سخن بشنید گفت ای
سگ تو پلیدی ظاهر داری
و من پلیدی باطن بیا امروز
هر دو یکجا باشیم تا فردا پاک
که بیروں آید۔ وقتی خواجه احمد خضرویه
ابویزید را گفت ابلیس را دیدم
پیش در تو بردار کرده اند گفت

آلودہ نجاست نہو جائے (سبحان اللہ کس قدر خوف
طاری تھا) بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابویزید بسطامیؒ
گلی میں جارہے تھے سامنے سے ایک کتا آگیا آپ نے
کتے کے لئے راستہ چھوڑ دیا لوگوں نے اسکا سبب پوچھا
تو فرمایا کہ اس کتے نے زبانِ حال سے مجھ سے (معرفت
کی ایک بات کہی) کہا کہ جناب من! ازل میں میرے
اندر کیا خامی تھی اور آپ کے اندر کیا کمال تھا کہ میرے
اوپر تو کتے کی کھال ڈالی گئی اور آپ کو (نہ صرف انسان
کی بلکہ) بایزیدی کی کھال پہنائی گئی، اسی بات کا
شکریہ ادا کرنے کیلئے میں نے اسوقت راستہ کا ایثار
اسکے لئے کردیا۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابویزیدؒ
کہیں جارہے تھے کہ اچانک ایک کتا سامنے سے آگیا
خواجہ نے اپنا دامن اس سے سمیٹ لیا، کتے نے کہا
حضور والا! اگر میں خشک ہوں تب تو میرے اندر نجاست کا
کوئی سوال ہی نہیں اور تر ہوں تب بھی میرے اور
آپ کے درمیان صلح کرانے کیلئے سات سمندر
موجود ہے (اسکے پانی سے کپڑا دھو کر پاک کیا جاسکتا
ہے) باقی اگر آپ نے اپنا دامن رعونت اور تکبر اور
اپنے پاکدامن ہونے کی وجہ سے سمیٹا ہے تو یہ ایسی
ناپاکی ہوگی جو کہ سات سمندر کے پانی سے دھونے سے
بھی پاک نہوگی خواجہ نے یہ بات سنکر اس سے کہا کہ
اے کتے (میں تجھ سے بہتر ہرگز نہیں ہوں) تو ظاہری نجاست
رکھتا ہے اور میرا باطن گندہ ہے آؤ آج ہم تم دونوں

آری او با ما عہد کردہ است
کہ گرد آستانہ ما نگردد
امروز بدزدی آمدہ است
و مریدی را وسوسہ کردہ است
و جزای دزدان آنست
کہ بادشاہان آنہا را بردار کنند
روزی پیش او یکی میگفت
عجب دارم از کسی کہ خدای
را بشناسد و طاعت کند
یعنی عجب نباشد کہ برجای بماند
ابو یزید گفتے اول قدمی کہ دریں
راہ بر داشتم بعرش رسیدم
عرش را دیدم چوں گرگ
دہن آلودہ و شکم گرسنہ
گفتم ای عرش بعضی بحکم
الرحمن علی العرش استوی
مطلوب ما را ہم تو نشان
میدہند عرش گفت
ای خواجہ چہ جائے سخن
است ما را ہم تو نشان
میدہند انا عند
المنکسرۃ قلوبہم۔ ابو یزید
را پرسیدند کہ بندہ

ایک ساتھ ہولیں (کہ ناپاکی میں یہاں شریک ہیں) کل کو
خدا ہی جانتا ہے کہ کون پاک ظاہر ہوتا ہے ایک مرتبہ
خواجہ احمد خضرویہؒ نے ابویزیدؒ سے فرمایا کہ میں نے ابلیس
کو دیکھا کہ آپ کے دروازہ کے سامنے اسکو سولی پر لٹکا
دیا گیا ہے، فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے اس (کمبخت) نے
مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ہماری خانقاہ کے گرد نہ پھٹکے گا
لیکن آج چوری سے آیا ہے اور ہمارے ایک مرید کو
وسوسہ میں مبتلا کر دیا ہے اور چوروں کی یہی سزا ہے کہ
انکو بادشاہ لوگ (محل کے سامنے) سولی پر لٹکا دیتے
ہیں۔ ایک دن آپ کے سامنے کسی نے یہ کہا کہ مجھے حیرت
ہوتی ہے کہ کوئی خدا تعالیٰ کا عارف بھی ہو اور عابد
بھی ہو یعنی اسکے راہ پر لگے ہونے پر کوئی تعجب نہیں ہے
ابویزید بسطامی نے فرمایا کہ پہلا قدم جو میں نے اس راہ
میں رکھا تو اس سے عرش پر پہونچ گیا عرش کو دیکھا کہ
منہ شکار کے خون سے آلودہ اور پیٹ پچکا ہوا (بھوکا سا)
تھا، میں نے اس سے کہا کہ اے عرش! قرآن میں فرمایا
گیا ہے کہ رحمان عرش پر مستوی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ
ہمارا محبوب و مطلوب تیرے پاس ہے (مجھے اسکی جستجو ہے)
عرش نے جواب دیا کہ حضرت! یہ کیسی بات آپ فرما رہے
ہیں ہم سے تو یہ کہا گیا ہے کہ ہم انسانوں میں سے جو لوگ
شکستہ دل ہیں ان کے پاس رہا کرتے ہیں، پس ہمیں تو آپکے
یہاں کا پتہ بتلایا گیا ہے (کہ ع دل شکستہ میں ملتا ہے بادۂ عرفاں)
(لہٰذا آپ نے یہاں زحمت بلا وجہ فرمائی وہیں اس کو

بدرجہ کمال کے رسد گفت
وقتے کہ عیب خود بشناسد
و تہمت از خلق بردارد
آنگاہ او را بقدر دوری او
از نفس خود نزدیک
گردانند او را پرسیدند
درویش چیست گفت
آنکہ سیکے را در گنج خویش
پاسے در گنج فروشود
ابو یزید بیشتر مریداں را
مجاہدہ فرمودی ہر کہ
گفتے ایں چیست گفتے
اگر فرعون گرسنہ بودے
نہ گفتے انا ربکم الاعلیٰ
وقتے او را گفتند
چونست کہ تو بر سر آب
میروی؟ گفت آنگاہ
چہ آبرو ست خس
بر آب ہمے رود
وے می گفت ہر کسی
در دریاے عمل
غرق شد اما دریاے
عمل در من غرق شد۔

تلاش کیجئے) حضرت ابو یزید سے لوگوں نے
پوچھا کہ بندہ درجہ کمال کو کب پہونچتا ہے؟ فرمایا
جس وقت کہ اپنے عیب کو سمجھ لے اور
مخلوق کی جانب سے تہمت اور طعنہ
برداشت کرلے اس وقت وہ جسقدر
اپنے نفس سے دور ہوتا ہے اسیقدر
حق تعالےٰ اس کو اپنے سے قریب
فرما لیتے ہیں ۔ ان سے لوگوں نے دریافت
کیا کہ درویش کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا کہ درویش
وہ ہے جو گوشۂ تنہائی میں ہوتے ہوئے
خزانوں کو اپنے قدم کے نیچے تصور کرے
حضرت ابو یزید اپنے مریدوں سے مجاہدہ بہت کراتے
تھے اگر کوئی کہتا کہ حضرت ایسا کیوں کرتے ہیں تو
فرماتے بھائی اگر فرعون بھوکا ہوتا تو اسکو
اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ (میں تمھارا بڑا رب ہوں)
کی نہ سوجھتی۔ ایک دفعہ آپ سے لوگوں نے
پوچھا سنا ہے کہ آپ پانی پر چل لیتے ہیں؟
فرمایا تو اس سے کیا مرتبہ
بڑھ گیا؟ ارے بھائی! تنکا اور
خس بھی پانی پر چل لیتا ہے۔ نیز آپ
فرماتے تھے کہ ہر شخص عمل کے دریا
میں ڈوبا ہوا ہے اور عمل کا دریا
میرے اندر ڈوبا ہوا ہے۔

چنیں گویند کہ ابویزید ہفتاد بار
بحضرت عزت قرب یافتہ
ہر بار کہ باز آمدی زنار بستے
باز ببریدی چوں آخر عمر شد
در محراب شد باز زنار بربست
و پوستین بازگونہ پوشیدہ و کلاہ
بازگونہ بر سر نہادہ میگفت الٰہی
ریاضت ہمہ عمر نفروشم
و نماز ہر شب عرض نمی کنم و
روزہ ہمہ عمر جلوہ نمی دہم
ختمہای قرآن نمی شمرم
اوقات مناجات و قرب
باز نمی گویم تو میدانی کہ ہیچ
باز نمیگرم ایں کہ بزبان شرح
میدہم نہ از طریق تفاخر و اعتماد
است، بلکہ شرح میدہم کہ من
ہرچہ کردم ازاں ننگ میدارم
و ایں صفت ہم تو دادۂ کہ خود را
چناں بدانم کہ بدگمانی بودہ ام
ہفتاد سال موسے در گبری
سپید کردم در بیاباں اکنوں می ترسم
و خدای گفتم اکنوں می آموزم و
زنار اکنوں می برم و قدم در دائرۂ

بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابویزید بسطامی کو ستر بار حق تعالےٰ
کا قرب خاص حاصل ہوا جب اس سے فارغ ہوتے
زنار پہن لیتے تھے پھر توڑ دیتے تھے۔ جب آخر عمر ہوئی تو ایکدن
محراب میں تشریف لے گئے اور پھر زنار باندھا اور
پیوند دار گدڑی پہنی اور گوشہ والی ٹوپی سر پر رکھی اور یوں
دعا کی کہ پروردگارا اسوقت اپنی تمام عمر کی عبادت کو
بیچنے کے لئے نہیں آیا ہوں، راتوں کی نمازیں اور اپنے
قیام لیل کو آپ کی خدمت میں نہیں پیش کرنا چاہتا ہوں
اپنی ساری عمر کے روزہ کا بھی اظہار مقصود نہیں ہے اور جتنے
قرآن تلاوت میں ختم کئے ہیں انکو بھی گنوانا نہیں چاہتا اسیطرح
سے آپ سے قرب و مناجات کے اپنے مخصوص اوقات
جو گذرے ہیں انکا بھی ذکر نہیں کرنا چاہتا۔ آپ جانتے ہیں کہ
ان سب کے باوجود میری رہائی ممکن نہیں ہے باقی ان سبکا
تذکرہ جو زبان سے کردیا ہے (آپ جانتے ہیں) وہ ناز و
تفاخر اور اعتماد کے طور پر نہیں کیا بلکہ کھول کھول کر یہ کہنا
چاہتا ہوں کہ آج اپنے ان سب کئے ہوئے نکمے اعمال پر
مجھے رنج و افسوس ہے اور یہ بھی آپ ہی کی عنایت ہے اور
ان اعمال کو اور اپنے کو ایسا ایسا سمجھنے کی توفیق بھی آپ ہی
کی بخشی ہوئی ہے۔ اس عاصی نے بہتر سال گبری (کفر و
بت پرستی) میں جنگل جنگل مارے مارے پھر کر اپنا بال سفید
کیا ہے (ابتک کام کے لائق کچھ نہیں کیا) آج آپ سے
ڈر پیدا ہوئی ہے اور آج آپکو خدا کہنا سیکھا ہے۔ اور آج
یہ زنار (کفر و شرک) توڑ رہا ہوں اور دائرۂ اسلام میں

اسلام اکنوں می نہم و زبان بشہادت
اکنوں می کشایم کار تو بعلت نیست
قبول تو بطاعت نیست من ہر چہ
کردہ بودم ہمہ ناکردہ انگاشتم
تو ہرچہ از من دیدہ و نہ پسندہ خط عفو
بروی من کش و گرد معصیت
از من فرو شوی کہ من گرد پندار
طاعت خود فرو شستم۔ بزرگی
اورا بعد از فوت در خواب دید
گفت مرا پندی بدہ گفت خلق
چوں دریای بے نہایت اند و
در وی انسان بمنزلہ کشتی ست
جہد کن تا خود را دریں کشتی
اندازی و تن مسکین خود را ازیں
قاعدہ غرقاب خلاص دہی۔

قطعہ

نخشبی خلق را غم جان ست
نیست زیں غم دو دیدہ از غم دور
تا توانی ز خلق دوری جوئے
ہر کہ از خویش دور از غم دور

سلک صد و چہل و سوم

بباید دانست خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ

قدم رکھ رہا ہوں اور کلمہ شہادت زبان پر لا رہا ہوں۔ بار الہا
آپ کا کام کسی علت اور سبب کا محتاج نہیں ہے۔ آپکی
مقبولیت رہین طاعت نہیں ہے۔ میں نے ابتک جو کچھ
کیا اسکو ناکردہ شمار کرتا ہوں اور آپ نے میرے اعمال
ناپسندیدہ جو دیکھے ہوں اسپر معافی کا حکم پھیر دیجئے اور
میرے دامن سے معصیت کی گرد کو جھاڑ دیجئے کہ میں
ابتک اپنی طاعت و عبادت کے پندار ہی میں گرفتار رہا
ایک بزرگ نے حضرت بسطامیؒ کو وفات کے بعد خواب
میں دیکھا عرض کیا کہ حضرت مجھے کچھ نصیحت فرمائیے فرمایا
خلق خدا دریائے بے پایاں ہے اس میں انسان کی مثال
کشتی کی ہے لہٰذا کوشش کرو کہ خود کو اسی کشتی میں ڈالدو
(یعنی صحیح انسان بنو) اور اپنے تن مسکین کو اس طور سے
اس دنیا کے بحر ناپیدا کنار میں غرق ہونے سے بچالے جاؤ
۔ اے نخشبی تمام مخلوق کو اپنی جان کی فکر پڑی ہے لیکن
یہ غم نجات دونوں آنکھوں کے تر کرنے سے (یعنی صرف رونے
سے دور نہوگا) (عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال ۔ صد سال
میتواں بہ تمنا گریستن) (بلکہ اسکا طریقہ یہ ہے کہ) جہاں تک
تم سے ہو سکے مخلوق سے دوری اختیار کرو (اور اس میں
تمہارا نفس بھی داخل ہے چنانچہ جو شخص اپنے
نفس سے دور ہو جاتا ہے وہ تمام غموں سے دور ہو جاتا ہے

سلک ۱۴۳ (ارشادات امام الطائفہ حضرت جنیدؒ)

جاننا چاہیئے کہ حضرت جنیدؒ سب کے مانتے ہوئے شیخ

شیخ علی الاطلاق و قطب علی الاستحقاق
و منبع اسرار و مربع انوار بود و اول
و آخر او ہمہ پسندیدہ و مقبول و محمود
خلائق بود سخن او میان اہل طریقت
حجت است و او خواہر زادۂ
سری سقطیؒ بود و مرید او بود وقتی
سری سقطیؒ را پرسیدند درجہ مرید
از درجۂ پیر بلند تر تواند شد گفت
اینک ہم امروز درجۂ جنید از
درجہ ما بلند تر ست مع ہذا از
حسّاد و خلق خلاص نمیتواں یافت
چنانچہ خلیفہ را با او بدگماں کردند روزی
خلیفہ بر سبیل امتحان کنیزکے کہ
عشق صورت او زہاد را از صومعہ
بمصطبہ بردے بر و فرستاد کہ
برو بگو اے شیخ مرا بزنی قبول کن
چوں کنیزک در خدمت خواجہ آمد
و خواجہ آثار امتحان در وے بر ہن یافت
دست دعا بر آورد و کنیزک از پای
در افتاد و بیجان شد خلیفہ چوں
آں بشنید بغایت متامل شد و
میگفت ہرکہ با ایشاں آں کند
کہ نباید کرد ضرورۃ ایں بیند کہ نباید دید

اور قطب طریق کہلائے جانے کے مستحق تھے اسرار کے
خزانہ اور انوار کے موسم بہار تھے اور اہل زمانہ
میں سے سب اگلوں اور پچھلوں کے منظور نظر
سب کے نزدیک مقبول اور سب کے محبوب تھے
انکا کلام اہل طریق کے نزدیک حجت ہوتا تھا۔ آپ
حضرت سری سقطی کے بھانجے تھے اور انھیں کے
مرید بھی تھے۔ ایک مرتبہ سری سقطی سے لوگوں نے
پوچھا کہ مرید کا درجہ پیر کے درجہ سے بڑھ سکتا ہے فرمایا
ہاں ہاں، دیکھتے نہیں ہو کہ آج بھی جنید کا درجہ مجھ سے
بلند ہے باایں مرتبہ مخلوق میں سے حاسدوں سے
آپ خلاصی نہ پا سکے۔ چنانچہ لوگوں نے خلیفۂ وقت کو
آپ سے بدگمان ہی کر دیا۔ ایک دن خلیفہ نے امتحان
لینے کی غرض سے (کہ واقعی جنید بزرگ ہیں یا بنے بزرگ ہیں)
ایک باندی کو جس کے حسن صورت سے مفتون ہو کر زہاد
عبادت خانہ چھوڑ دیں آپ کے پاس بھیجا کہ جاؤ ان سے
کہو کہ حضرت مجھے اپنی زوجیت میں قبول فرما لیجئے
جب وہ باندی آپ کے پاس آئی آپ نے بھی
اس کے آنے میں انداز امتحان تاڑ لیا پس آپ نے
دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے باندی پھسل کر گری اور مر گئی
خلیفہ نے یہ حال سنا تو بہت پریشان ہوا اور کہا جس نے
میری اس حسینہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے اب لازمی طور پر
وہ اپنا ایسا حال دیکھے گا جو نہ دیکھنا چاہیے یہ کہکر حضرت
جنیدؒ کو اپنے محل میں طلب کیا آپ نے فرمایا کہ

خواست تا جنید را بہ بیند گفت ایں
شعلۂ آتش را در خانۂ خود نباید آورد
ہمدراں روز او بر جنید رفت و گفت
ای خواجہ از دل چگونہ رخصت یافتی
کہ ایچنیں صورتے نا چیز کردی گفت
تو از دل چگونہ رخصت یافتی کہ خواستی
تا ریاضت چہل سالۂ درویشی را
باطل کنی من دریں میاں کیستم
مکن تا نکند، چنیں می فرماید مدتے
چناں بودہ ام کہ اہل آسمان و زمین
بر من گریستند باز چناں شدم کہ من
برایشاں گریستن گرفتم اکنوں چنانم
کہ من از خود خبر دارم نہ از ایشاں ہم او
گفتی: دہ سال بر در دل نشستم و
پاسبانی او کردہ ام و او را نگاہ داشتم
و دہ سال دیگر دل بر در من نشست و
و پاسبانی من کرد مرا نگاہ داشت اکنوں
بیست سال است کہ نہ من از دل
خبر دارم و دل از من ہم او گفتی تا مرا
سر اِن الکلام لفی الفؤاد و انما جعل اللسان
علی الفؤاد دلیلا معلوم شد سی سال را
نماز قضا کردہ ام ہم او گفتی شصت سال
مرا در جماعت تکبیر اول فوت نشد و

کہ اس آگ کے شعلہ کو اپنے گھر نہ بلا۔ چنانچہ اسی دن وہ خود
حضرت کے پاس آیا اور بطور عتاب کے پوچھا کہ حضرت
آپ کے دل نے آپ کو کیسے اجازت دی کہ ایسی
حسینہ و جمیلہ کو آپ نے نیست و نابود کر دیا؟ فرمایا کہ
آپ کے دل نے کیسے چاہا کہ میری چالیس سالہ بزرگی
کو ایک آن میں خاک میں ملا کر رکھدیں۔ میں کیا چیز ہوں
تم خود کوئی ایسی حرکت نکرو تاکہ خدا تمھارے ساتھ
ایسا معاملہ نہ فرمایا کرے۔ حضرت جنید فرمایا کرتے تھے
کہ میں اس حال میں رہا کہ آسمان و زمین مجھ پر روتے
تھے پھر ایسا ہو گیا کہ میں ان پر روتا تھا اور اب ایسا
ہو گیا ہوں کہ مجھے خود اپنی بھی خبر نہیں ہے اور نہ انکی۔
یہ بھی فرماتے تھے میں دس سال تک اپنے قلب پہ
بیٹھا رہا اور اسکی نگرانی کرتا رہا اور ہر جانب سے اسے
بچاتا رہا پھر اس کے بعد دس سال تک دل میرے
دروازے پر بیٹھکر میری نگرانی کرتا رہا اور مجھکو ہر سو
سے بچاتا رہا۔ اب بیس سال سے حال یہ ہے کہ نہ تو
مجھے دل کی کچھ خبر ہے اور نہ دل ہی کو میری کچھ خبر ہے
نیز آپ ہی کا ارشاد ہے کہ جب سے مجھ پر اس امر کی حقیقت
کھلی کہ کلام تو حقیقۃً دل میں ہوا کرتا ہے یہ زبان تو
مافی الضمیر کی صرف ترجمان ہے تو اسکے بعد سے میں نے
اپنی تیس سال کی نماز دہرائی (خیال فرمایا ہوگا کہ اب تک
جو کچھ ہوا بدون قلب کی شرکت کے ہوا اسلئے اس کا
اعتبار کیا) نیز فرمایا کہ ساٹھ سال سے میری تکبیر اولے

در نمازی مرا اندیشۂ دنیا در خاطر
گذشتی آں نماز را باز گردانیدمی
و اگر اندیشۂ عقبیٰ در خاطر گذشتی سجدۂ
سہو بجا می آوردمی چنیں گویند
جنیدؒ خرقہ کم پوشیدی وستے
او را گفتند چرا خرقہ نپوشی گفت
کہ ہر ساعت در چہار حد باطن من
ایں ندا می کند لیس الاعتبار بالخرقۃ
انما الاعتبار بالخدمۃ یکے جنیدؒ را
گفت یک ساعت حاضر باش
تا با تو سخن گویم گفت ای خواجہ
سالہاست تا می خواستم یک ساعت
حاضر می شوم دست در نمیدہد
بزرگی می گوید شبے پیغامبر صلی اللہ علیہ
وسلم را در خواب دیدم فتوی داشتم
خواستم تا در دست مبارک پیغمبرؐ
دہم جنیدؒ حاضر بود مرا بجنید اشارت
کرد گفتم یا رسول اللہ تو جواب فرما
فرمود چنانکہ انبیا را بجملۂ امت خود
مباہات است مرا بجنید است
جنیدؒ می گوید وقتی زحمتی داشتم
چوں بر من وقت تنگ شد گفتم
اللھم اشفنی! در سر من فرو خواندند

فوت نہیں ہوئی۔ اگر نماز میں مجھے کبھی دنیا کا خیال آجاتا
تھا تو میں اس نماز ہی کا اعادہ کرلیتا تھا اگر عقبیٰ کا خیال
آجاتا تھا تو سجدۂ سہو کرتا (یعنی جب نماز
میں صرف خدا کا دھیان ہوتا تو اسکو
صحیح سمجھتا)۔ حضرت جنید (فقیرانہ)
گدڑی بھی کم پہنتے تھے ایک دفعہ لوگوں نے
اسکی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ہر وقت میرے چاروں طرف
سے یہ آواز آتی ہے کہ خرقہ کا اعتبار نہیں ہے خدمت کا
اعتبار ہے۔ ایک شخص نے حضرت جنید سے کہا تھوڑی
دیر کے لئے آجائیے اور موقع دیجئے آپ سے کچھ عرض
کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ بھائی جان سالہا سال سے اس
کوشش میں ہوں کہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو فارغ
کروں مگر موقع ہی نہیں ملتا ایک بزرگ فرماتے تھے
کہ ایک شب میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو خواب میں دیکھا مجھے ایک فتوے کا جواب لینا تھا چاہا کہ
حضورؐ کے دست مبارک میں وہ فتویٰ دیدوں اسی جگہ
حضرت جنیدؒ بھی موجود تھے سرکار نے جنید کی جانب
اشارہ فرمایا (کہ ان کو دیدو) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم میری خواہش ہے کہ آپ ہی اسکا جواب
عنایت فرمادیں۔ فرمایا کہ (جنید کو کم سمجھتے ہو) جسطرح
سے تمام انبیاء کو اپنی اپنی امتوں پر فخر مجھے تنہا جنید کی
ذات پر فخر ہے۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ
مجھے کچھ تکلیف تھی جب بہت زیادہ ضیق ہوئی تو میں نے

ای جنید ایں چه تصرف است که
میان بنده و خدا ای در می آئی روزے
یکی جنید را میگفت خوشی دل چه وقت
باشد گفت آں وقت که دوست
در دل باشد چناں گویند وقتی یکیے
بجنیدؒ ہزار دینار آورد تا باشد که
قبول کند اورا پرسید ازیں
جنس دیگر هم داری گفت بسیار
گفت ایں هم بر تو به که ازیں جنس
داری نه بر من که ازیں جنس هیچ ندارم
چنیں گویند وقتی در بغداد دزدے
را بردار کردند جنید چوں اورا بدید
رفت بوسه بر پائے او زد و
می گفت رحمت برایں بیچاره باد
که در کار خود چناں چست بود که
جان در سرِ کار خود کرد و شبی
در خانه جنیدؒ آمد جز پیراہن جنیدؒ
چیزی نیافت آں را ببرد روز دیگر
بدلال داد آنرا من یزید کرده بود
خریدار آشنا می طلبید جنیدؒ
آں جانب می رفت چوں پیراہن
خود دید بشناخت گفت ای خواجه
بها بستاں که آشنائی ایں پیرہن منم

دعا کی کہ یا اللہ مجھے اس سے شفا بخش دیجئے۔ میرے
باطن میں الہام ہوا کہ اے جنید یہ خدا اور اسکے بندے
کے درمیان کیا تصرف کرنا شروع کر رکھا ہے (مطلب
یہ کہ بالکل خاموش رہو اور ہماری تقدیر پہ دل سے
راضی رہو) ایک دن حضرت جنید سے کسی نے کہا
کہ حضرت آپ کا دل خوش کس وقت ہوتا ہے فرمایا
اسوقت جبکہ دوست (کا ذکر) دل میں ہوتا ہے
بیان کرتے ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت جنید کی
خدمت میں ایک ہزار دینار بطور ہدیہ کے پیش کیا
اور قبولیت کا منتظر رہا آپ نے اس سے پوچھا
کہ اس نوع کا سکہ اور بھی تمھارے پاس ہے
یا نہیں اس نے کہا کہ بہت ہے فرمایا کہ پھر تو اس کا
بھی تمھارے ہی پاس رہنا مناسب ہے کہ اس قسم
کے اور بھی سکے تم رکھتے ہو میرے پاس تو اس
جنس کا کوئی ایک سکہ بھی نہیں ہے تو میں اس کو
کس میں ملاؤں؟ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغداد
میں کسی چور کو سولی پہ لٹکا رکھا تھا حضرت جنیدؒ بھی
جب اسکو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے تو اسکے
قدم کو چوم لیا اور فرمایا کہ اس غریب پہ خدا رحم فرمائے
اور معاف فرمائے (اسکی استقامت تو دیکھو) کہ اپنے
عزم میں ایسا صادق نکلا کہ اپنے حصول مقصد کیلئے
جان تک کی بازی لگا دی۔ ایک شب کوئی چور
حضرت کے دولت خانہ میں گھس گیا سوا حضرت کی

روزی یکی بر جنید آمد و از گرسنگی
و برہنگی گلہ کردن گرفت جنیدؒ
فرمود تو بعد ازیں از گرسنگی
و برہنگی ایمن باش کہ او
گرسنگی و برہنگی بکسے ندہد
کہ او ازاں گلہ کند روزے
مردے ہزار دینار برگرفت
کہ بر جنید برم باز اندیشید کہ
حضرت او حضرت دنیا نیست
بدیں چہ آلودہ کنم کنارہ
آب پیش بود یگاں یگاں در
آب انداخت چوں بخدمت
خواجہ آمد فرمود چیست راہی
کہ بیک قدم تواں رفت
امروز بہ ہزار قدم پیمودہ
وقتے در دل مریدے از
مریدان جنیدؒ اندیشہ گناہ
شد تمامی روئے او سیاہ شد
سیوم روز بتدارک او
بکوشید خواجہ برو رقعہ نبشت
کہ دریں راہ چرا قدم
بہوشش نمی نہی سہ روز است
کہ ما بکار روئی تو مشغولیم

ایک گدڑی کے اور کچھ نہ پایا اسی کو چرا لے گیا دوسرے دن
دلال کو دیا کہ اس کو نیلام کردے خریدار سے نے کہا
کہ تم جو یہ مال بیچ رہے ہو یہ تمہارا ہی ہے یعنی چوری
کا مال نہیں ہے اسکا ثبوت دو! حضرت جنید اسیوقت
ادہر کو جا رہے تھے اپنی گدڑی دیکھکر پہچان لیا صورت
حال معلوم کرکے خریدار سے کہا ہاں جناب! آپ اسکو
قیمۃً خرید لیجئے میں اس سامان کو اچھی طرح پہچانتا ہوں
ایک دن ایک شخص حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوا
اور فقر و فاقہ اور اپنی عریانی کی شکایت کرنے لگا
فرمایا کہ تم بالکل مطمئن رہو اب اسکے بعد سے تم بھوکے
اور ننگے نہیں رہوگے کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ فقر و فاقہ
اور عریانی اسکو کبھی نہیں دیتے جو اسکا گلہ اور شکوہ
کرتا پھرے۔ اسی طرح سے ایک دن ایک شخص نے
ہزار دینار لیا اور ارادہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں
اسکو پیش کرے پھر خیال گذرا کہ حضرت کا دربار دنیاداری
کا دربار تو ہے نہیں آپ کو اس دنیا سے کیا ملوث
کروں دریا کے کنارے جا رہا تھا ایک ایک کرکے
اس میں وہ سب ڈالدیا (یہ سوچا ہوگا کہ جب حضرت کو
نہیں تو اب خود بھی اسکو استعمال نکروں) جب خدمت والا
میں حاضر ہوا تو حضرت جنید نے فرمایا کہ خوب یہ راستہ بھی
کیسا عجیب ہے کہ جسکو ایک قدم میں طے کیا جاسکتا تھا تم کو
اس راہ میں ہزار قدم چلنے پڑے (یعنی قلب سے ترک
حب دنیا جسکو ایک آن میں طے کیا جاسکتا تھا تم نے اسکو

مرید از یں حال متحیر شد کہ شیخ را
از حال من کہ خبر کرد وقتی جنید را
پرسیدند اخلاص چیست ؟
گفت فرض فی فرض یعنی
ہرچہ آں فریضہ است
اخلاص ہم دروے فریضہ
است گفت بلا چیست ؟
گفت بوتہ امتحان .
تنہا بودن کے درست
آید گفت وقتے کہ از
نفس خود عزلت گیرند
گفت صحبت کہ اختیار
باید کرد ؟ گفت کسیکہ
نیکوئی در حق تو کند و
آں او را یاد نماند
گفتند حجاب چیست ؟
گفت حجاب عوام
نفس و خلق و دنیا
و حجاب خواص نظر
در طاعت و نظر
در ثواب و نظر
در کرامت

ہزار دینار کے ذریعہ ملے گیا خیر چلو مبارک) ایک دفعہ حضرت
جنید کے ایک مرید کے دل میں کسی گناہ کا خیال پیدا ہوا بس
اسی وقت اسکا سارا چہرہ کالا پڑ گیا تیسرے دن اسکی تلافی
کی فکر ہوئی (حضرت کو اطلاع کی) حضرت جنیدؒ نے اسی پرچہ پر
لکھکر بھیجا کہ اس میں قدم ہوش کے ساتھ کیوں نہیں رکھتے ہو
تین دن سے ہم تمہارے معاملہ میں پریشان ہو رہے ہیں مرید یہ
سنکر بہت زیادہ متفکر ہوا کہ آخر شیخ سے میرا حال اسی دن کس نے
بیان کر دیا ؟ ایک دن حضرت جنید سے لوگوں نے دریافت کیا کہ
حضرت اخلاص کسے کہتے ہیں ؟ فرمایا وہ ایک فریضہ ہے دیگر
فرائض میں جو جو چیزیں فرض ہیں ان میں سے ہر ایک میں اخلاص
بھی فرض ہے (بدون اسکے انکا بھی اعتبار نہیں پس وہ
راس الفرائض ہوا) لوگوں نے پوچھا کہ حضرت بلا کسے
کہتے ہیں فرمایا کہ امتحان کی کٹھالی ۔ عرض کیا گیا کہ حضرت
تنہائی کب زیب دیتی ہے فرمایا کہ جب انسان اپنے نفس
سے تنہائی اختیار کرے (یعنی اس کو چھوڑے اور ترک
کرے) عرض کیا کہ کس کی صحبت اختیار کی جائے ؟
فرمایا کہ اس شخص کی جو کہ تمہارے ساتھ سلوک کرے اور وہ
اسکو یاد نہ رہ جائے ۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ طریق میں
حجاب کیا چیز کہلاتی ہے ؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے عوام کے لئے
تو حجاب انکا نفس ہوتا ہے اور دوسری مخلوق بنجاتی ہے اور
دنیا بنتی ہے اور خواص کا حجاب اپنی طاعت پر نظر کرنا اجر و ثواب
پر نظر ہو جانا اور اپنی کرامت و بزرگی پر نظر کا ہو جانا ہوتا ہے

گفتند زلت چیست؟ گفت زلت
عوام میل از حلال بحرام و زلت
خواص میل از بقا بفنا و زلت
عارف میل از کریم بکرامت
گفتند فرق چیست میان دل
مومن و دل منافق گفت دل مومن
روزے ہزار بار بگردد و دل منافق در
ہفتاد سال یکبار ہم نگردد
و گفتند کہ طائفہ اند بر روی
آب می روند گفت طائفہ
کہ بہ تشنگی می میرند بہتر از آن
طائفہ اند گفتند کہ علم چیست گفت
دو حرف تصحیح ملت و تجدید خدمت
گفتند مدعی کیست؟ گفت آنکہ
بے مشاہدہ اللہ گوید. گفتند
سالک کیست گفت کسی کہ علم او
بہ یقین رسیدہ باشد و یقین او
بخوف و خوف او بعمل و عمل او
بورع و ورع او بہ اخلاص
و اخلاص او بمشاہدہ و گفتند
نہایت ریاضت کدام است
گفت ہرگاہ کہ دل خود را باز جوید
ملازم حق یابند گفتند تصوف چیست

لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ زلت کیا چیز ہوتی
ہے؟ فرمایا کہ عوام کی زلت تو حلال سے حرام کی
جانب پھر جانا ہے اور خواص کی زلت بقا سے
فنا کی جانب مائل ہو جانا ہے۔ عارف کی زلت
کریم سے کرامت کیجانب نظر کرلینا ہوتا ہے۔
لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت! قلب مومن اور قلب
منافق میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ قلب مومن ایکدن
میں ایک ہزار مرتبہ بدلتا رہتا ہے (اے یدور حیث
دار الحق یعنی حق کے ساتھ پھرتا رہتا ہے) اور منافق
کا قلب ستر سال تک بھی اپنی جگہ سے ہٹتا نہیں
(اپنے جمود اور عناد عن الحق کی وجہ سے)۔ لوگوں نے
فرمایا حضرت ایک جماعت ایسی ہے جو پانی پر چلتی
ہے فرمایا کہ جو گروہ کہ خشکی پر پیاسا مر جائے یہ اور وہ دونو
برابر ہیں لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت علم کسے
کہتے ہیں؟ فرمایا کہ علم دو حرف کا نام ہے تصحیح ملت
یعنی ایمان کی درستگی) اور تجدید خدمت (یعنی
بجا آوری احکام)۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت
طریق میں مدعی کسے کہتے ہیں؟ فرمایا وہ شخص مدعی
ہے جو بدون مشاہدہ کے زبان سے اللہ کہے (کہ
دل سے خدا کا عارف نہیں ہے تو مدعی ہی ہے)
لوگوں نے پوچھا کہ سالک کسے کہتے ہیں؟ فرمایا کہ
جسکا علم مرتبہ یقین تک پہونچ چکا ہو اور اسکے یقین
کی رسائی خوف تک ہو چکی ہو اور خوف نے

گفت ذکری باجتماع ووجدی
باستماع وعملی باتباع وہم او
گفتے عارف را چندیں مقامات
است یکے از آنہا فقدان
مرادات آں جہان ست
گفتند توحید چیست گفت
سالہاست کہ علم توحید
در نوشتہ ماند و مردمان از
حواشئ او سخن می گویند۔
گفتند صحبت دوکس کے
راست آید گفت وقتی کہ
یکے مرد دیگرے را گوید
اے من! گفتند محبت
چیست گفت آنکہ مراد او
خواہند نہ مراد خود۔ ہم او
گفتے اگر یکے ہزار سال
روے بحق آرد بعدہ
یک ساعت اعراض کند
آنچہ دراں یک ساعت
ازو فوت شدہ باشد بیش
ازاں باشد کہ دراں
ہزار سال حاصل کردہ باشد
یعنی احتمال آں دارد کہ دراں

داعیۂ عمل پیدا کردیا ہو، اور عمل اسکا ورع اور
پرہیزگاری کا ترجمان ہو اور ورع اخلاص کا ناشی
ہو اور اخلاص اسکا مشاہدۂ حق کا رہین منت ہو۔
لوگوں نے دریافت کیا کہ ریاضت اور مجاہدہ
کی انتہا آخر کہاں ہوتی ہے؟ فرمایا کہ جس وقت
انسان اپنے قلب کو تلاش کرے تو اس کو
اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر باش پاوے۔
لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت یہ تصوف کیا چیز ہے
فرمایا کہ جماعت کیساتھ مل کر (بذریعہ حلقہ) خدا تعالیٰ کا
ذکر کرنا، اور خدا کا ذکر کانوں سے سنکر وجد میں
آجانا اور سنت اور شریعت کے اتباع کو اپنا طریقہ
اور شعار بنالینا۔ نیز حضرت جنیدؒ ہی کا ارشاد ہے
کہ عارف کے مقامات بیشمار ہیں، منجملہ ان کے ایک
مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس جہان کی مرادات
(یعنی ثواب طاعت اور جنت وغیرہ کا بھی خواہشمند
نہو۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت توحید کسے کہتے
ہیں؟ فرمایا کہ سالہا سال گذر گئے کہ توحید کا علم
بس کتابوں کے متن ہی میں لکھا ہوا رہگیا ہی باقی
لوگ جو زبان سے بیان کرتے ہیں وہ حاشیہ کی باتیں
کرتے ہیں (مطلب یہ کہ میاں آج حقیقی توحید والے
ہیں کتنے تم اسکے متعلق کیا پوچھتے ہو؟ ع؎
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے)
لوگوں نے دریافت کیا کہ دو شخصوں میں دوستی ہونی کب

یک ساعت چیزی در دست
آرد کہ ہزار سال در دست
نتوان آورد گفتند توکل
چیست کسب کردن و یا
کسب ناکردن گفت
نہ آں و نہ این اما توکل دل
بستن است بوعدۂ
بصدق رب العالمین
تعالی و تقدس گفتند
یقین چیست گفت
غم رزق ناخوردن وقتی
جنید میگفت خداوندا
فردا مرا نابینا برانگیز
گفتند چرا گفت
آنکہ تا کسیکہ ترا دیدہ باشد
من اورا نہ بینم نقل
است کہ جنید را رحمۃ اللہ علیہ
بعد از فوت در خواب
دید گفتند از منکر و نکیر
چگونہ خلاصی یافتی
گفت چوں آں دو فرشتۂ
مقرب ماہیت مرا پرسیدند
مَنْ رَّبُّکَ من در ایشاں

روا ہے؟ فرمایا کہ جب ان میں سے ایک شخص دوسرے
کو اپنا نام لیکر پکارنے لگے (یعنی دو جان اور یک
قالب بنجائیں)۔ لوگوں نے دریافت کیا حضرت محبت
کسے کہتے ہیں؟ فرمایا کہ محبوب ہی کی مراد پوری کرنے
کی فکر کرے نہ کہ اپنی مراد۔ حضرت ہی کا ارشاد ہے
کہ اگر کوئی شخص ہزار سال تک حق تعالیٰ کی جانب توجہ
رکھے اور اسکے بعد ایک ساعت کیلئے ان سے
اعراض کرے تو اس ایک ساعت میں جو کچھ اس سے
فوت ہو جائے گا وہ اس سے کہیں بڑھکر ہوگا جو کہ ہزار سال
میں اسکو حاصل ہوا ہوگا یعنی احتمال اس کا ہے کہ اس
ایک ساعت میں اس سے کوئی ایسی بات سرزد
ہو جائے جو کہ ہزار سال میں نہ پیش آسکی ہو۔ لوگوں نے
حضرت سے دریافت کیا کہ توکل کسے کہتے ہیں کسب کرنا
یا ترک کسب کرنا فرمایا کہ توکل نہ تو اُسکا نام ہے اور نہ
اِسکا توکل تو نام ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کے وعدوں
کو دل سے سچا جاننا (اور وہ وعدہ ہے ومامن دابۃ فی
الارض الا علی اللہ رزقہا) لوگوں نے پوچھا کہ حضرت یقین
کسے کہتے ہیں؟ فرمایا کہ روزی کی فکر نکرنا اور اسکا غم نکھانا
ایک دفعہ حضرت جنید کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ خداوندا مجھے
کل بروز قیامت اندھا اٹھا لوگوں نے پوچھا کہ حضرت
ایسا کیوں فرما رہے ہیں؟ فرمایا کہ (بارالہٰا) یہ اسلئے کہ جس نے
تجھے دیکھا ہو میں اسکو نہ دیکھوں (طریق میں یہ غیرت کہلاتی ہے
جسکا حال یہ ہے کہ ع۔ شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری)

نگریستم و بخندیدم گفتم
آں روز کہ پرسندہ
الستُ بربکم مرا پرسید
و من جواب بلیٰ گفتم شما
آں روز کجا بودید
کسے کہ جواب بادشاہاں
دادہ باشد او
از جواب غلاماں کے
اندیشہ کند

قطعہ

نخشبی نیک زی چو خواہی رفت
مرد خوش عیش گوی دولت بُرد
تا ندانی کہ نیک و بد میرد
ہر کہ نیکو بزیست نیکو مُرد

نقل ہے کہ حضرت جنیدؒ کو کسی نے وصال کے بعد خواب میں دیکھا عرض کیا حضرت منکر نکیر کے سوال و جواب سے کیونکر خلاصی ہوئی فرمایا کہ جب ان دو فرشتوں نے جو کہ حق تعالےٰ کے خاص فرشتے تھے مجھ سے پوچھا کہ تمھارا رب کون ہے؟ تو میں نے انکی جانب نظر اٹھا کر دیکھا اور ہنسا اور ان سے کہا کہ جس دن الستُ بربکم کے کہنے والے نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا اور میں نے بلیٰ کہکر جواب دیا تھا تو آپ لوگ اس دن کہاں تھے؟ ہاں بھائی جو بادشاہ کو جواب دے چکا ہو وہ بھلا اسکے غلاموں کے سوال سے کب ڈریگا؟

اے نخشبی اگر خدا کے یہاں تجھے جانا ہے تو نیک زندگی گذار خوش عیش انسان ہی بس یہ سمجھو کہ دولت لیگیا یعنی کامیاب ہوگیا کیا تم کو معلوم نہیں کہ نیک و بد سبھی کو ایکدن مرنا ہے لیکن یہ سمجھ لو کہ جو نیک جئے گا نیک ہی مرے گا۔

سلک صد و چہل چہارم

سلک ۱۴۴ (حضرت عبداللہ خفیفؒ کے حالات)

باید دانست کہ عبداللہ خفیفؒ رحمۃ اللہ علیہ مقرب احدیت و مقدس صمدیت و برگشیدہ درگاہ و برگزیدہ اللہ تعالیٰ بود و اورا خفیف ازاں گویند کہ او کار افطار

جاننا چاہیئے کہ حضرت عبداللہ خفیفؒ حق تعالیٰ کے ایک مقرب اور مقدس بندے تھے، درگاہ خداوندی کے ایک بلند مرتبہ اور منتخب ہستی شمار ہوتے تھے۔ انکو خفیف اسلئے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے روزہ افطار کرنے کا معاملہ بالکل ہلکا پھلکا کر رکھا تھا یعنی روزہ رکھکر صرف سات دانے منقے پر افطار کر کے اگلے روز پھر روزہ رکھ لیتے تھے

بهفت مویز رسانیده بود وقتی
خادم هشت مویز برد داد او ندانست
که یکی زیادت است آں شب
حلاوت عبادت نیافت از خادم
حال مویز را تفتیش کرد او گفت
من امشب ترا هشت مویز داده بودم
گفت هرچه گفت ترا دیدم بغایت
ضعیف شدهٔ گفتم در تو قوتے
حاصل شود او گفت تو دشمن من
بودهٔ نه دوست، دوست کسی را
نگویند که مضرت رساند دوستی
آں بودی که مرا شش مویز دادی
تا مرا در عبادت بیش ازاں حلاوت
بودی آں خادم را معذرت کرد
و پیش بر خود نگذاشت گویند که
پیغامبر علیه السلام بر سر دو نرانگشت
پای نماز گزاردی عبدالله خفیف
شخصی بوده است که هیچ سنت ازو
فوت نشده بود خواست که او نیز آں نماز
بگذارد یک رکعت بر سر دو نرانگشت
بگذارد چوں خواست بدوم شروع کند
گوی پیغمبر صلی الله علیه از محراب سر برآورده
گفت ای خفیف ایں فعل خاصهٔ

ایک مرتبہ خادم نے بجائے سات کے آٹھ دانے منقے کے
دیدیئے ان کو احساس ہوا کہ آج کچھ زیادہ کھا لیا گیا ہے
اس رات کو عبادت کی حلاوت سے محرومی رہی خادم سے
منقوں کی تعداد کا سوال کیا اس نے کہا ہاں حضرت
میں نے آج کی شب آپ کو آٹھ دانے دیدیئے تھے
پوچھا تم نے کیوں ایسا کیا؟ عرض کہ میں نے حضرت میں
بہت ضعف اور ناتوانی محسوس کی اسلئے مقدار خوراک
بڑھادی تھی تاکہ حضرت کو کچھ قوت عبادت کی حاصل ہوجائے
فرمایا کہ تم میرے دوست نہیں دشمن ہو۔ دوست
وہ کہلاتا ہے جو تکلیف نہ پہونچائے۔ دوستی اور خیرخواہی
تو یہ تھی کہ تو بجائے سات کے مجھے چھ ہی دانے دیتا تاکہ
اس کمی خوراک کی وجہ سے مجھے عبادت کی حلاوت
بیشتر نصیب ہوتی، یہ فرماکر اس خادم (کے معافی
طلب کرنے پر) اسکو معاف تو کردیا لیکن اپنے یہاں سے
علیحدہ کردیا۔ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(کبھی کبھی) پیر کے دونوں انگوٹھوں کے بل کھڑے ہوکر
(نفل) نماز پڑھا کرتے تھے، یہ عبداللہ خفیف ایسے بزرگ
تھے کہ کوئی سنت ان سے فوت نہ ہوتی تھی، چنانچہ
چاہا کہ وہ اسی طرح دو انگوٹھے پر کھڑے ہوکر نماز
پڑھیں ایک رکعت پڑھکر جب دوسری کے لئے کھڑا ہونا
چاہا تو دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
محراب مسجد سے اپنا سر مبارک نکالا اور فرمایا کہ اے خفیف
یہ فعل میری خصوصیات میں سے ہے امت کے اتباع

نست بدیں تعرضے مرساں روزی
خفیف خادم خود را گفت از برائی
من زنی خطبہ کن ہمچناں کردند بر چند
روز و ماہ طفلے در وجود آمد و بمرد آں زن را
رہا کرد و گفتند در زیر ایں چہ سر بود
گفت شبے قیامت را بخواب دیدم
مردی را بر صراط دیدم درماندہ و
طفلی در آمد و دست او را بگرفت
از آں جا سلامت بگذرانید
مقصود من ازیں خطبہ آں بود کہ
مرا ہم طفلی شود و ہم در طفلی مردہ
باشد کہ چناں محلی دستگیری
تواند کرد چنیں گویند وقتی
دو صوفی از راہ دور بدیدن او
آمدند او را در خانقاہ نیافتند
پرسیدند شیخ کجاست گفتند
کہ در سرای عضد الدولہ رفتہ است
صوفیان گفتند درویشان را
بر در سرای سلاطین رفتن
چہ مصلحت ایں بگفتند و از
خانقاہ بیروں آمدند ایشاں را
در زماں باہتامی متہم کردند در
سرای عضد الدولہ بردند عضد الدولہ

کرنے کے لئے نہیں، لہٰذا اس میں مجھ سے تعرض
نہ کرو۔ ایک مرتبہ حضرت خفیف نے اپنے خادم
سے کہا کہ اجی میری جانب سے کسی عورت کو
نکاح کا پیغام دو (اور کہیں نسبت طے کرو) لوگوں نے
کہیں طے کر کے آپ کا نکاح کرا دیا، چند مہینے اور
ایام گذرنے پر بچہ تولد ہوا لیکن مر گیا آپ نے
بیوی کو طلاق دیدیا لوگوں نے دریافت کیا اس
میں کیا حکمت تھی فرمایا کہ میں نے ایک شب خواب
دیکھا تھا کہ قیامت قائم ہے ایک شخص کو پل صراط
پر حیران و پریشان دیکھا اتنے میں یہ دیکھا کہ ایک
نوزائیدہ بچہ آیا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر باطمینان وہاں سے
گذار لے گیا پس میری غرض بھی اس پیغام نکاح اور
عقد سے یہی تھی کہ میرے بھی کوئی بچہ ہو جاتا جو کہ بچپن
ہی میں مر بھی جاتا اور ایسی بے بسی کے وقت میں
وہ اسیطرح میری بھی دستگیری کرتا بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ
دو صوفی بہت دور دراز سے آپکی زیارت کے لئے
حاضر ہوئے۔ آپ کو خانقاہ میں نہ پایا لوگوں سے دریافت
کیا کہ شیخ خفیف کہاں ہیں لوگوں نے کہا کہ شاہ عضدالدولہ
کے محل میں تشریف لے گئے ہیں۔ ان صوفیوں نے کہا
کہ درویشوں کو بادشاہوں کے محل سے کیا کام؟ یہ کہکر
خانقاہ سے باہر چلے گئے۔ اسی وقت ان پردیسیوں کو
سپاہیوں نے (جاسوسی یا چوری کی) تہمت میں گرفتار کرلیا
اور بادشاہ کے دربار میں لے گئے بادشاہ نے ہاتھ کاٹنے

بقطع دست ایشاں حکم فرمود شیخ گفت آدمی ہر کہ دست اعتقاد از دامن درویشان کوتاہ کند دست بیاد دہد پس ایشاں راشفاعت کرد و میگفت ای عزیزان آمدن من بر در سلاطین بعبث نبود آمدن من برای آن بود تا شمارا بیدست کردن بگذارم نخشبی از عبث کراں ہے کن کار بیہودہ جز عبث نبود قول و فعل حکیم نبایدکہ سر سوزنی عبث نبود

جانے کا حکم دیدیا۔ شیخ نے فرمایا کہ دیکھو بھائی جو شخص درویشوں سے اعتقاد کا ہاتھ اٹھاتا ہے (یعنی ان سے بد اعتقادی ظاہر کرتا ہے) تو اسکا ظاہری ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ یہ تو ان سے کہا اور بادشاہ سے سفارش کرکے ان لوگوں کو چھڑوا دیا اور پھر ان سے کہا عزیزان من ا دیکھو ہم لوگوں کا سلاطین کے یہاں آنا اور ان سے فی الجملہ تعلق بیکار نہیں ہوا کرتا بلکہ ہمارا یہاں آنا اسی لئے تھا کہ تمھارے ہاتھ کاٹے جانے سے تمکو بچالوں " اے نخشبی لغو اور فضول کاموں سے بہت زیادہ کنارہ کشی اور دوری اختیار کرو اور یہ سمجھ لو کہ فضول کام میں خباثت ہی خباثت ہے عقلمند شخص کا قول و فعل سوئی کے ناکے کے برابر بھی لغو ولا طائل نہ ہونا چاہیئے۔

سلک صد و چہل و پنجم

بایددانست کہ حسین منصور حلاج شیر بیشۂ تحقیق و شجاع معرکۂ تصدیق بود و اورا حلاج ازان گویند کہ وقتی جانب پنبہ اشارت کرد در زماں محلوج جدا و دانہ جدا شدہ شبلی گفتن گرفت من و حلاج یکی ام ومرا بدیوانگی کردند خلاص یافتم

سلک ۱۴۵ (حالات حضرت حسین منصور حلاج)

جاننا چاہیئے کہ حضرت حسین منصور حلاج جو کہ بیشۂ حقیقت کے شیر اور معرکۂ تصدیق کے ایک جانباز سپاہی تھے انکو حلاج اسلئے کہا جاتا تھا کہ ایک بار ان سے یہ کرامت صادر ہوئی کہ روئی کے ایک ڈھیر کی جانب اشارہ کیا اسی وقت دھنی ہوئی روئی ایک جانب اور اسکے بنولے دوسری جانب ہوگئے حضرت شبلی فرماتے تھے کہ ہم دونوں ایک ہی تھے مجھے دیوانگی دیدی تو میں نجات پا گیا اور انکو بہت زیادہ عقل اور سمجھداری سے نوازا گیا۔ ایک مرتبہ ان سے حضرت جنید فرمانے لگے

اما او را عقل عقیلی گشت وقتی او را
جنیدؒ می گفت نزدیک است
کہ تو چوب پارہ سرخ کنی گفت
آں روز کہ من چوب پارہ سرخ
کنم تو جامۂ اہل تصوف پوشی
چنیں گویند آں روز کہ ائمہ
بقتل حسین منصور فتوی دادند
و جنید در جامۂ تصوف بود
در مدرسہ رفت و دراع و
دستار بپوشید انگاہ گواہی
نبشت کہ نحن نحکم بالظاہر وقتی
او را بپرسیدند صبر چیست گفت
آنکہ یکی را دست و پا ببرند و او را
بر دار کنند او جمع باشد
و ایں ماجرا ہم با و برفت
او در طبقۂ خویش از کار دیگر
داشت چنانکہ ابراہیم خواص
را پرسیدند در چہ کاری گفت
راہ توکل راست میکنم گفتند ہمہ عمر
در عمارت شکم خواہی بود چنیں گویند
چوں واقعہ او نزدیک رسید روزی شبلی را
گفت خاطر جانب من دار کہ مرا کاری عظیم
در پیش آمدہ است

کہ قریب ہی وہ وقت ہے کہ تم لکڑی کے ٹکڑوں کو
سرخ کرو گے (اشارہ انکے سولی دیئے جانے کیطرف تھا)
منصور نے کہا کہ حضرت جس دن میں لکڑیوں کو سرخ کرونگا
اس دن آپ بھی تصوف کا جامہ اتار پھینکینگے
بیان کرتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا کہ جس دن
کہ حسین منصور کے قتل کا فتویٰ علما نے دیا
حضرت جنید تصوف کا لباس پہنے ہوئے
تھے مدرسہ تشریف لے گئے اور عبا و دستار
زیب تن فرمایا اور فتویٰ لکھا کہ ہم تو
ظاہر حال پر فتویٰ دینے کے مکلف ہیں
(یعنی لفظ انا الحق زبان سے کہنا کفر ہے) ایکدفعہ
منصورؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت صبر کسے
کہتے ہیں فرمایا کہ صبر یہ ہے کہ کسی شخص کا ہاتھ
پاؤں کاٹ کر اسکو دار پر چڑھا دیں پھر بھی
اس کا قلب مطمئن رہے، بالکل ایسا ہی معاملہ
ان کے ساتھ ہوا کہ (لوگوں نے تو انکو سولی دی اور)
وہ اپنے طور پر کسی دوسری ہی جانب متوجہ تھے (اور انکی
ذرا بھی پروا نہیں کی) جسطرح سے کہ حضرت ابراہیم خواصؒ
سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت کس شغل میں ہیں فرمایا کہ
مقام توکل کو درست کر رہا ہوں ان بزرگوں نے فرمایا کہ بس تمام عمر
پیٹ ہی کے چکر میں رہیئے گا (یا کچھ آگے کا کام بھی کرنا ہے) لوگوں کا
کہنا ہے کہ جب حضرت منصورؒ کا واقعہ قتل قریب ہوا تو ایکدن انھوں نے
اپنے پیر بھائی شبلیؒ سے کہا کہ ذرا میری جانب توجہ فرمائیگا بڑا عظیم مرحلہ پیش آنیوالا ہے

خلیفہ را با او بد کردند کہ انا الحق میگوید
و ائمہ بر قتل او متفق شدند او را
گفتند بگو ہو الحق گفت
من ہماں میگویم اما شما
میگوئید کہ او گم شدہ است
در نقل است آں روز کہ
حسین را در حبس کردند در
شب اول او را طلب کردند
نیافتند و شب دوم طلب
کردند نہ او را یافتند و نہ زندانیاں
را شب سوم طلب کردند ہر دو را
یافتند گفتند ایں چہ بود گفت
شب اول من بر دوست بودم
از آں مرا ندیدند شب دوم دوست
اینجا بود از آں زندانیاں را ندیدند
امشب کہ من اینجا ام ہر چہ حکم
شریعت است بجا آرید چنیں گویند در زندان
سی صد کس محبوس بودند
گفت من شما را آزاد کردم بروید گفتند
اگر بتوانی خود چرا نمی روی گفت
من در حبس خدایم و پاس شریعت
میدارم پس اشارت
بدیوار زنداں کرد رخنہ ظاہر شد

چنانچہ لوگوں نے خلیفۂ وقت کو انکی جانب سے بدگمان
کر دیا کہ یہ انا الحق کہتے ہیں اور علماء امت نے بالاتفاق
قتل کئے جانے کا فتویٰ دیدیا، ان سے لوگوں نے آکر کہا کہ یوں کہیئے
ہو الحق فرمایا میں یہی تو کہتا ہوں لیکن تم ہی لوگ تو کہتے ہو کہ وہ نظر
نہیں آتا (اور مجھے ہر شے میں اسکا جلوہ نظر آتا ہے حتیٰ کہ خود
اپنے میں بھی) منقول ہے کہ جس دن حسین منصور کو گرفتار کر کے
قید خانہ میں لے گئے ہیں تو پہلی شب انکو تلاش کیا تو (قید خانہ
میں) نہ پایا اور دوسری رات کو تلاش کیا تو ان کے ساتھ سارے ہی
قیدی غائب تھے، تیسری شب کو تلاش کیا تو خود یہ بھی موجود
تھے اور سب قیدی بھی تھے، لوگوں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا
تماشا تھا؟ فرمایا کہ پہلی شب میں دوست کے سامنے
حاضر تھا لوگوں نے مجھے نہیں دیکھا اور دوسری رات
میرا دوست ہی یہاں رونق افروز تھا اسی لئے لوگوں
نے کسی کو یہاں نہ دیکھا آج کی رات میں یہاں
آگیا ہوں جو حکم شرع محمدی ہو بلا تکلف
مجھ پر جاری کرو۔ بیان کرتے ہیں کہ جیل میں
تین سو قیدی محبوس تھے حضرت منصور نے فرمایا کہ
تم سب لوگوں کو آزاد کرتا ہوں جاؤ چلے جاؤ
ان سب نے کہا کہ اگر آپ کو ایسا ہی اختیار
ہے تو خود اپنے کو کیوں نہیں رہا کر لیتے؟ فرمایا کہ
میں خدا کی قید میں ہوں مجھے شریعت کا
پاس و لحاظ منظور ہے اسکے بعد جیل خانہ کی دیوار
کی جانب اشارہ کیا اس میں شگاف پڑ گیا سب

همه بندیان بیرون شدند. بامداد
اورا پرسیدند که بندیان چه شدند
گفت همه را من آزاد کردم گفتند
تو چرا نرفتی گفت حق را با ما عتابے
است ازاں ماندم نرفتم این خبر بخلیفه
بردند گفت فتنه عظیم خواهد شد
کار او زود آخر رسانید اورا بیرون
آوردند سی صد چوب بزدند باشد که
از انا الحق گفتن باز ماند زننده
چوب که هر چوب می زد از هر زدنی
آواز فصیح آمدے یا ابن منصور
لا تخف شیخ عبد الجلیل سفار
می گوید من عجب دارم ازاں زننده
چوب که در شریعت چه قوت داشت
که مثل ایں آواز در گوش او می افتاد
داد و چوب می زد آں روز که اورا
خواهند کشت درویشی او را
پرسید که عشق چیست گفت
ترا ست عشق امروز و فردا و
پس فردا معاینه خواهد شد۔
آں روز اورا بکشتند روز دوم
بسوختند روز سوم بر باد شش
دادند. چوں اورا بر پای دار

قیدی باہر نکل گئے۔ صبح کو ان سے پوچھا گیا
اور سب قیدی کہاں گئے؟ فرمایا کہ میں نے سبکو
چھوڑ دیا۔ سرکاری ملازمین نے پوچھا کہ آپ بھی
کیوں نہ چلے گئے فرمایا کہ میں خدا کا مجرم ہوں خدائی
عتاب میں ہوں اسلئے نہیں نکلا اور نہیں بھاگا لوگوں
نے اسکی اطلاع خلیفۂ وقت کو پہونچادی۔ اس نے
کہا یہ تو بہت بڑا فتنہ ہونے والا ہے ان کے
معاملے کو توجلد سے جلد ختم کر دینا چاہیئے، لوگوں نے انکو
قید خانہ سے باہر لاکر تین سو کوڑے مارے تاکہ وہ انا الحق
کہنے سے رک جائیں (لیکن وہاں تو انکا حال یہ تھا سہ
من نمیگویم انا الحق یار میگوید بگو + کس نگویم چوں مرا دلدار میگوید بگو)
کوڑا مارنیوالا جو کوڑا مارتا تھا تو نہایت صاف اور فصیح الفاظ میں سنا
جاتا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے منصور ڈرنا مت۔ حضرت شیخ
عبد الجلیل سفار فرماتے تھے کہ مجھے تو ان کوڑے مارنیوالوں (کے
ایمان ویقین) پر تعجب ہوتا ہے کہ سبحان اللہ شریعت پر کس قدر
پختہ ایمان تھا کہ وہ ایسی (لرزہ براندام کردینے والی) آواز
لکڑی کے کوڑے میں سے سنتا تھا مگر برابر کوڑے لگاتا ہی رہا
(کہ حکم شریعت یہی تھا)۔ جس دن کہ حضرت منصور کو لوگوں نے ختم کردینا
طے کیا تھا اسی دن ایک درویش نے ان سے پوچھا کہ عشق کسے
کہتے ہیں فرمایا کہ تمھیں عشق کی حقیقت آج سے لیکر پرسوں کے اندر
اندر معلوم ہو جائیگی چنانچہ اسی دن انکو قتل کیا گیا اور دوسرے روز
لاش کو خاکستر کیا گیا اور تیسرے دن انکی خاک کو ہوا میں
اڑا دیا گیا (بیان کرتے ہیں کہ) جب انکو دار کے پاس

آوردند پای دار بوسید و گفت
اینک معراج عاشقان اول دست
بریدند گفت آدمی را بستن و
دست را بریدن آسان کار است
اما مرد او را دانیم که دست صفات
که کلاه از تاب عرش می رباید
آنرا قطع کند چوں پای بریدند
تبسم کرد و گفت سهل این پای ست
پای دارم که بداں سفر هر دو عالم
بتواں کرد باروی خوں آلوده
بر روی مالید گفتند ایں چه
میکنی گفت وضو می سازم
لان فی العشق رکعتین لایجوز وضوئهما
الا بدم صاحبه چنیں گویند
جمله اعضا را او بریده شد مگر پشت
و گردن بالای دار مانده ایں آواز
می آمد از اں پشت و گردن انا الحق
انا الحق خلیفه فرمود ایں مرد بعد
از مردن فتنه بیش از آن خواهد انگیخت
پس روز دوم جمله اعضا او
را گرد کردند و سوختند از اں جسد
سوخته و خاک گشته نیز همیں
آواز انا الحق می آمد سوم روز

لایا گیا تو اسکا پایہ چوم لیا اور کہا کہ واہ یہی تو عاشقوں کی
معراج ہے۔ لوگوں نے پہلے اسکے ہاتھ کاٹے تو کہا
کہ آدمی کو باندھ دینا اور اسکے ہاتھ کو کاٹ دینا
یہ تو بہت معمولی سی بات ہے میں تو مرد اسکو
سمجھتا ہوں جو کہ اس صفائے تعلق کے ہاتھ کو
جو بارونق عرش کی ٹوپی اچک کرلے گیا ہو کاٹ ڈالے
جب اسکے پیر کاٹے تو ہنسے اور کہا اسکا کاٹ ڈالنا
بھی آسان ہے لیکن میں تو ایسا پیر رکھتا ہوں کہ جسکے
ذریعہ سے دونوں عالم کا سفر کیا جا سکتا ہے۔ پھر
اپنے خون آلودہ عضو کو (غالبا یہ ہاتھ رہا ہوگا) چہرہ
پر ملا لوگوں نے کہا یہ کیا کر رہے ہیں فرمایا کہ وضو کر رہا
ہوں اسلئے کہ عشق کے اندر دو رکعتیں ایسی بھی
پڑھنی پڑتی ہیں جنکا وضو خود اسکے صاحب کے خون
سے کیا جاتا ہے لوگ بیان کرتے ہیں کہ ان کے تمام
اعضار کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے صرف پشت اور
گردن سولی پر لٹکی رہ گئی تھی تو اس پشت و گردن
کے بچے ہوئے حصے سے بھی آواز آتی تھی انا الحق انا الحق
خلیفہ نے کہا ارے توبہ اس شخص نے تو مرکر فتنہ کو
اور بھی بڑھا دیا اسلئے دوسرے دن یہ کیا کہ ان کے
تمام اعضار کو جمع کر کے جلوا دیا مگر صاحب اس
جلے ہوئے جسم اور پسی ہوئی خاک سے بھی انا الحق
کی آواز آتی رہی، چنانچہ تیسرے دن اس خاک کو
دریا میں ڈلوا دیا لیکن پانی کے اوپر بھی جو ذرات

آن خاک را در میان آب انداختند
بالا ر آں از ہر ذرہ خاک او ہماں
آواز می آمد قطعہ

نخشبی مرد پاک مردی داں
کہ بہر موی خود ثنا گوید
خاک او را اگر بآب دہند
بر سر آب مرحبا گوید

پڑے تھے انسے بھی انا الحق انا الحق کی آواز آتی رہی
(یا اللہ تیری شان ۔ طریقت اور شریعت
کا زبردست امتحان تھا)
"اے نخشبی عمدہ انسان بس اسی کو جانو جو کہ اپنے کو
خدا کے روبرو بس بال بال بکا ہوا سمجھے یعنی اس کا
احسانمند رہے چنانچہ اسکی مٹی کو بھی اگر پانی میں ڈالدیں تو
وہ سطح آب پر آکر اس پر مرحبا اور خوش آمدید کہے"

سلک صد و چہل و ششم

باید دانست رابعہ عدویہ
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا مخدرۂ خدر خاص
و مستورہ سر اخلاص بود و ذکر او
در سلک رجال موجب مواخذہ
نیست بنا بر آنکہ زنی کہ در
راہ خدا مردانہ وار رود او
را زن نتواں گفت چنیں گویند
پدر رابعہ مردے مقل حال بود سہ دختر
دیگر داشت چہارم ایں رابعہ
شد او را رابعہ ازیں وجہ گویند
آں شب کہ رابعہ متولد شد پدر او
وجہ چراغ نداشت کہ بداں خانہ
روشن کند پدر بغایت

سلک ۱۴۶ (حالات حضرت رابعہ عدویہ بصریہ)

جاننا چاہیئے کہ حضرت رابعہ عدویہؒ جو کہ حق تعالیٰ
کے تعلق کے چادر میں ڈھنکی ہوئی اور اخلاص کے
پردہ میں چھپی ہوئی تھیں اور انکا ذکر مردوں کے
سلسلے میں بیان کرنا کچھ ناروا اور بیجا بھی نہیں ہے
اسلئے کہ وہ ایسی عورت تھیں جو اللہ تعالےٰ کے
راستہ میں مردانہ وار چلی تھیں اسلئے انکو عورت ہی
نہ کہنا چاہیئے ۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رابعہ
کے والد ایک غریب اور مفلس آدمی تھے ان کے
علاوہ تین لڑکیاں اور تھیں یہ چوتھی تھیں اس وجہ
سے انکا نام رابعہ پڑ گیا (عربی میں چوتھی شے کو
رابعہ کہتے ہیں) جس رات کو رابعہ پیدا ہوئی ہیں باپ
کے پاس چراغ کے (تیل کے) لئے بھی پیسہ نہیں تھا
کہ گھر میں روشنی ہی کردیجاتی، والد کو اسکی بیحد پریشانی

مضطرب شد ہماں شب
حضرت رسالت پناہ صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ وسلم درخواب
دید کہ میگفت جمع باش
ایں دختر تو کسی است کہ
فردا ہفتاد ہزار عاصی از امت
من بشفاعت او خواہند گذشت
چنیں گویند چوں رابعہ
بزرگ شد روزے ہزار رکعت
نماز گذاردے وبعضی گویند
اول حال چند گاہ او
در مطربی افتاد بعد از اں
بدست حسن بصریؒ توبہ کرد
و در صومعہ نشست چوں
عزم سفر حج کرد کعبہ را دید
استقبال او کردہ چوں خانہ
بدید گفت کہ من خانہ چکنم مرا
خصم خانہ می باید چنیں گویند
در راہ حج چیزے نداشت
از مرکب مگر چیزی کہ رخت
رابعہ می برد سقطہ شد گفتن گرفت
الٰہی بادشاہاں با عورت بیچارہ
چنیں کنند کہ مرا در خانہ خود

تھی اسی شب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ گھبراؤ نہیں تمھاری
یہ لڑکی ایسی بلند مرتبہ ہے کہ کل بروز قیامت
ستر ہزار گنہگار اسکی سفارش کی وجہ سے بخشے
جائیں گے۔ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت رابعہ
بڑی ہوئیں تو ہر روز ایک ہزار رکعت نماز پڑھتی
تھیں، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شروع کا تھوڑا
زمانہ انکا گانے وغیرہ میں گذرا اسکے بعد
حضرت حسن بصری کے ہاتھ پر توبہ کی اور
عبادت خانہ میں بیٹھ گئیں پھر جب حج کے لئے
جانے کا ارادہ کیا تو کعبہ کو دیکھا کہ ان کے
استقبال کے لئے آرہا ہے چنانچہ جب خانہ کعبہ
کو دیکھا تو کہا کہ میں گھر کو لیکر کیا کروں گی
مجھے تو گھر والے سے کام ہے۔ بیان
کرتے ہیں کہ حج کے سفر میں ان کے
پاس سواری کے لئے کوئی چیز نہ تھی
اور جو جانور کہ باربردار تھا وہ بھی مرگیا
تو انھوں نے دعا کی کہ یا اللہ کہیں
بادشاہ لوگ بھی مجھ جیسی ناتواں عورت
کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں کہ
ادھر تو مجھے اپنے گھر بھی بلایا ادھر راستے
ہی میں میرے گدھے کو مار دیا اور مجھے
راہ میں بیدست وپا کرکے چھوڑ دیا ابھی؛

خواندی در اشنائے راہ خرک
مرا بمیرانیدی و مرا در راہ تنہا
گذاشتی ہنوز این سخن نیکو نگفتہ بود
کہ خر بجنبید و بایستاد و ہمدریں راہ
چند بار دیگر اورا یاری داد چوں
رابعہ را ہوس فقر در سر افتاد
در سرا و فرو خواندن فقر خشک سال
قہر ماست کہ درین راہ مقامات
نہادہ ایم تا تو ہفتاد مقام نگذاری
با تو ذکر و فکر فقر نتواں کرد اما در
ہوا نگر در ہوا نگریست دریائے دیدہ
از خوں در ہوا ایستادہ گفت
ایں چیست گفت ایں خون دیدۂ
عاشقاں است کہ ہم در منزل اول
فرو شدہ اند و نام و نشان ایشاں
در دو عالم ہیچ جا بر نیاید
چنیں گویند وقتی دو صوفی بدیدن
رابعہ آمدند رابعہ دو نان در خانہ نہ
داشت پیش ایشاں نہاد
درزماں درویشی بر در رابعہ آمد
درزماں آں ہر دو نان بدرویش
داد چوں ساعتی بگذشت
کنیزک بیامد و دستۂ نان بیاورد

اس بات کو پوری بھی نہ کیا تھا کہ
گدھے میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ
اٹھکر کھڑا ہو گیا اور اس راستہ
میں اس نے پہلے سے بہت زیادہ
ان کی مدد کی ۔ جب رابعہ کے سر میں
فقر کا سودا سمایا تو ان کے قلب میں الہام
فرمایا گیا کہ اے یہ فقر و بزرگی قحط و خشک سالی
ہماری جانب سے گویا ایک قہر ہے اور
اور ہم نے اس کے اندر بہت سے مقامات
رکھے ہیں جب تک تم اسکے ستر مقامات نہ طے
کرو گی تمکو فکر اور فقر کا نام لینا بھی روا نہ ہو گا
اسکے بعد فرمایا کہ اچھا ہوا میں دیکھو دیکھا تو اس
میں ایک خون کا دریا نظر آیا دریافت کیا کہ
یہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ ہمارے عاشقوں کی
آنکھ سے نکلا ہوا خون ہے جو کہ انھوں نے میری
راہ کی پہلی منزل میں بہایا ہے اور انکا نام و
نشان دونوں عالم میں سے کہیں بھی باقی نہیں ہے
بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دو صوفی قسم کے لوگ
حضرت رابعہ کی زیارت کو آئے حضرت رابعہ کے
پاس صرف دو ہی روٹیاں تھیں ان کے
سامنے رکھدیا اسوقت کوئی سائل آ گیا تو انھوں
نے اسکے سامنے سے اٹھاکر وہ روٹی سائل کو
دیدی تھوڑی ہی دیر گذری ہوگی کہ ایک باندی

که کدبانوی ما با تو فرستاده است
رابعه بشمرد باز فرستاد کنیزک
برفت و باز آمد آن نانہاش
پیش رابعه باز نہاد و رابعه بستد و
پیش صوفیان بنہاد صوفیان
گفتند این چه حال بود گفت
دو نان پیش شما نہادم شرمنده
شدم درویشی رسید آن
هر دو بدو دادم گفتم خداوند تعالیٰ
ایں ساعت بحکم وعدهٔ خویش
بیست نان برساند کنیزک
اول بار بیامد هژده نان پیش
بیاورد گفتم نان باز بر از آن من
نیست که میدانم که وعدهٔ
خدای دگرگون نباشد و
باز کنیزک بیامد بار دوم بیست
آورد گفتم حقیقت از آن
منست. روزی رابعہ
در بیابانے بود و آهوی چند
گرد بر گرد او بودند حسن بصری
در رسید آهوان برمیدند
حسن گفت ایشاں از من
چرا می رمند گفت تو

آئی اور ایک بنڈل روٹیوں کا لائی اور کہا کہ ہماری
مالکہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے حضرت
رابعہ نے ان روٹیوں کو گنا اور واپس کردیا باندی لیکر
چلی گئی اور فوراً ہی واپس آئی اور ان روٹیوں کو حضرت
رابعہ کے سامنے لاکر رکھا حضرت رابعہ نے ان کو لیکر
ان صوفیوں کے آگے رکھدیا انلوگوں نے کہا کہ (پہلے) یہ تو
بتائیے کہ یہ کیا معاملہ تھا جو ہم نے دیکھا؟ فرمایا کہ میں نے
دو ہی روٹیاں آپ لوگوں کے سامنے رکھی تھیں اسی
کی شرمندگی تھی کہ ایک سائل آگیا میں نے وہ دونوں
اسکو دیدیں اور اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اللہ تعالےٰ
اپنے وعدے کے مطابق ایک کی دس روٹیاں عطا فرمائیں گے
چنانچہ پہلی بار باندی جو روٹیاں لائی تو وہ اٹھارہ ہی
تھیں اسلئے میں نے اس سے کہا کہ اسکو واپس لیجاؤ
کیونکہ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ خدا تعالیٰ
کے وعدہ کا یقین نہ کروں۔ چنانچہ دوبارہ جب وہ باندی آئی
تو پورے بیس لائی۔ اس سے میں نے سمجھ لیا کہ میں نے
جو بات سمجھی تھی وہ صحیح تھی۔ ایک مرتبہ حضرت رابعہ ایک جنگل
میں تھیں چند ہرن انکے گرد آکر جمع ہو گئے اتنے میں حضرت
حسن بصری آپہونچے سب کے سب ہرن بھاگ گئے
رابعہؒ سے حسنؒ نے کہا یہ سب آخر مجھے دیکھکر کیوں بھاگ
گئے۔ حضرت رابعہ نے پوچھا کہ آپ نے آج کیا کھایا
ہے فرمایا بکرے کی چربی۔ فرمایا کہ جب
تم ہرن کی چربی سے ناشتہ کرتے ہو تو وہ پھر

امروز چہ خوردہ گفت پیہ بزہ
گفت ہرگاہ کہ پیہ آہو برہ
خوری ایشاں از تو چگونہ نرمند
چنیں گویند شبی حسنؒ با تنی چند
بر رابعہؒ آمد در زاویۂ او
چراغ نبود رابعہ دمی برآورد
در سر انگشت دمید تا صبح
آں سر انگشت او بچوں چراغ
می سوخت روزی حسن میگفت
ای رابعہ تو خدای را چوں دانی
گفت چوں تو دانی اما من
بیچوں دانم وقتی او را گفتند
از کجا می آئی گفت از آنجہاں
گفتند کجا خواہی رفت
ہم در آں جہاں گفتند دریں
جہاں چہ میکنی گفت نان
ایں جہاں می خورم کار آں
جہاں می کنم ہم او را پرسیدند
بندہ را راضی کے گیرند
گفت وقتی کہ در محنت
چناں شاکر شود کہ دیگری
در نعمت ۔

تم کو دیکھکر کیوں نہ بھاگیں ۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرت
حسن ایک مرتبہ چند لوگوں کے ہمراہ حضرت رابعہ کے یہاں
آئے اس دن ان کے گھر میں چراغ نہ تھا
حضرت رابعہ نے ایک سانس کھینچی اور
اپنی انگلی پر دم کیا صبح تک اس انگلی سے
چراغ کی لو کی مانند روشنی نکلتی رہی
ایک دن حضرت حسنؒ نے کہا کہ اے
رابعہ تم خدا کو کیسا سمجھتی ہو ؟
فرمایا کہ "چوں" یعنی کیسا ہے ؟ یہ تو
تم جانتے ہو میں تو اسے "بیچوں" سمجھتی
ہوں (کہ اس کی نہ نظیر ہے نہ مثال)
ایک مرتبہ ان سے لوگوں نے
دریافت کیا کہ آپ کہاں سے
آئی ہیں ؟ فرمایا کہ اُس جہان
سے ۔ لوگوں نے کہا کہ کہاں جائیں گی ؟
فرمایا کہ اُسی جہان میں ۔ لوگوں نے
پوچھا کہ پھر آپ اس دنیا میں کیا کر رہی ہیں اور
یہاں کیوں ہیں ؟ فرمایا کہ اس جہان کی صرف روٹی کھا رہی ہوں
اور کام اُسی جہان کا کر رہی ہوں ۔ انسے لوگوں نے پوچھا کہ
اللہ تعالیٰ بندہ سے کب راضی ہوتے ہیں فرمایا کہ اس وقت
جبکہ وہ مصیبت میں بھی اسی طرح سے شکر ادا کرے جس طرح
سے اور دوسرے لوگ راحت اور نعمت میں شکر کرتے ہیں ۔

هم او گفتی غفار بر زبان کار دروغ گویاں
است ۔ هم او گفتی عارف
کسی است که از خداوند تعالے
دل خواهد چوں یافت در حال
بخداوند باز دهد۔ روزی یکی
از بندگان اندوه نمود، نالید،
رابعه گفت اگر ترا اندوه بودی
خود نالیدن نبودی۔ روزی
یکی را رابعه دید عصابه بر سر بسته
گفت ایں چیست؟ گفت
سر من درد میکند۔ گفت
بعد از چند گاه؟ گفت بعد از
سی سال۔ گفت ای خواجه
سی سال صحت داوند یک روز
عصابۂ شکر نبستی اگر یک شب
درد سر داوندے عصابۂ شکایت
بسته چه کردی؟ وقتی در ایام
بهار او را یکی گفت چرا یک ساعت
جانب باغ نیائی تا صنع او را
مشاهده کنی؟ گفت شغلنی
مشاهدة الصانع من مطالعة
الصنع ۔ وقتی طائفه بامتحان
بر او رفتند و گفتند اگر زناں را شرفی

وہی یہ بھی فرماتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کو صرف زبان سے غفار
کہنا (اور دل میں اسکا یقین نہ ہونا) جھوٹے لوگوں کا کام ہے۔
نیز فرماتی تھیں کہ عارف وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے بس
دل طلب کرے پھر جب پا جاوے تو اس کو اسی وقت
خداوند تعالےٰ کو دیدے۔ ایک دن خدام میں سے ایک
خادم کسی مصیبت کیوجہ سے رو رہا تھا اور فریاد کر رہا تھا
رابعہؒ نے اس سے کہا کہ یہ مصیبت نہیں ہے (عذاب و سزا ہے)
اگر مصیبت ہوتی تو تم اسکو پاکر اسقدر نالہ و فریاد
نہ کرتے۔ ایک دن ایک شخص کو حضرت رابعہ بصریہ نے
دیکھا کہ سر پر پٹی باندھے ہوئے ہے۔ پوچھا یہ پٹی
کیوں باندھ رکھی ہے؟ اس نے کہا کہ میرے سر میں
شدید درد ہو رہا ہے۔ دریافت کیا کہ کتنے
عرصہ کے بعد یہ درد ہوا ہے؟ کہا تیس۳۰ سال کے بعد۔
فرمایا واہ بھائی واہ! انھوں نے تمکو تیس سال تک
صحت کے ساتھ رکھا تو تم نے ایک دن بھی شکر کی پٹی
نہ باندھی لیکن جب ایک شب کے لئے درد سر اٹھا
تو لگے شکایت کی پٹی سر پر باندھنے۔ ایک مرتبہ بہار کے
موسم میں آپ سے کسی شخص نے کہا کہ ذرا دیر کے لئے
برائے تفریح آپ باغ میں کیوں نہیں جاتیں وہاں بھی
تو اللہ تعالیٰ کی صناعی ہے اسکا بھی تو مشاہدہ کیجئے، فرمایا کہ
مجھے صانع کے مشاہدہ سے فرصت ہی نہیں ملتی کہ میں
مصنوع کا مشاہدہ کروں۔ ایک دفعہ ایک جماعت
ان کے پاس امتحان کے غرض سے آئی اور کہا کہ

بودے وقتے پیغامبر بودے
گفت زناں را ہمیں شرف
بس است کہ وقتی میان ایشاں
کسی نگفت انا ربکم الاعلیٰ۔ وقتی
او زحمت داشت بزرگے
بہ پرسیدن او رفت گفت
چرا از خدا تعالےٰ صحت
نمیخواہی؟ چوں خواست خداوند در
زحمت منست اگر من صحت
خواہم خلاف او خواستہ باشم
و دوست را خلاف کردن
روا نباشد۔ پس آں بزرگ
گفت ترا چیزی آرزو می کند
گفت من بندہ ام و بندہ را
باآرزو چہ کار اگر من نخواہم و
خداوند نخواہد ایں کفر بود۔ روزے
مالک دینار بدیدن او رفت
او را بغایت مقل حال دید گفت
اگر بگوئی من از دوستاں
برائے تو چیزی بخواہم؟ گفت
ای مالک عظیم غلط می کنی
رزاق من و رزاق ایشاں یکی
است اگر خواہد مرا ہم بدہد اما

اگر عورتوں کے لئے کوئی شرف و بزرگی ہوتی تو ان میں
سے کوئی تو پیغمبر بن کر آتی۔ فرمایا کہ عورتوں کے لئے یہی
شرف کیا کم ہے کہ ان میں کسی نے کبھی انا ربکم الاعلیٰ نہیں کہا
(یعنی دعویٰ خدائی کا نہیں کیا اور مردوں نے کیا) ایک مرتبہ
حضرت رابعہ کو کچھ تکلیف تھی کوئی بزرگ انکی عیادت
کے لئے آئے اور فرمایا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے اپنی صحت
کے لئے دعا کیوں نہیں کرتیں؟ فرمایا کہ جب خدا تعالےٰ کی
مرضی اور خوشی مجھے بیمار ہی رکھنے میں ہے تو اگر میں
ان سے صحت چاہوں تو اُن کے چاہے ہوئے کے
خلاف ہو جائے گا اور ایک دوست کے لئے اپنے دوست
کی مرضی کے خلاف کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس کے بعد
ان بزرگ نے فرمایا کہ آپ کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ فرمایا کہ
میں بندی ہوں اور غلام کو مالک کے مقابلہ میں کسی خواہش
اور ارادہ کا کیا حق ہے پھر یہ کہ اگر میں چاہوں اور خدا
نہ چاہے تو یہ کفران ہوگا۔ ایک دن حضرت مالک بن دینارؒ
آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے انکو بہت زیادہ
مفلوک الحال دیکھا فرمایا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں اپنے بعض
احباب سے (جو امیر ہیں) آپکے لئے کچھ طلب کروں۔ فرمایا کہ اے
مالک اگر آپ ایسا کریں گے تو سخت غلطی کریں گے۔ ارے
بھائی میرا رازق اور انکا رازق ایک ہی ذات ہے اگر اُس کو
منظور ہوتا تو پہلے ہی مجھے بھی دیدیتا لیکن جب اسکو منظور
نہیں تو پھر میری بھی خواہش نہیں ہے۔ میں تو وہی چاہونگی
جو وہ چاہے گا۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رابعہ نے

چوں او نمی خواہد من ہم چیزی
نمی خواہم و من آں میخواہم کہ او
میخواہد۔ چنیں گویند وقتے
رابعہ خواست شوربای سازد
وجہ پیاز نداشت مجرد آنکہ اندیشۂ
پیاز در خاطر گذرانید مرغے
سبزی دید دستۂ پیاز در
دہن گرفتہ رسید رابعہ
گفت باید کہ ایں شیطان باشد
دیگ را بر زمین زد و میگفت
شوربائے را کہ بچندیں شبہ
سازند نباید خورد۔ زنانِ عصرِ
اول از حلال باشبہ احتراز
کردندے باز ایں چہ عصر است
کہ مرداں از حرام بے شبہ
ہم احتراز نمی کنند۔ قطعہ

نخشبی ذکر قوت خلق مکن
خود کلامت کلام بے شبہ است
قوت گوید حلال بے شبہ
اینک اکنوں حرام بے شبہ ہست

سلکِ صد و چہل و ہفتم

باید دانست کہ ذوالنون مصریؒ

چاہا کہ سالن پکائیں پیاز کے لئے پیسہ نہیں تھا اس لئے
پیاز کی فکر قلب میں گذری ہی تھی کہ اتنے میں دیکھا کہ
ایک سبز چڑیا پیاز کی پوٹلی اپنے منہ میں دبائے ہوئے
مکان پر آبیٹھی۔ حضرت رابعہ نے اپنے دل میں کہا
کہ ہو نہ ہو یہ شیطان ہو (اور چوری کی پیاز مجھے
کھلانے آیا ہو یہ خیال کرکے) ہانڈی کو زمین پر
الٹ دیا اور کہا کہ جو شوربا کہ مشتبہ مال سے
تیار ہو اسکے کھانے سے نہ کھانا بہتر ہے۔
(مصنف کہتے ہیں کہ دیکھو) پہلے زمانہ کی
عورتیں محض شبہ کی بنا پر حلال چیزوں سے
بھی احتراز کرتی تھیں، اور آج کیسا زمانہ ہے
کہ مرد لوگ اس حرام سے جس کے حرام
ہونے میں کچھ شبہ بھی نہیں، ہوتا اجتناب
نہیں کرتے۔ ع

(ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا)

" اے نخشبی تمھارا یہ کہنا کہ اب (حلال) روزی
کا ذکر ہی فضول ہے، بلاشبہ تمھاری یہ بات
سو فیصدی صحیح ہے اسلئے کہ قوت پہلے زمانہ میں کہا جاتا تھا
اس روزی کو جو کہ حلال ہو اور اسمیں حرام کا شبہ تک نہ ہو اور اب تو قوت
نام ہوگیا ہے اس کھانے کا جو کہ بلاشبہ بالکل حرام ہی ہو

سلک ۱۴۷ (حالات حضرت ذوالنون مصریؒ)

جاننا چاہیئے کہ حضرت ذوالنون مصری جو کہ واقعی معرفت حقیقت

که یوسف مصر طریقت و یعقوب
کنعان حقیقت بود ۔ اورا ذوالنون
ازاں گویند که وقتی در کشتی
سوار بود بازرگانی گوہری
گم کرد چوں اورا با جامہ ژندہ
دیدند گفتند ہمیں دزدیدہ است
با او شدت آغاز کردند او روی
جانب اہل دریا کرد و گفت
ای اہل دریا اگر ایشاں مارا
نمی شناسند شما باری می شناسید
جملہ ماہیاں یکاں یکاں گوہر
در دہن گرفتہ بیروں آمدند او
گوہری ازاں بستد و بداں
گم کنندہ داد و از کشتی فرود آمد
و پای بر آب نہاد و ناپدید شد
او بارہا با یارانِ خود گفتی کہ اے
یاراں چناں باید بود کہ صدیق اکبر
با پیغامبر صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ
وسلم بود یعنی ہیچ در دنیا
مخالفت نکرد، ہم او گفتی
حقیقت ہیچ طبیبے ازاں جاہل
نباشد کہ مستاں را در حالتِ
مستی علاج کند یعنی سخن گوید

کے یوسف اور کنعان حقیقت کے یعقوب تھے
انکو ذوالنون اس لئے کہا جاتا تھا کہ ایک مرتبہ
کشتی میں سوار ہوکر کہیں جارہے تھے کہ کسی
سوداگر کا جوہر چوری گیا چونکہ یہی بزرگ پھٹے
پرانے لباس میں تھے لوگوں نے خیال کیا کہ ہو نہو
انھیں نے چرایا ہو۔ ان کے ساتھ سختی کا
معاملہ کیا آپ نے دریا کی جانب منھ کر کے
خطاب کیا کہ اے دریا والو اگر یہ لوگ مجھے
نہیں پہچانتے ہیں تو تم لوگ تو پہچانتے ہو!
یہ سنتے ہی تمام مچھلیوں نے ایک ایک جوہر منھ میں
دبائے پانی سے سر نکالا آپ نے ان کے منھ سے
جوہر لیکر اس سوداگر کو سب دے دیا اور خود
فوراً کشتی سے نیچے اترے اور دریا میں چلنے لگے
اور کچھ دور جاکر نظروں سے غائب ہو گئے
(اسی واقعہ کی وجہ سے آپ "ذوالنون" یعنی
مچھلی والے بزرگ مشہور ہو گئے) حضرت
ذوالنون اپنے احباب سے اکثر یہ فرمایا
کرتے تھے کہ دوستو! زندگی تو بس ایسی
گزارنی چاہیئے جیسی حضرت صدیق اکبرؓ نے
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاری تھی یعنی دنیا
میں آپ کی ذرہ برابر بھی کسی معاملہ میں مخالفت
نہیں فرمائی (بلکہ ہمیشہ آپ کے موافق و مؤید ہی رہے)
نیز فرماتے تھے کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے ایسی کہ

از دین باکسی کہ او مست دنیاست
ہیچ سود نکند۔ وقتی ذوالنون
نزدیک دیوارے نشستہ بود
دست بر دیوار زد و گفت
مردانی کہ با خدائے تعالےٰ
راست اند اگر دست بر دیوار
زنند و گویند ای دیوا خرمائی تر
بیرون آر خرمائے تر از دیوار
بیرون آید۔ در حال از ان
دیوار خرمائے تر باریدن
گرفت۔ ہم او گفتی بندہ را
ہیچ عزتی ازاں بالاتر نباشد
کہ خواری نفس او بدو نمایند
و ہیچ خواری ازاں والاتر نباشد
کہ ذلِّ نفس او ازو محجوب
دارند۔ ہم او گفتی عارف
لازم یکحال نباشد زیرا کہ
ہر ساعت از غیب بدو
حالتی نازل شود او صاحب
حالات باشد نہ صاحب حالت
ہم او گفتی جمعیت معرفت
حاصل نشود مگر ہم بمعرفت
آری آفتاب را نتواں دید

کوئی طبیب اس سے ناواقف نہیں ہے کہ وہ کسی
مست کا علاج حالتِ مستی میں کرتا ہو (بلکہ مستی
زائل ہونے کے بعد ہی علاج کیا جاتا ہے) مطلب یہ کہ
(اسی طرح سے) دین کی باتیں اس شخص سے کرنی جو کہ دنیا
کا مست ہو بے سود ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ذوالنون ؒ
ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے دفعتاً دیوار
پر ایک ہاتھ مارا اور فرمایا کہ جس شخص کا تعلق اللہ تعالیٰ کے
ساتھ درست ہو چکا ہو وہ اگر دیوار پر ہاتھ مار کر یہ
کہدے کہ اے دیوار تازہ کھجور گرا تو تازہ کھجور بھی
اس دیوار ہی پر سے گرنے لگے گی۔ چنانچہ
اسی وقت عمدہ تازہ کھجوریں اس دیوار سے گرنے
لگیں۔ نیز فرماتے تھے کہ بندے کے لئے اس سے بڑھکر
اور کوئی عزت نہیں کہ اسکے نفس کی خواری اور ذلت
اس کے پیش نظر کردی جائے اور اس کیلئے
اس سے بڑھکر کوئی رسوائی نہیں کہ اسکے نفس کی ذلت کو
اس سے محجوب کردیں۔ نیز فرماتے تھے کہ عارف
ایک حال پر ہمیشہ نہیں رہا کرتا اسلئے کہ ہر آن غیب سے
اسکے لئے ایک حال نازل ہوتا رہتا ہے۔ پس وہ
صاحب حالات کثیرہ ہوتا ہے نہ صاحب حالتِ
واحدہ۔ نیز آپ فرماتے تھے کہ معرفت کا سکون حاصل
نہیں ہوتا مگر معرفت ہی کے ذریعہ سے جسطرح
سے کہ آفتاب کو دیکھا نہیں جا سکتا مگر آفتاب
ہی کی روشنی سے۔ نیز فرماتے تھے کہ انسان کو ایسا

مگر ہم بنور آفتاب ہم او گوید
میباید چناں باشی کہ حق را یار
باشی در خصمیٔ نفس خود نہ نفس خود
را یار باشی در خصمیٔ حق. وقتی
اورا یکی گفت مرا پندے بدہ
گفت خود را نہ پیش فرست و
نہ پس. گفت ایں سخن
چہ باشد؟ گفت دم نقد
را باش نہ گذشتہ را
و نہ آئندہ را. چنیں گویند
چوں جنازۂ ذوالنون بروں
آوردند اتفاقاً موذنے
درآں ساعت بانگ نماز
در مسجد گفت چوں بشہادتین
رسید ذوالنون انگشت
برآورد خلق دانست مگر او
زندہ شد جنازہ فرود آوردند
ہر چند خواستند آں انگشتاں
فرو نشاندند نشت ہمچناں
دفن کردند۔ اورا ایں کرامت
کم از ملکی ہم نیست نتیجہ معرفت
او بود. آری ہم او گفتی
اہل زہادت بر اہل آخرت

ہونا چاہیئے کہ حق تعالیٰ کا دوست رہے
اپنے نفس کے جھگڑے میں نہ یہ کہ نفس کا
دوست اور مددگار بن جائے خدا تعالیٰ کے مقابلہ
میں۔ ایک مرتبہ آپ سے کسی نے کہا کہ
حضرت مجھے کچھ نصیحت فرمائیے فرمایا کہ اپنے
کو نہ آگے بھیجو اور نہ پیچھے کرو۔ اس نے
عرض کیا کہ حضرت اسکی وضاحت فرما دیجئے
فرمایا کہ بس حال کا اعتبار کرو نہ ماضی کی
فکر میں پڑو اور نہ مستقبل کا بھروسہ کرو۔ بیان
کرتے ہیں کہ جب حضرت ذوالنون کا جنازہ
لیکر چلے اتفاق سے اسیوقت کسی مؤذن نے کسی مسجد میں
نماز کے لئے اذان دیدی جب شہادتین
پر پہنچا تو حضرت ذوالنون نے کفن سے
باہر اپنی شہادت کی انگلی نکال لی لوگوں
نے سمجھا شاید وہ زندہ ہو گئے ہیں۔ جنازہ کو
کاندھے سے نیچے اتارا اور ہر چند چاہا کہ
انگلی موڑ کر ہاتھ کے نیچے کردیں نہیں کرسکے
مجبور ہو کر اسیطرح سے قبر میں دفن کردیا
آپ کی یہ کرامت بھی بادشاہت ملنے سے
کم نہیں تھی جو کہ آپ کے صاحب معرفت
ہونے کا نتیجہ تھی۔ نیز آپ فرماتے
تھے کہ یہ اہل زہد اہل آخرت پر بمنزلہ
امیر کے ہیں اور اہل معرفت اہل زہد کیلئے

بمنزلۂ امیرانند واہل معرفت
براہل زہادت بمنزلہ بادشاہانند

قطعہ

تخشبی معرفت عجب ملک است
چشم او ہمسر غنا دادند
زاہداں بادشاہ آخرت اند
عارفاں بادشاہ زہادند

بمنزلہ بادشاہوں کے ہیں ؎

" اسے نخشبی یہ معرفت کی سلطنت بھی
عجیب ملک ہے کہ چشم معرفت کو غنا کی
آنکھ (یعنی سیر چشمی) کا ہمسر قرار دیتے ہیں۔ یہ زاہد
(فقراء اور تارک الدنیا) لوگ آخرت
کے لحاظ سے گویا بادشاہ ہیں اور جو اہل معرفت
ہیں وہ تو زاہدوں کے بھی بادشاہ ہوتے ہیں "

سلک صد و چہل و ہشتم

سلک ۱۴۸ (حالات حضرت معروف کرخیؒ)

بباید دانست کہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کہ معروف عالم زہادت و مشہور کشور عبادت بود۔ چنیں گویند کہ او ترسا بچہ بود چوں سہ چہار سالہ شد پدر او بر معلم ترسایاں برد تا علم ترسائی بیاموزد معلم تختہ بنشت گفت بگو ثالث ثلاثۃ او گفت قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَد۔ وقتی او نماز می گذارد اسپی داشت قیمتی برمید در کشت سیکے افتاد چوں از نماز فارغ شد اسپ دراں کشت بگذاشت

جاننا چاہیئے کہ حضرت معروف کرخیؒ جو کہ عالم زہد کے ایک معروف ترین شخص اور کشور عبادت کے ایک مشہور ترین بزرگ تھے ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انکا خاندان مذہبًا عیسائی تھا جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی تو ان کے والد ان کو بھی عیسائی معلم کے پاس لے گئے تاکہ عیسائی مذہب سے واقفیت حاصل کریں معلم نے تختی پر لکھکر کہا کہو ثالث ثلاثۃ یعنی اللہ تین میں کا ایک ہے۔ آپ نے فرمایا "قل ھو اللہ احد" آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالےٰ ایک ہے۔ اسی طرح سے ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے آپکے پاس ایک قیمتی گھوڑا تھا اس درمیان وہ بھاگ کر کسی دوسرے کے کھیت میں چرنے لگ گیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو گھوڑے کو

وگفت من ترا بداں صاحب
کشت بخشیدم کہ تو کشت او
چریدہ۔ ہم او گفتی عاقل کسے
است کہ چوں او را مصیبتی رسد
روز اول ہماں کند کہ روز
سوم خواہد کرد۔ ہم او گوید
کہ مروت خورسندی بہتر از
مروت دادن۔ وقتی یکی او را
پرسید داروی درد دل
چیست؟ گفت از خلق
دور بودن۔ ہم او گفتی
اصحاب دنیا را خدمت
بندگاں کنند اما اصحاب آخرت
را خدمت احراراں کنند۔
ہم او گوید کامل کسی است
کہ در توانگراں بچشم نصیحت
نگرد نہ بچشم حسد و در درویشاں
بچشم تواضع نگرد نہ بچشم
تکبر و در زناں بچشم شفقت نگرد
نہ بچشم شہوت۔ ہم او گوید عجب
بباید داشت از کسیکہ او پرہیز
طعام کند از بیم علت و
پرہیز گناہ نکند از بیم عقوبت۔

اسی کھیت میں چھوڑ دیا اور کہا کہ جا میں نے تجھے
کھیت والے ہی کو دے دیا کیونکہ تو نے
اسکا کھیت چرا ہے۔ نیز آپ فرماتے
تھے کہ عاقل وہ شخص ہے کہ جب اسکو
کوئی مصیبت پیش آوے تو پہلے دن وہی کام
کرے جو اسکو تیسرے دن لا محالہ کرنا پڑیگا
(یعنی صبر) نیز فرماتے تھے کہ قناعت کا شرف
سخاوت کے شرف سے بڑھا ہوا ہے۔ ایکمرتبہ
کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت
درد دل کی دوا کیا ہے؟ فرمایا کہ مخلوق
سے جدا رہنا۔ نیز فرماتے تھے کہ اہل دنیا
کی خدمت نوکر اور غلام کیا کرتے ہیں لیکن
اہل آخرت کی خدمت (دنیا ہی میں) احرار اور
شرفا کیا کرتے ہیں (یہی شرف انکا دیکھ لو) نیز
فرماتے تھے کہ مرد کامل وہ ہے جو کہ امیروں
اور مالداروں کو نصیحت کی نظر سے دیکھے نہ کہ
حسد کی آنکھ سے، اور درویشوں کو تواضع کی نظر
سے دیکھے نہ کہ تکبر کی آنکھ سے، اور عورتوں پر
شفقت کی نظر ڈالے نہ کہ شہوت کی نظر
نیز فرمایا کرتے تھے کہ اس شخص (کی عقل اور سمجھ) پر تعجب
ہی کرنا چاہیئے جو کہ بیماری کے اندیشے سے کسی
کھانے سے تو پرہیز کرے لیکن سزاء آخرت کے خوف
سے کسی گناہ سے پرہیز نہ کرے۔

ہم او گوید موت بہ از فوت وقت
موت انقطاع ست از خلق
اما فوت انقطاع است از خالق ہم او
گفتی ادنیٰ مراتب انبیاء اعلیٰ مراتب
شہداء و ادنیٰ مراتب شہداء
اعلیٰ مراتب صلحا و ادنیٰ مراتب صلحاء
اعلیٰ مراتب مومناں بود۔ ہم او گوید
قیمت ہر آدمی اندازۂ ہمت او
باشد بس بیچارہ کسے کہ او را ہمت
نباشد مگر دنیا یعنی او را ہیچ قیمت
نباشد، چناں گویند کہ روزی او را
یکی رنجانید چوں دید کہ او ہیچ نگفت
معذرت کردن گرفت خواجہ گفت
خوش باش ما ترا درمیاں ندیدم او
از انجا کہ ایں بما رسید آنجا خود
غلطی نرسد۔

قطعہ

نخشبی از جفائی خلق مرنج
ایں نصیحت ز عالم ملکی است
آدمی کیست کو زند زخمے
ہر بد و نیک کاں زند فلکی ست

نیز فرماتے تھے کہ موت، فوت (طاعت کا چھوٹ جانا ۱۲) سے بہتر ہے اسلئے کہ موت میں
تو خلق ہی سے انقطاع ہوتا ہے اور فوت میں خالق سے
دوری ہو جاتی ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ انبیاء کا جو سب سے
کم مرتبہ ہے وہ شہداء کا سب سے اعلیٰ مقام ہے
اور شہداء کا جو سب سے ادنیٰ مقام ہے وہ صلحاء کا
سب سے اعلیٰ مقام ہے، اور صلحاء کا جو سب سے
کم درجہ ہے وہ مومنین کا سب سے اعلیٰ مقام ہے۔
نیز فرماتے تھے کہ ہر شخص کی قیمت بقدر اسکی ہمت
کے ہے پس بیقدر اور بے منزلت وہ شخص ہے
جس کے اندر کوئی ہمت نہو بجز دنیا طلبی کے۔ بیان
کرتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص نے آپ کو کچھ ایذا
پہونچائی جب دیکھا کہ آپ نے صبر کر لیا اور اسکو
کچھ نہیں کہا تو لگا معافی مانگنے تو حضرت نے فرمایا جاؤ
اطمینان رکھو میں اس معاملہ میں تمھارا واسطہ اور
دخل نہیں سمجھتا اور جہاں سے یہ مجھے پہونچی ہے وہ سرکار ایسی ہے
کہ وہاں خطا اور غلطی کا احتمال نہیں (میں ہی اسکا سزاوار تھا)۔

ترجمہ قطعہ

"اے نخشبی مخلوق کے جور و ستم پر رنجیدہ نہو اور اس نصیحت کو
عالم ملکی کی نصیحت جانو! بیچارہ انسان کیا ہوتا ہے جو
کسی کو کچھ زخم لگا سکے جو کچھ بھلا برا ہوتا ہے آسمانی
حکم سے ہوتا ہے"۔

سلک صد و چہل و نہم

باید دانست کہ سفیان ثوری ازا نہا بود کہ ثور آسمان را گاؤ گرفتی و اورا ثوری ازاں گویند کہ او روزی در مسجد اول پای چپ نہاد از گوشہ مسجد آوازی شنید یا ثور تا فریاد از نہاد او برآمد و می گفت ای سفیان اگر تو دریں راہ پای بہوش می نہادی از دائرہ انسان بروں نیفتادی ہم او گفتی اصحاب حدیث را زکوٰۃ حدیث می باید داد یعنی اگر بر ہمہ عمل نتواند کرد باری پنج از دو دیست می باید داد روزی سفیان در گرما بہ بود امردی آنجا آمد گفت اورا بیروں کنید کہ بر ہر زنی مسلط یک دیو باشد و بر ہر امرد ہژدہ وقتی او را پرسیدند ایں روز گار کدام روزگار است گفت ہذا زمان السکوت و لزوم البیوت۔ ہم او گفتی ہر چہ از وجہ حرام صدقہ دہند و باخیری کنند

سلک ۱۴۹ (حالات حضرت سفیان ثوریؒ)

جاننا چاہیئے کہ حضرت سفیان جو تھے وہ ثوری تھے وہ ثوری اسلئے ہوئے کہ انھوں نے آسمان کے (برج) ثور کو گائے بنالیا تھا یعنی مسخر اور تابع کرلیا تھا مطلب یہ کہ مرتبہ میں اس سے بھی بلند ہوگئے تھے) باقی ان کو ثوری اسلئے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک دن مسجد میں داخل ہوتے ہوئے بایاں پیر پہلے رکھدیا تھا مسجد کے ایک گوشہ سے آواز سنی اُو بیل (یہ کسطرح داخل ہورہا ہے) یہ سنتے ہی دل سے ایک چیخ ماری اور اپنے کو مخاطب کرکے کہا کہ افسوس! اے سفیان! اگر تو اس راہ میں ہوش کے ساتھ قدم رکھے ہوتا تو انسانیت کے دائرہ سے آج باہر نہ نکلتا (اور تجھے بیل نہ کہا جاتا) نیز آپ فرماتے تھے کہ زبان سے وعظ و پند کرنے والوں کو اپنے وعظ کی زکوٰۃ نکالنی چاہیئے یعنی اگر سب باتوں پر عمل نہ کرسکیں تو چالیس باتوں میں سے کم سے کم پانچ باتوں پر تو عمل کرلیا کریں۔ ایک دن حضرت سفیان حمام میں تھے ایک امرد (لڑکا) بھی اسمیں آگیا فرمایا کہ اسکو باہر کرو کیونکہ ہر عورت پر ایک شیطان مقرر رہتا ہے اور ہر امرد پر اٹھارہ۔ ایک مرتبہ آپ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ زمانہ کیسا زمانہ ہے؟ فرمایا یہ وقت بس سکوت اختیار کرنے کا ہے اور اپنے گھر میں بیٹھے رہنے کا نیز آپ فرماتے تھے کہ لوگ جو حرام آمدنی میں سے صدقہ و خیرات دیتے ہیں اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص ناپاک کپڑے کو خون سے یا پیشاب سے دھوئے نیز فرماتے تھے کہ محبوب (حقیقی) کی معیت ہو

مثل ہمچناں باشد کہ جامہ پلید را
بخوں می شویند ویا ببول ہم او گفتی
بادوست بودن بی ہیچ چیزے
خوش است و بی دوست بودن
با ہمہ چیز ناخوشی . چوں سفر آخرت
سفیاں را بیش آمد می گفت کاشکہ
جملہ سفرہا چناں بودے کہ در کوزہ
وعصا کافی باشد گویند سفیان ثوری
وقت نزع ہمیاں کہ ہزار دینار
درو بود از تہ خرقہ بکشید بیاراں
داد کہ ایں صدقہ کنید گفتند ہمہ وقت
مارا از داشتن زر و محبت آں
مانع بودی وخود چندیں گاہ چرا
باخود داشتی گفت دین حق خود را
از شیطان بزر رہا نیدم یعنی ہر بار
کہ شیطان وسوسہ کردی کہ امروز
چہ خواہی خورد یا امروز چہ خواہی پوشید
گفتمی اینک زر بر من موجود است
از من مایوس شدہ باز گشتی و نتوانستی
کہ مرا بردر عمرو زید برد

قطعہ

نخشبی زیر سقف خلوت خلق
ہست بیشک ستون منفعتے

اور چاہے کچھ نہو تو وہ بہتر ہے اس سے کہ اسکی
معیت نہو اور سب کچھ ہو۔ حضرت سفیان کا
جب آخر وقت ہوا یعنی سفر آخرت کا وقت
آیا تو فرمایا کہ کاش! تمام اسفار اسی طرح
کے ہوتے کہ بس اس میں آدمی ایک لاٹھی اور
ایک لوٹے پر اکتفا کرتا۔ بیان کرتے ہیں کہ نزع
کے وقت حضرت سفیان ثوریؒ نے اپنی کمر سے
ایک تھیلی نکالی جس میں ایک ہزار دینار تھے اور
فرمایا کہ اسکو احباب پر تقسیم کردیا جائے لوگوں نے کہا
کہ حضرت آپ ہم لوگوں کو تو روپیہ پیسہ کے جمع کرنے سے
منع فرماتے تھے اور خود اتنا مال جمع کر رکھا ہے؟
فرمایا کہ بیشک میں تم لوگوں کو مال کی محبت رکھنے سے
منع کرتا تھا اور خود جو یہ رکھتا تھا تو مال کی محبت
کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے دین حق کو شیطان لعین سے
اسی کے ذریعہ محفوظ رکھنے کے لئے ایسا کیا یعنی جب جب شیطان
یہ وسوسہ ڈالتا کہ آج کیا کھاؤگے یا آج کیا پہنو گے تو یہی تھیلی
دکھلا کر اس سے کہتا تھا کہ یہ کیا میرے پاس روپیہ موجود ہے
بس اسکی وجہ سے وہ مجھ سے مایوس ہوکر چلا جاتا اور کمبخت
اس پر قادر نہو سکا کہ مجھے خدا کی جانب سے ہٹا کر زید و عمر یعنی
غیر اللہ کی جانب لگاسکے

ترجمہ قطعہ

"اے نخشبی مخلوق سے خلوت گزینی اختیار کرنے میں بلاشبہ
انسان کو منفعت کا ایک ستون (بڑا حصہ) دستیاب ہو جاتا ہے

زہر قاتل کہ شد مضرتِ جاں
نیست او ہم بروں ز منفعتے

سلک یکصد و پنجاہ

بباید دانست کہ شقیق بلخی کہ
طرۂ بلخ طریقت بود، گویند روزے
او در باغے نشستہ بود و گل
می بوئید ناگاہ فریاد برآمد کہ لشکر کفار
در رسید او بمدد باطن آں لشکر را
منہزم کرد و ہمدراں حال منافقی
آنجا رسید او را دید در میانِ تودۂ گل
نشستہ گفت ای خواجہ در چنیں روزے
اینچہ رعنائی است خواجہ گفت آری
منافقاں ہم در تودۂ گل بینند
اما شکستگی لشکر نہ روزی خواجہ شقیق
تذکیر میکرد روسے جانب خلق کرد کہ
ای قوم اگر مردہ اید اینک گورستاں
و اگر کودک اید اینک دبیرستاں
و اگر دیوانہ اید اینک بیمارستاں
و اگر کافر اید اینک کافرستان و اگر
مسلمانید اینک نشانِ اسلام!
گویند روزی پیری بر و آمد و گفت

ورنہ تو یوں زہر قاتل جو کہ جان لینے کے لئے انتہائی بضرر شے ہوتی
ہے وہ کبھی کچھ نہ کچھ نفع تو رکھتا ہی ہے (مگر ہر نفع تو معتبر نہیں)

سلک نمبر ۱۵۰ (حالات حضرت شقیق بلخی رح)

جاننا چاہیئے کہ حضرت شقیق بلخی جو بلخ طریقت کے طرہ
تھے بیان کرتے ہیں کہ آپ ایک دن ایک باغ میں پھول کے
درخت لگا رہے تھے کہ اچانک ایک آواز کان میں آئی کہ کافروں
کا لشکر آپہونچا آپ نے ایک قلبی اور باطنی توجہ سے اس
لشکر کو شکست دیدی اسی وقت ایک منافق آپ کے پاس
پہونچا آپ کو دیکھا کہ پھولوں کے درمیان بیٹھے ہوئے
ہیں کہنے لگا ارے حضرت ایسے مصیبت کے دن میں
(کہ کفار حملہ آور ہوئے ہیں) یہ بناؤ سنگار کے شاغل کا
کیا جوڑ؟ فرمایا کہ ہاں منافقین کو بس پھولوں کا ڈھیر
تو نظر آتا ہے لیکن لشکر کی ہزیمت کی انھیں کچھ
خبر نہیں۔ ایک دن حضرت شقیق رح لوگوں کو کچھ نصیحت
فرما رہے تھے لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ لوگو! اگر
تم سب مردہ ہو تو یہ قبرستان موجود ہے یہاں جاؤ، اور
اگر تم سب بچے ہو تو وہ باغ ہے وہاں جاکر کھیلو اور سیر کرو
اور اگر پاگل لوگ ہو تو یہ اسپتال موجود ہے اس میں جاکر علاج کراؤ
اور اگر خدانخواستہ منکر اور کافر ہو تو اس طرف کفرستان ہے وہاں نکل جاؤ
اور اگر مسلمان ہو تو اسلام کی نشانی تو یہ ہے (ان باتوں کو اپنے اندر
پیدا کرو۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک

گناه بسیار کرده ام میخواهم توبه کنم
گفت نیک باشد پیر گفت بعد از
دیری می آیم شقیق گفت هرچه
پیش از مرگ آید اینک دیر نباشد
روزی او را گفتند بدترین مردمان
کیست گفت آنکه گناه کند بامید توبه
و توبه نه کند بامید زندگانی هم او گفتی
حضرت عزت چون اهل طاعت را
مرگ دهد ایشان را چنان دارد
که زندگان را و اهل معصیت را
در حالت زندگانی چنان دارد
که مردگان را، وقتی او را پرسیدند
که صدق چیست گفت صدق همه
بر زبان صادقان رفته است
و ذکر او در زبان کاذبان مانده
گویند که روزی شقیق جامهٔ سپید
پوشیده بود میگفت یا لیت
دل من امروز میان دلها چنان بودے
که جامهٔ من میان جامها ست
وقتی او را گفتند تو زنی چرا نخواهی
گفت طاقت دو شیطان ندارم
هم او گفتی اول حال ضعف من
از گرسنگی بود و قوت من از سیری

بوڑھا شخص آیا اور عرض کیا کہ حضرت میں نے بہت گناہ کیا ہے
اب چاہتا ہوں کہ توبہ کروں فرمایا بہتر ہے اس بوڑھے نے
کہا کہ شاید بہت دیر میں مجھے اسکی توفیق ہوئی؟ فرمایا کہ بھائی مرنے
سے پہلے پہلے جو کام ہوجائے وہ دیر نہیں ہے ۔ ایک دن آپ
سے لوگوں نے پوچھا کہ سب سے بُرا آدمی کون ہے؟ فرمایا کہ
وہ شخص جو توبہ کی امید پر گناہ تو کرے اور بقار زندگی کی امید
پر توبہ میں جلدی نکرے ۔ نیز آپ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ جب
اہل طاعت کو موت دیتے ہیں تو انکو اس طرح سے رکھتے ہیں
جیسے کہ زندوں کو اور اہل معصیت کو جینے کی حالت میں اس طرح
سے رکھتے ہیں جیسے مُردوں کو ۔

ایک مرتبہ آپ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت
صدق کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ صدق وہی ہے جو کہ سچوں کی زبان
پر جاری ہے اور جھوٹوں کی زبان اس سے قاصر اور عاری ہے
بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت شقیق سفید لباس زیب تن
فرمائے ہوئے تھے اسکو دیکھکر فرمایا کہ اے کاشکہ جس طرح
سے میرا لباس سب لوگوں سے زیادہ صاف اور سفید ہے
میرا دل بھی سب سے زیادہ منور اور سفید ہوتا ۔ ایکدن
آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ عورت کی جانب
کچھ زیادہ رغبت کیوں نہیں رکھتے فرمایا کہ بھائی
دو شیطانوں کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا ۔ نیز فرماتے
تھے کہ ابتدا میں تو میرے ضعف کا سبب بھوک
تھا اور قوت کا ذریعہ شکم سیری تھا اور اب جبکہ
ایک زمانہ گذر گیا تو میرا ضعف بوجہ سیری کے ہونے لگا

چوں روزگار برآمد ضعف من از
سیری شد و قوت من از گرسنگی
هم او را پرسیدند که متوکل کیست
گفت کسیکه از کسی چیزی نخواهد
و اگر ناخواسته برسد قبول کند
و چوں قبول کند نگاه ندارد روزی
او را پرسیدند مرد گوهری گفت
درویشی که او خود را توانگر نماید
و گرسنه که او خود را سیر نماید
و اندوهگیں که خود را شاداں نماید
و مردے که با دشمن هم دوست
نماید۔ قطعه

نخشبی دوست را مداں دشمن
وقت او خوش کہ ایں زباں دانست
دشمن کس نہ شد کسی کانکس
دشمناں را چو دوستاں دانست

اور بھوک سے مجھے قوت حاصل ہونے لگی۔ نیز
لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ متوکل کی کیا تعریف
ہے؟ فرمایا کہ متوکل وہ ہے جو کسی سے
کوئی شے طلب نہ کرے لیکن اگر بدون طلب
کے مل جاوے تو اسکو قبول کر لے اور جب
قبول کر لے تو اس پر نگاہ نہ رکھے (یعنی اسکو بچانے
اور پس انداز کرنے کی کوشش نہ کرے) ایکدن لوگوں نے آپ سے پوچھا
کہ وہ شخص جو ہیرا سمجھے جانے کے لائق ہے کون ہے فرمایا
کہ وہ درویش اور صوفی جو خود کو توانگر (امیر اور مستغنی) ظاہر کرے
اور وہ بھوکا جو اپنے کو شکم سیر ظاہر کرے اور وہ مصیبت زدہ جو
خود کو شاداں و فرحاں ظاہر کرے اور وہ شخص جو کہ دشمن کے ساتھ بھی
دوست سا نظر آئے ؎

اے نخشبی تم دوست کو تو قطعی دشمن نہ جانو خوش نصیب
ہے وہ شخص جو ہم سے اس نصیحت کو قبول کرے۔
اور وہ شخص کسی کو اپنا دشمن نہ سمجھے گا جو کہ دشمنوں کے ساتھ
بھی دوستی کا معاملہ روا رکھتا ہو۔

سلک یک صد و پنجاه و یکم

بباید دانست که بقاء عالم از
برکت قدم مردان دین است که
لولا الصالحون لهلک الطالحون چنیں
گویند سی صد تن اند از بندگان

سلک ۱۵۱ (اللہ والوں کی اقسام اور ان کے نام)

سب سے پہلے یہ بات سمجھ لو کہ اس عالم کا بقاء
دین والوں کے قدم کی برکت سے ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ
اگر یہ صالح لوگ نہ ہوتے تو طالح اور برے لوگ سب کے
سب ہلاک ہو جاتے۔ علماء طریق بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ

خدائے عزوجل کہ دلہای ایشاں
مانند دل آدمؑ است وہفتاد تن
اند کہ دلہائے ایشاں مانند
دل نوحؑ است یعنی از آفتاب
روشن تر وچہل تن اند کہ دلہائے
ایشاں مانند دلِ ابراہیمؑ است
وہفت تن اند کہ دلہای ایشاں
مانند دل عزرائیلؑ ست وپنج تن
اند کہ دلہائے ایشاں مانند
دلِ جبرئیلؑ است وسہ تن اند
کہ دلہائے ایشاں مانند دل میکائیلؑ
است ویکی تن است دل او
مانند اسرافیل است صلوٰۃ اللہ
وسلامہ علیہم اجمعین چوں آں یکی
کہ از ہمہ بہتر وگزیدہ تر ہمہ است
بمیرد حضرت صمدیت تعالیٰ وتقدس
از آں سہ تن یکی را بدرجہ او رساند
چوں از آں سہ تن یکی بمیرد از آں
پنج تن یکی را بمقام او برد چوں
از آں پنج تن یکی بمیرد از آں
ہفت تن یکی را بمقام او برد
چوں از آں ہفت تن بمیرد از آں
چہل تن یکی را مرتبہ او بخشد

کے مخصوص بندوں میں سے تین سو حضرات ایسے ہیں کہ ان سب
کے قلوب حضرت آدمؑ کے قلب کے مانند ہوتے ہیں اور ستر حضرات
ایسے ہیں کہ ان کے قلوب حضرت نوح علیہ السلام کے قلب کی طرح
ہیں یعنی آفتاب سے کہیں زیادہ روشن، اور چالیس حضرات
ایسے ہیں کہ ان کے قلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب
کی طرح ہیں اور سات حضرات ایسے ہیں کہ ان کے قلوب
مانند عزرائیل علیہ السلام کے ہیں (جو کہ اللہ کے مخصوص فرشتے ہیں)
اور پانچ حضرات ایسے ہیں کہ ان کے قلوب مانند جبرئیل علیہ السلام
کے قلب کے ہیں، اور تین حضرات انھیں بزرگوں میں سے
ایسے ہیں کہ ان کے قلوب مانند میکائیل علیہ السلام کے قلب
کے ہیں اور ایک بزرگ ایسے ہیں کہ انکا قلب حضرت اسرافیل
کے قلب جیسا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ان سب
حضرات پر ہو۔ پھر جب یہ بزرگ جو کہ سب سے بہتر اور سب
میں برگزیدہ ہیں وصال فرما جاتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے
نیچے کے درجے کے تین حضرات میں سے ایک کا انتخاب فرماکر
انکی جگہ پُر فرما دیتے ہیں اور اگر ان تین میں سے کسی کا انتقال
ہو جاتا ہے تو پانچ والے طبقے میں سے ایک کو اسکی جگہ مقرر
فرما دیا جاتا ہے اور اگر ان پانچ میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے
تو سات والی جماعت میں سے ایک کو وہاں کر دیا جاتا ہے اور
اگر ان سات میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو ان چالیس میں
سے ایک کو انکی جگہ مقرر کر دیا جاتا ہے اور اگر ان چالیس
میں سے کسی کا انتقال ہو گیا تو ستر والی جماعت میں سے
ایک کو اسکی خلعت پہنا دی جاتی ہے اور اگر ان ستر

چوں ازاں چہل تن یکی بمیرد ازاں
ہفتاد تن یکی را خلعت او پوشانند
وچوں ازاں ہفتاد تن یکی بمیرد
ازاں سیصد تن یکی را او روزی
کنند و اگر ازاں سی صد تن یکی بمیرد
از عامۂ خلق یکی را میاں آں سیصد تن
برند بادشاہاں تخت ایں اصطلاح
آں سیصد را نقبا خوانند زیرا کہ
ایشاں نقیبان ایں امت اند
وآں ہفتاد را نجبا خوانند زیرا کہ
ایشاں برگزیدگان حق اند و روشندلان
خلق اند وآں چہل را ابدال خوانند
زیرا کہ ایشاں بدل انبیا اند
صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین و آں
ہفت تن را اخیار خوانند
زیرا کہ ایشاں بہترین خلق اند
وآں پنج را عماد خوانند زیرا
کہ ایشاں ستون عالم اند چنانچہ
قوام خانہ از ستون باشد قوام
عالم از ایشاں ست وآں سہ را
اوتاد خوانند زیرا کہ ایشاں بمنزلۂ
میخ اطنبۂ دنیا اند و مدار دنیا
از ایشاں ست وآں یکے را

میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو تین سو والی جماعت
میں سے ایک کو اسکی جگہ مقرر کر دیا جاتا ہے اور اگر ان
تین سو میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو عامۃ الناس
میں سے ایک شخص کا انتخاب کر کے ان میں شامل کر دیا
جاتا ہے اس اصطلاح کے تخت کے جو بادشاہ لوگ
ہیں وہ ان تین سو والی جماعت کو نُقبا کے لقب سے
یاد کرتے ہیں اس لئے کہ یہ حضرات اس امت سے
نقیب ہیں اور ان ستر کو نُجبا کہتے ہیں اس لئے کہ
وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ لوگ ہوتے ہیں۔
اور اسکی مخلوق میں سے روشن دل لوگ ہوتے ہیں
اسی طرح سے ان چالیس حضرات کو ابدال کے لقب سے
پکارتے ہیں اسلئے کہ یہ لوگ حضرات انبیاء علیہم السلام کے
بدل ہوتے ہیں اور ان سات حضرات کو اخیار کہا جاتا ہے
اسلئے کہ یہ حضرات مخلوق خدا میں سے بہترین لوگ ہوتے
ہیں اور ان پانچ کو عماد کہتے ہیں اسلئے کہ یہ حضرات
عالم کے لئے بمنزلہ ستون خیمہ کے ہوتے ہیں جس پر
خیمہ رکا ہوتا ہے ایک ایک چاروں کونوں میں اور ایک
درمیان میں بس جسطرح سے کہ مکان کا ٹکاؤ ستون سے ہوتا
ہے عالم کا روک ان کے ذریعہ سے ہے اور ان تین حضرات
کو اوتاد کہا جاتا ہے (وتد کے معنی میخ کے ہیں) یہ حضرات ہی
خیمۂ دنیا کیلئے بمنزلہ میخ کے ہوتے ہیں اور دنیا کا قیام انکی
ذات سے وابستہ ہے اور وہ ایک ہستی جو غوث کہلاتی
ہے اسلئے کہ وہ دنیا والوں کے فریاد رس ہوتے ہیں مطلب یہ کہ

غوث خوانند زیرا که او فریادرس
جهانیاں است چوں در جهاں
حادثه ظاهر گردد آں سی صد تن
دعا کنند اگر دفع نشود آں هفتاد تن
دعا کنند اگر باجابت مقرون نگردد
آن چهل دعا کنند اگر مستجاب
نشود آں هفت دعا کنند و اگر
آں هم قبول نگردد باز آں پنج دعا
کنند و اگر باز آں قبول نیفتد آں سه
کنند و اگر آں دعا هیچکس بباب اجابت
مقرون نگردد آں یکے که غوث است
ازو مستجاب گردد و دعای او هیچ وجه
رد نشود ۔ چنیں گویند بودن نقباء
در حدود مصر است و نواحی آں و بودن
ابدال در شام است و نواحی آں
و بودن اخیار در حجاز است
و نواحی آں و بودن عماد اطراف
روئے زمین است و کرانهای او
و بودن اوتاد متفرق است
میان خلق مسلماناں و بودن غوث
در مکه است بجاوری کعبه
سلطان مملکت فقر صلی اللہ
علیه وآله واجبابه می فرماید که

جب دنیا میں کوئی حادثہ رونما ہوتا ہے تو وہ تین سو والی
جماعت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے اگر وہ دفع نہ ہوا تو
وہ ستر والی جماعت دعا کرتی ہے اور اگر انکی
دعا بھی قبول نہ ہوئی تو پھر وہ چالیس والی جماعت
دعا کرتی ہے اور اگر انکی دعا سے بھی مصیبت دفع
نہوئی تو وہ سات والی جماعت دعا کرتی ہے اور
اگر وہ بھی قبول نہوئی تو پھر وہ تین والی جماعت دعا
کرتی ہے اور اس سے بھی کچھ کام نہ چلا تو پھر وہ ایک
ذات جو غوث کہلاتی ہے دعا فرماتے ہیں اور انکی
دعا قبول ہوجاتی ہے اور انکی دعا کبھی رد نہیں فرمائی جاتی
(بس غوث بھی خدا سے کہتا ہے اور چونکہ ہوتا ہے مستجاب الدعوات اسلئے
دعا اسکی قبول ہوتی ہے یہ نہیں کہ وہی حاجت روا اور بذات خود فریادرس
ہوتا ہے، اس باب میں بڑی جہالت شائع ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو
شرک سے بچائے)۔ ایسا بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان نقباء کا قیام
مصر اور اسکے اطراف میں ہوتا ہے اور ابدال شام اور اسکے اطراف میں
ہوا کرتے ہیں اور اخیار حجاز اور اسکے اطراف میں ہوتے ہیں اور عماد
روئے زمین کے اطراف اور اکناف میں ہوا کرتے ہیں اور اوتاد
مسلمانوں میں سے کہیں بھی ہوسکتے ہیں، باقی غوث کے لئے مکہ
مخصوص ہے اور اس کے لئے جوار کعبہ لازم ہے۔

مملکت فقر کے جو بادشاہ ہوئے ہیں صلی اللہ علیہ
وآلہ واجبابہ واصحابہ وسلم ـــــ وہ یہ فرماتے ہیں
کہ اللہ تعالےٰ کے بہت سے ایسے بندے بھی
ہیں کہ انکے فقر اور زبوں حالی کی وجہ سے مخلوق انکی

حضرت صمدیت تعالیٰ وتقدس
بندگان زندہ پوشش کہ
بسبب حال ظاہر ایشاں خلق در ایشاں
ننگرد اما ایشاں ہر چہ از خداوند تعالیٰ
خواہند درحال بجزا اجابت مقرون گردد
اے خالق نوش ونیش وای رازق
شاہ ودرویش بعزت این بندگان
کہ تو از ایشاں خوشنودی خفتگانِ خواب
غفلت را انتباہی کرامت کن وبرہنگانِ
عالم جہالت را خلعت عمیم علم وطاعت
بپوشاں وتشنگان بادیۂ ضلالت را
شربت لطف خود بنوشاں بحق النبی
الہاشمی وآلہ الطاہرین الطیبین
اجمعین وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا۔

جانب نظر اٹھا کر دیکھنا پسند نہیں کرتی لیکن
خدا تعالیٰ کے یہاں ان کے قرب و قبول کا
یہ عالم ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے جو شے
بھی طلب کرتیں اللہ تعالیٰ فوراً انھیں وہ
عطا فرما دیں۔

پس اے وہ ذات جو کہ نوش و نیش (تریاق و زہر) ہر دو کا خالق ہے
اور اے وہ ذات جو کہ شاہ و درویش ہر ایک کا روزی رساں ہے
تجھ سے یہ دعا ہے کہ اپنے ان صالح بندوں کے طفیل کہ تو
جن سے خوش اور راضی ہے ہمارے ان مسلمان بھائیوں کو جو کہ خواب غفلت
میں پڑے ہوئے ہیں بیدار فرما دے اور عالم جہالت کے جو عریاں لوگ
ہیں انکو عمیم علم و طاعت کا جامہ زیب تن فرما دے، ضلالت اور گمراہی
کے جنگل میں پڑ کر جو پیاسے گھوم رہے ہیں انکو اپنے لطف و عنایت کا
شربت پلا بحق اپنے نبی ہاشمی کے اور انکی آل طاہرین وطیبین کے
(اور اصحاب منتخبین کے) اور ان سب پر بہت بہت صلوٰۃ وسلام نازل فرما۔

خاتمۃ الطبع

شکریہ طابع الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ دریں ایام میمنت التیام نسخۂ نادر الوجود در علم سلوک اعنی سلک السلوک کہ مثل خود عدیل ندارد ومصنفہ مولانا ضیاء الدین نخشبی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کہ الآن قالب طبع ندیدہ حسب ایمائے جناب مولانا حافظ عبدالاحد بمطبع مجتبائی دہلی مطبوع گردیدہ و سرمۂ چشم اہل ایقان گردید۔

عرض مترجم اللہ تعالیٰ میری اس جسارت کو معاف فرمائے کہ میں نے اس کوچہ سے قطعی نابلد اور بزرگوں کے حال وقال سے ناواقف ہونے کے باوجود سلک کے ان مضامین کا ترجمہ کرنے کی ہمت ہی کیوں کی؟

حضرت مرشدی مصلح الامۃؒ کی چند روزہ مصاحبت نے اسکی ہمت پیدا کی اور حضرت والاؒ ہی کی توجہ روحانی اس باب میں میری مونس و مددگار بنی۔ بہرحال اگر کچھ غلطی ہوگئی ہو خدا اسکو معاف فرمائے اور حضرت نخشبی رحمۃ اللہ علیہ نیز حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہر دو بزرگ کے فیض سے سب مسلمانوں کو مستفیض فرمائے بالخصوص راقم مترجم کے اس قال کو حال بنا دے۔ آمین (شوال المکرم ۱۴۰۰ھ)